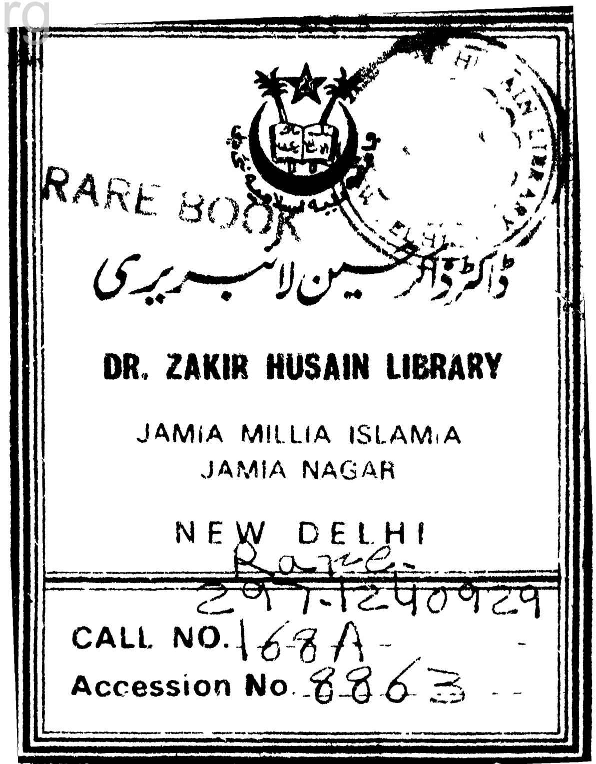


هٰذهٖ تذكرةٌ فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا

اسلام کے ارتقائی تاریخی سلسلے میں جب کبھی [illegible] عالم کی مختلف شانوں میں اپنا ظہور
نہیں کرتی ہو جسکے مطالعہ کیلئے شائق طبیعتیں [illegible]

حیات ولی

جس میں

دنیا کے نامور مشہور فاضل عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی کی تاریخی زندگی کے تمام واقعات کے علاوہ آپکے اجداد عظام اور عظیم الشان خاندان
کے تقریباً ایک سو عزیز ممبروں کی لائف نہایت فصاحت و خوبی کیساتھ دلچسپ
لطیف عبارت میں لکھی گئی ہے جنپر دو سو سال بلکہ اس سے بہت زیادہ زمانے
تاریخی روشنی چمک رہی ہے

مصنفہ

جناب فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد رحیم بخش صاحب لطف عظیم اللہ عنہ
[illegible] راجی الی الرحمۃ خادم صوفیائے عظام و علمائے کبار میرزا احمد القادر مالک افضل المطابع [illegible]

افضل المطابع واقع دہلی میں بحسن بنایش چھپی

مختصر فہرست کتب یک اجنبی و دیگر اشیا متعلقہ افضل المطابع دہلی

حضرات ناظرین ! ہم اوروں کی طرح اشتہار [illegible] لمبی چوڑی تعریفیں کرنا پسند نہیں کرتے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہمارے کارخانہ میں عربی فارسی [illegible] مختصر قسم کی کتابیں ہمیشہ چھپتی رہتی ہیں مفصل فہرست سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارے ہاں جیسی عمدہ مضمون کی کتابیں [illegible] اسلامیہ و انگریزی مدارس کی کتابیں مولانا حالی اور شمس العلماء مولوی [illegible] صاحب شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب کی تصنیف کا [illegible] [illegible] آپ کو ہماری معرفت بکفایت مل سکتی ہیں [illegible] مقامات کے نقشہ جات [illegible] کی طبع [illegible] [illegible] ساخت کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] فہرست [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کمیشن دیا جائیگا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اس بات کا [illegible] [illegible] [illegible] کی خدمت میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اخبار [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اگر کوئی صاحب اپنی [illegible] [illegible] [illegible] تو بشرط [illegible] مطبع اپنی لاگت سے چھاپ سکتا ہے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
سعادۃ الکونین فی فضائل الحسنین — چونکہ [illegible] [illegible] کے متعلق [illegible] جسقدر کتابیں چھپی ہیں افراط و تفریط [illegible] [illegible] [illegible] نظر پڑتی ہیں ہم نے [illegible] متعلق یہ کتاب سعادۃ الکونین فی فضائل الحسنین نہایت مفصل چھاپی ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی نفاست [illegible] [illegible] نہیں وہی کہ کتاب [illegible] [illegible] رکھ کے [illegible] عام کے لیے اسکی قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے یعنی فی جلد صرف	۱۲/	سچ تو یہ ہے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے ایک کالم میں [illegible] اردو [illegible] پورا پورا ترجمہ [illegible] یہ کتاب [illegible] ہے قیمت [illegible] بہت ہی کم [illegible] فی جلد صرف	۶/	**کشف العلوم شرح مثنوی مولانا روم** — [illegible] [illegible] [illegible] نہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] چھپوائی ہے [illegible] [illegible] تمام مطالب [illegible] [illegible] [illegible] قرآن مجید کی آیتوں [illegible] حدیث شریف کے مطالب کو [illegible] کر دیا ہے شرح [illegible] مثنوی کی [illegible] [illegible] کیا گیا ہے [illegible] [illegible] لکھی گئی ہے [illegible] مثنوی کے [illegible] میں کسی قسم کا تردد نہیں رہتا [illegible] مثنوی شریف کے شعر کا ترجمہ [illegible] کی شرح [illegible] تصوف کے [illegible] اور باریک [illegible] مقامات کا حل نہایت خوبی [illegible] درج کیا ہے اسوقت تک مثنوی کی ۵ جلدیں بالکل تیار ہیں قیمت فی جلد	
		جوہر الایقان فی حفظ الایمان — فاتحہ سوم چہلم محفل میلاد وغیرہ کا ثبوت غیر مقلدوں کے عقائد فاسدہ کا رد [illegible] نجدی کا ذکر اختلافی مسائل [illegible] [illegible] [illegible] کتاب نہیں [illegible]	[illegible]		
تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب — خلفائے اربعہ فضائل مناقب عشرہ مبشرہ کے صحابہ ازواج مطہرات کے فضائل تمام اہل بیت مسعودہ فضائل حضرات حسنین برگزیدہ فضائل [illegible]		**تفسیر سورۃ الم نشرح** — آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج [illegible] [illegible] معجزات کا بیان کر کے اسلام کے چار [illegible] رکنوں کا [illegible] تفصیل [illegible] کیا ہے قیمت	۲/	پانچ جلد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]	
		گلستان خواجہ [illegible] مختصر [illegible] کتاب [illegible] خواجہ معین الدین اجمیری کے حالات میں	۲/		

فہرست مضامین کتاب حیات ولی

مضامین	صفحہ

فہرست مضامین نوٹ جو علم حدیث کی تعریف واقسام میں کتاب ہذا کے بعض موقعوں پر لکھے گئے ہیں جنکی تعداد ۱۴۳ ہے

تمام ہوئی فہرست مضامین



تمہید

یہ امر عموماً تسلیم ہے کہ مشرقی تعلیم کا سیلان سوانحات قدیمہ کی اشاعت مین نہین علوم کی جان اور فنون کی روح کہنا کسی طرح نازیبا نہوگا روز بروز حیرتناک ترقی کر رہا ہے۔ اور واقعات گزشتہ کو تاریخی جامہ پہنانے مین ہر وقت اور ہر آن سرگرم ہے۔ بزرگان دین اور ائمہ مذہب کے واقعی حالات جو ایک عرصے سے فسانون کے تیرہ و تاریک بھول بھلیون مین کرم شب تاب یا چراغ سحری کی طرح ٹمٹماتے نظر آرہے تھے اور مسلمان قوم کے بچے واقعات مذہبی فسانون کے دھندلے غبار مین صبح کے جھلملاتے ستارون کی صورت مین عنقریب بے نور ہونے والے تھے اُنپر تاریخی روشنی چمکانے مین انتہا سے زیادہ جد و جہد کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ عالم کی مختلف شاخون مین دنیائے اسلام جسقدر بلحاظ اپنی ذاتی خوبیون کے معزز و ممتاز ہے اُسیقدر تواریخی حصہ مین اسکا سرمایہ بہت کچھ جمع ہوگیا ہے اور روز بروز ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر اِسے غلط خیالی پر محمول نکیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ دنیائے اسلام مین جسقدر تاریخی حصہ کے روشن اور چمکیلا کرنے مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کیجارہی ہے اُسیقدر مبالغہ آمیزی اور مدحیہ الفاظ سے اُسے دھندلا اور مکدر کیا جا رہا ہے۔ اب زمانہ کی کتاب کا وہ ورق بالکل اُلٹ دیا گیا ہے کہ اکابر دین اور معززین مذہب کی عزت و وقعت صرف تعریفی الفاظ اور مدحیہ جملون مین منحصر سمجھی جائے بلکہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ اُن کے اصلی اور واقعی حالات زندگی سے کمال تحقیق کیساتھ بحث کیجائے اور نہایت آزادی کیساتھ ہر پہلو کو میزان تواریخ مین وزن کرکے دودھ اور پانی کے اجزا کو کیمیائی قوت سے الگ الگ کرکے دکھا دیا جائے۔

دنیائے اسلام مین باوجودیکہ تاریخی سرمایہ بہت کچھ جمع ہے۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہی کہ اُسے عملین لانے والے بہت کم لوگ ہین۔ اکثر طبیعتین تحصیل علوم سے بالکل ہٹ گئی ہین اور روز بروز ہٹتی چلی جاتی ہین ان مین اسقدر بھی لیاقت و استعداد نہین دیکھی جاتی کہ ایک نہایت سہل اور معمولی تاریخ کا مطالعہ کرکے مقتدایان قوم اور مذہبی پیشواؤن کی سیرت و خصلت معلوم کر سکین۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ملک مین ایسی طبیعتین بکثرت موجود ہین جو اپنے معمولی مذاق اور عام دلچسپی کے مطابق بھی اپنے خاندانی بزرگون کے حالات سے واقف نہین ہین اور نہ واقف ہونا چاہتی ہین۔

ایسی بے ترجہی اور عام بخاستگی طبع پر کبھی اسطرف خیال ہی نہین دوڑ سکتا کہ موجودہ زمانہ کے لوگ مقتدایانِ مذہب

اور اکابر سلف کے واقعات کو سرسری اور اجمالی نظر سے دیکھیں یا انکے حالات سے محدود واقفیت حاصل کریں میرا سلسلۂ خیالات جہان تک میری مدد کرتا ہے مین سمجھتا ہون لاتعداد بزرگان اسلام کے پاک نامون کی شہرت اور انکے مذہبی تقدس کا آج عالم میں چرچا پھیلا ہوا ہے وہ گزشتہ زمانہ کے لحاظ سے ہے ورنہ ہماری قوم کے اُن نوجوانون کو جن پر جدید علوم اور نئی تحقیقات کی روشنی چمکی ہے۔ اُن مقدس اور برگزیدہ نامورون کے تواریخی حالات زندگی تو الگ رہے اُن کے نامون سے بھی پورے طور پر واقفیت نہیں ہے۔ ایسی حالت مین بجز اسکے اور کوئی تدبیر سمجھ ہی مین نہین آتی کہ مصلحان قوم کے تاریخی واقعات اور مذہبی پیشواؤن کے کارنامے اردو کی عام اور سلیس زبان کے سانچہ مین ڈھال ڈھالکر ملک و قوم مین شائع کیئے جائین تاکہ موجودہ زمانہ کے وہ لوگ جو اکابر دین کے واقعات پڑھنے کی دل سے خواہش رکھتے ہین اُنکے معاشرتی اور تمدنی حالات سے بخوبی واقف ہو جائین۔

اُن اعجوبۂ روزگار نئی روشنی کے دلدادون اور جدید تحقیقات کی بھول بھلیون مین مر مٹنے والون پر صرف تعجب بلکہ تعجب کیساتھ حیرت ہوتی ہے جو تاریخی فن کو نہایت حقارت اور بے وقعتی کی نظر سے دیکھتے ہین اور دنیا کے نامور مشہور ائمہ مذہب کے نصائح آمیز حالات اور تعجب انگیز واقعات کو ملک و قوم کے مختلف مذاقون کا بازیگاہ یا زور قلم کے عام شہسوارون کا جولانگاہ سمجھتے ہین اور نہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہین بلکہ انھین بیکارون کا شغلہ اور ہاتھ پاؤن توڑے ہوؤن کی دل لگی کا سامان بتاتے ہین۔ حالانکہ جن لوگون کے دماغ صحیح۔ خیالات روشن نظرین بلند تجربے وسیع عقل شاہد سلیم ہین۔ انھین وضاحت کیساتھ معلوم ہے کہ فن تاریخ ہی ایک ایسا عجیب و غریب فن اور معلومات کا ذریعہ ہے جس پر آدمی غور کرنے سے ابدی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری مصنف کامل التواریخ جس کی ہمعصری پر ابن خلکان جیسے مورخ کو بہت بڑا فخر تھا اپنی تاریخ کے دیباچہ مین تاریخ و سیر کے فوائد بیان کرتے ہوئے یون ریمارک کرتا ہے کہ "جو لوگ علم و فضل کے دعویدار ہین اور جنہین اپنے تبحر اور عقل پر بڑا افتخار اور فخر کیساتھ دعوی ہے وہ ناخیال علم تاریخ کی طرف التفات نہین کرتے ہین کہ اس سے کوئی مفید اور اطمینان بخش نتیجہ حاصل نہین ہوتا۔ غایۃ مافی الباب یہی کہ کچھ قصص و حکایات معلوم ہو جائین۔ کچھ عجیب و غریب اور دلچسپ باتین سننے مین آجائین۔ اسکے علاوہ کوئی اور معتدبہ فائدہ حاصل نہین ہوتا۔ اور جب یہ ہے تو اس علم کی تحصیل مین کوشش کرنا سرتاسر تضییع اوقات ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ضعیف اور کمزور خیال اُن ہی لوگون کا ہے۔ جن کے دماغ سست اور آئینہ عقل نہایت کدر اور دھندلا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو لوگ عقل سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ تاریخی فوائد نہ صرف دنیاوی

معاملات ہی مین فائدہ بخش ثابت ہوتی ہین بلکہ انفرادی طور پر بھی ہمین بہت کچھ نفع پہنچاتی ہین بشرطیکہ عمیق اور دوربین بی ہوئی نظرون سے دیکھے جائین۔ سب سے مفید اور نتیجہ خیز یہ بات ہے کہ ایک مورخ کی عمر کا دائرہ ایسا وسیع اور فراخ ہوجاتا ہے کہ اہل دنیا مین سے کسیکی اسقدر طولانی زندگی کا ہونا محال اور سخت محال ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہین ہے کہ اسکی حقیقی زندگی اسدرجہ طول طویل ہوجاتی ہے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک بہت بڑی عمر والے آدمی کی طولانی زندگی کا نتیجہ اسکے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا کہ چند واقعات اسکی یادگار رہتے ہین جنہیں وہ اپنے زمانہ مین پاتا اور اُنسے تجربہ حاصل کرتا ہے وہ گذشتہ ایام کے اُن واقعات سے جو اُسکے زمانہ زندگی مین گزرے ہین زیرکی و دانائی پیدا کرتا ہے۔ جسکو تجربہ جات اور حاصل زندگی کہتے ہین جو ایک مورخ کو تھوڑی سی زندگی مین حاصل ہوتی ہے

اسی لحاظ حقیقت مین ایک تجربہ کار مورخ کو وہ زندگی حاصل ہوجاتی ہے جسے اصلی حیات سے تعبیر کرسکتے ہین وہ شخص جسنے گزشتہ واقعات کو کانون سے سنا اور جسکی زندگی مین اُن واقعات کا سمان آنکھون کے تلے پھر گیا۔ دونون بالکل ایک ہی شخص کے حکم مین ہین بلکہ ایک مورخ کو جس صراحت اور بسط و تشریح کیساتھ وہ حالات معلوم ہونگے اُس قدر شرح و بسط کیساتھ اُسے معلوم نہین ہوسکتے جو اُس وقت موجود ہوگا۔

یہ محض ناممکن ہے کہ ایک زمانے مین موجود ہونے والا شخص تمام جزئی واقعات کا عالم ہوجائے زیادہ سے زیادہ اسقدر ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے واقعات اور عظیم الشان حالات اُسکی آنکھون کے سامنے گزر جائین اور انہین کے ساتھ اُسکی واقفیت محدود ہو بخلاف اُس شخص کے جو تاریخی صفحات کی ورق گردانی کرتا اور ہر واقعہ کو غور سے دیکھتا چلا جاتا ہے جب ایک مورخ کسی زمانے کی تاریخ یا اکابرین مین سے کسی بزرگ کی لائف پر نظر ڈالتا ہے تو گویا اُسکے تمام جزئی و کلی واقعات کا مجموعہ اُسکی نظرون تلے پھر جاتا ہے اور اُس جلسہ مین نہ صرف شریک ہی ہوتا ہے بلکہ اُسکی سوسائٹی کا ایک معزز و ممتاز ممبر قرار پاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے ہم کہتے ہین کہ مورخ کی زندگی ایک اصلی زندگی ہے۔

تاریخ کا دوسرا فائدہ جو پہلے سے زیادہ نتیجہ بخش اور مفید ہے یہ ہے کہ وہ مقتدر سلطنتون اور با اختیار جماعت حکومتون کیلئے ایک نہایت دانشمند مشیر ہے۔ وارثان تاج و تخت اور ارباب مملکت شاہان سلف کے جور و ظالمانہ برتاؤ پر مطلع ہوتے اور اُنکے ناجائز اور قبیح افعال سے آگاہ ہوکر اپنی خرابی و بدنامی سے حذر کرتے ہین اور اُنکے ناشایستہ افعال سے متنفر ہوکر اپنی رعیت و سلطنت سے خرابیون اور بدنامیون کے دور کرنے مین انتھک کوشش کرتے ہین۔ اُن کی دور اندیش اور عاقبت بین تاریخ نہ صرف شاہان سلف کے ناجائز کارروائیون پر اطلاع دیتی ہے بلکہ اُن بڑے بڑے ہنگامون اور مصیبت کے مشکل وقت پڑنے اور قیامت زا حوادثات کے پیش آنے کے وقتون مین اُنہین بڑا جری بڑا صابر بڑا مدبر بنا دیتی ہے

جن اصولون کو شاہان اولو العزم نے نہایت نازک اور خطرناک موقعون مین جاری کیا تھا۔ تاریخ ہی ایک ایسی عقلمند دوست ہے جو جانگزا حوادثات اور جگر خراش مصائب کیوقت اُس صبر و استقلال کا سبق دیتی ہے جسکی وجہ سے شاہان سلف نے اپنی کامیابی کے عالیشان جھنڈے ہر چہار طرف گاڑ دیے اور علم فتح کے پھریرے مشرق سے مغرب تک اڑا دیے اگر غور سے دیکھا جائے تو کشور کشائی کی پیچیدہ اور تنگ و تاریک راہین فن تاریخ ہی سے طے ہو سکتی ہین اور گزشتہ فرمانروایون کی دانشمندیون اور تجربہ کاریون کے نمونے تاریخ ہی کے صفحات مین نہایت روشن اور جلی صورت مین نظر آتے ہین تاریخ ہی ایک ایسی شفیق و مہربان اُستاد ہے جو انجام بینی اور دور اندیشی کا عمدہ فن تسلیم کرتی ہے کس لیئے کہ بہت سے ناعاقبت اندیش اور انجام بینی پر نظر نہ رکھنے والون کے نہایت خطرناک واقعات اُس نے اپنے صفحات پر دکھلائے ہین۔

تاریخ مین سب سے زیادہ نشاط انگیز اور دلچسپ صفت یہ ہے کہ ایک مورخ جب کسی علمی مجلس مین شریک ہوجاتا ہے تو اہل جلسہ اُسکے گرویدہ ہو جاتے اور اُسکی بے نظیر داستانون اور حیرت انگیز حکایتون کو رغبت کے کانون سے سنتے ہین اور سنکر حد سے زیادہ مسرور ہوتے ہین۔ اُسپر وقعت و محبت کی نگاہین ہر طرف سے پڑنے لگتی ہین اور وہ اپنے ہمعصرون مین امتیازیہ نظرون سے دیکھا جاتا ہے۔ جسطرف نکلجاتا ہے لوگ بڑے جوش مسرت سے اُسکا استقبال کرتے اور اُسے جلسون کی ایک بہت بڑی دلچسپی کا سامان اُسے قرار دیتے ہین۔

دنیاوی فوائد کے علاوہ تاریخ مین دینی فائدے بھی بہت کچھ ہین جن کی مثالین شرعیات مین بکثرت پائی جاتی ہین۔ مین اُن مثالون کو لکھکر اپنے عنوان کو طول دینا نہین چاہتا۔ شائقین تاریخ خود ابن اثیر کی تمہید کو ملاحظہ کر سکتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ علم تاریخ ایک ایسا عجیب و شریف اور نتیجہ بخش علم ہے جس سے انسان کو دینی و دنیاوی دونون طرح کے معاملات مین کافی مدد ملتی ہے۔

بزرگان اسلام اور ائمہ دین کے تعجب خیز کارنامون کے بیان کرنے سے ایک بے لوث غیر متعصب مورخ کا صرف اتنا ہی مقصود ہوتا ہے کہ ابنائے جنس اور ہمعصر لوگون کو اُنکے واقعی اور نہایت سچے واقعات تمدنی و ملکی حالات علمی و عملی ترقیون پر عام طور سے واقفیت اور تعارف پیدا ہو جائے اور اس آسانی و سہولت سے عبور ہو جائے جس مین اُنہین کوئی وقت اور مشکل اُٹھانی نہ پڑے۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ شان تاریخ کیا ہے۔ واقعہ کتنی ہی ناگوار کیون نہو صداقت و سچائی کے رتبہ سے نہ گرے۔ قائل کا اصلی منشا ہرگز نہ بدلے۔ ایسے تکلفات اور مبالغہ آمیز الفاظ کی بھرتی نہ کی جائے جو اصلی مطلب کو متغیر نہ کردین۔ جو بات ہو اپنی حد پر ہو۔ جو کلام ہو اپنے موقع پر ہو وہ تاریخین جو وقتی اثر

مشین الفاظ سے رنگین کیجاتی ہین اکثر معتبر نہین سمجھی جاتین۔

اس بات کے ماننے مین ہمین ذرا بھی تردد اور پس وپیش نہین ہے کہ جو معزز و مقتدر حضرات قرون سابقہ مین ہو گزرے ہین اُن کے تاریخی حالات اور کتابی واقعات دنیائے اسلام نہایت وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہمین یہ کہنے مین ذرا تامل نہین کہ موجودہ زمانے مین جسقدر اُن اولوالعزم اور عظیم الشان حضرات کے تذکرے لوگون کے نزدیک باوقعت اور مسرت بخش ہین جو اپنے زمانے سے زیادہ متصل اور قریب ہین اسقدر قبل کے تذکرے زیادہ دلچسپی کے ساتھ نہین دیکھے جاتے گو وہ فی نفسہ اپنے ساتھ دلچسپی کے بہت کچھ سامان کیون نہ لیئے ہوئے ہون۔

اس بنا پر ہمین ضرور ہے کہ گزشتہ نامورون مین سے صرف انہین حضرات کے تمدنی و معاشرتی احوال اور علمی و عملی برکتون کی دلکش اور خوشنما تصویر ملک و قوم کے سامنے کھینچین جو ہمارے زمانے سے زیادہ متصل و قریب ہین اور جنکے مفید اور نہایت کارآمد تصانیف کی حیرتناک شہرت اور عام چرچا موجودہ زمانہ مین گھر گھر پھیلا ہوا ہے۔

جنوری سنہ ۹۹ء مین جب مینے حیات عزیزی لکھنی شروع کی تو دفعۃً اُس سے میری طبیعت اُچاٹ ہوگئی اور مین نے کتاب کو غیر مکمل اور ناتمام چھوڑ کر قلم ہاتھ سے رکھدیا کیونکہ اس کتاب مین جن واقعات کا مین فوٹو لینا چاہتا تھا وہ بالکل ناقص اور ناکمل فوٹو تھا۔ شاہ عبد العزیز صاحب کے تاریخی واقعات اور آپکے اخلاق و عادات کے متعلق میری واقفیت بالکل سرسری اور اجمالی تھی۔ اور معلومہ واقعات کے علاوہ مزید حالات لکھنے کیلیے جس تاریخی ذخیرہ اور معلومات کی ضرورت تھی اور بہت ضرورت بھی اتفاقی وقت سے مین اُسپر کامیاب نہو سکا۔ اس بنا پر مین نے جن واقعات کو قلمبند کیا تھا وہ بہت مختصر سے واقعات تھے۔ ان مین نہ تو کوئی غیر معمولی بات تھی نہ تاریخی حالات مین چندان ندرت و جدت ہی تھی اسلیے حیات عزیزی کے لکھنے کا پھر بالکل ارادہ نہ تھا۔

لیکن جب میرے بعض دوستون اور بزرگون کو یہ معلوم ہوا تو انہون نے مجھے اسکے پورا کرنے پر مجبور کیا اور سچ تو یہ ہے کہ خود مجھے بھی اپنی محنت و جانکاہی اور کوشش کے رائگان جانے کا بہت بڑا افسوس تھا۔ یہ سبب تھا جسنے مجھے اُن پریشان اوراق اور ناکمل و غیر مربوط حالات کے ترتیب دینے پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایسے معمولی اور نامرتب واقعات کو قلمبند کرنا اور انہین سوانح عمری کا لقب دینا مجھے کسیطرح زیبا نہ تھا۔ ایک مشہور اور نامی شخص کے تاریخی واقعات مین جس قسم کی اطلاعین اور یادداشتین ضروری لازمی ہوتی ہین اُن مین سے حیات عزیزی مین ایک چیز بھی نہین ہے۔ البتہ شاہ عبد العزیز صاحب کی طرز معاشرت تمدنی حالت علمی برکت عملی فیاضی کے متعلق چند ایسے واقعات قلمبند کیئے گئے ہین جنسے ناظرین بہت کچھ دلچسپی لے سکتے ہین پس جو شخص اس کتاب کو بلحاظ تاریخ دیکھنا چاہتا ہے وہ جیسا کہ چاہیئے اس سے پورا لطف اٹھا نہین سکتا۔ اور تمام وقتین

اور مشکلین مجھے اسوجہ سے نہایت پیش آئین کہ اس کتاب کے لکھتے وقت میرے پاس تاریخی سرمایہ بالکل موجود نہ تھا جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔

ہر چند کہ میری عام واقفیت کے ذرائع اور معلومات کے وسائل اسقدر محدود اور تنگ تھے تاہم جو باتین مین نے اسمین درج کی ہین انہین سے سب کی نسبت نہین تو اکثر کی نسبت مجھے بالکل یقین ہے کہ انکے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح اور یقینی ہے اور اسمین ذرا بھی غلطی کا احتمال نہین۔

غرضکہ حیات عزیزی کی تکمیل کے بعد میرا خیال ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور انکے معزز و شریف خاندان کے چند اولوالعزم اور ممتاز حضرات کا ایک تذکرہ کسیقدر شرح و بسط کیساتھ لکھون اور اسکے ضمن مین حیات عزیزی کے افسردہ قالب مین ایک تازہ روح پھونکون۔ ہنوز مین انہین خیالات مین مستغرق تھا کہ میرے ان معزز کرمفرمایان اور بزرگوارون نے جنھون نے حیات عزیزی کو نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھا میرے خیال کی بدل تائید کی۔

مین اپنے ان عنایت فرماؤن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے میری اس ناچیز تحریر کو قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا۔ گو یہ کتاب اپنے اصلی مضامین اور ان ممتاز و اولوالعزم بزرگوارون کی شان اور بزرگ داشت اور وقعت کے لحاظ سے کیسے ہی قابل قدر و منزلت کیون نہ ہو لیکن جس قلم اور جس دماغ سے وہ مضامین نکلے ہین وہ ہرگز قابل قدر نہین ہوسکتے۔ تاہم لائق بزرگوارون اور قدر شناسون نے مجھ ناچیز کی تالیف کی حد سے زیادہ قدردانی کی اور سیکڑون جلدین دست بدست خرید کین۔

یہ سب کچھ تھا لیکن میری طبیعت کو کسیطرح سکون و اطمینان نہ تھا اور وہی سابق کی دقتین اور مصیبتین ہر وقت اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ دکھا دکھا کر مجھے ہمیشہ دہلاتی اور سخت پریشان کرتی تھین۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے پاس جسقدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس اہم اور عظیم الشان کام کیلئے کسیطرح کافی نہین ہوسکتا۔ یہی ایک خیال تھا کہ جسنے اول اول مجھے اس ارادہ سے باز رکھا۔ لیکن اسپر بھی میری طبیعت کی خلش اور کرید برابر چلی جاتی تھی بلکہ میرا عزم مستقل ہو چکا تھا کہ جسطرح بن پڑے گا اور جب موقع ہاتھ آئے گا اپنے ارادے کی ضرور تکمیل کرونگا مگر چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی حتے کہ گزشتہ دنون مین مجھے بالکل مایوسی سی پیدا ہوگئی اور میرا وہ مستقل عزم اب ایک نہایت ہی کمزور اور ضعیف سا خیال رہگیا۔

لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ پھر ایک عجیب اتفاقی طور پر میرے اس ارادے کو تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ قدرتاً چند ایسے اسباب جمع ہوگئے جن کی وجہ سے مجھے بلا تامل قلم اٹھانا پڑا۔ مرزا عبد الفضل بیگ صاحب

مالک فضل الاخبار و پروپرائیٹر افضل المطابع دہلی جو میرے قدیم مہربان اور عنایت فرما دوست ہیں اس جلیل القدر تذکرہ کی تالیف کے محرک و باعث ہوئے۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف میرے قدیم دوست ہی ہیں بلکہ سچ پوچھیے تو پرانے محسن اور انتہا درجہ کے بہی خواہ ہیں۔ اُنکے احسانات کا میری گردن پر ایسا گرانبار بوجھ ہے جس سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ناچیز تالیفات کا سلسلہ اُن کے نامزد کرکے اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں جو مجھ پر وقتاً فوقتاً انکی طرف سے ظہور میں آئے ہیں۔ مگر افسوس اور صد حسرت، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں اور میری تالیفات ہرگز اس قابل نہیں کہ اُن کے احسانات کی تلافی کرسکیں۔

مرزا صاحب قطع نظر اسکے کہ علم دوست اور قدردان اہل علم اور عام اخلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ بزرگان دین سے قدرتاً بالکل ایسی ہی محبت و عقیدت رکھتے ہیں جیسے ایک صالح اور سعادتمند اور قابل شخص کو سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے اپنی فیاضانہ ہمت اور اولوالعزمی سے اکابر سلف سے محبت تازہ رکھنے اور اپنی عقیدتمندانہ خیالات ظاہر کرنے کی غرض سے انکی سوانح عمریاں اور تاریخی حالات زندگی مختلف زبانوں کے قوالب میں ڈھال ڈھال کر ملک و قوم کے سامنے پیش کیں اور لوگوں کو عام طور پر فائدہ پہنچایا۔ آپ کو بزرگان قوم کے حالات اور انکے عبرت انگیز کارنامے شائع کرنے کا دلی شوق ہے۔ اور اسی وجہ سے کمترین کو یہ موقع ملا کہ اپنے قدیمی ضعیف اور مردہ خیال میں ایک تازہ روح پھونکے اور دلی ارادے کو پبلک کے سامنے مرزا صاحب کے وسیلے سے ظاہر کرے۔

اسلامی دنیا بالخصوص مشرقی حصوں نے جسقدر گذشتہ ناموروں خاصکر ائمہ اربعہ اور محدثین کے مبارک ناموں سے واقفیت اور تعارف پیدا کرلیا ہے اُس سے زیادہ تر موجودہ زمانہ کے لوگ جناب عارف باللہ حضرت شاہ **ولی اللہ** صاحب اور اُن کے شریف خاندان کو جانتے ہیں اور اُن کی شان اور بزرگی دہشت اور عزت و وقعت ہمارے دلوں میں اسقدر ہے جس کی وجہ سے ہماری طبیعتیں ایک بے اختیاری جوش کیساتھ انکے حالات اور واقعات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

شاہ **ولی اللہ** صاحب اور آپکے خاندان کے عظیم الشان ممبروں کے تذکرہ کی نسبت ہماری کیا رائے ہوسکتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان بزرگواروں کے پاک اور مقدس نام تمام ہندوستان بالخصوص دہلی کے بچے بچے کی زبان پر نہایت وقعت و نیکنامی کے ساتھ جاری ہورہے ہیں بیشک ایسے دنیا کے مشہور و معروف محدث اور اُسکے بزرگ خاندان کا تذکرہ ضرور دلچسپ و ندرت انگیز ہوگا۔

ہر چند کہ یہ کام میری لیاقت اور قابلیت سے کہین زیادہ تھا۔ اور مجھے اپنی بے استعدادی و کم فہمی سے
ہرگز امید نہ تھی کہ مین اسپر کامیاب ہو سکون گا۔ لیکن خدا پر بھروسہ کرکے مینے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا اور
جہان تک میرے امکان مین تھا بہت تحقیق کیساتھ واقعات کو لکھا ہر واقعہ مین تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسنے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھے میرے مقصد پر کامیاب کیا۔ کیا عجب ہے
کہ میرے بھائی مسلمان میری اس ناچیز تالیف سے نفع حاصل کرین۔

خداوندا تو میری اس حقیر و ناچیز تالیف کو قبول فرما۔ اور اس کی مقبولیت عام لوگون مین پھیلا
آمین ثم آمین۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار خادم الفقراء
ابو محمد رحیم بخش مؤلف اعظم التفاسیر حیات عزیزی وغیرہ

پہلا حصہ

جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام کے سلسلہ کا تفصیلی ذکر

شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد کا ذکر

قبل اسکے کہ مین جناب فخر المحدثین امام المفسرین عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام اور اس محترم و جلیل القدر خاندان کے ممتاز و اولو العزم حضرات کے تفصیلی واقعات جدے جدے عنوانون اور علیحدہ علیحدہ سرخیون کیساتھ بیان کرون زیادہ بہتر و مناسب ہوگا کہ ناظرین تذکرہ کو یہ بات بتا دون کہ شاہ صاحب کے معزز و واجب الاحترام اجداد مین سب سے پیشتر کس شیر اسلام نے ہندوستان مین قدم رکھا اور ہندوستان کے کس حصہ مین بسیاست اختیار کی۔

شیخ شمس الدین مفتی نے سب سے پیشتر شہر رہتک مین اقامت اختیار کی

قدیم تذکرون مین نہایت استناد و وثوق کیساتھ بیان کیا گیا ہو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام مین سب سے اول جس شخص نے ہندوستان کے ایک معروف و مشہور شہر رہتک نام مین توطن اختیار کیا۔ شیخ شمس الدین مفتی ہین جنکی محتاط زندگی اور انتہا سے زیادہ اتقاو پرہیزگاری نے انکی شہرت دور دور پھیلادی تھی اور جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی۔

یہ بات نہ صرف تعجب خیز بلکہ سخت افسوسناک ہو کہ ہندی مورخون کی بے توجہی اور لاپروائی سے مجھے معلوم نہین ہوسکا کہ شمس الدین مفتی کس زمانہ مین رہتک تشریف لائے اور کون سے سنہ مین یہان اقامت اختیار کی نہ قدیم تذکرون مین اسبات کا کہین پتہ نشان چلتا ہے کہ اُسوقت ہندوستان کس تاجدار کے زیر حکومت تھا البتہ مختلف تحقیقات سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہو کہ جب فاتحان اسلام کی خونریز تلوارین ایشیائی دنیا مین چمکین اور اُن کے برق پیکر گھوڑون کے سُمون نے قریبًا تمام مشرقی حصون کو روند ڈالا۔ اور ہندوستان کے طبقات مین اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا مین لہرین لینے لگ گئے تو بہت

روسائے عرب کی رہتک مین اقامت

سے شرفا قریش اور رُوسا عرب نے رُہتک شہر مین توطن اختیار کیا جنمین ایک شیخ شمس الدین مفتی بھی تھے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے جلیل القدر اور نجیب و شریف خاندان کے تذکرہ مین ایک نہایت مختصر

لاجواب کتاب لکھی ہی جسمین شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان مین آنا اور رہتک مین اقامت اختیار

شعائر اسلام کا شہر رہتک مین رواج پانا

کرنا اور اُنکی علمی برکت اور فیاضانہ ہمت سے مقدس و پاک اسلام کے واجب الامتثال شعائر کا برقی قوت کا جامہ پہنکر اس سرے سے لیکر اُس سرے تک دوڑجانا وغیرہ وغیرہ سرسری طور پر لکھا ہی۔ یہ ایک نہایت ہی لاجواب اور بیمثیل کتاب ہی اور اس خاندانی تذکرہ کی بابت جو واقعات و حالات اسمین لکھے ہین کسی اور کتاب مین نہین دیکھے گئے ہین۔ اسمین شاہصاحب نے اپنی پیدایش اور بچپنے کی مختصر کیفیت بڑی خوبی سے لکھی اور اپنے عظیم الشان خاندان کا تذکرہ کسیقدر تفصیل و توضیح کیساتھ ایک نئے پیرایے اور انوکھی طرز مین بیان کیاہے۔

چنانچہ آپ اِس واقعہ کو اپنے پرزور قلم سے یون تحریر فرماتے ہین کہ " یہ یقینی بات ہی کہ ہمارا اجداد عظام مین سب سے پیشتر حضرت شیخ شمس الدین مفتی ہندوستان مین تشریف لائے اور قصبہ رہتک مین بباست اختیار کی " اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان مین آنا کفر و شرک کی ابتدائی شکست اور اشاعت اسلام کا پہلا موقع تھا۔ آپ کی دلی عقیدتمندی اور مالی امداد سے اسلام کی غریبانہ حالت کو بہت کچھ عروج اور فارغ البالی حاصل ہوئی۔ حقیقت مین شیخ کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام مین نہایت اعلیٰ وارفع درجہ کا ہی جو اسلامی تاریخ مین ہمیشہ اپنی چمک دکھائیگا۔

شہر رہتک کی تاریخ

رہتک ہانسی اور دہلی کے بیچمین ایک قدیم شہر ہی جو دہلی سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر قبلہ کی جانب واقع ہے۔ جب اسلامی فتوحات نے معراج ترقی پر قدم رکھا اور غازیان اسلام کفار کے ممالک کو زیر و زبر کرتے ہوئے ہندوستان کیطرف بڑھے اور مشرقی سلطنتون کا جلتا ہوا چراغ اسلام کی تیز ہوا سے گل ہوگیا تو بہت سے اشراف عرب اور سادات قریش اس شہر مین آبسے۔

شہر رہتک کی ہیئت اور اُس کا عروج

شہر رہتک اسلامی فتوحات نیز قدامت و تاریخی واقعات کے لحاظ سے ایک یادگار مقام ہے۔
ازنقش و نگار و در و دیوار شکستہ ✤ آثار پدید است صنادید عجم را ✤ جو عروج اور ترقی اُس زمانہ مین اسے حاصل تھی ہندوستان کے کسی اور شہر کو بہت کم نصیب ہوئی ہے اس صوبہ مین کوئی شہر و قصبہ ایسا نہ تھا جو وسعت آبادی اور سرسبزی و شادابی مین اسکی برابری کر سکتا۔ اسکے میدان نہایت وسیع اور خوش منظر و پرفضا تھے اور اسکی چارون طرف نہایت زرخیز مقامات واقع تھے۔ یہان کے باشندے بڑے باوقار اور ممتاز تھے باکمال اور اہل ہنر کا وجود پایا جاتا تھا جسقدر باشندے تھے سب خوشحال و دولتمند تھے دوکاندار اور پیشہ

حتی کہ قلی اور مزدور بھی نہایت خوش وضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل تھی اور خود شہر تجارت و فلاحت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اعتدال آب و ہوا کے لحاظ نیز اسلامی پولیٹیکل مصلحتوں کے اعتبار سے بھی یہ جگہ نہایت موزون تھی۔ بُت پرستوں کے قدیم معابد اور بتخانے توڑ کر نہایت پُر رفعت اور شاندار مسجدین بنائی گئی تھین جنسے ناقوس و گھنٹوں کی بیہودہ صدا کی جگہ دن رات مین پانچ دفعہ اللہ اکبر کی دلچسپ و ہدایت افزا آواز کانون مین گونجتی تھی۔ اور سرپرستان اسلام کے دلون مین رہ رہکر ایک بے اختیارانہ جوش اور خوش آئیندہ شوق پیدا کرتی تھی

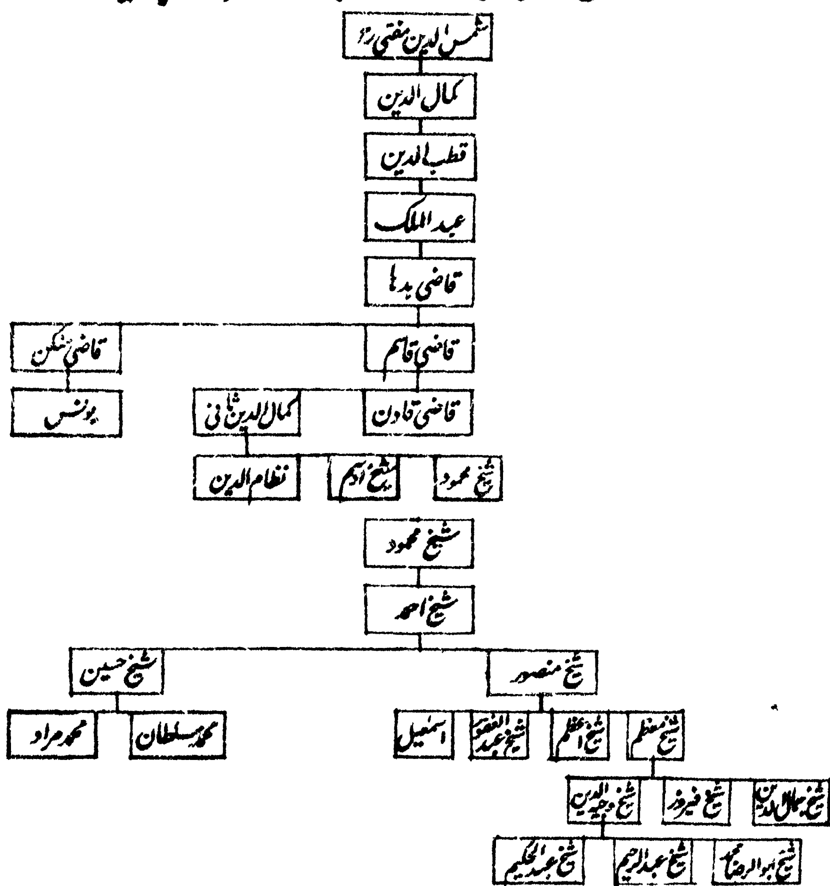
کہتے ہین کہ ایک زمانہ مین یہ شہر اس معراج کمال پر پہنچگیا تھا کہ اس صوبہ کا کوئی مقام و موضع اسکے برابر خوش منظر اور دلفریب نہ تھا۔ جا بجا نہایت خوشنما اور شاندار عمارات کا سلسلہ تھا۔ اور دور تک برابر چلا گیا تھا اسکی وسعت اور تمدن کا اندازہ کافی اور معتدبہ تھا۔ ہر پیشہ و صنعت کی دوکانین مختلف نمونوں کی موجود تھین۔ عام صفائی اور زیب و زینت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی یہان کی آب و ہوا نہایت لطیف اور خوشگوار تھی۔ نہرون کی روانی اور باغون کی فضا قابل تعریف تھی۔ جاڑون کے موسم مین معمولی سردی پڑتی تھی لیکن گرمیون کا موسم اسقدر راحت انگیز اور جان بخش ہوتا تھا کہ بیان نہین ہو سکتا۔

لیکن شہر رہتک کی یہ تمام تفصیل لوگون کی زبانی روایت ہے۔ مین نے کسی تاریخ سے اسکی تصدیق و توثیق نہین کی نہ کسی تذکرہ مین مجھے اسکا پتہ لگا۔ البتہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی قابل قدر تالیف مین آپ ایک نہایت دلچسپ و مختصر ریمارک کیا ہے جسے ہم اسمقام پر نقل کرکے رہتک سے رخصت ہوتے ہین۔ شاہ صاحب فرماتے ہین کہ "جب ہندوستان کے بلند مقامات پر اسلامیون کی خون آشام تلوارون کی چمک پڑی اور بُت پرستون کے شوالونکی اونچی اونچی چوٹیون کی جگہ اسلام کے عالیشان اور شاندار جھنڈے بڑی خوفناکی کے ساتھ علم ہوئے تو اُس زمانہ مین یہ شہر اس صوبے مین نہایت خوش منظر اور معمور تھا۔ مگر جس شہر کی خوبصورتی تمام دنیا مین دھوم دھام تھی افسوس ہے کہ زمانہ کی رفتار کیساتھ روز بروز اسکے عروج و ترقی تنزل و پستی سے بدلتے گئے یعنی اسکے بعد جون جون زمانہ گزرتا گیا دن بدن اسکی آبادی و رونق گھٹتی گئی اور اسکی خوبصورتی و خوشنمائی کو۔ اُسکی چہل پہل اور عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اب بجز ایک معمولی قصبہ اور قلیل سی آبادی کے اور کچھ نظر نہین آتا۔" اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر اُن اصلی انجنیرون کے امیرانہ شوق پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ جنھون نے اسکا نقشہ بنایا پھر باغات و چشمون سے سجایا تھا۔

شہر رہتک کا تنزل

الغرض جس پاک و برتر نفس کی بدولت شہر رہتک کی قسمت میں روز ازل سے مشہور و معروف ہونا لکھا تھا وہ دنیا کے نامور شیر ملک کے بیٹے اور محمد عطا ملک کے پوتے تھے جنکا نام نامی شمس الدین مفتی تھا اور جنکے سلسلہ میں اخیر عہد میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسے فخر خاندان و قوم اور نہایت معزز و ممتاز فاضل پیدا ہوئے۔ چونکہ محمد عطا ملک[1] اور شیر ملک کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں۔ اسلیئے ہمارا تذکرہ بھی جناب شمس الدین مفتی بن شیر ملک سے شروع ہوتا ہے۔ میں اس مقام پر ناظرین کی آسانی کے لیئے اس خاندان کے ان معزز حضرات کا شجرہ نسب لکھنا مناسب سمجھتا ہوں جنکے حالات زندگی سے اس حصہ میں بحث کیجائیگی۔

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی اولاد امجاد کا شجرہ نسب یہ ہے



[1] ملک کا لفظ ایک تعظیمی لقب اور وزنی خطاب ہے۔ جو اس عہد میں ایک معزز اور فخر خاندان و قوم کو گورنمنٹ اسلام کی طرف سے حاصل ہوتا تھا جیسے کہ ہمارے زمانہ میں خان بہادر وغیرہ الفاظ معزز عہدہ داروں اور ممتاز لوگوں کے تعظیمی محل میں استعمال کیئے جاتے ہیں ۱۲

[2] شمس الدین مفتی کے اگرچہ چند نامور فرزند اور بھی ہیں لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک قسم کا تفوق ہے۔ باقی فرزندوں کے نام باوجود تحقیقات کے اب تک معلوم نہیں ہوئے ۱۲ مؤلف

شیخ شمس الدین کا طرز معاشرت

شیخ شمس الدین مفتی ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیر روشن روحانی جوہروں اور ریاضت و مجاہدات کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بجگئے تھے۔ وہ تمام ربانی لیاقتیں اور روحانی قابلیتیں جو ایک خدا پرست اور ولی کامل میں ہونا چاہئیں سب بزرگ شیخ میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں۔

مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ واجب الاحترام شیخ کے ابتدائی حالات باوجود تحقیقات کے کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے اور اگر ہوئے بھی تو ایسے سلسلہ سے ہوئے جنپر مین پورا یقین اور کافی بھروسہ نہیں کرسکتا۔ لہذا میں یقین و اعتبار سے گرے ہوئے حالات کو بالکل چھوڑتا اور ان حالات کو قلمبند کرتا ہوں جو مجھے قدیم تذکروں اور معتبر مورخوں سے تحقیق ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے تذکرہ کے ناظرین انہیں بڑی دلچسپی سے پڑھیں گے۔

شیخ شمس الدین مفتی عربی النسل تھے

محترم و بزرگ شیخ عربی النسل تھے اور عموماً شرفائے قریش میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے اور قریش میں سب سے پہلے وہ معزز و بزرگ شخص جنہوں نے اپنے مقدس و پاک نفس سے شہر رہتک کو منور و روشن کیا۔ یہی خدا کے پیارے اور نیک بندے تھے۔ آپ ہی کی ذات بابرکات سے ان اطراف میں شعائر اسلام اور خداوندی قوانین نے نہایت متانت اور آزادی کیساتھ اشاعت پائی۔ کفر و بت پرستی کی آگ جو مدت سے ہندوستان میں بڑی تیزی و تندی کیساتھ بھڑک رہی تھی آپکے قوی الانفاس کی برکت سے یک لخت بجھ گئی۔ آپنے اپنے ایمان و ایقان کی بھری ہوئی تلقین سے لوگوں کو دفعتہً خواب غفلت سے چونکا دیا اور ان کے مردہ دلوں میں ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی۔ آپکی پُر ہدایت اور سچی تلقین نے تمام ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔ اور آپکی روحانی برکتوں اور باطنی فیضوں نے دلونکو نور معرفت سے پُر اور لبریز کردیا۔ مٹی پتھر اور لکڑی کی ترشی ہوئی اور انگھڑت مورتوں کی پرستش کرنیوالے موحد و خدا پرست ہوگئے۔ اور خدا کی راہ سے بھولے بھٹکے ہوئے حقیقت و معرفت کے دقایق و نکات بیان کرنے لگے۔ وحشی مہذب بن گئے۔ جہالت کی تاریکی دور ہوئی۔ اور اسکی جگہ علوم و فنون نے ترقی پائی۔ ناجائز قتل زنا چوری۔ شراب خوری۔ قماربازی کے بدلے جن کا

شیخ شمس الدین کی سرسبز زندگی

اثر عام طور پر ان بلاد میں چھایا ہوا تھا خُلق۔ مروت عصمت۔ امانت و دیانت۔ اتقا و پرہیزگاری کا جلوہ نظر آنے لگا۔ غرضکہ یہ آپ ہی کا معجز نما فیض تھا جو بہت تھوڑے عرصہ میں اس صوبہ کی تمام اطراف میں برقی قوت بنکر دوڑگیا۔ اور مقدس اسلام کا پُرشوکت و شان ڈنکا نہایت دہشتناکی سے سب طرف بجگیا۔ اسکی ہمنا سی

جذبات نے لوگون کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور جنکے پاک نفوس مین کلام ربانی کی سیفتگی بھی دلچسپی لینی ودیعت رکھی گئی تھی اور تجلیات ربانی کا کچھ پرتو بھی اُنکے مجلّہ دل مین پڑ گیا تھا۔ بے اختیار اسلام کے گرویدہ ہوگئے اور اُسکے قوانین و احکام کے آگے بیچون چرا تسلیم کی گردنین خم کردین یہ سب کچھ تھا لیکن ابھی تک سچے اسلام کا نور حقیقی اپنی پوری تابانی کیساتھ نہ چمکا تھا۔ اور ارکان اسلام نے خصوصًا دوام سے اشاعت نہ پائی تھی بت پرستی کی بیخ و بنیاد پُورے طور پر جڑ سے اکھڑی تھی نہ بدعت سنت سے الگ اور ممتاز کیگئی تھی۔ اسلیئے بزرگ شیخ کو ضرور ہوا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کرین جس سے وہ تمام بےعنوانیان مٹ جائین جو اسلام کے حقیقی نور کیلئے روک ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت برتر و بزرگ اور الہامی خیال تھا جو بجلی کیطرح محترم اور واجب التعظیم شیخ کے دماغ مین کوندا۔ آپنے سوچتے سوچتے آخر اسبات پر رائے قائم کی کہ ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے جسمین لوگون کو کلام ربانی کی تلقین کیجائے اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن و حدیث کے معجز نما الفاظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین عام لوگون پر ظاہر کیئے جائین۔

ہندوستان مین سب سے پہلا اسلامی کالج

مدرسہ کی بنیاد پڑنی تھی کہ مسلمان جوق جوق آپسے فیض حاصل کرنیکے لیئے آنے لگے۔ گویا ابھی تاریخ سے مذہب بت پرستی اور اصول شرک کے ساکن دریا مین ایک عجیب اتفاقی طور سے تحریک اور تحریک کیساتھ تموج پیدا ہونے لگا۔ لیکن یہ تموج ایک ایسا خفیف و ضعیف تموج تھا جو اس عمیق اور عظیم الشان سمندر مین ذرا بھی محسوس نہوا چونکہ شیخ صاحب قوانین فطرت کی باریکیون کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور آپکے ضمیر و روحانی جوہر اپنے مین سکون و وقار کی گہری تہہ رکھتے تھے۔ اس لیئے آپ جانتے تھے کہ صدیون کی خرابی جو لوگون کے دلون مین جم جاتی ہے اُسکا دفعۃً قلع و قمع کرنا مشکل اور بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ اب نہین تو کسی آئندہ زمانہ مین اُسکا ضرور اثر پڑے گا۔ پس مجھے اسوقت کی ناکامی سے کبھی برداشتہ اور شکستہ نہونا چاہیے۔ یہی وجہ تھی کہ گو شیخ صاحب نے اپنی کوششون کو بظاہر ناکامی کی پوشاک پہنتے ہوئے دیکھا۔ لیکن دل مین ذرا بھی خوف و ہراس نہین کیا بلکہ اپنے دلکو اطمینان دلایا کہ گو مجھے بظاہر متواتر ناکامیون کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مگر حقیقت مین بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ یہ تمام ناکامیان نہایت مبارک اور خوش آئندہ ہین۔ اسمین ذرا شک نہین کہ جسطرح کی بیماری و تکلیف ہمیشہ طبیعت پر شاق و ناگوار گزرا کرتی ہے اور آدمی گو کیسا ہی صاحب تحمل و وقار کیون نہو آخرکار اُسکی طبیعت اکتا جاتی ہے۔ لیکن واقعی بات یہ ہے کہ جس مرض کا انجام صحت ہو گو ابتدا مین مہلک اور موذی ہی کیون نہو عقلا ہمیشہ ایسے مرض کو مبارک اور خوش آئندہ کہتے چلے آئے ہین۔

الغرض بزرگ شیخ کو اگرچہ آپنے اس ارادہ مین بظاہر ناکامی ہوئی لیکن بڑی خوشی سے کہا جاتا ہی کہ گو آپ کی کوشش مذہب بت پرستی و شرک کے سمندر کی خونی موجوں اور خوفناک لہروں سے مقابلہ نہ کر گئی مگر پھر بھی آپنے ایک ایسا بیج بو دیا جو آپ کی آیندہ نسلوں کی کوشش سے پھلا پھولا اور نہایت سرسبزی و شادابی کیساتھ لہلہا اُٹھا۔

شیخ شمس الدین کے ظاہری باطنی علوم

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل نوٹ ہی وہ یہ ہے کہ آپ جیسے تفسیر و حدیث و فقہ کے علوم مین اجتہاد کا درجہ رکھتے اور ماہرین فن کے زمرہ مین شمار کیئے جاتے تھے ویسے ہی علم ادب اور انشاپردازی مین ضرب المثل تھے۔ علاوہ ازین آپکا برتر و پاک نفس روز ازل سے باطنی علوم کا بھی حصہ رکھتا تھا اور ربانی جلال پورے طور پر آپکے چہرہ پر اپنی تابانی اور درخشانی ڈال چکا تھا غرضکہ دینی و دنیاوی اعزاز و اقتدار کیلئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھی ہو یہی وجہ تھی کہ اُس عہد کی تمام اسلامی مجلسون مین آپکی عزت و توقیر ہوتی تھی اور مذہبی تقدس و دینی اقتدار کی وجہ سے آپکے سامنے سلاطین وقت کی گردنین جھکتی تھین قطع نظر اسکے آپکی محتاط زندگی اور تقوا و پرہیزگاری اور محاسن اخلاق کی شہرت کا جادو ملک کے تمام باشندون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا اسی وجہ سے ہر گلی کوچہ مین آپکی معاشرتی زندگی کی تہ دل سے داد دیجاتی اور بچہ بچہ کی زبان پر آپکا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا

آپسے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور حیرت انگیز حالات صادر ہوئے ہین جنسے تاریخی کتابون کے صفحات ابتک روشن و منور پائے جاتے ہین۔ چونکہ مجھے ان واقعات لکھکر اپنے بیان کو طول دینا منظور نہین ہے اسلیئے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہون۔

شیخ شمس الدین کا ایک حیرت انگیز واقعہ

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیات مستعار کا وسیع پیمانہ جب لبریز ہو کر چھلکنے کے قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد و احفاد کو جمع کرکے وصیت کی کہ جب میری روح اس عنصری جسم سے مفارقت کرکے عالم بالا مین پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجہیز و تکفین بالکل اُسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیئے جو سنت سے ثابت ہی۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کیجائے اِس کے بعد میرا جنازہ مسجد مین جو میری خاص عبادت گاہ اور مقام اعتکاف ہے رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہیئے کہ تھوڑی دیر کیلئے وہان سے ہٹ جائین اور مسجد کو بالکل خالی کر دین۔ بعد ازان اگر میری نعش پائی جائے تو دفن کرین ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائین اور کسیطرح کا تذبذب و تردد نکرین۔

چنانچہ آپکے انتقال کے بعد لوگون نے ایسا ہی کیا اور آپکی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدی کیساتھ

تعمیل کیگئی۔ مسجد کے ایک مختصر گوشہ مین جنازہ رکھا گیا۔ اور تھوڑی دیر کیلئے ساری مسجد خالی کردیگئی پھر جو دیکھا تو جنازے کا نام و نشان تک نپایا۔ حاضرین اس حیرت انگیز واقعہ سے سخت متعجب ہوئے اور تعجب و حیرت کو ساتھ لیئے ہوئے واپس آئے۔

اگرچہ یہ حکایت بھی لوگون کی زبانی روایت ہے مین نے کسی قدیم و جدید مستند تاریخ سے آپکی تصدیق نہین کی لیکن مختلف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب حیرت کی جگہ نہین ہے مین نے خاص حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ کے واقعات مین لکھا دیکھا ہے کہ جب آپ یہ حکایت سنتے تو نہایت وثوق کیساتھ اسکی تصدیق و تائید فرماتے۔ چنانچہ فاضل اجل جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی ایک قیمتی تصنیف مین یون تحریر فرماتے ہین کہ "میرے محترم و بزرگوار والد جب یہ حکایت سنتے تو ہمیشہ اسکی توثیق کرتے اور فرماتے۔ مجھے اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ مین اپنی یاد مین کبھی غلطی نہ کرونگا۔ اسمین ذرا بھی شبہہ نہین کہ قدیم زمانہ کے سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے حالات و واقعات مین جو کتابین لکھی گئی ہین اور جنمین واقعات کے لحاظ سے نہایت موشگافی اور چھان بین کیگئی ہے اُن مین مین نے یہ واقعہ اپنی آنکھ سے لکھا دیکھا ہے گو مین کافی یقین کیساتھ یہ نہین بتا سکتا کہ وہ واقعہ خاص ان ہی بزرگ مفتی صاحب کا ہے جو تقدس اور شریفانہ اخلاق کے مجسم تصویر تھے یا کسی اور بزرگ سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ جہان یہ واقعہ لکھا گیا ہے اُس مقام پر اس اولوالعزم اور بزرگ کے نام نامی کی صراحت نہین کیگئی۔

غرضکہ جب واجب الاحترام فخر ہندوستان شیخ اس دار ناپائدار سے عالم بقا مین انتقال کر گئے تو آپکے بزرگ اور عظیم ترین اولاد جناب شیخ کمال الدین مفتی آپکے جانشین قرار دیئے گئے۔ گو شیخ شمس الدین مفتی کی اور بھی اولاد تھی اور سب کی سب نہایت قابل اور مذہبی تقدس و علم و فضل کی جیتی جاگتی تصویرین تھین۔ مگر چونکہ شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار کی تاریخی زندگی کا پورا حصہ اپنے مین رکھتے تھے اور الولد سر لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ اسلیئے اس معزز اور جلیل القدر خلافت کیواسطے آپ ہی منتخب کیئے گئے

شیخ کمال الدین مفتی

قدیم تذکرون اور کہنہ تاریخون کے صفحات پر عمیق اور غور مین نظر ڈالنے سے اسبات کا بخوبی ثبوت ملسکتا ہے کہ اُس زمانہ مین عام طور پر یہ قاعدہ استعمال مین لایا جاتا تھا کہ مسلمانون مین سے جو محترم محتشم نیک طینت پاک نفس شخص ان جیسے بلاد و صوبجات مین توطن اختیار کرتا اور وہان کے باشندے عموماً اسکے لاثانی زہد و اتقا اور بے مثل تہذیب و شائستگی کو تسلیم کرتے۔ ملکی سیاست کے متعلق جسقدر اہم امور ہوتے تھے۔ مثلاً قضا۔ احتساب۔ افتا وغیرہ

کے تمام معزز مناصب اور ممتاز عہدوں کیلئے وہی شخص انتخاب کیا جاتا اور یہ قابل عظمت عہدے اُسی مقدس ذات کے تفویض کیئے جاتے۔

لیکن ان محترم و معزز عہدوں کو کسی شخص یا کسی خاندان کیساتھ مخصوص و محدود نہیں کیا جاتا تھا۔ اور کچھ یہی ضرور نہ تھا کہ جو شخص ان جلیل القدر مناصب کے لیئے ایک دفعہ منتخب کر لیا گیا تو اب یہ عہدے نسلاً بعد نسلٍ اُسیکے خاندان میں موروثی قرار دیدیئے جائیں۔ خواہ قابل ہوں یا نا قابل۔ نہیں بلکہ سب سے پہلے یہ بات دیکھی جاتی تھی کہ کیا یہ شخص اُن امور کے سمجھنے اور اُن واقعات کی تہ میں بیٹھ جانے کی قابلیت رکھتا ہے جو ان مناصب سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں۔ گویا اُس منتخب ممبر کیلئے بھی ایک دن اور ایک وقت اُسکی علمی قابلیت اور ذہانت و حافظہ کے امتحان کا ہوتا تھا۔

اسیطرح ان ممتاز عہدوں اور جلیل القدر منصبوں کیلئے یہ بھی ضرور نہ تھا کہ جو محترم و محتشم شخص ان کیلئے انتخاب کیا جاتا اُسی قاضی اور مفتی اور محتسب کے معزز القاب سے پکارا جاتا۔ بلکہ بغیر ان القاب کی شہرت کے اور بغیر کسی قسم کی ظاہری تخصیص کے اُسکی گورنمنٹ خلائق کا مرجع و مرکز سمجھی جاتی۔

شیخ کمال الدین کی تاریخی زندگی

بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شیخ کمال الدین مفتی بحکم الولد سرّ لابیہ تقدس اور تمام شریفانہ عادات مہذبانہ اخلاق علم و فضل میں اپنے واجب الاعتصام والد کے بالکل قدم بقدم تھے۔ جو ملکہ مندی بلند خیالی روشن دماغی دقیق النظری میں جواب نہ رکھتے تھے۔ آپکے مراقبات و مکاشفات اور خداداد تقدس کی اُن اطراف میں بہت بڑی شہرت تھی۔ آپکا اکثر وقت یا تو کتب بینی میں صرف ہوا کرتا تھا یا ریاضت و مجاہدات میں۔ شیخ کمال الدین مفتی گو اکہرے بدن کے دُبلے پتلے اور نحیف آدمی تھے لیکن آپ کی متین و وسیع پیشانی اُس عظیم الشان نصیبے کی شہادت دیتی تھی جو آپ کو آئندہ حاصل ہونے والا تھا۔

شیخ کمال الدین کی عام مقبولیت

یہ بات نہ صرف تعجبناک بلکہ حیرت انگیز ہے کہ شیخ کمال الدین مفتی کو بہت تھوڑے عرصہ میں وہ مقبولیت عام حاصل ہوگئی تھی (جسے ربانی مقبولیت سے تعبیر کرسکتے ہیں) کہ ان اطراف کے باشندوں کا بچہ بچہ آپ کا نام نہایت مقدس اور پاک الفاظ کیساتھ زبان پر لاتا تھا۔

جب جناب شیخ کمال الدین مفتی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوا اور لبریز ہو کر چھلک گیا یعنی آپکی مقدس روح جہان فانی سے عالم باقی میں انتقال کر گئی تو آپ کے بعد آپکے نہایت لائق اور ہونہار فرزند

شیخ قطب الدین

جناب قطب الدین اس معزز عہدے سے ممتاز کیئے گئے۔ افسوس کہ اس مقدس شخص کے تفصیلی حالات

باوجود تحقیق کے ہمین کہین سے دستیاب نہین ہوئے بلکہ جہان تک تحقیق ہوا ہی صرف مقدر ہوا ہی کہ آپکے

شیخ عبدالملک

انتقال کے بعد آپکے بڑے صاحبزادے عبدالملک جانشین ہوئے اور یہ عظیم الشان منصب اُن کی تفویض مین کیا گیا۔

جناب عبدالملک بڑے تیز ہوش اور ذہین و طباع شخص تھے فطرت نے اول ہی روز سے آپکے ضمیر کو

شیخ عبدالملک کی روحانی قابلیتین

ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کردیا تھا اسیلئے روز بروز اور ساعت بساعت روحانی لیاقتین اور الہامی غوامض آپکے پاک اور مقدس نفس سے اپنی اصلی تابانی و درخشانی دکھاتے تھے۔ اِن جیسے بزرگون کی وجہ سے اب یہ نجیب و شریف خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبولِ انام ہوگیا تھا اور اس معزز خاندان کے ہر ممبر کی معاشرت اور تمدنی حالت ایک نرالی اور انوکھی طرز کی ہوگئی تھی۔

گو آپنے علوم کی تعلیم روحانی ذریعہ سے حاصل کی تھی اور ربانی جلال کا پورا اثر آپکے دلمین چمک چکا

شیخ عبدالملک کی تعلیم

تھا۔ مگر پھر بھی تمام وہ معمولی کتابین جو اُسوقت درس مین شامل تھین اپنے ہی خاندان کے ایک فاضل اجل اور علامہ سے بہت جلد نکال لین چونکہ فطرت نے پہلی ہی سے آپ کا دماغ کامل عقل سے آراستہ کردیا تھا اسیلئے آپ کو اِن معمولی کتابون کا بہت جلد پڑھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا جب آپ معمولی و رسمی علوم و فنون

علم حدیث کی تحصیل

کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو علم حدیث پڑھنا شروع کیا۔ بیشک علم حدیث ایک بڑا سخت اور دشوار گزار علم ہے اِسکی اہمیت اور معنی آفرینی کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے اِس فن مین لگاؤ اور مس حاصل ہی لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہی کہ بزرگ عبدالملک کے سامنے یہ مشکل اور دقت آفرین علم بھی پانی تھا کیونکہ آپکا دل اور دماغ روز اول ہی سے اُن فطرتی جوہرون کی تابانی سے چمک چکا تھا جنھین ربانی بخشش اور فیض خداوندی سمجھنا چاہیئے۔

کلام الٰہی سے دلچسپی

آپ کو کلام الٰہی سے بڑی دلچسپی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات اُسکی تلاوت مین مشغول رہتے۔ اور حاضرین کو اُسکے اسرار و نکات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ گویا یہ آپ کا وعظ تھا جس سے ہر وقت مجلس گرم رہتی تھی۔ آپ کی مقدس زبان سے جو جملہ اور فقرہ نکلتا تھا وہ ایسا دانشمندانہ اور حکیمانہ ہوتا تھا جس سے فطرت الٰہیہ

خوش الحانی

کا اصلی منشا اور کلام ربانی کا ذاتی مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی خوش لحجگی مین وہ مقناطیسی اثر تھا کہ سننے والون کی طبیعتین ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ آپکی طرف مائل و متوجہ ہوتی تھین آپکے لفظ لفظ سے سامعین کے دلون پر ایک چوٹ سی لگتی تھی۔ اور اُنکے جسم کانپ کانپ اُٹھتے تھے۔ اُنپر ایک محویت اور بے اختیاری کیحالت

طاری ہوجاتی تھی اور اس حالت بیخودی مین اس شدت سے رقت ہوتی تھی کہ پُرنم آنکھون سے آنسوؤن کا دریا بہاتے تھے۔

شیخ عبدالملک کا وعظ

جن باتون کا تذکرہ خصوصیت کیساتھ آپکے وعظ مین ہوا کرتا تھا وہ وحدت پرستی اور اسلام کے ضروری ارکان تھے گو یا آپ کو اُس عمارت کا نقش ونگار سے آراستہ وپیراستہ کرنا منظور تھا جسکی بنیاد آپکے مقدس اور اولوالعزم جد امجد حضرت شیخ شمس الدین قدس سرہ نے اول روز ڈالی تھی آپ کا سب سے بڑا اور اہم خیال یہی تہا کہ جسطرح سے بن پڑے بُت پرستی کی بیخکنی ہوجائے اور آسمانی شریعت مین جو نفرت انگیز اور بیہودہ رسمین رواج پکڑ گئی ہین دنیا سے بیسٹ دیجائین۔ مسلمانون کو اُن ناپاک آلایشون اور نفرتناک بیہودگیون سے پاک صاف کردیا جائے جنمین وہ صدہا سال سے گرفتار ہین وہ غلیظ وقابل نفرت عادتین جو اُن کے خمیر مین صدیون کی خرابی سے پڑ گئی تہین اور جن منغص بیہودگیون مین وہ ایک دراز عرصہ سے مبتلا تھے اُن سے اُنہین اسطرح پاک صاف کردیا جائے کہ گویا مان کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوئے ہین

شیخ عبدالملک کی تلقین وعظ کا اثر

حقیقت مین یہ کام ایک بڑا ہی برتر اور اہم کام تہا جسکی تجدید آپنے کی۔ اگرچہ ویسی کامیابی جو درحقیقت ہمین ہونی چاہیئے تھی آپ کو حاصل نہین ہوئی مگر پہر بھی آپ کی اس تعلیم وتلقین نے اپنا قیمتی اثر مسلمانون پر ڈالا اور اُن کے اخلاقی خیالات ایسے نتہر گئے جنپر آج اسلامی دنیا اگر کسیطرح کا فخر کرے تو بیجا نہوگا لیکن یہ افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ شیخ عبدالملک عمر طبعی کے زمانہ تک پہنچنے سے پیشتر ہی عین اُسوقت

شیخ عبدالملک کا انتقال

مین جبکہ آپ کا عروج کمال شہاب ثاقب کیطرح چمک رہا تہا اس جہان سے تشریف لیگئے یعنی فلک کجرفتار نے قبل اسکے کہ آپ خوشہ مراد کی گلچینی سے بہرہ ور ہوکر اپنی دلی آرزوؤن اور پرشوق تمناؤن پر کامیاب ہون عین عالم شباب مین لقمہ اجل بنا ڈالا حیف صد حیف اے دنیا ئے دون اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ شہر رہتک اور اُسکے اطراف وجوانب مین دستور نہ تہا کہ ملکی سیاست کے اولوالعزم عہدے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص خاندان کیساتھ محدود ہون اور اُس خاص شخص یا مخصوص خاندان کے علاوہ کوئی اور شخص قضا اور احتساب وافتا کے مناصب کے لیئے انتخاب کی لیاقت نہ رکھتا ہو بلکہ جو محترم ومحتشم مسلمان اس صوبہ مین توطن اختیار کرتا اور اُسے فطرت سے ربانی قابلیتون اور روحانی وضمیری جوہرون کا حصہ ملتا وہ ان جلیل القدر اور عظیم الشان عہدون سے ممتاز کیا جاتا۔ لیکن اب اس قدر زمانہ گذر جانے اور اس واجب الاعتصام خاندان مین ایسے مقتدر اور محتاط حضرات کے ظہور کرنے سے کلیتہً یہ قانون نافذ ہوگیا کہ قضا وافتا کے معزز

عہد سے اسی شریف و بزرگ خاندان کیساتھ مخصوص و محدود ہون کیونکہ اس زمانے کے لوگون کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی تھی کہ فطرت نے جو عزت و شرف اس نجیب خاندان کو دیا ہے دوسرے کو کبھی نصیب نہین ہو سکتا۔ اس معزز خاندان کے حضرات کے ضمیری و روحانی جوہر اپنے مین گہری ممتازیت کی تہ رکھتے ہین۔ اور اُنکے پاک نفوس مین ربانی جلال کا پورا پرتو اثر چکا ہے۔ اسلیئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس جلیل الشان خاندان مین آیندہ جسقدر لوگ پیدا ہون گے سب کے سب نہ صرف فخر خاندان بلکہ فخر روزگار ہون گے۔

حقیقت مین اُس زمانے کے لوگون کا یہ تفرس و قیاس بالکل صحیح اور نہایت قدر و منزلت کے قابل تھا اخیر عہد مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے صاحبزادے جناب شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین و شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی اور پوتے شاہ اسمٰعیل صاحب ایسے مقدس و نامور اور مشہور عالم ہوئے جنکی محتاط زندگی اور اتقا و پرہیزگاری اور علمی برکتون نے انکی شہرت نہ صرف ہندوستان مین محدود رکھی بلکہ اُنکے تقدس و پاکی کی ناموری نے دور دوران کے خاندان کی شرافت و بزرگی مین اور بھی جان ڈالدی۔ اور جنکی بدولت ہندوستان بالخصوص دلی کو بہت بڑا فخر حاصل ہوا حق یہ ہے کہ ہندوستان جہان تک اسبات پر فخر کرے بجا ہے کہ اُسنے اپنی ناز بھری گودی مین ایک دراز عرصہ تک ایسے ممتاز و معزز بچون کو پالا ہے کہ اُسکے مقابلہ مین کسی ایشیائی ملک کو یہ بات بہت کم نصیب ہوئی ہو۔

ایک فاضل کے خیال کا اظہار

مجھے اس مقام پر اپنے ایک معزز ہمعصر کا خیال ظاہر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے میرے بیان کی پوری تائید ہو سکتی ہے۔ ”معزز ہمعصر اپنی ایک قیمتی تصنیف مین اس خاندان کے علم و فضل کی شہرت کے متعلق یون ریمارک کرتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علم و فضل کی آوازین ہندوستان کی چاردیواری سے نکلکر مسلمانون کے ممالک روم و شام وغیرہ مین پہنچی تھین اور جس مسئلہ مین مکہ مدینہ کے علما مین جھگڑا ہوتا تھا وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز کو بناتے تھے۔ ملا رشیدی مدنی اور شاہ عبد العزیز سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اُس سے ہم اپنے دعوے کی سند دیسکتے ہین۔ ایک خط مین مُلّا رشیدی نے یہ لکھا ہے“۔ شاہ صاحب آپکا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ مین ہوا ہی کہ جب کوئی فتوے دیا جاتا ہی اور علما اُسپر اپنی مہرین کرتے ہین تو ہر شخص فتوے مین آپ کی مُہر کا متلاشی رہتا ہی۔ اور وہ فتوے جبتک اُسپر آپ کی مُہر نہو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہین جاتا۔ اگر آپ یہان تشریف لے آوین تو ہم لوگون کے لیئے بڑے فخر کی بات ہی اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کرین“۔

اسکے بعد معزز معصر لکھتا ہے۔ اِس خط سے اُس مقبولیت کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کی بلاد اسلامیہ مین بھی اسکو ربانی مقبولیت کہتے ہین اور یہ جامع علم وفضل بزرگ اللذین شیخ عبدالملک کے مبارک عہد مین قضاو احتساب و افتا کے معزز عہدے اس خاندان کے لیے موروثی حقوق قرار دیے گئے۔ اِسلیے آپکے انتقال کے بعد آپکے لائق و عزیز الوجود فرزند جناب قاضی بدھا نے اپنی موروثی ریاست اور خاندانی حقوق وتعلق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے منصب قضا اختیار کیا اور مدت العمر تک مخلوق خدا کے امور کے متکفل و نگران رہے

قاضی بدھا

کچھہ شبہہ نہین کہ اس محترم خاندان مین جسقدر مقدس اور پاک نفس حضرات گزرے ہین سب کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے غرور و نخوت۔ ترفع او رکم بینی ان مین نام تک کو نہ تھی یون تو آبا واجب الاحترام خاندان کا ہر ایک ممبر نہایت فیاض او رخوش اخلاق تھا۔ لیکن جو خوش اخلاقی اور فیاضی طبعی جناب قاضی بدھا مین پائی جاتی تھی اُسکا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تھا۔ اگرچہ آپ ایک ایسے اولوالعزم اور اعلے درجہ کے عہدہ سے ممتاز تھے جسکے آگے زبردست سے زبردست سلطنت کو بھی بجز گردن تسلیم خم کرنیکے اور کچھہ کرتے دھرتے بن نہ پڑتا تھا اور اسکے حق مین آپ کی مخالفت ایک زہریلا اور نہایت بداثر نتیجہ پیدا کرنے والی تھی۔ لیکن یہ بات نہایت خوشی سے کہی جاتی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا بغیر کسی ذریعۂ تعارف کے ہر وقت آپ سے ملسکتا۔ اور آپ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے اُسکے ساتھہ پیش آتے۔ ملنے والا بہت عرصہ تک اُسکا اثر اپنے دلمین محسوس پاتا۔ اِس سے قطعاً ثابت ہوتا ہو کہ آپکے اخلاق نہایت وسیع اور عام تھے۔ اور اُسکے لیئے وسیلۂ تعارف عزت وجاہ کی سفارش کی کچھہ ضرورت نہ تھی۔

قاضی بدھا کی عام خوش اخلاقی

یہ بات بالکل صحیح ہو کہ ابتدا مین قاضی بدھا صاحب نے ظاہری علوم و فنون اور دینی کتب کے مطالعہ کرنے مین زیادہ محنت نہین کی۔ لیکن جو لوگ قلبی فراز و نشیب اور ضمیری قابلیتون سے کسیقدر بھی واقفیت رکھتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ جن پاک نفوس کو فطرت کی باطنی قوتون مین درک و مہارت اور اُسکے پوشیدہ یا اَن دیکھے جوہرون کا کسبی مدرجہ علم ہوتا ہے۔ اُنہین علمی ترقی مین زیادہ محنت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے نہ کتب بینی مین زیادہ وقت صرف کرنیکی حاجت۔ جو طبیعتین کہ فطری جوہرون کے نور سے روشن اور چمکدار ہو جاتی ہین اور اُنپر ربانی تجلیات کا عکس پڑ جاتا ہو وہ بغیر کسی محنت و جانکاہی کے

قاضی بدھا کی تعلیم

حقائق ربانی کے سمجھنے مین ید طولیٰ رکھتی ہین علی ہذا القیاس بعض وہ طبائع جنہین مطالب الہامی اور مقاصد باطنی اخذ کرنے اور اُنسے مؤثر ہونیکا کافی مادہ پیدا ہو جاتا ہے کتب بینی اور سبق خوانی کیطرف زیادہ متوجہ نہین ہوتین۔

بیشک یہ بات تسلیم کیئے جانیکے قابل ہو کہ جو لوگ کتابی تعلیم حاصل نہین کرتے اُن مین اگرچہ مقاصد فہمی کی لیاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ایسے قابل نہین ہوتے جیسے کتابی تعلیم حاصل کرنیوالے۔ اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ محنت ایک ایسی چیز ہے جس سے غبی انسان بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھاہی لیتا ہے۔ لیکن یہ بات قابل نوٹ ہو کہ لیاقت و قابلیت کتب بینی اور باضابطہ تعلیم حاصل کرنے مین ہرگز منحصر نہین ہے بلکہ ایک ایسا شخص جسنے معمولی تعلیم سے اپنی ذات یا قوم کو فائدہ پہنچایا وہ اُس تعلیم یافتہ سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہے جس نے علم مین بہت بڑا تبحر اور ملکہ حاصل کرنیکے بعد اُس سے اپنی ذات یا ملک و قوم کی بہبودی نہین چاہی۔ اسیطرح جن مقدس الانفاس لوگون کے دل و دماغ ابتدا ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ و مجلا ہو جاتے ہین جنہین فطرت کی خاص بخششین سمجھنا چاہیئے تو اُنہین خود بخود وہ ربانی لیاقتین اور روحانی قابلیتین حاصل ہوجاتی ہین جو نہ کسی سنگین محنت سے حاصل ہو سکتی ہین نہ جانکاہی و جگر خراشی سے نصیب ہونے کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ گو جناب قاضی بُدھا صاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے۔ لیکن آپ کی فراخ و خوبصورت پیشانی کی تابانی انسانی نظرون کو اسبات کا صاف پتا دیتی تھی کہ اِس معزز شخص کی دماغی قوتون اور قلبی جوہرون کو فطرت کی طرفسے وہ حصہ ملا ہے جو ایک زبردست متبحر عالم جامع فنون کو بہت کم نصیب ہوا ہے۔

بزرگ قاضی بدھا صاحب کے انتقال کے بعد اُنکے دو فرزند باقی رہے جو تقدس پاکی اور شریفانہ عادات کے مجسم تصویر اور آپ کی ایک عظیم الشان یادگار تھے۔ ایک قاضی قاسم جو اپنے واجب الاحترام والد کے انتقال کے بعد اُنکے جانشین اور خلیفہ مقرر کیئے گئے۔ دوسرے شیخ منکن جو نہایت سے زیادہ علمی لیاقت اور باطنی قابلیت رکھتے تھے اور جونسبتاً باطنی علم کا زیادہ حصہ قدرتی طور پر رکھتے تھے۔ آپکے انتقال کے بعد صرف ایک فرزند یونس نام باقی رہے جو بڑے ہو کر نہایت قابل اور فخر خاندان شخص قرار دیئے گئے۔ واجب الاحترام اور معزز یونس سیرت مین صورت مین اخلاق و عادات مین بالکل اپنے والد بزرگوار

قاضی قاسم

شیخ منکن

شیخ یونس

کے قدم بقدم تھے۔ اُن کی طرز معاشرت اور تمدنی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی جناب قاضی بدہا صاحب کی۔ اُس زمانہ کے لوگ صرف اِس لحاظ سے اُن کی اور بھی وقعت و قدر کرتے تھے کہ یہ قاضی صاحب کی شکل و شباہت سے زیادہ ملتے جُلتے تھے۔ قاضی بدہا صاحب کے فرزند رشید، جناب قاضی قاسم صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے دو عزیز الوجود اور گرامیقدر صاحبزادے باقی رہے۔ ایک قاضی قادن دوسرے شیخ کمال الدین۔ قاضی قادن اور شیخ کمال الدین دونوں محترم بزرگ حضرات اگرچہ علم و فضل عقل و تمیز، ذہانت و طباعی وغیرہ مین مساوی درجہ رکھتے تھے۔ گو بعض بعض خصوصیتون مین ایک دوسرے سے کسیقدر ممتاز اور مستثنٰے تھے۔ لیکن چونکہ جناب قاضی قادن صاحب شیخ کمال الدین سے عمر مین کسیقدر بڑے تھے۔ اسلیئے آپ ہی اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اُن کے قائم مقام اور جانشین قرار پائے اور شہر کی ریاست او سیاست آپ ہی کے تفویض مین کیگئی۔

قاضی قادن

شیخ کمال الدین

قاضی قادن صاحب ہرچند کہ تمام تذکرون اور تاریخی صفحون مین اِسی نام نامی سے یاد کیئے گئے ہین لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ کا اسم گرامی عبد القادر یا قوام الدین ہوگا جو ایک زمانہ تک متعصب ہندوٗن کی ناآشنا اور جاہل زبان پر جاری ہوتے اور تحریف و تصحیف قبول کرتے کرتے عبد القادر سے صرف قادن رہگیا۔

قاضی قاسم کے دوسرے صاحبزادے شیخ کمال الدین جو قاضی قادن کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور جو اِن اطراف مین علم و فضل کی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اُن کے ہان صرف ایک فرزند پیدا ہوئے جنکا نام نامی نظام الدین رکھا گیا۔ اور جو بڑے ہوکر علمی فیاضیون اور فطری قابلیتون کے سرچشمہ ہوئے اِن ہی سے شیخ کمال الدین کے انتقال کے بعد اُنکی نسل قایم ہوئی اور آیندہ زمانہ مین اِس نسل کے سلسلہ مین بڑے بڑے عالی وقار اور حوصلہ مند دقیق النظر حضرات پیدا ہوئے

شیخ نظام الدین

محترم قاضی قادن کے انتقال کے بعد دو فرزند آپ کی یادگار مین باقی رہے ایک شیخ محمود۔ دوسرے شیخ آدم جو بہائی خان کیساتھ کمال شہرت رکھتے تھے۔ شیخ محمود اپنے معزز اور واجب الاحترام قبائل مین بڑے نجیب و شریف اور ممتاز شخص گنے جاتے تھے اور نہ صرف اِس جلیل القدر خاندان کے شرفا آپ کی عظمت و جبروت شان و شوکت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ شہر رہتک اور اُسکی اطراف و جوانب کے تمام اولوالعزم اور محترم باشندے پورے درجہ کی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے۔ چونکہ اِس زمانہ مین

شیخ محمود

شیخ آدم

شیخ محمود کا منصب قضا چھوڑ کر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہونا

بہت سے خارجی اسباب اور اس بزرگ خاندان کی طبیعت کی مخالف چند ایسے ہی سامان جمع ہو گئے تھے۔ لہذا شیخ محمود کو جو اُسوقت تمام بقیہ خاندان مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے منصب قضا سے کنارکش ہو کر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہونا پڑا۔

چونکہ فطرت نے پہلے ہی سے جناب شیخ محمود کیلئے تجویز کر رکھا تھا کہ آپ زمانہ کے سرد گرم نرمی و سختی دونون قسم کی کیفیتون سے دلچسپی حاصل کرینگے نیز بہت سے پیچیدہ اور اہم معاملات کی گتھیون کو سلجھانا اور نئے نئے انجھیڑون مین سے موشگافیان کرنا انکی قسمت مین لکھا جا چکا تھا اسلیئے ضرور تھا کہ آپ منصب قضا کو خداحافظ کہکر ایک ایسا سلسلہ اختیار کرین جس سے مسلمانون کی آیندہ نسلون کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ یہ ایک مادہ تھا جو بزرگ شیخ محمود کے دماغ مین بجلی کیطرح ساعت بساعت اور آناً فاناً کوند رہا تھا اور جسمین ایک عجیب اتفاقی طور پر تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ اُس مضمر جوہر نے جو ابتدا سے آپکی طبیعت مین خمیر کر دیا گیا تھا دفعۃً زور کیا۔ یک بیک آپکا دل برداشتہ ہوا اور وہ ضعیف سا خیال و تحریک جو چھپی ہوئی چنگاری کیطرح آپکے باطن مین کبھی کبھی اپنا مانا بانی دکھا جاتی تھی اب ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قصد ہو گیا۔ آپنے ہر بات کے چڑھاؤ اُتار اور مخالف موافق پہلوون پر عمیق نظر دوڑا کر اپنے دلمین قطعی فیصلہ کر لیا کہ موجودہ حالت مین زندگی بسر کرنے سے سپاہیانہ زندگی اچھی اور انسب و اولیٰ ہے۔ اس میلان طبع مین بھی بڑے بڑے ربانی اسرار اور فطرتی راز مخفی تھے جسکی خبر ہنوز آپکو بھی نہ تھی۔ اس امر کے تسلیم کرنے سے کسی متنفس کو ہرگز انکار نہین ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ کو اپنے جس بندہ سے اسکی زندگی کے آیندہ حصہ مین جیسا کام لینا ہوتا ہے اُسکے لیئے اسباب و سامان بھی ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے چونکہ آپ مسلمانون کی بہبودی اور ترقی و عروج کیلئے پیش خیمہ قرار دیئے گئے تھے اسلیئے آپکا فرض منصبی تھا کہ اپنے میلان طبع کی متابعت کرین یعنی کوئی ایسی صورت پیدا کرین جس سے مسلمانون کی آیندہ نسلونکو ملک و سلطنت کیطرف سے کافی فائدہ پہنچے۔

ہمین تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جب شیخ محمود قضا کا عہدہ چھوڑ کر اعمال سلطانیہ مین مشغول ہوئے ہین تو انہین بہت سے ایسے جانگزا مصائب اور جگرخراش تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے جنکا تحمل کسی بڑے سے بڑے حوصلہ مند سے بھی متصور نہین ہوسکتا لیکن بڑی خوشی کا مقام ہے کہ آپنے تمام مصائب و تکالیف کا بڑی خوشی اور استقلال کیساتھ استقبال کیا اور زندگی کی ناگوارجیتین اُٹھاتے اُٹھاتے بھی کبھی آپکی طبیعت اُچاٹ نہین ہوئی اور اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپکی پرشوق نظرین ہمیشہ اسطرف پڑ رہی تھین کہ چاہے مجھے جسقدر تکلیف پہنچے لیکن مسلمانون کی آیندہ نسلون کیلئے کوئی ایسا سلسلہ قائم ضرور ہوجائے جس سے انہین سلطنت وقت کیطرف سے پورا فائدہ پہنچ سکے اور انکی ترقی و عروج اوج کمال پر پہنچ جائے

ساتھ ہی اُن تمام کامیابیون کے جو شیخ صاحب کو حاصل ہوئین نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہی کہ آپ اِس ترقی پر بھی اپنے منصبی فرائض بڑی جرأت و دلیری سے ادا کرتے اور ہمیشہ اُن ہی باتون کو استعمال مین لاتے رہے جو آپکے شریف خاندان کیساتھ خصوصیت رکھتی تھین باوجودیکہ آپ سلطنت کیطرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے اور اُسکی انجام دہی کے ذمہ دار قرار دیدیئے گئے تھے۔ مگر جو طریق آپکے خاندان مین مروج تھی۔ اُن سے سر مو تجاوز نکرتے تھے۔ اِسی لیئے قدیمی تذکرون مین آپ کی بابت لکھا گیا ہے کہ اگر شیخ محمود کے ظاہری احوال پر سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہی تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس قدر خاص شہر رہتک اور اُسکے ضلاع مین صدیق گزرے ہین سب مین آپ ہی کا نمبر اول تھا۔

جناب شیخ محمود جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپنے تحفظ نسل کے لیئے ایک نہایت ہی عفت مآب اور شریف خاتون سے نکاح کیا۔ جسکا نام آفریدہ تھا اور جو سونی پت کے سادات و اشراف مین سے ایک بڑے شریف و نجیب خاندان کی عورت تھی اِس عورت کے بطن سے آپکے ہان ایک سعادتمند اور خوش قسمت لڑکا پیدا ہوا جسکا نام شیخ احمد رکھا گیا۔ اور جو بڑا ہو کر نہایت تیز ہوش اور بیدار مغز صاحب طریقت ہوا۔

شیخ احمد نے بچپنے ہی مین اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا تھا۔ اور رہتک سے نکلکر حضرت شیخ عبدالغنی بن شیخ عبدالحکیم کیساتھ نشو و نما پایا تھا۔ بچپن کا زمانہ طے کر کے جب آپنے عالم شباب مین قدم رکھا اور سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی سنجیدہ اور متین پیشانی مین رشد و ہدایت کے آثار نہایت درخشانی و تابانی کیساتھ نمایان ہوئے جو قیافہ شناس نظرون کیلئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشینگوئی کرتے تھے اور جنہین دیکھنے والے فوراً تاڑ جاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنیوالا ہے جسمین دنیاوی جاہ و جلال اور حشمت و شوکت اِس ہونہار نوجوان کے قدمون کو بوسہ دینگے اور اِس اقبالمند کا پر شوکت ستارہ شہاب ثاقب کیطرح اوج کمال پر چمکیگا۔ خدائی فوج کا جھمگھٹا اُسکی رکاب مین ہوگا۔ اور رب الافواج کا ہاتھ ہمیشہ اِسکے سر پر رہیگا۔

شیخ احمد صاحب کا عقد

شیخ عبدالغنی صاحب نے جن کی تربیت و تعلیم مین شیخ احمد اپنی قیمتی زندگی بسر کرتے تھے اپنی خداداد تفرس اور باطنی صفائی سے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ یہ لڑکا ہونہار اور انتہا سے زیادہ باوقعت ہی۔ اِسی لیئے اُنہون نے اپنی صاحبزادی اُن کے نکاح مین دیکر ایک دراز عرصہ تک اُن کی

تربیت و تعلیم مین حد سے زیادہ مصروف رہی اور کبھی لمحہ بھر کیلئے بھی اُنکی جدائی اختیار نہین کی لیکن جب شیخ احمد جوان ہوئے تو دفعتہً اُنکی طبیعت یہان سے اُچاٹ ہوگئی اور یہی برخاستگی طبع انجام کار اُن کے رُہتک مین دوبارہ آنیکی باعث ہوئی۔

شیخ احمد کا دوبارہ رہتک مین آنا

جب آپ رُہتک مین جلوہ آرا ہوئے تو قلعہ کے باہر ایک نہایت عالیشان اور شاندار عمارت تیار کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہان جگہ دی۔

کچھ شک نہین کہ جناب شیخ احمد صاحب کے وہ دلچسپ واقعات جو اُنکی تاریخی زندگی سے تعلق رکھتے ہین نہایت عجیب و غریب واقعات ہونگی۔ اور اپنے ساتھ ندرت مآب حالات کا ایک بیمثل انبار رکھتے ہونگے لیکن مجھے بافسوس کہنا پڑتا ہی کہ شیخ احمد کے اِسکے بعد کے حیرت انگیز واقعات کسی تذکرہ اور تاریخ مین میری نظر سے نہین گزرے۔ نہ کسی ایسے معتبر ذریعہ سے بہم پہنچ سکے جنہین مین اسمقام پر لکھکر ناظرین تذکرہ کو محظوظ کرتا۔

القصہ شیخ احمد کے انتقال کے بعد اُن کے دو فرزند باقی رہے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین۔ شیخ احمد کی آیندہ نسلون کا سلسلہ اِن ہی دونون حضرات کی اولاد مین منحصر و محدود ہی

شیخ منصور

شیخ منصور نہایت متواضع اور خلیق تھے آپکے اخلاق ایسے عام اور وسیع تھے جنھون نے مخالفون کے دلون مین بھی آپ کی کافی جگہ کردی تھی۔ شجاعت بہادری مین لاجواب اور تحمل و وقار مین بیمثل تھے۔ آپنے اولاً اپنے حقیقی ماموں شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالغنی کی صاحبزادی سے نکاح کیا جو نہایت ذیشعور اور صاحب فہم خاتون تہین۔ اِس عفیفہ اور عصمت مآب خاتون کے بطن سے باجاہ و جلال دو لڑکے پیدا ہوئے ایک شیخ معظم دوسرے شیخ اعظم۔ لیکن جب اِس خدا شناس اور رحمدل بی بی کا انتقال ہوگیا تو پھر آپنے ایک اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کیا جسکے بطن سے شیخ عبدالغفور اور شیخ اسماعیل پیدا ہوئے۔

شیخ معظم شیخ اعظم

شیخ عبدالغنی

شیخ احمد صاحب کے سلسلۂ بیان مین جناب شیخ عبدالغنی صاحب کا بھی ذکر آگیا ہی جو شیخ احمد صاحب کے خسر تھے جیساکہ مین اوپر تفصیل کیساتھ لکھ آیا ہون۔ اِسمقام پر مجھے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ قبل اسکے کہ اِس معزز خاندان کے اولوالعزم ممبرون کا تذکرہ ختم کرون شیخ عبدالغنی صاحب کے سوانح عمری کا سرسری اور اجمالی خاکہ کھینچون۔ اگرچہ مجھے شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علاوہ دیگر خاندان کے حضرات کے

واقعات و حالات سے بحث کرنی نہین چاہیئے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب کے لحاظ کے مناسب ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسے نادرہ روزگار کے حالات ظاہر کرنیسے پہلو تہی کرون جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہیں لیکن اُنکے خاندان سے خاص قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ مجھے معزز ناظرین سے امید ہو کہ وہ خارج البحث کے الزام دینے سے معذور رکھینگے۔

شیخ عبدالغنی صاحب ایک بڑے زبردست علامہ اور فاضل اجل تھے۔ آپکی محتاط زندگی تبحر علمی و پرہیزگاری، متواضعانہ اخلاق، شایستہ و زیبا عادات کی شہرت ایک عالم مین پھیل گئی تھی، ہندوستان کا ہر ایک شخص آپ کو ولی کامل سمجھتا تھا۔ جلال الدین اکبر جیسا پر شوکت اور قہار بادشاہ آپ کی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو تسلیم کرتا اور بر سر دربار نہایت عقیدتمندی اور پاک اعتقادی کیساتھ تعظیم دیتا تھا

اگرچہ اس زمانہ مین مسلمانون کی حالت ترقی کنان اوج کمال پر پہنچگئی تہی لیکن افسوس سے دیکھا جاتا ہی کہ اُنکی ملکی ترقی اور شوکت و جبروت کی برقی روشنی کے آگے مذہبی بہبودی اور اسلامی علوم برابر گھٹتے جاتے تھے۔ اسمین ذرا بھی شک نہین کہ ہندوستان مین جلال الدین اکبر کی حکومت ایک پر شوکت اور نہایت امن کی حکومت تسلیم کیجاتی ہے لیکن بد قسمتی سے اس حکومت مین بھی مذہبی علوم کے مردہ قالب مین جان نہین ڈالی گئی۔ اور اُسے یون ہی ادہوا چھوڑ کر دنیاوی جاہ و جلال اور شوکت و عظمت حاصل کرنیکی طرف توجہ مائل کیگئی۔

ملکی شوکت اور علمی برکت کا مقابلہ

تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہی کہ مقدس پاک اسلام جو فاتحان ہندوستان اس سرزمین مین اپنے ساتھ لائے تھے بجائے اسکے کہ وہ ملکی فتوحات اور اسلامی تاجدارون کی ترقیون کے پہلو بہ پہلو ترقی کرتا اور بغداد و اندلس کیطرح ہندوستان مین اپنی حیرتناک ترقی کا جلوہ دکھاتا۔ اُلٹا کچھ ایسا بے فروغ ہوگیا کہ بس اب بجز نام کے اور کچھ باقی نہین رہا تہا۔ اور اسکی بڑی وجہ یہی ہوئی کہ مذہبی علوم کے آثار دن بدن مٹتے جاتے اور لوگون کو اُنکی طرف توجہ بہت کم ہوتی جاتی تھی گو اسوقت بہت سے حامیان دین و فدائیان اسلام علما موجود تھے جیسے کہ شیخ عبدالغنی صاحب اور اُنکے خاندان کے چند اور حضرات لیکن جب حاکم وقت ہی کی حالت درست نہو اور خود اُسے ہی اسلامی علوم سے دلچسپی نہو تو بیچارے علماء کی طوطی کی آواز نقارخانہ مین کب سُنی جاسکتی تھی۔

ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان کی قسمت مین روز اول ہی سے لکھدیا گیا

تہا کہ یہ مسلمانون کے دینی علوم اور مذہبی فنون سے بے نصیب ہے۔ اور اسکے باشندے یہانکی تعیش خیز آب وہوا سے کچھ ایسے سرخوش اور از خود رفتہ ہوجائین کہ اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی وبہبودی کا خیال اُنکے دلون سے بالکل نکلجائے اور وہ بہول کر بھی کبھی اس راہ مین قدم نہ ڈالین۔

شیخ عبدالغنی صاحب کی اکبری دربار مین نہایت عزت کیجاتی تہی۔

غرضکہ جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی تمام خوش اخلاقی۔ طرز معاشرت۔ تقوے وپرہیزگاری عبادت۔ مروت۔ صداقت۔ شیرین زبانی ایسی تہی جسنے نہ صرف اکبر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تہا بلکہ اُسکے تمام رؤسا اور ارکان سلطنت کی طبیعتین بیساختہ اپنی طرف مائل کرلی تہین۔ اکبر نے آپکے اتقا وزہد اور باطنی قوتون کے پرجوش ولولون کی کیفیت سُن کر اپنا مشیر مقرر کرلیا تہا اور کوئی کام بغیر آپکے مشورہ کے کبھی نکرتا تہا

یہ بالکل صحیح ہی کہ واعظ کا زبانی وعظ ونصیحت سامعین کے دلونپر اپنا اثر ضرور ڈالتی ہی لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ واعظ وناصح کی عملی زندگی اُسکی زبانی پند ونصیحت سے بہت زیادہ اثر ڈالتی ہی۔ شیخ عبدالغنی صاحب کی مبارک زندگی ایسی پراثر تہی اور اسمین وہ جوہر مضمر وپوشیدہ تہے کہ حکومت کے اکثر ارکان اور فوج کے بکثرت آدمی آپکے معتقد ہوگئے تہے۔ آپ اپنے متواضعانہ اخلاق اور منکسر المزاجی کیوجہ سے اکثر اوقات بادشاہ کی مجلس شوریٰ مین شریک ہوتے اور بعض اہم معاملات مین اُسے نیک مشورہ دیتے۔ لیکن چند روز مین اکبر عیش پسندی مین اسدرجہ مستغرق ہوکر دین ودنیا سے گیا گزرا ہوگیا اور اُسکی منغص بیہودگیون اور نفرت انگیز کارروائیون کی یہان تک نوبت پہنچی کہ الحاد وزندقہ مین کوئی کسر باقی نہین رہی۔ جب اکبر کی یہ زبون حالت اسدرجہ تک پہنچی تو شیخ عبدالغنی صاحب نے یک لخت ترک ملاقات کردی اور محبت والفت کے رشتہ کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ جانبین سے ایک قسم کی قابل تنفر کشمکش پیدا ہوئی اور شیخ عبدالغنی نے اب سے اکبری دربار کو خدا حافظ کہا۔

شیخ عبدالغنی کی اکبر سے رنجش

چتوڑ کی مہم

اسی اثنا مین بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اور اکبری جھنڈے اُسطرفنا اُٹھ کہڑے ہوئے خاص اکبر آباد سے جو اُن دنون ہندوستان کا دار الخلافہ اور پایۂ تخت تہا نہایت خونخوار اور خونریز لشکر متواتر اور پے درپے بہیجے جارہے تھے اور فوجون کا تانتا بندھ رہا تہا۔ اکبری فوج نے وہان پہنچکر کچھ روز قیام کیا اور پہر کئی جانب سے چتوڑ پر حملہ کیا۔ ہرچند کہ یہ جرار وبہادر فوج ایک عرصہ تک برابر حملے کرتی رہی اور نہایت سفاکی اور بیجگری سے مقابلہ مین آمادہ رہی مگر پہر بھی کچھ فتح کے آثار نمایان نہین ہوئے

ایک عجیب واقعہ

اسی اثنا میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مقدس و متبرک مزار پر ایک پاک طینت نیکدل شخص معتکف تھا۔ رات کیوقت خواب کیحالت مین نہین بلکہ بیداری کیحالت مین دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص روشن اور دہوین دھار مشعل ہاتھ مین لیئے آگے بڑھ رہا ہے جسکی روشنی مین ایک مختصر سی جماعت قدم اُٹھائے چلی آ رہی ہے۔ اور عجب شان و شوکت سے آ رہی ہے فوجی لباس سارے جسم کو چھپائے ہوئے ہے۔ کمرون مین تلوارین بندھی ہوئی ہین۔ ایک ہاتھ مین ہی چمکدار نیزہ اور دوسرے مین لمبا برچھا ہے یہ جماعت تعداد مین نہایت مختصر تھی۔ جسکے افراد و لیت و آسانی کے ساتھ انگلیون پہ شمار کریئے جا سکتے تھے۔ ان کے حلقہ مین ایک نوجوان شخص گھوڑے پر سوار تھا جو قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ان کا سردار ہے جس انداز سے وہ شخص گھوڑے پر سوار تھا اور اُسکے چہرہ سے جس جرأت شان کا اظہار ہوتا تھا بیان مین نہین آ سکتا۔

امام ناصر الدین شہید کے مزار کے معتکف کا بیان ہے کہ مین نے یہ عجیب ماجرا دیکھکر آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ کہین مین خواب مین تو نہین ہون۔ معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت مین دیکھ رہا ہون۔ الغرض تھوڑی دیر مین مشعل اور مشعل کیساتھ یہ لوگ مزار کے قریب آ پہنچے۔ دفعتہً مشعل مزار کے قبے مین داخل ہوئی اور ساتھ ہی یہ مسلح فوج کا دستہ بھی اندر گھسا۔ مین نے اپنے دلمین خیال کیا کہ شاید یہ لوگ مسافر ہین اور زیارت کی غرض سے یہان آئے ہین۔ میرا ارادہ تھا کہ جب یہ لوگ زیارت سے فارغ ہوکر واپس آئینگے تو مین انکی بود و باش کی کیفیت دریافت کرون گا۔ اور معزز نوجوان کو نہایت نیازمندی اور عاجزی کیساتھ آداب بجالاؤن گا۔ لیکن مین کبھی جھوٹ نہ بولون گا اُسوقت میری بیخودی اور ازخود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ ٹکٹکی باندھے کھڑا تھا۔ اور ایک بے اختیاری کی حالت کے ساتھ انکی ثنا و صفت بیان کر رہا تھا۔

مین اسی حالت مین محو تھا کہ دفعتہً ایک اور واقعہ نے جو مذکورہ بالا واقعہ سے بھی زیادہ تعجبناک ہے مجھے چونکا دیا۔ یعنی مجھے اسبارہ مین بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ دیکھتا ہون کہ وہ رئیس جسے فوجی سپاہیون کا جھرمٹ حلقہ کیئے ہوئے تھا گھوڑے سے اُترکر قبر مین داخل ہوا۔ اور اُسکے قبر مین اُترتے ہی فوجی سپاہیون کا ایک ایک شخص قبر مین گھسنے لگا۔ مین نے اپنے کھوئے ہوئے حواس بجا کرکے نہایت جرأت کیساتھ ایک شخص کا دامن پکڑ لیا اور بے انتہا لجاجت ظاہر کرکے عرض کیا

کہ مین آپسے صرف اِسقدر دریافت کرنا چاہتا ہون کہ یہ مزار کون ہی اور اِسکے ساتھ جو یہ سپاہی ہین کیسے ہین۔ بولا۔ مزار جناب امام ناصر الدین شہید ہین اور جنہین تو فوجی سپاہی سمجھ رہا ہی شہیدون کی جماعت ہی۔ مین نے پوچھا اچھا یہ لوگ کہان گئے تھے۔ جواب دیا ہم چتوڑ کو سر کرنیکی غرض سے وہان گئے تھے۔ چنانچہ آج قلعہ چتوڑ فلان ساعت مین فلان برج کیطرف سے فتح ہوا اور پہاڑون کی اونچی چوٹیون پر اکبری پھریرے ہوا مین فرانٹے بھرنے لگے یہ حضرات کامیاب اور فتحمند ہوکر وہان سے تشریف لا رہے ہین۔

محترم شہید کے مزار کا معتکف کہتا ہی کہ مین اِس حیرت انگیز واقعہ سے نہایت متاثر ہوا اور جیسا دیکھا تھا بجنسہٖ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی خدمت سراپا برکت مین حاضر ہوکر عرض کیا۔ شیخ صاحب نے اِس واقعہ پر مطلع ہوکر جلال الدین اکبر کو فتح چتوڑ اور تسخیر قلعہ کی مبارکباد دی اور صورت واقعہ بے کم و کاست بیان کردی۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ چتوڑ کی فتح اُسی اسلوب طریقہ پر بادشاہ کی خدمت مین معروض ہوئی جیسا کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب نے بیان کیا تھا۔ اِسپر اکبر شاہ بہت خوش ہوا اور اپنی فیاضانہ ہمت سے بارہ وسیع و معمور گاؤن جناب امام ناصر الدین شہید کے مزار کی نذر کردیئے۔ اور شیخ عبد الغنی صاحب کے نام ایک شاہی فرمان جاری ہوا کہ اِن قصبات کی سالانہ آمدنی آپ کی تفویض مین ہمیشہ رہیگی۔ آپکو اِس بات کا کلی مجاز و اختیار ہوگا کہ اِس رقم کو جس طرح چاہین اور جس موقع پر مناسب سمجھین خرچ کرین۔ گویا اِسکے سپید و سیاہ کرنیکا ہر طرح آپکو اختیار ہی۔

اِس واقعہ کے ذکر کرنیسے میری صرف اتنی ہی غرض ہی کہ ناظرین کو شیخ عبد الغنی صاحب کی خداداد قابلیت اور غیر معمولی لیاقت معلوم ہوجائے اور سمجھ لیا جائے کہ اکبری دربار مین آپکی کیسی کچھ عزت کیجاتی تھی۔ اسی مقام پر مین آپکا ایک اور واقعہ لکھتا ہون جسمین آپ کی عجیب و غریب بزرگی اور بے انتہا جلال نظر آتا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ کی مقدس ذات مین علمی زندگی اور روحانی حیات کی کسقدر پرزور قوتین ودیعت کی گئی تھین اور فطرت کے کتنے اسرار آپ مین مضمر و مخفی تھے۔

ایک اور عبرت انگیز واقعہ

خواجہ محمد ہاشم کشمی شیخ مجدد یعنے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی قدس سرہ سے ناقل ہی کہ شیخ مجدد فرماتے ہین۔ ہمارے والد بزرگوار ایک مدت تک جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے جویان رہے جو شہر سونی پت کے ایک بڑے کامل درویش اور مشہور و معروف بزرگ تھے۔ ہمارے والد بزرگوار

کو آپسے نیاز حاصل کرنے اور خدمت مین حاضر ہونیکا اس لحاظ سے اور بھی بیتاب شوق تھا کہ انہین کسی معتبر ذریعے سے معلوم ہوگیا تھا کہ شیخ عبد الغنی صاحب اپنے بزرگ و محترم پیر کا ایک راز مضمر رکھتے ہین۔ یہ سنکر انہین کمال اضطراب ہوا اور اسی اضطراب کے دفعیہ کیلئے شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے از حد مشتاق تھے۔ وہ قیمتی اور وزنی راز جسنے ہمارے والد ماجد کو اسدرجہ بیچین کر رکھا تھا کہ رات کی نیند اور دن کا آرام آپ کو ناگوار بلکہ حرام ہوگیا تھا یہ تھا

شیخ عبد الغنی فرماتے ہین۔ جب میرے خدا شناس اور رہنما مرشد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انھون نے مجھے اور ایک شوریدہ کار درویش کو اپنے پاس بلایا تاکہ القا نسبت کی آخری رسم جو اس خاندان کا عام قاعدہ ہے ادا کرین اور جو کچھ اس فقیر پر توجہ مبذول کرنی تھی اور باطنی فیض عطا کرنا تھا کردین۔ جب مین اپنے پیر کامل و مرشد اکمل کی خدمت مین پہنچا تو حضور نے معاملہ حقیقت کا ایک نہایت عمیق و عمیق بھید زبان مبارک پر جاری فرمایا جسکے سنتے ہی درویش تو فوراً جان بحق تسلیم ہوگیا۔ اور مین اُسیطرح حیران و سراسیمہ اپنی جگہ برقرار رہا۔

پس میرے والد بزرگوار کو اس راز کی اطلاع نے شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کا حد سے زیادہ مشتاق بنا رکھا تھا۔ انکی دلی آرزو تھی کہ جسطرح بن پڑے خود جناب شیخ عبد الغنی صاحب سے ملکر انکی زبان سے یہ راز حل کرین۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شیخ عبد الغنی صاحب کو دفعتہً ایک ایسی ضروری اور اہم مہم پیش آئی جسکے سر کرنیکی غرض سے آپکو خاص ہمارے قصبہ سرہند سے عبور کرنا پڑا۔ اور آپ عین اُسوقت جبکہ کسیکو خیال و وہم بھی نہ تھا اچانک سرہند مین جلوہ آرا ہونے۔ شیخ عبد الغنی صاحب نے سرہند مین پہنچکر سرا مین قیام کیا اور ہمارے والد صاحب کو آپسے نیاز حاصل کرنیکا یہ بہت اچھا موقع ملگیا۔ والد بزرگوار سرا مین تشریف لیگئے اور شیخصاحب سے ملکر نہایت محظوظ ہوے۔ معانقہ و مجالست اور معمولی مزاج پرسی کے بعد خلوت کی درخواست کی اور اُس راز سربستہ کے اظہار کرنیکی التماس کی۔ چونکہ شیخصاحب نہایت رحمدل خوش اخلاق مروت پسند تھے آپنے بے دریغ سارا راز کھول دیا اور مافوق العادت تسلی و تشفی کر کے والد صاحب کو رخصت کیا۔ جب میرے والد شیخصاحب کی پر لطف اور نشاط انگیز صحبت سے جدا ہو کر باہر تشریف لائے تو شیخ جمیل الدین صاحب نے جو اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور مشہور صاحب دل تھے اور جو ہمارے والد بزرگوار کے تمام خلفا مین ایک بڑے قابل

لائق خلیفہ تھے دریافت کیا کہ آپنے شیخصاحب سے اُس راز کا استفسار کیا ؟ فرمایا ہان ! عرض کیا وہ راز تھا کیا ؟ جواب دیا وہی معمولی اور قدیم مسئلہ تھا جو ہمارے اور ہمارے خاندان کے عقائد کی روح ہی یعنے یہ تمام کائنات اور اُسکا ذرہ ذرہ جو وقتًا فوقتًا انسانی نظرون مین سماتا ہی واحد حقیقی ہے جو کثرت کے عنوان میں نمودار ہوتا ہے چونکہ وہ شوریدہ کار درویش جو شیخ عبد الغنی صاحب کی صحبت مین تھا بالکل سادہ لوح اور باطن کی پرزور قوتون سے کورا تھا جون ہی یہ وزنی راز اُس کے کان مین پڑا اُسکی پست حوصلگی اور تنگ خیالی اس عظیم الشان راز کا تحمل نہ کرسکی اور روح عنصری قالب سے پرواز کر گئی۔ لیکن جبکہ شیخ عبد الغنی صاحب کے ضمیری جوہر اور فطری قابلیتین بچپن ہی سے نہایت چمکدار اور تابان تھین اور وہ پہلے ہی سے اس خانہ برانداز راز سے کمال شناسائی اور عام واقفیت رکھتے تھے اُس بھید کو سنکر اپنی جگہ برقرار رہے اور کسیطرح کے تذبذب و تردد نے اُنکے مداخلت نہین کی

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی مبارک طبیعت پر اُن ربانی اسرار اور قوانین خداوندی کے نقوش اپنے پورے ضبط اور زور کیساتھ منقش ہو چکے تھے جو باطنی قوتون کی جان و روح ہین۔ خدا کی بخششون اور عنایتون کی کوئی حد نہین وہ اپنے بندون کو طرح طرح کے علوم و فنون اور قسم قسم کے ہنرون سے سرفراز کرتا ہے کسیکو کوئی نعمت عطا کرتا ہی۔ اور کسیکو کسی بخشش سے سربلند کرتا ہی۔ اسمین کسیکو دم مارنے اور سر اُٹھانے کی گنجایش نہین اور کسیکا اتنا زہرہ نہین جو اُسکی حکمت بالغہ پر اُنگلی اٹھانے کا خیال کرے اور سرسری اور اجمالی طور پر بھی کسی قسم کا وہم و گمان طبیعت مین پیدا کرے۔

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے مین اپنے سلسلہ بیان سے بہت دور جا پڑا اور اُس مضمون پر جسے مین شیخ عبد الغنی صاحب کے واقعات و حالات سے اول اور زیادہ تفصیل کیساتھ لکھتا بہت دیر مین پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور منصبی فرض کے لحاظ سے یہی مضمون تھا جسے مین اپنے سلسلہ بیان مین پہلے لکھتا۔

مین سابق مین لکھہ آیا ہون کہ شیخ احمد صاحب کے دو فرزند تھے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین صاحب

شیخ حسین صاحب

شیخ حسین صاحب جمعیت اور منبسط الحال تھے اور اپنی باطنی ریاضیون اور ضمیری برکتون کیوجہ سے اِس اطراف مین بڑی شہرت رکھتے تھے۔ مین یہ نہین بتا سکتا کہ بزرگ شیخ حسین کا جوہر کن کن آسمانی عنصرون سے ترکیب دیا گیا تھا۔ لیکن جب آپکی تاریخی زندگی پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالی جاتی ہی تو یقین کیساتھ ظاہر ہوتا ہی کہ آپ نہایت بھولے اور محتاط زندگی رکھنے والے مسلمانون کے خیراندیش اور مقدم شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر تھے فطرۃ اللہ کا اصلی مفہوم اور کلام ربانی کا اصلی منشا جیسا آپ سمجھتے تھے دوسرے کو بہت کم نصیب تہا۔

محمد سلطان
شیخ محمد مراد

شیخ حسین کے انتقال کے بعد آپکے دو فرزند باقی رہے محمد سلطان اور محمد مراد محمد سلطان کے حالات مجھی کہین سے دستیاب نہین ہوئے۔ ہان شیخ محمد مراد کی نسبت جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ میرے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے محمد مراد کو خود دیکھا ہی اور اُن کی خداداد قوت و شوکت اور فطری جوانمردی کے بہت سے عجیب و غریب آثار مشاہدہ کیے ہین چنانچہ آپ اُن کا ایک چشم دید واقعہ اسطرح بیان کرتے ہین کہ مین نے محمد مراد کو اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اسّی سال کی عمر مین جو قوے کے انحطاط اور جسمانی قوتون کے گھٹنے کا زمانہ ہی اشرفی کو انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے ملکر دوہرا کر دیتے تھے۔

شیخ محمد مراد جب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بچپن کیحالت مین دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ مین جب اِس لڑکے کو دیکھتا ہون تو میرے دل و جگر پر ویساہی رعب اور ہیبت چھا جاتی ہی جیسے اِسکے دادا شیخ معظم کے دیکھنے سی چھا جاتی تھی۔ مجھے اگر اپنے خیال مین غلطی کا احتمال نہو تو مین کہہ سکتا ہون کہ یہ بچہ کسی زمانہ مین بڑا صاحب ثروت اور اقبالمند ہوگا۔ اِسکے رعب و ہیبت کا بھالا مخالفون کی جان و جگر مین گڑ جائے گا۔ اور کسیوقت مین یہ ایک ایسی اعجاز نما ترقی حاصل کریگا جسے دیکھکر ایک عالم عش عش کرنے لگے گا۔

شیخ منصور جو جناب شیخ حسین کے بڑے بھائی تھے اور جنکا ذکر کسیقدر تفصیل کیساتھ مین پہلے کر آیا ہون اُنکے چار صاحبزادے تھے۔ شیخ معظم اور شیخ اعظم یہ دونون صاحبزادے شیخ منصور کی پہلی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو شیخ عبد اللہ کی صاحبزادی اور جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی پوتی ہوتی تھین شیخ عبد الغفور اور شیخ اسمٰعیل یہ دونون فرزند رشید دوسری بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا

شیخ عبد الغفور
و شیخ اسمٰعیل

ہوئے تھے۔

چونکہ ہمارے تذکرہ کو جناب شیخ معظم کے دلچسپ اور نشاط انگیز واقعات سے زیادہ تعلق ہے اسلیئے ہم یہان صرف اُنہین کے حالات سے بحث کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہین۔ شیخ معظم کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف ہو اور جسکی مثال ایشیائی دنیا مین بمشکل مل سکتی ہو یہ ہے کہ آپ شجاعت و بہادری مین عدیم المثال اور لاجواب تھے۔ چنانچہ آپکے شجاعانہ واقعات اور بہادرانہ حالات سے تاریخی کتابوں کے صفحات اب تک روشن و منور ہین۔

یہ منظر بہت ہی تعجبناک اور سخت حیرت خیز ہوگا جبکہ ہم اس بات کا اظہار کرینگے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے ملکی و مذہبی ضعف نے مسلمانون کی جماعتون مین سپاہیانہ فنون کو بھی ضعیف کردیا ہو مسلمانون کے اولوالعزمانہ ارادے اور بہادرانہ جوش اُنکی اسلامی کمزوری کے ساتھ ساتھ خیرباد ہو گئے۔ اور اب اُن مین یا تو بیہودہ عیش پسندی کا مادہ زور پکڑ گیا ہو یا سستی و کاہلی نے دلون کو پژمردہ بنا رکھا ہو۔ اگر آنکھ کھولکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی سپاہیانہ فنون جو اس زمانہ مین زیادہ حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین اور زیادہ تر اُن لوگون کے ساتھ مخصوص خیال کیئے جاتے ہین جو کمینے اور پنچ قوم کہلائے جاتے ہین۔ سابق کے مسلمانون کے قیمتی زیور اور اسلامی اشاعت کے زبردست اسباب و ذرائع تھے۔

دنیا کے تمام مروجہ مذاہب پر مقدس اسلام کو اس بات کا فخر حاصل ہو کہ اُسنے جسمانی قوت کیساتھ ساتھ روحانی قوت کے بڑھانیکی بھی تعلیم دی ہو اور یہ ظاہر بات ہو کہ روحانی قوت کی مضبوطی و پائداری اور اسکا اُبھار و استحکام جسمانی قوت کے باقی رہنے سے ہوتا ہو۔ اگر کسی کی جسمانی قوت مضمحل اور ناپائدار ہو تو اُسکی روحانی قوت مین وہ اُبھار و استحکام نہوگا جو جسمانی قوت والے کو نصیب ہے اور چونکہ فطرۃ اللہ کے اصلی منشا کے مطابق دین کے ساتھ دنیا کا پاس و لحاظ رکھنا بھی مناسب ہے اسلیئے سپاہیانہ فنون کا حاصل کرنا جو حقیقت مین مسلمانون کے لیئے نہایت قیمتی زیور اور جسمانی قوت کے محرک و مولد ہین اسلامی ترقی کے نہایت ہی مؤثر اور کامیاب کرانیوالے بواعث ہین۔

شیخ معظم کی شجاعانہ زندگی

جب شیخ معظم معمولاً علمی تحصیل سے فارغ ہوئے تو آپکی طبیعت ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ سپاہیانہ فنون کی تحصیل اور تحصیل کے ساتھ تکمیل کیطرف دوڑی۔ گو آپ کی طرز معاشرت بالکل

اور سپاہیانہ اور عالمانہ تھی۔ لیکن آپ کی پرشوق اور تیز نظرین اُس لاجواب اور عدیم المثال شجاعت کی طرف بڑی شتابی کیساتھ اُٹھ رہی تھین جو زمانہ سابق مین اسلام اور بانیان اسلام کے حق مین فطرت کی عین بخششین سمجھی گئی تھین۔ اور جسکی وجہ سے اہل اسلام ہمیشہ نیکنامی اور ناموری کیساتھ مشہور ہوتے چلے آئے ہین۔

شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور بھی بہت بڑے شجاع اور دلیر تھے اور آپ مین شجاعت کی روح اور جرأت واولوالعزمی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ لیکن جو بیخوف دلیری اور بیدھڑک جرأت شیخ معظم کو اس صغرسنی مین حاصل تھی کہ ابھی آپ آٹھ نو ہی برس کے بچے ہی تھے بیشک قابل تعریف اور لائق عزت تھی آپنے بچپن ہی مین تمام وہ سپاہیانہ فنون جو اُسوقت تمام مشرقی حصون مین رائج تھے تدریجاً حاصل کر لیئے تھے۔ اس خاندان کے تمام حضرات شیخ معظم کی یہ کیفیت دیکھکر تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے خاندان کا یہ بچہ سپاہیانہ روح کا پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک عام فقرہ تھا جو کثرت سے اُن لوگون کی زبان پر جاری تھا جو قیافہ شناس نظرین اور تجربہ کار نگاہین رکھتے تھے۔ لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ اس ہونہار بچے مین زور قضا مضمر کیا گیا ہے اور اسی کے پرقوت بازوون سے آئندہ نہایت صعب اور دشوارگزار راہین طے ہونیوالی ہین۔ اور ایسے نظرباز کہان تھے جو آپ کی ان حرکتون سے تاڑ جاتے کہ یہی وہ مبارک بچہ ہی جس سے طفلانہ حالت مین شجاعت وبہادری کے ایسے جوہر ظاہر ہون گے جو ہمیشہ کیلئے یادگار ثابت ہون گے۔ اور جنپر تاریخی روشنی دوامًا نہایت تابانی کیساتھ چمکے گی۔

مین اسمقام پر شیخ معظم کے معرکہ جنگ مین شریک ہونیکا ایک وہ واقعہ جس سے آپ کی بیدھڑک شجاعت بہت کچھ ثابت ہوتی ہی لکھنا مناسب خیال کرتا ہون تاکہ ناظرین کو آپکے ضمیری جوہرون اور دلیرانہ جرأت کے نمونون کے جانچنے پڑتالنے کا پورا پورا موقع ملے چونکہ یہ واقعہ نہایت دلچسپ اور نشاط انگیز ہی اسلیئے امید کیجاتی ہے کہ ناظرین اسے زیادہ دلچسپی اور شوق کیساتھ دیکھینگے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور صاحب کو ایک دفعہ ایک راجہ کیساتھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا جسمین شیخ معظم صاحب نے لڑائی کا زیادہ حصہ لیا اور اپنی بے محابا جرأتین اور عدیم النظیر شجاعتین چمکا کر دکھائین۔ جب دونون خونخوار لشکر صف آرا ہوئے اور متصل دو تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہا تو شیخ منصور صاحب نے اپنی فوج کے دو حصے کیئے۔ ایک حصہ کی کمان تو

آپنے اپنے ہاتھ مین لی۔ اور ایک حصہ شیخ معظم کی سرکردگی مین دیا۔ اولوالعزم جوشیلا نوجوان شیخ شمشیر علم کیے ہوئے اس دلیر اور بے جگر لشکر کی سرکردگی مین پرشوق قدم اُٹھائے آگے بڑھ رہا تھا اور اسکی پر قہر نظرین مخالف کے لشکر پر برابر اٹھ رہی تھین۔

اسوقت شیخ معظم کی عمر بارہ برس کی تھی باوجود اس صغر سنی کے آپنے اِس معرکہ مین جو شجاعت وبہادری کے جوہر دکھائے ہین اور جس دلیری اور قابل توصیف بیجگری سے اپنی فوج کو لڑایا ہے نہ صرف لایق تعریف بلکہ مافوق العادت بات ہی۔ غرضکہ شیخ معظم نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ مین لیتے ہی اُسے آگے بڑھنے اور دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا جون ہی اس فوج نے قدم اُٹھائے مخالف کے لشکر نے ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کی اور دونون لشکر کلہ بہ کلہ جنگ کیلئے مستعد ہو گئے۔ نیزون اور تلوارون کی چمک نے سارے میدان کو درخشان بنادیا اور لوگون کی آنکھون مین چکا چوند اور خیرگی پیدا کردی پھر جنگ کا گھمسان ہوا ہے تو خدا کی پناہ کفار کے لشکر کی گردنین مجاہدون کی خونخوار تلوارون سے کھیرے ککڑی کیطرح برابر کٹ رہی تھین اور نیزون کی کھچاکھچ کی آوازون اور تیرون کی جگر خراش صداؤن کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا متصل چار گھنٹے اس قسم کی سینہ بسینہ لڑائی رہی اب نہ ترکشون مین تیر باقی رہے تھے نہ رانون کے نیچے گھوڑے تھے کسیکو اپنے گھوڑے کی خبر نہ تھی نہ یہ معلوم تھا کہ مین کہان ہون اور کیا کر رہا ہون۔ انجام یہ ہوا کہ صنادید کفر کو میدان معرکہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور یہ میدان بہادر شیخ معظم کے ہاتھ رہا۔

چونکہ صنادید کفر کے قدم اُکھڑ گئے تھے اور اُنکے سنگین مورچون پر مجاہدین کا قبضہ ہو چکا تھا اسلیے راجہ نے اسدن جنگ کی موقوفی کا اعلان دیا گو شیردل شیخ معظم اور اُنکے لشکر پر کسی قسم کی تکان اور ضعف غالب نہ آیا تھا۔ لیکن پھر بھی آپکو اپنی حالت مین بہت کچھ درستی کرنی تھی۔ لہذا آپنے بھی موقوفی جنگ کا اعلان منظور کرلیا۔ اسی اثنا مین شیخ معظم سے کہا گیا کہ آپکے والد بزرگوار نے شہادت کا چھلکتا ہوا ساغر مُنہ سے لگالیا اور اس ناپایدار دنیا سے عالم جاودانی مین تشریف لیگئے۔ اُنکی ہمراہی مین جسقدر حبشی بہادر تھے سب جنگ سے پہلوتہی کر کے اور شکست کھا کر ادہر اُدہر بھاگ کھڑے ہوئے شیخ معظم اس وحشتناک خبر کے سنتے ہی سر سے پاؤن تک تھر تھر کانپنے لگے۔ آبرواہی غیرت وحمیت کا مصفا خون بے اختیار جوش مین آیا اور فاروقی غیظ وغضب کا جوش خون کیطرح رگون مین دوڑ گیا آپنے

اپنی بیدھڑک شجاعت اور بیخوف دلیری سے اُسیوقت لشکر کفار پر بڑی خوفناکی کیساتھ ایسا زبردست اور بیباکانہ حملہ کیا جسے صنادید کفار کی مجموعی طاقت بھی نہ روک سکی۔ ہزارون کافر قتل ہوئے اور صدہا زخمی و گھائل تڑپتے رہے۔

شیخ کا مصمم ارادہ ہوچکا تہا کہ مین جبتک کفار کے تاجدار کی گردن اپنے ہاتھ سے نہ اُڑا دون گا اور اُسکی ناپاک اور نجس نعش کو اپنے پیل پیکر گھوڑے کی سمون سے نہ روند ڈالون گا نیز لشکر کفار کی بیخکنی پورے طور پر نہ کرلون گا تلوار کو میان نہ کرون گا۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ جو شخص آپکے سامنے آیا یا تو قتل کردیا گیا یا زخمون سے چُور چُور ہوکر ادھموا اور بیکار ہوگیا۔ اگرچہ صنادید کفر نے آپکے اِس بیباکانہ و شجاعانہ حملے کے روکنے مین بڑی مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کی اور جان نثاری کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر یہ ممکن نہ تہا کہ بپھرے ہوئے شیر کے سامنے سے اُسکا شکار علیحدہ کرکے گھاس پھوس کی کمزور ٹٹی سے روک دیا جائے۔ شیخ معظم اپنے اُسی استقلال اور جوش کیساتھ آگے قدم بڑھائے چلے جاتے تھے اور آپکی قہرآلود اور غضبناک نظرین راجہ کی صورت پر بڑی بیتابی اور غصہ کیساتھ بلند ہورہی تہین غرضکہ آپ کفار کو برابر قتل کرتے اور اپنے لشکر کو آگے بڑھائے چلے گئے۔ یہانتک کہ راجہ کے ہاتھی کے قریب پہنچگئے۔ شیخ معظم کی یہ بیدھڑک جرأت اور بیباکانہ جسارت دیکھکر راجہ کا وزیر اعظم جو شجاعت و بہادری مین نظیر شہرت رکھتا تہا اور جسکی سفاکی و بیباکی کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے آپکے مقابلہ کو بڑہا اور بڑی پھرتی سے شیخ معظم پر سر اور سینہ توڑ نیزہ کا وار کیا۔ آپنے اُسکے اِس بزدلانہ وار کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور جھٹ پینترا بدلکر اور نیزہ کی زد سے بچکر زہر کا بجھا ہُوا ایک نیزہ اُسکے سینہ پر مارا۔ نیزہ کا زخم ایسا کاری تہا کہ وزیر السلطنت جانبر نہو سکا۔ اور فوراً گھوڑے سے نیچے آرہا۔ اُسکی ناپاک نعش پیل پیکر گھوڑون کے سمون سے پاش پاش کردیگئی۔ اور سر جسم سے جدا کرکے ایک بڑے لمبے برچھے مین آویزان کیا گیا۔

وزیر السلطنت کے یون قتل کیئے جانیکے بعد چارون طرف سے فوج سمٹ سمٹا کر ایک جگہ جمع ہوئی اور کثیر التعداد سوار خون آشام تلوارین علم کیئے ہوئے اور نیزے جُھکائے ہوئے آفت ناگہان کی طرح شیخ معظم پر پل پڑے۔ یہ دیکھکر آپ بھی مستعد ہوگئے اور اسیجگہ اپنی پوری قوت کا زور دیدیا راجہ ایک بلند اور اونچی سطح پر کہڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تہا۔ جون ہی اُس نے دیکھا کہ ایک نوعمر لڑکے کا بیشمار فوج محاصرہ کیئے ہوئے چارون طرف سے حملہ آور ہو تو اُسنے ایک نہایت خوفناک آواز مین للکارا اور

دہمکی کے لہجہ مین کہا خبردار اِس بہادر اور اولوالعزم نوجوان کو آنچ نہ آئے۔ جو شخص باوجود اس کم عمری کے شجاعت و جوانمردی کے ایسے حیرتناک جوہر دکھائے درحقیقت وہ بہت بڑی عزت و وقعت اور تاج بخشی کے لایق ہے۔ گو اِس نوعمر لڑکے نے میری فوج کو انتہا سے زیادہ صدمہ و نقصان پہنچایا ہی اور میری حکومت کا ایک قوی اور مضبوط بازو اِسکے آبدار نیزہ سے خون مین نہایا ہی لیکن اِسکی دلفریب صورت اور فراخ حوصلگی و اولوالعزمی اِسکی جان بخشی کی سفارش کر رہے ہین

شیخ معظم کی شجاعانہ کوششون کے نتایج

یہ کہکر خود راجہ ہاتھی سے اُترا اور دوڑ کر شیخ معظم کے ہاتھون کو چوم لیا۔ اول نہایت نرم اور خوش کن لفظون مین آپ کی دلجوئی کی بعد ازان کمال لجاجت سے عرض کیا۔ صاحبزادے آخر اِسقدر غیظ و غضب کا سبب کیا ہے؟ آپنے نہایت متانت اور سنجیدگی کے لہجہ مین جواب دیا مجھے خبر پہنچی ہے کہ میرے والد بزرگوار اِس معرکہ مین شہید ہو گئے ہین۔ اب ان کے بعد مجھے اپنی زندگی اچھی نہین معلوم ہوتی ہین مین نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے یہ کبھی ممکن نہین کہ مین یہان سے مُنہ موڑ جاؤن یا جنگ نہونے پر صلح کر لون بلکہ یا تو خود شہید ہو کر والد ماجد کیخدمت مین جا حاضر ہو ن یا اِس تمام لشکر اور خود وارث تاج و تخت کے سر کو خاک و خون مین غلطان دیکھون۔ گو مین ایک کم سن لڑکا ہون۔ لیکن اپنے ارادے مین پورا اور عزم مین پکا ہون

اگرچہ شیخ معظم کی یہ بیباکانہ اور درشت تقریر سُن کر راجہ کسیقدر آشفتہ خاطر اور برہم ہوا لیکن وہ اپنی آشفتگی کے آثار اور برہمی کے جذبات فوراً پی گیا۔ اور آپکی اِس دلیری و بیباکی پر عش عش کرنے لگا بیشک شیخ معظم کی یہ تقریر نہایت سخت اور درشت تھی بالخصوص ایک قاہر تاجدار کے سامنے اُسکی نسبت۔ مگر اُسنے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ اے بہادر نوجوان جس شخص نے آپکو یہ خبر دی ہے کہ آپکے والد بزرگوار میرے لشکر کے ہاتھون سے شہید ہوئے ہین وہ محض کذاب اور جھوٹا ہی اُس نے آپکو دہوکے مین ڈالدیا اور ایک مخلوق خدا کے خون سے مفت زمین کو رنگین کیا۔ آپکے والد زندہ ہین (اور ایک طرف اشارہ کر کے) دیکھیئے اُس مقام پر اُن کے ہلالی جھنڈے ہوا مین فراٹے بھر رہے ہین

شیخ معظم نے ایک بڑے بیتابانہ شوق اور بے اختیارانہ جوش کیساتھ اُسطرف قدم اٹھائے اور نہایت شان و شوکت اور عزت و وقار کیساتھ یہان سے رخصت ہو کر اپنے والد بزرگوار کے جھنڈے کے نیچے پہنچگئے۔ عقب سے راجہ نے ایک عریضہ جناب شیخ منصور کیخدمت مین بایں مضمون روانہ کیا

کہ ہمنے اس بہادر اور شجاع لڑکے کیوجہ سے صلح کی آپ جس بات کی ہم سے درخواست کرینگے فوراً عمل مین لائی جائے گی اور جو شرائط نامہ آپ مرتب کرینگے مین اُسے بدل منظور کرونگا۔

شیخ منصور صاحب نے اپنی طرف سے چند شرطین لکھکر بھیجدین اور قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ اگر یہ شرطین منظور ہوان تو مین صلح کیلئے آمادہ ہوسکتا ہون ورنہ مجھے منظور نہین صلح نامہ کی شرطین گو راجہ کے حق مین نہایت سخت اور ناگوار تہین مگر وہ بلحاظ پولیٹکل معاملات کے دب گیا اور صلح کو جنگ سے غنیمت جانا۔ نیز اُسکے دل پر شیخ معظم کا اسقدر رعب بیٹھ گیا تہا کہ مجبوراً اُسے اُن تمام شرطون کو منظور کرتے ہی بن آیا

شیخ معظم کی شجاعت کا ایک اور واقعہ

علی ہذا القیاس جناب شیخ عبد الرحیم صاحب آپکا ایک اور اسی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہین جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ صفت شجاعت مین کہان تک قابل اور لایق ہین۔ شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین۔ مین نے ایک عمر رسیدہ دہقان سے جو موضع شکوہ پور یعنے شیخ معظم صاحب کے پرگنہ خاص مین رہتا تہا سُنا ہے کہ اُس موضع کے گرد و پیش تیس سرکش ڈاکو رہتے تھے جنکی سفاکی و بیرحمی اُن اضلاع مین بڑی شہرت رکھتی تہی اور جنکے مظالم و جفا شعاریون سے وہان کے باشندے چیخ اُٹھے تھے اُن غریبون مین اسقدر قوت نہ تھی کہ بیرحمون سے اپنا انتقام لیتے۔ لیکن ہر وقت آسمان کیطرف مُنہ اُٹھاکر دعا کیا کرتے اور چاہتے تھے کہ کوئی منتقم اُٹھ کھڑا ہو اور ہم اُسکی مدد مین اپنی جانین تک قربان کرڈالین۔ یہ ظالم اور ستمگار ڈاکو اس قصبہ مین آتے اور جو کچھ ہاتھ لگتا سب لوٹ کھسوٹ کر چنپت ہو جاتے عوام بیچارے تو کس شمار مین تھے جو دلیر اور جوانمرد کہلائے جاتے تھے اُن کے دلونپر بھی ڈاکوون کا رعب و ہیبت اس خوفناکی سے چہایا ہوا تہا کہ جسقدر چاہتے ظلم بپا کرتے۔ لیکن اُنکے کانون پر کبھی جون تک نہین رینگتی تہی۔

ان باتون کو ایک عرصہ گزر گیا اور یہان کے لوگ بالکل بے سکت اور تباہ و برباد ہوگئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جفا کیش ڈاکو اپنی عادت کے مطابق گاؤن مین آئے اور لوگون کے بہت سے مواشی لوٹ کھسوٹ کر لیگئے۔ اتفاق سے اس موقع پر شیخ معظم صاحب بھی اپنے اس پرگنہ خاص مین موجود تھے گاؤن والون نے اس قیامت زا حادثہ کی اطلاع آپ کو اُسوقت دی جبکہ آپکے سامنے کھانے کا دسترخوان بچھ چکا تہا اور کھانا دسترخوان پر چُن دیا گیا تہا۔ آپنے نہایت اطمینان و سکون کیساتھ کھانا تناول فرمایا اس اثنا مین آپسے کوئی عاجلانہ اور شتاب زدگی ظہور مین نہین آئی بلکہ آپ اتنی ہی دیر مین کھانیسے فارغ ہوئے جتنے عرصہ مین معمولاً فارغ ہوا کرتے تھے۔ کھانیسے فارغ ہوکر ہاتھ دہوتے کُلی کی اور ایک

تنکا لیکر دانت کریدنے لگے۔ زان بعد خادم کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا میرے ہتیار لاؤ اور گھوڑا حاضر کرو۔ خادم نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی۔ آپ اُٹھے اور نہایت سہولت و آسانی کیساتھ جسم کو ہتیاروں سے آراستہ کیا۔ مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ڈاکوؤن کا پتہ نشان دریافت کرکے اُس طرف تنہا روانہ ہوگئے۔

اگرچہ دہقانون کی ایک مختصر سی جماعت ہتیار باندھکر آپ کی پارکابی مین حاضر رہنے کیلئے مستعد ہوئی لیکن آپنے سب کو منع کردیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ نہ چلو کیونکہ مین ڈاکوؤن کے سرون پر بہت جلد پہنچون گا۔ تم میرے گھوڑے کے ساتھ دوڑ نہ سکو گے۔ چنانچہ اور سب لوگ تو گاؤن مین واپس چلے آئے لیکن صرف ایک شخص آپکے ساتھ رہگیا۔ آپ ڈاکوؤن کا تعاقب کرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچے جہان اُنہون نے اپنا مسکن اور پناہ دامن کی جگہ بنا رکھی تھی جب شیخ معظم ان مقامات مین پہنچے ہین تو جفاکار ڈاکو اپنے اپنے منازل مین داخل ہوچکے تھے اور یہ موقع شیخ معظم کیلئے نہایت ہی خطرناک تھا لیکن خوشی کی بات ہے کہ اس شیر دل شجاع کی طبیعت مین کسیطرح کا ہراس و خوف و خیل نہین ہوا آپنے میدان مین کھڑے ہوکر چند ایسے غیرت انگیز کلمات ان کی نسبت استعمال کیئے جنکا اُنسے تحمل نہ ہوسکا مجبوراً میدان مین آنا پڑا۔ اور مسلح ہوکر آنا پڑا۔ شیخ معظم برابر سر اور سینہ توڑ تیرون کا مینہ برساتے ہوئے آگے بڑھے جاتے تھے تیر ایسے کاری لگتے تھے کہ ایک ایک تیر مین دو دو بدقسمت ڈاکو بیجان ہوتے تھے۔ ہنوز دو تین ہی تیر اس میدان جنگ کے شہسوار کی پرزور چٹکی سے نکلے ہونگے کہ نڈر اور بیباک ڈاکوؤن کے دلون پر ایک رعب عظیم غالب ہوگیا۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ ان حرمان نصیب جگر سوختون نے اپنی اس ذلیل و شرمناک زندگی سے مایوس ہوکر امن کی درخواست کی اور جان بخشی کے ملتمس ہوے اور نہایت نیازمندی کیساتھ عاجزانہ لہجہ مین عرض کیا کہ خدا کے لیئے آپ ہمین امن دیجئے۔ ہم اپنے ان ناشایستہ و قبیح افعال سے توبہ کرتے اور آپسے التجا کرتے ہین کہ ہمارے سرون پر معافی کا تاج رکھین اور ہماری ان بیجا اور ناجائز تقصیرون سے درگزر فرمائین۔

شیخ معظم نے ڈاکوؤن کی اس بزدلی اور نامردی کو نہایت نفرت کی نظرون سے دیکھا اور سخت حقارت آمیز لہجہ مین فرمایا۔ تمہاری توبہ یہی ہے کہ ہتیار زمین پر ڈالدو۔ اور ہر ایک اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کی مشکین کسدے۔ تمہارے پاس جسقدر ہتیار گھوڑے سواریان موجود ہون حاضر کرو اور

میرے ساتھ موضع شکوہ پور مین لیچلو۔ ڈاکوؤن نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک کثیر التعداد جماعت کے رو برو حلف اٹھایا کہ آیندہ ہم اس بستی کے کبھی بدخواہ ثابت نہون گے اور شیخ کے ارشاد اور آپکی صوابدید سے سرمو تجاوز نکرینگے ان واقعات کے علاوہ تذکرون مین اُن واقعات کا ثبوت ملتا ہی جو شیخ معظم کی شجاعت و دلیری کو بڑی دھوم دھام سے ثابت کر رہے ہین لیکن چونکہ مین ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہین چاہتا اسلیئے اِن ہی دو مختصر واقعات پر اکتفا کرتا ہون

شیخ معظم کا عقد

غرضکہ شیخ معظم صاحب نے جنپر ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی لیساتھ چمکیگی سید نور الجبار چھتا

سید نور الجبار

سون پتی کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا۔ سید نور الجبار ایک فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی محتاط زندگی اور زہد و اتقا نے اُنکی شہرت کو نہ صرف سون پت کی چار دیواری یا حدود مین بند رکھا تھا بلکہ دور دراز ملکون مین آپکے تقدس اور پاکی کی ناموری نے آپکے خاندان سادات کی نجابت و شرافت مین ایک تازہ روح پھونکدی تھی۔ سون پت کے تمام باشندے آپکی فضیلت بزرگی۔ عالی نسبی ایمانداری اور علمی برکتون کی انتہا سے زیادہ قدر کرتے اور آپکی معمولی اور ادنی باتون کو بھی عزت و قعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

واجب الاحترام سید قطع نظر اپنی ذاتی بزرگی کے آبائی فضیلت بھی بہت کچھ رکھتے تھے آپکا شریف و نجیب خاندان علم و فضل کے لحاظ سے سون پت اور اُسکے اضلاع مین بےمثل اور لاثانی گذرا ہی۔ اگر یون کہا جاے کہ اس خاندان کا ہر ایک شخص آسمان علم کا نہایت درخشان اور تابناک آفتاب تھا تو شاید چندان نازیبا نہوگا جب ذرا عمیق و عمیض نظرون سے دیکھا جاتا ہی تو بزرگ سید کے اولوالعزم اور جلیل القدر خاندان کے علاوہ ایسا خاندان دنیا مین بہت کم دکھائی دیتا ہی جسکے ہان چند پشت سے علمی فیاضیون کی ایک کیفیت رہی ہو۔

شیخ جمال الدین و شیخ فیروز و شیخ وجیہ الدین

خلاصہ یہ کہ سید نور الجبار اپنی خاص نوعیت اور ذاتی و عرضی صفات مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے نیز فطری لیاقتون اور روحانی برکتون مین بے نظیر اور عدیم المثال خیال کیے جاتے تھے سید نور الجبار کی عفت مآب پاکدامن لڑکی کے بطن سے شیخ معظم کے ہان تین فرزند پیدا ہوئے شیخ جمال الدین شیخ فیروز شیخ وجیہ الدین۔ جناب شیخ وجیہ الدین جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد تھے ہوہین چونکہ میرے تذکرہ کے اس حصہ کو آپکے حالات سے زیادہ تعلق ہے۔ لہذا آپکے واقعات کو خصوصیت

کے ساتھ جدا عنوان سے کسیقدر تفصیل سے لکھنا مناسب سمجھتا ہون۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے دلچسپ واقعات

شیخ وجیہ الدین شہید غواص بحرِ معانی شہسوار میدان علوم ظاہری و باطنی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے والد بزرگوار اور جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جدامجد ہین جو اپنی ذاتی لیاقت اور روحانی قابلیت مین یدطولیٰ رکھتے اور تقدس و پاکی کی ناموری مین پوری شہرت رکھتے تھے۔

شیخ وجیہ الدین شہید کے وہ واقعات و حالات جو آپکے زمانہ طفولیت اور بچپن سے تعلق رکھتے ہین، مورخین ہند نے انکے بیان کرنے مین زیادہ توجہ نہین کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہین انکی لائف کا پورا خاکا کھینچ نہین سکتا۔ لیکن تاہم مختلف روایات سے جو مختصر حالات معلوم ہوئے ہین اور جنکا متعدد تذکرون سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے وہ قلمبند کیئے جاتے ہین۔ اس صورت مین ناظرین تذکرہ بخوبی اندازہ کرسکتے ہین کہ مجھے آپکے بچپن کے حالات ایسے سلسلہ سے نہین پہنچے جنھین ہین بے کم و کاست یقین کیساتھ بیان کرسکتا۔ البتہ جو کچھ مجھے آپکے مختلف واقعات سے تحقیق ہوا ہے اُسے درج کرتا ہون۔ اس مقام پر صرف اُنہین روایات کو لیا گیا ہے جو محققین کے نزدیک پختگی کو پہنچگئی ہین اور خوش اعتقاد راویون کی ان روایات کو جو فسانہائے شبینہ کے قصون سے زیادہ وقعت و منزلت نہین رکھتین بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ آپکے ابتدائی حالات کی نسبت مجھے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہین ہُوا کہ جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپکے واجب الاحترام والد شیخ معظم نے آپکو مکتب مین قرآن مجید پڑھنے کیلیئے بٹھایا۔ لیکن یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس ہونہار اور طباع بچے نے بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ طوطے کیطرح صرف الفاظ مُنہ سے نکالنے ہی نہین سیکھے بلکہ کلام ربانی کا اصلی منشا اور فطرۃ اللہ کا ذاتی مفہوم اور اُسکے معانی و مطالب کے نقوش بھی دل پر جمالیئے۔ گو اس معصومیت کے عہد مین کلام ربانی کے نکات اور الہامی غوامض و دقائق کو پورے طور پر سمجھنا بہت مشکل تھا۔ لیکن پھر بھی وہ مذہبی اصول جو اُسمین واضح طور پر بیان کیئے گئے ہین یا ادنیٰ تامل سے مستنبط ہوسکتے ہین آپ کو بخوبی محفوظ اور ازبر ہوگئے تھے۔ جو حقیقت مین ایک گونہ آپکے خرق عادت مین داخل تھے۔

شیخ وجیہ الدین کے ابتدائی حالات

علمی ترقی

آپ کا ابتدائی زمانہ معمولی بچون کیطرح بے نتیجہ نہ تھا بلکہ تحمل ۔ بردباری ۔ مسکینی ۔ کم گوئی وحشت آمیز تفکر یہ تمام باتین جو بچون مین معمولاً بہت کم دیکھی جاتی ہین ۔ آپ مین بوجہ احسن موجود تھین جنسے قیافہ شناس نظرین فوراً یہ نتیجہ نکال سکتی تھین کہ یہ بچہ کس زمانہ مین بڑا صاحب جاہت اور مقتدر ہوگا ۔ طرفہ یہ کہ جون جون آپ عمر مین ترقی کرتے جاتے تھے مزاج مین انکسار تواضع خلق مروت پیدا ہوتی جاتی تھی ۔

طرز معاشرت

یہ سخت تعجب کی نظر سے دیکھا جاتا ہی کہ ابھی آپ کی عمر بارہ تیرہ برس سے متجاوز نہین ہوئی تھی کہ معمولی درسی کتابون سے جو عام درسگاہون مین اُس زمانہ مین داخل تھین فارغ ہوگئے تھے اور اس چھوٹی سی عمر مین دینیات کی ضروری اور مختصر کتابون کا مطالعہ کرلیا تھا ۔ اسکے ساتھ یہ اور بھی تعجب کی بات ہی کہ اسی اثنا مین آپ کو علم باطنی بھی حاصل ہوگیا تھا اور ریاضت و مجاہدت مین وہ مشق و کمال پیدا کرلیا تھا جس سے آپکی روحانی قوتین او فطری ضمیری جوہر خوب ابھر ابھر کر چمکنے لگے تھے اور آپسے ایسی ایسی حیرت افزا کرامتین صادر ہونے لگ گئی تھین جنسے دیکھنے والون کا روز بروز استعجاب بڑھتا جاتا تھا ۔

عادات خصائل

باوجودیکہ یہ تمام فضائل و محاسن جو ایک گونہ خرق عادات مین خیال کیئے جاتے اور فطرت کی خاص بخششین سمجھے جاتے ہین ۔ آپ کی مقدس ذات مین بوجہ اکمل پائے جاتے تھے لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہی کہ آپ کی طبیعت مین سادگی اور انکسار نہایت درجہ کا تھا ۔ آپ بڑے بڑے مجامع مین معمولی آدمیون کیطرح نہایت سادگی کیساتھ آمدورفت کرتے تھے ۔ غریبون اور مسکینون کے ساتھ شفقت کرنے اور اُنکے ساتھ رحیمانہ برتاؤ برتنے مین شہرۂ آفاق تھے ۔ خویش و اقارب کیساتھ آپکا حُسن سلوک ۔ غربا مساکین کی امداد ۔ فیاضانہ مہمان نوازی عام و خاص مین اسدرجہ مشہور ہوگئی تھی کہ آپ کا دولت خانہ غربا اور مساکین کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا ۔ آپکے قومی احسانات و تفضلات کا ہر شخص معترف تھا اور آپکی سخاوت و فیاضی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی ۔ غرضکہ وہ تمام باتین جو ایک مقدس و بزرگ شخص مین پائی جانی لازمی اور ضروری ہین وہ سب اس فخر خاندان و قوم مین موجود تھین ۔

فیاضی

اب مین شیخ وجیہ الدین شہید کے غیر مرتب اور نامکمل ابتدائی حالات چھوڑ کر کیونکہ باوجو

تحقیقات کے مجمو اور حالات دستیاب نہین ہوئے) آپ کی آخری زندگی کے زمانہ مین آتا ہون لیکن قبل اسکے کہ آپ کی انتہائی زندگی کے حالات لکھے جائین تسلسل کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی زمانہ کے کچھ واقعات مختصراً بیان کرون۔

زمانہ شباب

جناب شیخ صاحب کا زمانہ شباب ابتدائی زمانہ سے زیادہ نتیجہ خیز اور مؤثر تھا۔ سکوت خیز چہرہ پر حیرت افزا شباب کے آثار اور اسکے ساتھ اتقا و پرہیز گاری کی سُرخی پورے طور پر اپنی تابانی دکھا رہی تھی۔ اس زمانہ مین اگرچہ آپ کی زندگی بالکل پرائیوٹ تھی لیکن متانت انگیز چہرے پر جب مدبری اور شجاعت و بہادری کے آثار پائے جاتے تھے اُسے کچھ وہی نظرین خوب تاڑتی تھین جو فطرتاً خدائے ذو الجلال کے بیزوال نور سے جلا پا چکی تھین۔ گو صورت پر تسکینی حلیمی سنجیدگی غیر معمولی سکوت و خاموشی برستی تھی لیکن ساتھ ہی اِن مختلف رنگون کے دوش بدوش بے دھڑک شجاعت نڈر جرأت بیباکی و بیخوفی صاف طور سے ہویدا تھی۔

باوجود اس خداداد حسن اور زور شباب کے وہ قابل تنفر اور غیر خوش آیندہ جوشون کے اُبھار اور بلاسباب ولولے جو اکثر نوجوانون کی طبیعتون مین گدگدتے ہین آپکی طبیعت مین کبھی نہین اُٹھے۔ آپکی معمولی مذہبی پابندی بلکہ خدا کے خوف اور اُسکی شرم نے اِن تمام بے نتیجہ ولولون کو اندر ہی اندر ایسا نیست و نابود اور ملیا میٹ کر ڈالا تھا کہ تمام عمر اُنہین اُبھرنا نصیب نہین ہُوا۔ رفتار زمانہ کے موافق اور ترقی عمر کے ساتھ ساتھ آپکے تمام کمالات عروج پکڑتے گئے اور اِسوقت جبکہ آپکی روز افزون جسمانی قوت نے معراج ترقی کے آخری ڈنڈے پر قدم رکھا۔ باطنی کمالات اور روحانی قوتین اوج کمال پر پہنچگئی تھین

احتیاط و ورع

آپ کی محتاط زندگی اور تورع و پرہیزگاری کی روایتین بہت مشہور ہین جنمین سے دو ایک مختصراً یہان لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین آپکی وقعت کا خاص طور پر اندازہ کر سکین۔

ایک یہ کہ مولنا شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ میرے واجب الاحترام والد نہایت محتاط اور متورع آدمی تھے چونکہ آپکا قالب بالکل سپاہیانہ تھا اور آپ فطرتاً چاق و چست تھے اِسلیئے شمشیرزنی کرنے اور اپنی بیخوف شجاعت کی جوہر ظاہر کرنے کا آپ کو زیادہ شوق تھا جسے سپاہیانہ قالب کی سچی روح کہہ سکتے ہین۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ سے سلطنت مغلیہ کی فوج مین بھرتی ہوگئے تھے۔ اور اپنے کارِنمایان کے صلہ مین کوئی بڑا اور معزز فوجی عہدہ رکھتے تھے۔ جب اسلامی فوجین مخالفانِ اسلام

کی بیخکنی اور اُنکی نخوت و غرور کی گردنین توڑنے کیلئے کسیطرف بڑہتین توآپ بڑے جوش و مسرت کے ساتھ اُنمین شریک ہوتے اور منکرانِ اسلام کو تباہ دیتے کہ ابھی تک فاروقی مصفافہ اِن کا جوش کم نہین ہوا ہی باوجود اِن تمام باتون کے آپکا تورع اور احتیاط انتہا سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید تہا جب لشکر کے گھوڑے بیچارے غریب کسانون کی کھیتیان روندتے اور پامال کرتے ہوئے بے محابا چلے جاتے توآپ کمال احتیاط کیوجہ سے لشکر سے الگ ہوجاتے اور اپنے گھوڑے کی باگ کھیتون سے اورطرف موڑ لیتے۔ اگرچہ بعض وقت اِسکی وجہ سے آپکو سخت مشکل پیش آتی اور متعارف راستہ کو چھوڑکر مسطح اور ہموار زمین سے علیحدہ ہوکر اونچے نیچے اور غیر مسطح قطعات اور پیچیدہ راہون کی صعب اور دشوارگزار گھاٹیان بڑی وقت سے طے کرنی پڑتین۔

واقعہ دوسرے یہ کہ آپ کسی معرکۂ جنگ مین تشریف رکھتے تھے کہ آپکی اونٹنی جسپر کھانے پینے کا اسباب اور اوڑھنے بچھونے کا ساز و سامان لدا ہوا تھا گم ہوگئی اور عجیب اتفاق یہ تہا کہ جس رسالہ کی کمان آپکے ہاتھ مین تھی وہ بھی اِن سامان سے خالی تہا۔ اِدہر کڑاکے کا جاڑا پڑنے لگا تھا۔ برف باری شروع ہوگئی تھی خنک ہوا کی پانی مین بھیگے ہوئے جھونکے بڑی تیزی و تندی کیساتھ چل رہے تھے غرضکہ اسوقت اِن لوگون کی حالت نہایت نازک اور افسوسناک تھی۔

اگرچہ شیخصاحب کی عملی زندگی اُن لوگون پر زیادہ اثر ڈال چکی تھی جو آپکی ماتحتی مین کام کرتے تھے اور فوج کے کثیر التعداد لوگ آپکے فیض و برکت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ مگر اِس وقت فاقہ کی زبردست بیقراری کے سامنے اسکا اثر زیادہ دیر تک نہ رہسکا اُنہون نے تنگ ہوکر قرب و جوار کی مواشی جبراً پکڑ لین اور ذبح کرکے تناول کین لیکن شیخصاحب احتیاط و تورع کے اِسقدر پابند تھے کہ تین روز کے تابڑتوڑ فاقون کی سخت بیقراری کا تحمل کیا اور غصب شدہ چیزون مین سے کوئی چیز تناول کرنی آپکی محتاط اور اتقا پسند طبیعت نے گوارا نہین کی۔

جب فاقہ کشی کی یہان تک نوبت پہنچی کہ بدن مین نام تک کو قوت باقی نہین رہی تو رزاق حقیقی کی فیاضی و رزاقیت نے ایک نہایت عجیب و غریب شگوفہ کھلایا اور خدائے ذوالجلال کی کارسازی ایک انوکھی صورت اور نرالی طرز پر نمایان ہوئی۔ یعنے آپ ایک عجیب اتفاقی طور پر چابک کی باریک نوک سے زمین کریدرہے تھے جیسا کہ متفکر اور محو تامل شخص سے اکثر اوقات ظہور مین آیا کرتا ہے۔ دفعتہً کچھ چیزین

کی ایک پوٹلی آپکے قوت کے موافق زمین سے پیدا ہوئی چونکہ وہ آپکے لیئے شرعاً حلال وجائز تھے لہذا آپنے اُنہین دہو دہلاکر صاف ستھرا کیا اور اُبال کر تناول فرمایا۔

اِسیطرح غریبون بیکسون کے حال پر شفقت کرنے اور خدام و ملازمین کیساتھہ نہایت نرمی اور تلطف سے پیش آنے اور ہر بات مین انصاف پسندی مدنظر رکھنے کی بہت سی روایتین مشہور و معروف ہین جناب فاضل اجل شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہے میرے والد علیہ الرحمۃ خدام و ملازمین سے کہ گھسیارون تک سے جس رحیمانہ برتاؤ اور نرمی و انصاف سے پیش آتے تھے اُسکی مثال کہین نہین پائی جاتی تھی بالخصوص اُس زمانہ کے متقیوں اور خداشناسون مین بہت کم دیکھی جاتی تھی۔

ترقی و نصفت پسندی

یہ ہم پہلے لکھہ آئے ہین کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کی طبیعت کو فطری طور پر فنون سپہگری سے زیادہ تعلق تھا۔ اور آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ اور شجاعانہ تھا۔ اسیوجہ آپ سلطنت مغلیہ کی افواج مین بہرتی ہوگئے تھے۔ لیکن اِس امر مین ہماری واقفیت بالکل محدود ہے اور کسی مستند شہادت کے روسے یہ کہدینا بہت مشکل ہے کہ آپ شاہان مغلیہ مین سے کس تاجدار کے عہد حکومت مین فوج مین بہرتی ہوئے اور کس زمانہ مین فوجی سلسلہ اختیار کیا۔ اگرچہ یہ مضمون اِس قابل تھا کہ اِسے مفصل لکھا جاتا مگر افسوس کہ مورخین کی بے پروائی سے مجمل رہا جاتا ہے ہان شیخ کے مختلف حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت سلاطین تیموریہ کا دسوان تاجدار ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ جیساکہ ذیل کے چند واقعات سے عنقریب ثابت ہوگا۔

آپکے جنگی معاملات و واقعات صاف اِس بات کا پتہ دیتے ہین کہ ابتدا مین جب آپنے فوجی ملازمت اختیار کی ہے تو شاہجہان بادشاہ اُسوقت سلطنت پر حکمران تھا اور جب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسوقت آپ ایک فوجی عہدہ پر ممتاز تھے۔ بہرحال آپکی بے مثل شجاعت اور عدیم المثال بہادری کی حکایتین اِسدرجہ مشہور ہوگئی ہین کہ جہان کہین آپکی دینی خدمات اور علمی فیاضیون کا ذکر ہوتا ہے وہان آپکی شجاعت و بہادری کا بھی ضرور ذکر ہوتا ہے چنانچہ اسمقام پر ہم آپ کی شجاعت کے وہ مختصر واقعات جو ہمین مختلف تحقیقات سے ثابت ہوئے ہین نہایت اختصار کیساتھہ لکھتے ہین اور حقیقت مین جناب شیخصاحب کی تاریخی زندگی کے ابتدائی حالات مین ان واقعات سے زیادہ مہتم بالشان اور

دلچسپ اور کوئی واقعہ بھی نہین ہی۔ ان واقعات کے ذکر کرنیسے ہمین ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ وہ معلوم کرلین کہ آپ اس وصف کے کہان تک اور کس درجہ تک قابل تھے اور اس فرض منصبی کو کس قابلیت سے ادا کرتے تھے۔

دہاموتی کا سفر

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین ہنوز مین چار سالہ تہا کہ میرے پدر بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب سید حسین کی ہمراہی مین جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا شجاع و دلیر شخص تہا اور جسکی بیخوف بہادری کی شہرت اُس زمانہ مین ہر طرف پہیلی ہوئی تھی قصبہ دہاموتی کیطرف متوجہ ہوئے۔ اتفاق وقت سے اس سفر مین مین بھی آپکے ہمرکاب تہا۔ اسوقت قصبہ دہاموتی مین جو مالوہ کے دائرہ مین داخل تہا بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جسمین طرفین کے ہزارون آدمی کام آگئے اس فتنہ کا بانی دہاموتی کا راجہ تہا۔ جو شجاعت و جوانمردی مین مشہور اور استقلال و جرأت مین معروف تہا۔ اصل مین یہ راجہ شاہجہان بادشاہ کا باجگزار تہا لیکن انجام کار اُسنے اس باجگزاری کی ذلیل حالت مین (اور سچ پوچہیے تو عزت اور توقیر کیحالت مین) رہنا پسند نہین کیا اور اپنی فطری شرارت سے بغاوت کے جہنڈے بلند کیے شاہجہان کو اُسکی شرارتونکی متواتر خبرین روزمرہ پہنچ رہی تہین اور سفیر مالوہ کی روزانہ ڈاک سے معلوم ہوتا تہا کہ صوبہ دہاموتی نے ایک عام شورش پہیلا رکھی ہی۔ شاہجہان کی نظرین تمام ارکین دولت اور امرائے سلطنت پر دوڑین۔ لیکن اُسے اسوقت بجز اسکے اور کچھ بن نہ آیا کہ صوبہ دہاموتی کی تمردی وسرکشی اور بغاوت کی بہڑکتی ہوئی آگ دبانیکے لیئے سید حسین کو ایک عظیم الشان فوج کی سرکردگی مین اُس طرف روانہ کیا جسمین میرے والد بزرگوار بھی شریک تھے۔

شکست

ابتدا مین اگرچہ دونون لشکرون مین ایک عظیم الشان خونخوار جنگ ہوئی لیکن پہر اس لڑائی کا خاتمہ بظاہر صلح پر ہوگیا۔ راجہ نے بدستور سابق جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور سید حسین کی مجلس مین حاضر ہوکر معذرت کرنیکو منظور کرلیا۔ صلح کے دوسرے دن تنہا مجلس مین حاضر ہوا چونکہ اسلحہ جنگ سے آراستہ تہا اسلیئے دربانون نے دروازہ پر ٹوکا اور ہتہیارون کے ڈالدینے کا حکم کیا۔ لیکن مغرور راجہ اسپر راضی نہین ہوا اور جب قیل وقال حد سے تجاوز کرگئی تو نخوت پرست راجہ نے مغرورانہ الفاظ مین سید حسین سے کہلا بہیجا کہ جب تم سپاہیانہ قالب رکھتے ہو اور اسکے علاوہ کثیر التعداد فوج بھی تمہارے پاس موجود ہے تو بڑی شرم کی بات ہی کہ ایک تنہا شخص کو جو تمہارے مقابلہ مین مجھسے زیادہ وقعت نہین رکھتا

ہتیارون کیساتھ مجلس مین نہین آنے دیتے۔ سید حسین سے اُسکی یہ مغرورانہ تقریر سُن کر بجز اسکے اور کچھ نہو سکا کہ دربانون کو حکم دیدیا کہ اُسکے ہتیارون سے کوئی تعرض نکیا جائے اور ہتیارون سمیت مجلس مین لایا جائے۔ معزز سید کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور راجہ ہتیار لگائے ہوے بڑی شان وشوکت سے داخل مجلس ہوا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کہتے ہین کہ جس آن بان سے راجہ حاضر مجلس ہوا ہو اُسکا اثر اب تک میرے ذہن مین باقی ہے۔ مُنہ مین پان چباتا جاتا تھا اور بڑے نازوانداز سے نخوت کے نشہ کی لن ترانیون مین آہستہ آہستہ نازان وفرحان قدم اُٹھاتا تھا۔ اُسکے چہرہ کی بشاشت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی شادی کی مجلس مین جاتا ہے حالانکہ موت کے مُنہ مین جاتا تھا۔ الغرض میرے والد نے اُسکی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص اس مجلس مین ضرور کوئی فتنہ برپا کریگا۔ یہ کہتے ہی آپنے شاہانہ لہجہ مین ایک خدمتگار کو بُلایا اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ اس بچے کو کسی اونچے مقام پر کھڑا کردے مبادا جھپٹ مین آکر کسی قسم کا صدمہ پہنچے۔ اہل مجلس کیلئے شیخ کا یہ فرمان ایک معما تھا جسکا حل کرنا بہت مشکل تھا ہر چند کہ اہل دربار نے اس پہیلی کو بوجھنا چاہا۔ لیکن درباری رعب وجلال سے اُس وقت کسیکو یہ جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔

دہاموئی کا راجہ جب دربار کے اُس مقام پر پہنچا جہان سے درباری رعب ہر شخص پر بڑے جاہ و جلال کیساتھ پڑتا تھا اور شاہی داب کی پابندی حاضرین دربار کو طوعاً وکرہاً اداکرنی ضروری ہوتی تھی تو وہان سے بڑی دلیری اور گستاخی کیساتھ آگے بڑھا اور محل سلام سے تجاوز کرگیا۔ دربان نے روکا اور خوف زدہ لہجہ مین کہا کہ شاہانہ سلام کی رسم یہین سے اداکر۔ اور آگے قدم نہ ڈال۔ لیکن اُسنے دربان کی اس گفتگو پر کچھ التفات نہ کیا اور جواب دیا کہ مین جناب سید صاحب کے قدم مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہون تاکہ میرے دامن سے جرائم وتقاصیر کی وہ آلودگیان دُہل جائین جو مجھے ایسے مقدس شخص کی گستاخی کی وجہ سے نصیب ہوئین۔

سید حسین کے ارشاد کے بموجب راجہ کی اس بے ادبی پر بھی اغماض کیا گیا۔ لیکن اب وہ جون جون قریب ہوتا جاتا تھا اُسکے تیور بدلتے جاتے تھے۔ اور چہرے کی بشاشت کی جگہ غیظ وغضب کے آثار نمایان ہوتے جاتے تھے۔ سید حسین کی نشستگاہ تک پہنچتے پہنچتے اُسنے بڑی غضبناکی کیساتھ تلوار پر ہاتھ ڈالا

اور پوری طاقت سے وار کیا خوش قسمتی سے سید حسین پہلے ہی سے ہوشیار تھا تلوار کے علم ہوتے ہی اُسنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور فورًا ایک طرف ہوکر تلوار کی زد سے بچگیا۔ تلوار سرجھکائے ہوئے جب

دربار مین خونریزی

زمین پر پہنچی تو راجہ نے سید حسین کے سر کی جگہ تکیہ کو دوپارہ پایا جھلا کر دوبارہ تلوار اُٹھائی اور سید حسین پر وار کرنے ہی کو تھا کہ میرے والد بزرگوار بسرعت تمام اُس غدار کے سر پر جا پہنچے اور خنجر کی ایک ہی ضرب مین ملعون کا کام تمام کر ڈالا۔ سید حسین نے اِس خوفناک منظر مین جب اُس متمرد کی ناپاک نعش بےحس و حرکت دیکھی تو ایک بیساختہ جوش کیساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ والد بزرگوار کی بیحد بڑی شجاعت کی بیحد تعریف کی اور بڑی تپاک سے معانقہ کیا۔

مالوہ کے ایک اور صوبہ پر فوجکشی

جب سید حسین اس مہم سے فارغ ہوا تو اب اُس نے اپنی عنان توجہ ملک مالوہ کے ایک اور صوبہ کیطرف پھیری۔ تاریخی حیثیت سے اگرچہ اس بات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہی کہ اِس صوبہ کا کیا نام تھا جسکی طرف دہاموں کی فتح کے بعد سید حسین نے رخ کیا۔ لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ صوبہ دہاموں کے اطراف مین یہانسے قریبًا بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا کیونکہ سید حسین کی جو تاریخ دہاموں سے کوچ کرنے کی ہے وہی تاریخ اُس صوبہ مین داخل ہونے کی دریافت ہوتی ہی الغرض جب سید حسین کا جرار لشکر ملک مالوہ کے صوبہ مین پہنچا تو وہان کا حکمران مقابلہ کے لئے تیار ہُوا دونون لشکر باقاعدہ صف آرا ہوئے اور فوجی دریا بڑے زور شور سے لہرین لینے لگا دونون

میدان جنگ

لشکر اِس انتظار مین صورت تصویر بنے کھڑے تھے کہ کب حکم ہو اور ہم اپنی جگہ سے جنبش کرین دفعتًہ مخالف کی فوج مین سے ایک شخص صفین چیرتا ہُوا باہر آیا۔ اور عجب شان و شوکت سے آیا ایک ہیبل پیکر گھوڑے پر سوار تھا زرہ بکتر سے تمام جسم چھپا ہوا تھا کمر مین دونون طرف تلوارین لٹک رہی تھین۔ دائین ہاتھ مین چمکدار نیزہ اور بائین مین لمبا برچھا تھا چہرہ سے شجاعت و بہادری کے آثار نمایان تھے۔ قیافہ شناس نظرین فورًا تاڑ گئین کہ یہی اِس صوبہ کا حکمران معلوم ہوتا ہی چنانچہ اُنہین بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ وہ دونون لشکرون کے بیچ مین آکھڑا ہوا اور بآواز بلند بولا کہ اِس صوبہ کا حکمران مین ہی ہون اور یہ لوہے مین ڈوبا ہوا وفادار لشکر مجھی پر جان چھڑکنے کیلئے

سید حسین اور راجہ کا مبارزہ

مستعد کھڑا ہی لیکن مین تا بہ امکان خونریزی کو پسند نہین کرتا۔ اور اسی لئے اپنی قسمت کے آخری فیصلہ کیواسطے تنہا میدان مین کھڑا نظر آتا ہون۔ اِس صورت مین تم لوگ سمجھ گئے ہونگے کہ مین

کس ارادے سے یہان آیا ہون اور میری حالت تمہین صاف بتا رہی ہوگی کہ مین کیا چاہتا ہون اگر تم لوگ مجھے قتل کرنا چاہو تو کر سکتے ہو لیکن شجاعت کا یہ مقتضا نہین ہو کہ چند آدمی ملکر تنہا شخص کو قتل کر ڈالین۔ شجاعت کی شرط یہ ہو کہ سید حسین تنہا معرکہ مین آکر مجھسے مقابلہ کرے اور پھر تلوار جسکے حق مین جو فیصلہ دیدے وہ اُسپر بدل راضی ہو جائے۔ اِسصورت مین لشکر کی خونریزی نہوگی اور ہزارہا جانین خونی دریا مین غرق ہونیسے بچ جائین گی۔ رئیس کفار کی اس غیرت انگیز تقریر سے سید حسین کی ہاشمی رگ حرکت مین آئی۔ اور ابراہیمی مصفا خون فوارے کی طرح جوش مارنے لگا۔ فوراً بدن پر ہتیار لگائے۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ کیلئے اُٹھا۔ دونون طرفسے نیزون کے تابڑتوڑ وار ہونے لگے اور اسمین جب کسیکو کامیابی نہ ہوئی تو دونون نے تلوارون پر ہاتھ ڈالا۔ سید حسین کے حریف نے کچھ ایسی چابکدستی کی کہ یکبارگی تلوار کی چمک بجلی کیطرح کوندی۔ اور چشم زدن سے پہلے سید حسین کے سر پر پہنچی۔ سید حسین نے اگرچہ بڑے استقلال و تحمل سے تلوار کو سپر پر لیا لیکن پھر بھی تلوار ایسی کاری لگی تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی دستہ تک پہنچگئی۔ اور دوسرے دستہ مین جا اٹکی حریف نے جب تلوار کو نہایت سختی اور زور سے کھینچا تو سید حسین اُس جھٹکے سے گھوڑی کی کمر سے نیچے جا رہا حریف یہ موقع غنیمت پاکر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سید حسین کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر نکال کر سید کے بھونکنا ہی چاہتا تہا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب جھٹ اُسکے سر پر جا پہنچے اور تلوار کی ایک ہی ضربسے اُسکی زندگی کی رسّی کو کاٹ ڈالا۔

سید حسین اور جناب شیخصاحب اپنے لشکر مین واپس آئے اور جان نثار فوج نے وفادارانہ جوش کیساتھ نعرۂ فتح بلند کیا۔ حکمران صوبہ کے یون دفعتّہ مارے جانے اور سید حسین کی اس نمایان فتح حاصل کرنے نے حریف کے تمام لشکر مین زلزلہ ڈالدیا اور ہر طرف ایک تہلکہ سا پڑگیا جب جانبین کے فوجی سمندرون کی طوفان خیز موجون مین سکون پیدا ہوا تو مخالف کے لشکر مین سے ایک اور سوار میدان کی طرف بڑھا جو اول سوار سے پوری مشابہت رکھتا تہا۔ اُسنے بھی سوار اوّل کے مطابق باواز بلند کہا کہ مین مقتول کا برادر حقیقی ہون اور تنہا اسلیئے تمہارے سامنے کھڑا ہون کہ تم مین سے جس کا جی چاہے مجھے قتل کر ڈالے۔ لیکن مین اپنی قسمت کا فیصلا اُس شخص کے ہاتھ مین دینے سے خوش ہون جو میرے بہائی کا قاتل ہے۔ اُسکی اس تقریر کے سلسلہ کا ابھی خاتمہ بھی نہوا تہا کہ جناب شیخ

ایک اور قتل

وجیہ الدین صاحب اپنے مبارز کیطرف پرشوق نظرین اُٹھائے ہوئے آگے بڑھے اور چند مختلف اور متواتر ضربون کے بعد اُس لعین کا کام تمام کر ڈالا۔

شیخصاحب کی یہ جرأت اور بیجگری دیکھکر تمام لشکر کفار پر ایک سکوت خیز سناٹا چھا گیا
اظہار جرأت اور آپ کی عظمت اور جلال دیکھکر ہر شخص محو حیرت ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کسی شخص کو لشکر سے نکلنے کی جرأت نہ پڑی لیکن انجام کار ایک تیسرا سوار جو اول کے دونون سوارون سے زیادہ تنومند اور جسیم تھا اور جسکی شجاعانہ کوششون کی دھاک اُس زمانہ کے تمام فوجی افسرون پر نہایت دہشتناکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤن تک لوہے مین ڈوبا ہوا باہر نکلا اور پہلے سوارون کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا۔ شیخصاحب نے گھوڑے کو ایڑی دی اور مقابل ہوتے ہی لگاتار وار کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ ان دونون مبارزون مین زیادہ عرصہ تک حریفانہ کوششین استعمال مین لائی گئین لیکن ہنوز کوئی کسی پر غالب نہ آیا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو سینہ بسینہ اور کلہ بکلہ جواب دیتا رہا انجام کار رئیس کفار نے شیخصاحب کی دونون کلائیان پکڑ کر چاہا کہ زمین پر گرا دے یا اپنے گھوڑے پر کھینچ لے۔ شیخصاحب نے حتی الامکان مدافعت و مزاحمت کی اور ساتھ ہی یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے اِس سے نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ حقیقت مین شیخصاحب کے لیئے یہ ایک مشکل اور نہایت سخت و خطرناک موقع تھا۔ آخر کار اپنے مقصد پر کامیاب ہونیکے لیئے شیخصاحب نے یہ تدبیر نکالی کہ آپنے بطریق خداع فرمایا خبردار اِس بہادر سورما کو پسِ پشت سے قتل نہ کر۔ شیخ کے یہ پُر اثر الفاظ کان مین پڑتے ہی اُسنے پشت کیجانب مُنہ پھیرا اور اِسطرف مُنہ پھیرتے ہی اُسکے قوی بازوون مین ضعف سا پیدا ہو گیا
ایک اور قتل بازوؤن کا ڈھیلا پڑنا تھا کہ شیخصاحب نے اپنی پوری قوت کیساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ ہاتھ چھوٹ گئے۔ رئیس کفار نے پھر جو اِسطرف رُخ کیا تو شیخ کا زہر مین بُجھا ہوا خنجر پشت مین اُترا ہوا پایا۔

اِسکے مارے جانے سے لشکر کفار مین ایک اور بھی کھلبلی مچگئی اور اب سب نے ہتیلی پر جان رکھکر یکبارگی جنبش کی۔ سر اور سینہ توڑ تیرون کے مینہ برسانے اور آتش فشان آلات سے درگزر کرنیکے بعد سینہ بسینہ جنگ ہونے لگی اور دوپہر تک ایسی زبردست خونریزی ہوئی کہ طرفین کے لشکرون کو مزہ آ گیا۔ سید حسین نے جسقدر مذہبی لڑائیان راجپوتون سے لڑین۔ اگرچہ تقریبًا سب مین شیخ وجیہ الدین نے اُنسے زیادہ حصہ لیا۔ لیکن اِس لڑائی کا خاتمہ اور توڑ گویا آپ ہی کے ہاتھ پر ہوا اور یہ فتح مالوہ کے تمام

اضلاع و اطراف آپ ہی کیوجہ سے فتح ہوئے۔

غرضکہ اس انقطاعی جنگ پر طرفین کی آنکھین لگ رہی تھین اور اسموقع کو دونون لشکرون نے اپنی فتح و شکست کا مدار علیہ سمجھ لیا تھا۔ سید حسین کا لشکر معرکہ جنگ مین جس بیجگری اور بیدہڑک دلیری سے لڑ رہا تھا اور اپنی بے محابا جرأتون اور بے نظیر شجاعتون کے جوہر دکھا رہا تھا اگرچہ نہایت پُر فخر اور قابل قدر تھے۔ لیکن جس خوبصورتی اور بہادری سے راجپوت اِن کے متواتر اور لگاتار حملون کو روک رہے تھے اور دوش بدوش جواب دے رہے تھے ایک انصاف پسند مؤرخ کے نزدیک ضرور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہین یہی وجہ تھی کہ سید حسین کے لشکر کی بیخوف جرأت اور نڈر دلیری وہ نتیجہ پیدا نکر سکی جو اسموقع پر ظاہر ہونا چاہیئے

فیاض ازل نے روز اول ہی سے اس عظیم الشان معرکہ کی فتح جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کے نام زد کردی تھی اور پہلے ہی سے آپ کی قسمت مین اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصّہ لکھا گیا تھا پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ دوسرا شخص اس جلیل القدر تمغۂ ازلی کو حاصل کر لیتا۔ پہلے دن کی لڑائی مین شیخ صاحب کے چند زخم ایسے کاری آئے تھے جنھون نے آپکو سخت ضعیف اور نڈھال کر دیا تھا اور اسوجہ سے آپ اس سخت اور گھمسان کی لڑائی اور عظیم الشان خونریزی مین شریک نہین ہوسکے تھے وہ روز تک برابر کشت و خون ہوتا رہا اور میدان جنگ خونی سمندر ہو کر عجیب خونخواری سے لہرین لیتا رہا۔

گو سید حسین کو شیخصاحب سے پہلے ہی کمال عقیدت تھی۔ لیکن اب اِن حیرت انگیز واقعات اور شجاعانہ کوششون کے آپ سے ظہور مین آنے کی بعد اُسکے اعتقاد مین اور بھی پختگی اور تعجب انگیز ترقی ہوگئی تھی۔ اگرچہ اسوقت اُس کے روزانہ اوقات جنگی معاملات مین صرف ہوتے تھے۔ لیکن پھر بھی جنگ کے انتظام سے جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ شیخ کی خدمت اور آپکی تیمارداری مین صرف ہوتا تھا خدا خدا کرکے تین دن کے بعد آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور بدن کے زخم بھی کچھ کچھ بھر آئے۔ آپنے اسی حال مین فوج کی کمان اپنے ہاتھ مین لی۔ اور موجودہ معاملات جنگ کے فراز و نشیب اور اُتار چڑھاؤ پر سرسری نظر ڈالکر سید حسین کو مشورہ دیا کہ ہماری فوج کی تعداد اگرچہ حریف کے مقابلہ مین بہت کم ہے لیکن پھر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ سب کو درست کرکے ایکبارگی حملہ کر دینا چاہیئے۔ فتح ہمارے ساتھ ہے خدا نے چاہا تو پہلے ہی حملہ مین غنیم کی فوج پسپا ہو جائیگی۔ سید نے آپ کی اس دلسوزی اور حکمت آمیز

عظیم الشان جنگ

تقریر کی بہت تعریف کی اور آپ کے مشورہ کے مطابق عمل کر دیا۔ میدان مین تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات کے دھوئین سے سارا جنگل تیرہ و تاریک ہوگیا۔ شیخ وجیہ الدین کی حسن تدبیر اور زور بازو نے اول ہی حملہ مین صوبہ دار سومونی کی فوجی طاقت کو نہایت کمزور کر دیا اور چند فوجی افسرون کے قتل کیساتھ دیا سومونی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب اسلامیون کیواسطے میدان صاف ہوگیا اور وہ بڑی جسارت کیساتھ باقی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے شہر مین گھس گئے۔ راجپوت شکست کھا کر بھاگ گئے اور فتحمندی کا عظیم الشان جھنڈا شیخ وجیہ الدین کے ہاتھ رہا۔ خاص شہر مین تھوڑی دیر تک ایک عام خونریزی رہی اور اسکے بعد لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اکثر ہلاک ہوئے۔ اور بقیۃ السیف گرفتار کر لیے گئے۔ میدان سید حسین کے ہاتھ رہا۔ اور بیشمار غنیمتین لوٹ مین آئین۔

عام شکست

شیخ وجیہ الدین کے فضل و کمال روشن دماغی صائب رائے تدبیر و شجاعت شوکت و ہیبت کی جہان تک سچی تعریف کیجائے اور وزنی الفاظ مین کیجائے بہت کم ہے۔ کیونکہ اس معزز و مشہور خاندان مین ایسے لوگ بہت کم گزرے ہین جنہین وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہون جو تنہا آپ مین دیکھے جاتے تھے یہی اوصاف تھے جنہون نے سید حسین جیسے امیر کبیر اور شجاع شخص کو شیخصاحب کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اور آپ کا اعزاز پورے طور پر اسکے دلمین قائم کر دیا تھا۔ بلکہ آگے چلکر خود تاج و تخت کے وارث شہنشاہ عالمگیر کے دلمین آپ کی عظمت و وقار کے نقوش کندہ کر دیئے تھے۔ سید حسین جیسے دانشمند اور عقل کے پتلے کو چونکہ آپ کی ذہانت عداوت قابلیت تجربہ پر کافی اعتماد ہوگیا تھا اسلیئے اب سے کوئی ملکی و جنگی معاملہ ایسا نہین ہوا جس مین آپ کے نتیجہ خیز مشورے کے مطابق عمل درآمد نہین کیا گیا بلکہ وہ ہر معاملہ مین آپکو اپنا ہمراز بناتا اور جو کچھ آپ مشورہ دیتے اُسیکے مطابق عمل مین لاتا۔

عظمت و وقار

یہ بالکل صحیح ہے کہ تمام امرا کو اپنے قابل اور ممتاز کارکنون سے ایک خاص قسم کا ارتباط و اتحاد ہوتا ہے۔ لیکن سید حسین اور شیخصاحب کا دلی تعلق خاصکر اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ ان مین بالکل ویسے ہی باہمی تعلقات پائے جاتے تھے جیسے فطرتًا بھائی بھائی مین پائے جاتے ہین قریبًا تمام معاشرتی امور اور تمدنی احوال مین سید کا تعلق شیخصاحب سے بالکل برادرانہ اور عزیزانہ تعلق تھا اور سب سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہے کہ ان دونون کے باہمی تعلقات نمایشی اور بناوٹی نہ تھے بلکہ عملی طور پر اُن کا ظہور ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسکا اثر یہان تک پہنچا کہ جو شخص محترم اور واجب التعظیم

اتحاد و محبت

شیخ کی مخالفت کرتا تھا بزرگ سید کو اُس سے ذاتی اختلاف ہوتا تھا۔

قصہ مختصر جب فتحمند لشکر نے بہزار کامیابی اپنے قیامگاہ کیطرف مراجعت کی تو شیر دل سپاہی نے اس فتح کی خوشی مین ایک شاہانہ جلسہ کیا اور کمال حوصلہ مندی اور عالی ہمتی سے لشکریون کی گودیان مال و زر سے بھر دین چند روز تک لشکر کا اس مقام پر قیام رہا۔ اور نہایت فارغ البالی سے عیش و کامرانی مین مصروف رہا۔ اسی اثنا مین ایک نہایت عجیب اور حیرتناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ اس فتح کے تین دن بعد ایک مسن اور ضعیف عورت شیخصاحب کو دریافت کرتی اور تلاش کرتی ہوئی آپکے خیمہ مین آئی اور ٹوٹی ہوئی آواز مین گویا ہوئی کہ برخوردار من! مین اُن تینون شخصون کی والدہ ہون جنکے سر تیری تیغ بیدریغ سے قلم کیئے گئے ہین۔ مین جانتی تھی کہ دنیا بھر مین کوئی شخص میرے فرزندون سے زیادہ شجاع اور قوی تر نہوگا۔ لیکن حقیقت مین مجھے دھوکا ہُوا جو آج نہ صرف میری نظرون مین بلکہ ہزارہا انسانون کی نگاہون مین طشت ازبام ہوگیا۔ تجھپر خدا کی رحمت ہو اور آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا تجھے نظر بد کے زہریلے اثر سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ بیشک تو اُن سب سے قوت و شجاعت مین بہتر و برتر ثابت ہُوا۔ مین نمایشی اور بناوٹی طور پر نہین بلکہ حقیقی طور پر اُنکی جگہ تجھے اپنا فرزند خیال کرتی ہون۔ میری آرزو ہے کہ تو مجھے اپنی مان کے قائم مقام تصور کر۔ اور میری کلبۂ احزان اور تاریک گھر کو اپنے نور قدوم سے منور کرکے چند روز اطمینان اور آسایش کیساتھ جلوہ آرا ہو تاکہ مین تجھے سیر ہوکر دیکھون اور تیرے جاہ و جلال سے بھرے ہوئے چہرہ سے میری آنکھون کو خنکی اور دلکو تسلی اور اطمینان نصیب ہو۔

عجیب واقعہ

چونکہ بڑھیا کی تقریر دلسوزی اور شفقت و مہربانی سے بھری ہوئی تھی۔ اسلیئے محترم شیخ پر اُسکا بہت بڑا اثر پڑا۔ خادم سے فرمایا کہ گھوڑا کس۔ اور آپ فوجی لباس سے آراستہ ہوکر بڑھیا کیساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئے۔ عزیز و اقارب کی ایک جماعت نے جن مین آپکے بھائی بند بھی تھے آپکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ اور عرض کیا تعجب کی بات ہے کہ آپ جیسا تیزہوش اور عقلمند ایک ایسی حرکت پر پیشقدمی کرے جسکا نتیجہ نہایت ضرررسان اور مضرت دہ ہو ایک عورت ذات کی چند نمایشی باتون اور بناوٹی لفظون پر جنکی بنا صرف دھوکے اور غرور پر ہو بھروسہ کے قابل سمجھنا بیشک بعید از قیاس اور دور از عقل ہے۔ بالخصوص وہ عورت جس کے تین اولوالعزم اور بہادر فرزند آپ کی تیغ بیدریغ سے قتل کیئے گئے ہون آپکا وہان جانا اور اس عورت کا مہمان ہونا۔ ہماری سمجھ مین بالکل نہین آتا۔ ہرچند کہ ان لوگون نے آپکو اس ارادہ

دلسوزی و مہربانی

سے باز رکھنے مین بہت کوشش کی لیکن آپنے اُن کی تقریر کیطرف ذرا بھی التفات نہین کیا اور اُن کا منع کرنا کسی گنتی مین نہ لائے۔

جب مانعین کی اس جماعت نے دیکھا کہ آنے والی بڑھیا کی شیرین کلامی اور پر اثر الفاظ کا جادو واجب الاحترام شیخ پر اپنا پورا اثر ڈال چکا ہے اور ہماری تمام کوششون پر ناکامی کا پانی پھیر دیا گیا ہے تو آندھی مینہ کیطرح جھپٹتے ہوئے سید حسین کیخدمت مین حاضر ہوئے۔ اور بڑھیا کی التماس اور اُسکے قبول کرنے مین شیخ کی مستعدی بیان کی۔ بزرگ سید اس دہشتناک خبر سے سخت متذبذب ہوئے اور ایک جاہلانہ حرکت کیساتھ شیخ کیخدمت مین پہنچکر گہری گہری قسمین دلائین اور بڑھیا کی التماس قبول کرنے سے باز رکھا۔

اِسوقت آپسے بجز اسکے اور کچھہ نہو سکا کہ بڑھیا کو بلاکر نہایت تسلی آمیز لہجہ مین فرمایا کہ مادرمن! یہ لوگ مجھے تیرے ساتھہ چلنے کی اجازت نہین دیتے مجھے افسوس ہے کہ مین بالفعل تیری اس التماس کے قبول کرنیسے قاصر ہون۔ لیکن تجھے مطمئن رہنا چاہیے کہ مین چند روز کے بعد تیری بستی مین ضرور آؤن گا اور تیرے حسب منشا کچھہ عرصہ تک وہان رہون گا۔ مین تجھہ سے مضبوط وعدہ کرتا ہون اور تو یقینی طور پر سمجھہ لے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے وعدون کو پورا کرتے ہین اور اُنکے نزدیک عہد شکنی۔ بدعہدی ایک ایسا سنگین جرم اور سخت گناہ ہے جو معافی کی قابلیت نہین رکھتا۔ وعدہ

چند روز کے بعد جبکہ تمام لوگون کے دلونسے یہ واقعہ نسیًا منسیًا ہوگیا تو شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے متعلقین کو غافل پاکر سوار ہوئے اور اُس بڑھیا کے مکان پر تشریف لیگئے۔ بڑھیا درحقیقت ویسی ہی محبت و تعظیم اور اخلاص و دلسوزی سے پیش آئی جیسے حقیقی اور سگی ماں اپنے قابل اور فخر خاندان فرزند سے پیش آتی ہے۔ سب سے اول بڑے جوش مسرت کیساتھ استقبال کیا۔ پھر نہایت عظمت و وقار کیساتھ ایک قیمتی فرش پر بٹھایا۔ بڑھیا کی اسوقت کی بشاشت اور خوشی کا کوئی کافی اندازہ نہین ہو سکتا تھا بار بار یہی چاہتی تھی کہ شیخ پر قربان ہو جائے۔ اور اپنی جان اُسکے قدمون مین نثار کردے۔ کچھ دیر تک اسی قسم کی صحبت رہی۔ ازان بعد بڑھیا نے اپنے معزز مہمان کی کھانے کی تواضع کی اور امیرانہ طرز پر دعوت کا سامان مہیا کیا۔ کھانیسے فارغ ہونیکے بعد محترم شیخ اور بڑھیا کے مابین ادھر اُدھر کی باتین ہوتی رہین اور دیر تک راز و نیاز کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ الغرض تین روز اسیطرح گزرے چوتھے روز شیخ صاحب اُس سے اجازت ایفائے وعدہ

حاصل کرکے اپنے لشکر مین واپس چلے آئے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مین بارہا اُس بڑھیا کے مکان مین گیا ہون جب کبھی مین اُدھر جا نکلتا تو وہ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتی اور میری تسلی و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی مین اُسے دادی کہا کرتا تھا اور وہ اِس سے بہت خوش ہوا کرتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مین نے بچپن مین اپنی دادی کو نہین دیکھا تھا اسلیئے مجھے معلوم نہ تھا کہ اِس بڑھیا کے علاوہ میری کوئی اور دادی ہی

واقعات مذکورہ بالا سے جو دلچسپی کے بہت سے سامان اپنے ساتھ رکھتے ہین معزز شیخ کے شجاعانہ کارنامون اور بہادرانہ نام آوریون کے ثبوت کے علاوہ آپ کی وہ خاص خاص خوبیان بھی ظاہر ہوتی ہین جو نہایت وقعت و قدر کی نگاہون سے دیکھے جانیکے قابل ہین اور نہایت مفید اور نتیجہ بخش اثر رکھتی ہین منجملہ اُنکے ایک یہ کہ شیخصاحب جیسے صادق القول اور محتاط تھے ویسے ہی بات کے پکے اور عہد کے پورے تھے۔ کبھی ایسا نہین ہُوا کہ کسی سے آپنے کچھ وعدہ کیا ہو اور پھر اُسے پورا نہ کیا ہو۔

تذکرون مین جسقدر حالات جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بیدھڑک شجاعت اور نڈر جرأت کی لکھے گئے ہین اُنہین سے بعض واقعات ہم نقل کر چکے ہین جنسے کافی طور پر اندازہ ہو سکتا ہے کہ واجب الاحترام شیخ مین فی ذاتہ کسقدر شجاعت و جرأت کا مادہ تھا۔ لیکن اب ہم ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے پرشوکت زمانہ مین آتے ہین اور شیخصاحب کے چند وہ واقعات مختصرًا ذکر کرتے ہین جنپر عالمگیری تذکرون کے ساتھ ساتھ تاریخی چمک ابتک برابر پڑ رہی ہے۔

جب ہندوستان کے اقبال کا ستارہ آسمانی سطح کے مشرقی افق مین شہاب ثاقب بنکر چمکا تو عالمگیر جیسا پُر رعب۔ سنجیدہ۔ اولوالعزم۔ عاقل۔ مدبر بادشاہ تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔ عالمگیر جیسا پابند مذہب اور علم دوست تھا ویسا ہی شجاعت و بہادری پر جان دیتا تھا۔ اُسکے پرشوکت دربار مین جس حیثیت سے علما فضلا کی تکریم و تعظیم کیجاتی تھی۔ اُسی لحاظ سے شجاع اور بہادرون کا اعزاز کیا جاتا تھا غرضکہ دونون فریق اِس عہد حکومت مین امتیازیہ نظرون سے دیکھے جاتے تھے چونکہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی تاریخی زندگی مین یہ بات نہایت ہی عجیب و غریب تھی کہ آپ تیغ و قلم دونون کے مالک تھے داہنے ہاتھ مین تلوار کا قبضہ تھا اور دوسرے مین قلم کا نیزہ۔ جسطرح آپ کی تیغ دودم کی جیتی جاگتی یادگارین اسوقت تک زمین پر قائم و دائم ہین اُسیطرح آپکے قلمی فتوحات کے ذخیرہ ہمیشہ ہماری پیش نظر

ہین، اسلیئے عالمگیری دربار مین آپ کا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس نہایت ہی وقعت کی نگاہون سے دیکھا جاتا تھا

عالمگیر کی تخت نشینی

شاہ شجاع کا خروج

سنہ ۱۰۶۸ھ مین محمد اورنگ زیب عالمگیر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا اور اوائل سنہ ۱۰۶۹ھ مین اُسکے برادر شاہ شجاع نے بنگالہ کیطرف خروج کیا۔ عالمگیر ایک عظیم الشان اور جرار فوج ساتھ لیکر شاہ شجاع کی تنبیہ کیلئے روانہ ہوا اور عالمگیری شاندار جھنڈے ایشیائی دنیا کے مشرقی حصون کیطرف فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے موضع کھجوہ مین دونون خونخوار اور عظیم الشان لشکرون کا اندھا دھند مقابلہ اور مقابلہ کے بعد سخت خونریزی واقع ہوئی۔ اس جنگ مین جناب شیخ وجیہ الدین صاحب بھی شریک کر لیئے گئے تھے اور عین معرکہ مین داد شجاعت دیتے تھے۔

اور عالمگیر

میدان جنگ

اس معرکہ آرائی مین شیخصاحب ہی نے لڑائی کا بہت بڑا حصہ لیا۔ فوج کا ایک مختصر مگر خونخوار دستہ بہادر اور دل چلے شیخ کے زیر کمان بڑے جوش کیساتھ آگے بڑھا چلا جاتا تھا اور تیرون کا برابر مینہ برس رہا تھا۔ ایک موقع پر پہنچکر شیخصاحب نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی اور ساتھ ہی آپ کی وفادار اور جان نثار فوج بھی رُک گئی۔ آپنے چند منٹ تک غور کیا کہ مجھے کس پہلو پر حملہ آور ہونا زیادہ مفید پڑیگا فوراً آپ کی سمجھ مین ایک رُخ آگیا۔ اور اُسیطرف گھوڑے کی باگ اُٹھا دی۔ حریف کے لشکر نے اپنی توپون کے رُخ ادہر کر دیئے اور ایک دم گولون کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ لیکن خدا کی شان ان کا فیصدی ایک گولا بھی نشان پر نہ لگ سکا۔ چنانچہ اب دونون لشکرون نے توپون کے فیر سے درگزر کرکے تلوارون کے قبضے پکڑ لیئے۔ اور سینہ بسینہ جنگ شروع ہوگئی۔ کچھ دیر تک اندھا دھند مقابلہ رہا۔ اور سخت خونریزی کے بعد حریف کا لشکر نہایت بزدلی اور سراسیمگی سے پیچھے ہٹا۔ شیخصاحب نے بڑی بے جگری اور بہادری سے یہ مورچہ فتح کیا اور یہان کا ضروری انتظام کرکے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ حریف پر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔

لشکر کی ہزیمت

مخالف فوج نے شیخ کے اس زبردست اور خونخوار حملہ کو بڑے زور سے روکا اور دو گھنٹے یا اس سے کچھ کم و بیش اُنھون نے بڑی خونخواری سے جنگ کی۔ لیکن بعد ازان یک بیک اُن کے پاؤن اُکھڑ گئے اور یہ مورچہ بھی شیخ کے قبضہ مین نہایت آسانی کیساتھ آگیا۔ شاہ شجاع کے تمام لشکر مین ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور شیخ کے متواتر حملون اور تابڑ توڑ وارون نے انھین بالکل بزدل بنا دیا۔ چنانچہ جب اُنپر حملہ سے

زیادہ خوف طاری ہوا تو سراسیمہ ہو کر بھاگنا شروع کیا۔

شاہ شجاع اگرچہ فنون جنگ سے خوب واقف تھا اور بے نظیر شجاعت و بہادری میں غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ لیکن عالمگیر کے مقابلہ میں اپنا ضعف بخوبی سمجھتا تھا۔ گو اسکا لشکر تعداد میں کم نہ تھا۔ لیکن شایستگی اور خونخواری میں عالمگیر کے لشکر کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی خونخوار اور شایستہ فوج سے میدان لینا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ قواعد دان فوج کی کمی افسرون کی بے اعتباری۔ عام لشکر کی طبع برخاستگی۔ اور سب سے بڑھکر سامان حرب کی طرف سے ناکافی اطمینان۔ یہ تمام باتین اس قسم کی تھین جو ہر وقت شاہ شجاع کو متوحش اور بزدل بنا رہی تھین شاہ شجاع نے جنگ کا یہ رنگ دیکھکر پہلے ہی سے نتیجہ نکال لیا تھا کہ اسموقع پر کامیابی کی امید کرنا سراسر فضول ہو اسلیئے اُس نے میدان جنگ کو چھوڑکر آخری تدبیر یہ سوچی کہ چند مست ہاتھی عالمگیر کے لشکر کیطرف چھوڑے جائین اور ہر ہاتھی کے پیچھے زرہ پوشون کی ایک کافی تعداد روانہ کی جائے جب مست ہاتھی مخالف کی فوج پر حملہ کر کے متفرق و پریشان کر دین تو زرہ پوشون کا لشکر آفت ناگہانی کیطرح اُن پر ٹوٹ پڑے اور عام قتل کر کے دشمن کو پسپا کر دے۔ مست ہاتھیون کا حملہ

دوسرے دن جبکہ طرفین کے لشکر صف آرا ہوئے اور عالمگیر کے فوجی افسرون نے اپنے اپنے دستون کا باقاعدہ پرا جمایا تو شاہ شجاع کے لشکر کیطرف سے دو تین کوہ پیکر مست ہاتھی چنگھارتے ہوئے بڑے جوش و خروش کیساتھ نکلے اور اُنکے عقب مین کثیر التعداد فوج لوہے مین ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ خونی ہاتھیون نے چارون طرف بیجا با حملے کرنے شروع کر دیئے اور زرہ پوش جماعت بڑی دہشتناکی کیساتھ توپ کی باڑین مارنے لگی۔ جب یہ صورت ظہور مین آئی۔ تو عالمگیر کے لشکر مین ایک ہلکم سی پڑگئی۔ بڑے بڑے بہادرون کے پیر اُکھڑ گئے اور ہر شخص ایک سمت بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا۔ عالمگیر کے ہاتھی کے گرد بجز ان خاص خاص وفادارون اور جان نثارون کے اور کوئی باقی نہین رہا۔ جو خطرناک اور سخت نازک موقع پر اُسکا ساتھ دیتے چلے آئے تھے اور جنہون نے اُسکی ترقی و بہبودی مین ہمیشہ جانین لڑادی تھین۔

شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے مورچہ پر بے خوف و ہراس کھڑے ہوئے اسی خونی منظر اور قیامت زا حادثہ کو پُر شوق نظرون سے دیکھ رہے تھے۔ فوج کی پریشانی اور بزدلی دیکھکر آپکی رگِ غیرت حرکت مین

شیخ کی سورمانہ پر جوش نصیحت

آئی - اور بہادرانہ جوش تمام رگون مین خون کی طرح دوڑ گیا - آپنے مورچہ چھوڑ کر سب سے اول اُس مست ہاتھی پر حملہ کرنا چاہا جو اُس طرف رُخ کیئے ہوئے بڑھا چلا آرہا تھا - جو فوج کا دستا اسوقت آپکی زیر کمان تھا - ہاتھی کا مقابلہ کرتے ہوئے جھجکا اور میدان سے واپس چلا جانا غنیمت سمجھا - بہادر شیخ نے آگے بڑھکر سب کو روکا اور خوف زدہ آواز مین غل مچا کر کہا - "بہادرو! یہی تو لڑائی کا موقع ہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کا یہی تو وقت ہی - اسوقع پر جان دینا اور شجاعون کے کارنامون مین اپنی زندہ یادگار قائم رکہنا جان بچانے اور ہمیشہ بزدلی اور نامردی کیساتھ یاد کیئے جانیسے بہت بہتر ہے - شجاعت ہمیشہ ناموروں کی سب سے زیادہ جس چیزنے تاریخ مین بقائے دوام کیساتھہ عزت افزائی کی ہی اور بہادرون کو جس بات نے تاریخی کارنامون مین ممتازیت و انتخاب کا پُرفخر اعزاز بخشا ہے یہی جان نثاری اور وفاداری ہے - ہمین ذرا شک نہین کہ ایسے جان جوکہون اور خطرناک مواقع مین ثابت قدمی و استقامت سے کافی حصہ لینا بعض اولوالعزم اور جان بازون کو بھی نصیب نہین ہُوا ہے - لیکن خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ انسانی تدبیر تقدیر الٰہی کو کبھی شکست نہین دیسکتی - فتح ہمارے ساتھہ ہی اور بغیر مقابلہ واپس چلے جانے مین بدنامی کے علاوہ سراسر حرمان نصیبی اور بدقسمتی آگے کہڑی ہے - لیکن پھربھی مین تمہین بخوشی اجازت دیتا ہون کہ جسکا جی چاہے مجھہ سے علیحدگی اختیار کرے اور جسے منظور ہو میرا ساتھ دے"۔

ہرچند کہ آپ کا یہ شیرین اور موثر وعظ دلسوزی اور حکمت آمیز مقولون سے پُر تھا اور سامعین کے دلون پر بہت اچھا اثر ڈالنے کا کافی سامان رکہتا تھا - لیکن تجربہ سے دیکھا جاتا ہی کہ جو طبیعتین حقیقت مین قابل اور متاثر ہوتی ہین اُن مین ادنے بات سے تحریک اور تحریک کیساتھہ تکمیل کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے - بخلاف اِن کے جو طبیعتین ناقابل اور پژمردہ ہوتی ہین اُنپر کسی مؤثر وعظ کا اثر پڑتا ہے نہ دلسوزی کا اظہار کام آتا ہے - اور چونکہ سنگلاخ چٹانون پر بغیر ہل چلائے بیج ڈالنا اور پھر اُسکے بارآور ہونیکی امید کرنا خلاف قانونِ قدرت بات ہی - اسلیئے جناب شیخ صاحب اپنے اس ارادہ پر کامیاب نہین ہوسکے

چنانچہ آپکے اکثر رفیق اس خطرناک معرکہ مین آپسے جدا ہوگئے - اور صرف چار شخصونے اس وحشتناک منظر مین آپ کا ساتھ دیا - یہی چار اولوالعزم اور ارادہ کے پُورے وہ شخص ہین جن کی نسبت شیخ وجیہ الدین صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر ہمارے رفیقون مین سے کوئی شخص کسی خوفناک اور جانبازی کے موقع

مین ہمارا ساتھ دیگا ان ہی چار مستقل اشخاص مین سے ہوگا"۔

قصہ مختصر آپ ایک اونچے دمدمے سے تلوار علم کیئے ہوئے اُترے۔ ان چار شخصون نے آپکے گھوڑے کا فتراک مضبوطی کیساتھ پکڑکر باہم معاہدہ کیا کہ ہم شیخ کیساتھ جانین تک لڑادینگے اور وفاداری کا حق جیسا کہ چاہیئے ادا کرینگے جس مقام پر شیخ کے قدم ہونگے وہان ہم اپنی آنکھین بچھادینگے شیخ نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھیون کیطرف رُخ کیا۔ اور سب سے اول اُس ہاتھی پر سفاکانہ حملہ کیا جو زیادہ سرکشی کررہا تہا۔ قریب پہنچکر کچھ دیر تک تو خاموش اور چُپ چاپ کہڑے رہے لیکن جون ہی ہاتھی نے اپنی مہیب اور خوفناک سونڈ آپ کی طرف اُٹھائی اور چاہا کہ لپیٹ کر گھوڑے سے کھینچ لے آپنے پوری طاقت سے ایک ایسی تلوار ماری کہ اُسکی سونڈ نیچے کیجانب سے دو پارہ ہوگئی سونڈ کے کٹتے ہی ہاتھی نے ایک نہایت کریہہ ہوش رُبا چیخ ماری جس سے سننے والون کے دل دہل گئے اور لشکر مین عام طور پر ایک سخت زلزلہ اور تہلکہ پڑگیا۔ ہاتھی ایسی بے سروسامانی اور سراسیمگی کیساتھ پیچھے کیطرف بہاگا کہ زرد پوشون کا لشکر جو اُسکے عقب مین لشکر عالمگیر پر اسلحۂ آتشی یعنے داغنے والے آلات سے باڑین مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تہا اُسکے پاون سے اسقدر کچلا گیا کہ صرف گنتی کے آدمی اور وہ بہی بہت مشکل سے جانبر ہوسکے۔

شیخ کی یہ شجاعانہ کوشش گویا عالمگیر کی فتح وعروج اور شاہ شجاع کے زوال وادبار کا مقدمہ تہا۔ ابہی اس سے پیشتر عالمگیر کا اقبال جو پہاڑ کی چوٹی کے ڈہلتے ہوئے سورج کیطرح نہایت حیرت کے ساتھ اس پرخوف نظارہ کو الوداعی نظرون سے دیکھ رہا تہا اُس آفتاب کیطرح چمکنے لگا جو نصف النہار پر پہنچکر اپنی پوری اور کامل درخشانی سے ایک عالم کو منور کردیتا ہے منتشر اور بہاگی ہوئی فوج سب طرف سے سمٹ سمٹاکر جمع ہوگئی اور شیخ کی سرکردگی مین غنیم کی فوج پر دفعتہً پل پڑی۔ اب سطح زمین پر تلوارین چمکنے لگین اور آتش فشان آلات سے سارا میدان دہوان دہار ہوکر مہیب اور خوفناک آوازون سے گونج اُٹھا۔ اس جنگ کا یہی حصہ زیادہ پرخطر اور خوفناک تہا۔ بہادرون کے سر کہیرے ککڑی کیطرح بیدریغ کٹ رہے تہے۔ اور زخمی سپاہی خونی دریا مین غوطے لگارہے تہے۔ کسیکو کسی کی خبر تک نہ تھی اور ایک بڑے گہمسان کی لڑائی ہورہی تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ شجاع کو شکست ہوئی اُسکے لشکر کا اکثر حصہ بیدریغ قتل کیا گیا اور کسیقدر گرفتار شاہ شجاع کی ہزیمت اور شکست

میدان عالمگیر کے ہاتھ رہا۔ اور غنیم کا بیشمار سامان حرب ہاتھ لگا۔ لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے اور ہر شخص کو اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔ عالمگیر نے اس فتح کی خوشی میں ایک شاہانہ جلسہ کیا اور چونکہ وہ عین معرکہ میں جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بہادرانہ کوشش اور وفادارانہ جوش کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا اسلیئے سب سے پیشتر عمدہ اور منتخب اسلحہ کیساتھ کثیر التعداد رقمیں آپ کو عطا کی گئیں۔ عالمگیر نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی کمر میں تلوار باندھی اور نہایت شکر گزاری کیساتھ آپکے منصب اور عزت افزائی میں ترقی کرنی چاہی لیکن اس سیر چشم اور مستغنی المزاج بہادر نے اپنی اس کارگزاری کے صلہ میں کوئی مہتم بالشان اور منتخب عہدہ لینا پسند نہیں کیا کیونکہ آپ اپنے موجودہ منصب کو صوبجات کی گورنری اور پرگنوں کی عاملی کے ممتاز عہدوں سے کسی درجہ کم نہ سمجھتے تھے۔ نیز آپ کی محتاط زندگی اور معمول سے زیادہ اتقاء و پرہیز گاری اُن معزز عہدوں کے مناسب بھی نہ تھی جنمیں مصروف ہوکر اکثر لوگ ان امور سے غفلت میں پڑ جاتے ہیں عجب نہیں کہ آپنے اسی خیال سے ان عہدوں کو قبول نہ کیا ہو۔

اس واقعہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ شیخصاحب اپنی بے مثل شجاعت اور بیجا باجرأت میں کہاں تک قابلیت رکھتے تھے اور شاہی درباروں میں آپ کی شجاعانہ کوششیں کسدرجہ اعزاز و وقعت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ اسکے علاوہ آپ کی شجاعت کی نسبت اور بھی بہت سے ایسے دلچسپ اور ندرت مآب واقعات تذکروں میں لکھے گئے ہیں جنسے آپ کی یہ صفت بوجہ احسن ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا میں ایک اور واقعہ لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ سید شہاب الدین کو جو شاہ عالمگیر کا ایک نہایت معزز و ممتاز اور مشہور کارکن تھا عالمگیر بادشاہ کیطرف سے محاسبہ پیش آیا۔ چونکہ حساب سمجھتے وقت بادشاہ کو اُسکی خیانت ثابت ہوئی۔ اسلیئے عالمگیر نے اُسپر سخت عتاب کیا۔ اور گرفتاری کا حکم دیدیا۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے اُس تعارف کیوجہ سے جو ایک زمانہ سے حاصل تھا عالمگیری عدالت میں اُسکی ضمانت پیش کی اور خود غبن شدہ رقوم کے کفیل ہو گئے۔ آپ کی ضمانت منظور ہوئی اور رقوم کی ادائیگی کے لیئے ایک محدود وقت مقرر کیا گیا۔ لیکن جب وعدہ کی مدت ختم ہوئی اور سید شہاب الدین نے رقومات ادا کرنے میں تساہل کیا تو شاہی مطالبہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ رقم کثیر تھی اور شیخصاحب اسقدر

عالمگیر کی خدا شناسی

ایک اور واقعہ

استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اُسے ادا کر کے حاصل کرتے۔ اِسلیئے آپنے سید شہاب الدین کو بلایا اور نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ مطالبہ کا سلسلہ چھیڑا ہنوز باتون کا تار نہ ٹوٹا تھا کہ بدقسمت سید نے آپ کے اُس قومی احسان اور اِس ہمسگیری و نرمی کی یہ مکافات کی کہ سخت برہمی اور غصہ کے لہجہ مین بول اُٹھا کہ حضرت! میرے پاس مال و دولت کچھہ نہین اور اِسکے ساتھ ہی ایک بڑی غضبناکی اور عام جوش کیساتھہ تلوار میان سے نکالکر کہنے لگا یہ حاضر ہے۔" شیخصاحب نے اُسکی یہ برہمی (او سچ پوچھیے تو کمینہ پن) ملاحظہ کر کے ایک نہایت ہی خوش آیندہ تبسم کیساتھ فرمایا۔ "پیارے سید! تلوار کا قبضہ پکڑنا بہت آسان ہے۔ لیکن اُسکی ذمہ داری سے باہر آنا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ تمہاری غضبناکی محض بیجا ہے اور میرے سامنے کچھہ بھی وقعت نہین رکھتی۔ شیخ کی یہ گفتگو سن کر وہ اور بھی افروختہ ہوا اور اُسکی حمیت کی رگ حرکت مین آئی۔ ایک فوری جوش کیساتھہ تلوار اُٹھائی اور سر تک بلند کیگیا لیکن ہنوز تلوار نیچے جھکنے نہ پائی تھی کہ دل چلے شیخ کا بایان ہاتھ اُس تک پہنچ چکا تھا آپنے اپنے بائین ہاتھہ سے تو اُسکی تلوار پکڑی اور داہنے ہاتھ سے چہرہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ احسان فراموش سید اوندھے منہ زمین پر جا پڑا اور ایک عرصہ تک بیہوش رہا۔ آپنے خادم سے فرمایا کہ اِس گردن زدنی کے ہاتھہ پاؤن رسی سے کس دیئے جائین اور اِسکے طویلہ مین جسقدر اونٹ گھوڑے موجود ہون سب حاضر کیئے جائین چنانچہ آپکے حکم کی تعمیل ہوئی اور حرمان نصیب سید کا طویلہ فوراً خالی کر دیا گیا۔

اِدہر جب سید کو تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو آپنے اُسی قہر آلود نظرون سے دیکھکر فرمایا کہ سید! کیا اُس قومی احسان کا بدلہ یہی تھا جو تو نے ادا کیا۔ اور ہان یہ تو بتا کہ اب تیرا وہ لاف و گزاف اور تکبر و غرور کہان گیا۔ سید نے جبکہ اُسنے اپنے تئین ایک بڑی رسی مین جکڑا ہوا دیکھا آپکے پہلے جملہ کو سن کر بجز اِسکے اور کچھہ بن نہ آیا کہ گردن نیچی کر لی۔ لیکن جب دوسرا جملہ کان مین پڑا تو اُسکے دلمین ایک غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی اور نہایت جوشیلی آواز مین بولا کہ مین نے اپنے کامیاب ہونے مین کسیطرح کی کوتاہی نہین کی۔ لیکن اِسے مین کیا کرون کہ آپ کا ہاتھ قبل اِسکے کہ مین اپنا وار کرون حرکت مین آیا اور ایک ایسا قوی صدمہ مجھے پہنچا جس سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا پھر آپ ہی فرمائین کہ اِس مین میرا کیا قصور ہے۔

شیخصاحب نے اُسکی یہ بیہودہ اور فضول گفتگو سنکر فرمایا کہ بیشک تم سچ کہتے ہو اب مین تمہین پورا

موقع دیتا ہون کہ اپنی کامیابی مین کوشش محنت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو اور جو کچھ کرنا ہو کر گزرو
چنانچہ آپنے خادم کو اشارہ کیا کہ سید کے ہاتھ پاؤن کھولدیئے جائین اور اسکی تلوار اُسے دیدیجائے
فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ اور ناعاقبت اندیش سید تلوار لیکر محترم شیخ کے مقابلہ مین اُٹھہ کھڑا
ہُوا۔ ہرچند چاہا کہ حملہ کرے لیکن شیخ کا رعب بدرجہ غالب ہُوا کہ اُسکا جسم سر سے پاؤن تک تھرتھر رعب وہیبت
کانپنے لگا اور بدن پر اسقدر لرزہ پڑا کہ حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ انجام کار اُسنے تلوار زمین پر پھینکدی اور
بیساختہ آپکے قدمون پر گر پڑا۔

اِس واقعہ سے شجاعت کے سوا آپکے قومی احسان وتفضلات سہلگیری اور استقلال کے عمدہ
نمونے ظاہر ہوتے ہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رعب وہیبت جو شجاعت کیلئے لازمی ہین آپ مین
بطرز احسن پائے جاتے تھے۔ پھر اس واقعہ کو اگر ناظرین لطیفہ سمجھین تو حقیقت مین ایک عمدہ اور نتیجہ
خیز مذاق ہو۔ لیکن اگر تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو اس بات کی پوری تحقیق ہوتی ہو کہ واجب الاحترام
شیخ کی شجاعت۔ شہرت سے درگزر کرکے ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ کتب تواریخ اور عام
تذکرون مین بزرگ شیخ کی شجاعت کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہین لیکن اس واقعہ کی نسبت مجھے یہ لکھنا
بہت مشکل ہے کہ کس تاریخ مین اسکا ذکر ہوا ہے تاہم مین یقین کیساتھ کہہ سکتا ہون کہ گو مورخان
نے اِسے ایک عام معمولی اور جزئی واقعہ سمجھکر نظرانداز کردیا ہے۔ لیکن اسکے واقعی اور محقق ہونے
مین کسیطرح کا شک نہین اور اِسکے ثبوت مین مین صرف ایک مستند شہادت پیش کرنا کافی سمجھتا
ہون وہ یہ کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہُوا تو آپنے نہایت وثوق کے
ساتھ ارشاد کیا کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے "اُسموقع پر مین خود موجود تھا اور اس خوفناک منظر کو اپنی
آنکھہ سے دیکھہ رہا تھا"۔ پس اس مستند اور فاضل کی واجب القبول عینی شہادت کے مقابلہ مین
ہمین ہرگز جائز نہین کہ واقعہ مذکورہ کے ثابت اور محقق ہونے مین کسیطرح کا شک وشبہ کرسکین۔

محترم شیخ کی تاریخ زندگی مین سب سے زیادہ جس چیز نے آپ کو تمام ہندوستان مین معروف و
مشہور کردیا ہے وہ بھی آپ کی شجاعت کے کارنامے اور بہادری کے افسانے ہین جنمین سے مین بعض
اُن واقعات کو بہ تفصیل بیان کرآیا ہون جنمین ناظرین کی دلچسپی کی بہت کچھ سامان تھے اب مین
آپ کی استقامت اور قلبی قوت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہون جو علاوہ دلچسپی کے مذکورہ بالا عنوان سے استقامت

کمال تعلق رکھتا ہے کیونکہ حقیقت مین قلبی قوت اور استقامت ہی بیت الشجاعۃ کا پہلا دروازہ ہے جسمین قدم رکھتے ہی ناظرین کو آپکی شجاعت کا اور بھی کافی اندازہ ہو جائیگا۔ اور معلوم ہو جائیگا کہ آپنے اِس صفت خاص مین وہ غیر معمولی ترقی کی جس سے آجتک صفحات تواریخ پر آپکا نام نامی ثبت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیباکی اور قلبی قوت اِس حدتک پہنچگئی تھی کہ ایک معرکہ جنگ مین عظیم الشان مقاتلہ اور سخت خونریز محاربہ واقع ہوا۔ دونون لشکرون کے بیشمار اور انگنت آدمی قتل کیئے گئے اور کچھہ زخمی۔ لیکن انجام کار مسلمانون کو نمایان فتح نصیب ہوئی اور مقدس اسلام کے شاندار جھنڈے ہوا مین اُڑنے لگے۔ جب مسلمانون کا جنرل جسکی زیر کمان یہ فاتح لشکر موجود تھا۔ اپنی مقام پر پہنچا تو رات کیوقت حسب دستور تمام فوجی افسر دربار مین حاضر ہوئے۔ مقتولون کی تعداد مین گفتگو کا سلسلہ چھڑ گیا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے مناظرہ کی حدتک پہنچا ہر شخص مقتولون کی ایک تعداد قائم کرتا تھا۔ اور دوسرے کیطرف سے فوراً اُسکی تردید ہوتی تھی۔ شدہ شدہ جب آپکی نوبت آئی تو فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانبین سے پانچ کم دوسو یا پانچ اوپر دوسو آدمی قتل کیئے گئے ہین اور جو لوگ شکست کھاکر بھاگ گئے ہین اُنکی بابت مین کوئی کافی معیار اور صحیح رائے قایم نہین کرسکتا۔ ذہانت وحافظہ

حاضرین نے جب آپ کا یہ عاقلانہ حیرت انگیز فیصلہ سُنا تو سخت استبعاد و استعجاب کیا اور تحیر انگیز صورت مین شیخ کے چہرہ کو تکنے لگے۔ لیکن تاہم کسیکو یہ مجال نہ تھی کہ آپکے قول کی تکذیب کرتا۔ اور ہان نا کا کوئی جواب دیتا۔ اِس تحیر اور بیجا سکوت نے محترم شیخ کو آشفتہ کیا اور آپ کسیقدر برہمی سے کہنے لگے کہ تم لوگ اسقدر متعجب کیون ہوتے ہو مین نے کوئی بات نفس الامر کے خلاف نہین کہی ہے یا اور بات ہی کہ تم اُسے واقع کے مطابق نہ سمجھو۔ حاضرین نے اگرچہ اپنی متذبذب حالت کے درست کرنےمین بہت کچھہ کوشش کی مگر بدقسمتی سے وہ اسمین ناکام رہے۔ تاہم بلجاجت یون عرض کرنے لگے۔ مخدوم و محترم شیخصاحب! ہم اعتراضاً متعجب و متحیر نہین ہوئے بلکہ ہمین اِس واقعہ سے کماحقہ واقفیت نہین ہے ورنہ ہم آپ کی ہربات قابل تسلیم سمجھتے اور اُسے وقعت کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔

حاضرین دربار یہ سب کچھہ کہہ رہے تھے لیکن حقیقت مین اُنہین واجب الاعتصام شیخ کی اِس

بات مین بہت بڑا شک اور سخت تردد تہا۔ آپ اُنکے اس تذبذب کو فوراً تاڑ گئے اور چاہا کہ سب کو حقیقت حال پر مطلع کرین۔ چنانچہ آپ اُس مجلس سے ایسی ہیئت پر اُٹھے جیسے کوئی شخص قضاء حاجت کیلئے اٹھتا ہی رات نہایت اندہیری اور تیرہ و تاریک تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجہائی دیتا تہا نہ رستہ کا پتہ و نشان معلوم ہوتا تہا۔ آس پاس کے گاؤن والون نے کبھی کے چراغ گل کر دیئے تھے۔ چارون طرف سے کالی کالی گھنگور گہٹائین اُمڈی چلی آرہی تہین بجلی کی کڑک سے سارا جنگل گونج رہا تہا۔ گاہے گاہے ادہر اُدہر کے تیز جہونکے آبادی کا نشان دیتے تھے ورنہ اندہیرے کی سیاہ چادر سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ یہان تک عالم خاموشی اور سنسانی حکومت کر رہی ہے۔ ایسی خطرناک حالت مین شیخ ہی کا کام تہا کہ تلوار کا قبضہ ہاتھ مین پکڑ کر تنہا معرکہ مین تشریف لیگئے۔

اسوقت معرکہ جنگ اور بھی پُر خوف اور زیادہ خطرناک تہا کہین کہین سے زخمیون کی جگر خراش آوازین اور جانگزا صدائین سنائی دیتی تہین۔ یا اِدہر اُدہر سر و تن کے ڈہیر پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے بے سر لاشون کے تودے لگے ہوئے تھے اور جسطرح مینہ سے زمین بہیگ جاتی ہے اسیطرح بہادرون اور جانبازون کے خون سے زمین بہیگی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھ تہا لیکن دل چلے اور نڈر شیخ کے دل پر اس حسرتناک منظر کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا تہا۔ آپنے نہایت احتیاط اور اطمینان کیساتھ مقتولون کو گننا شروع کیا۔ اسی اثنا مین آپ کا ہاتھ ایک ایسی گھائل نعش پر پڑا جسمین ہنوز کچھ جان باقی تھی ہاتھ پڑتے ہی اُسنے ایک نہایت دہشتناک چیخ ماری ممکن تہا کہ شیخ اس ہولناک چیخ سے دہشت مین آجاتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت ہے کہ کچھ تذبذب آپ مین دخیل نہین ہوا۔ آپنے اسکی تسکین کی اور اپنا نام بتاکر اور لاشون کی پڑتال شروع کی۔ اسی اثنا مین آپ کا خیال اسطرف دوڑا کہ معرکہ جنگ کے علاوہ کچھ مقاتلہ گاؤن کے عین وسط مین بھی ہوا تہا وہان بھی چلکر مقتولونکی نعشین ٹٹولنی چاہئین چنانچہ آپ میدان جنگ کی نعش شماری سے فارغ ہوکر گاؤن مین پہنچے اور جہان جہان احتمال تہا انتہا سے زیادہ مقتولون کا تجسس کیا آپ ایک ایک لاش پر ہاتھ رکھتے اور گنتے جاتے تھے کہ دفعۃً آپکا ہاتھ ایک بڑھیا عورت سے چھو گیا جو لڑائی کیوقت ایک گوشہ مین چھپ کر بیٹھ گئی تھی اُسنے بھی ایک نہایت خوفناک چیخ ماری اور غل مچاکر امن و پناہ کی استدعا کی۔ آپنے اُسکی بھی تسلی کی اور مزید اطمینان کیلئے آپنے اپنے نام نامی سے آگاہ کیا۔

یہ سخت تعجب بلکہ ایک گونہ خرق عادت بات ہے کہ مقتولوں کی تعداد اُسیقدر ظاہر ہوئی جو شیخصاحب کا معیار تھا۔ آپنے نہایت جوش مسرت کیساتھ لشکر کیطرف مراجعت فرمائی۔ اور مجلس کو اسی ہیئت پر پایا جسپر آپ چھوڑکر معرکہ کیطرف تشریف لیگئے تھے۔ حسب قاعدہ مجلس مین جا بیٹھے اور جب لوگون کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو معرکہ مین جانے اور مقتولون کی نعشین شمار کرنے اور اُن دونون شخصون سے ملاقات کرنے کا سارا قصہ بتفصیل بیان کیا۔ اب حاضرین کا استعجاب اور بھی زیادہ ہوا اور وہ پہلے سے بھی کسیقدر زائد حیرت زدہ ہو گئے۔ سب سے زیادہ خود رئیس کو آپ کی اس قلبی قوت اور حیرت افزا استقامت پر تعجب تھا۔ اُسنے فوراً حکم دیا کہ سَو بہادر سوار مشعلین لیکر معرکہ مین جائین اور تمام مقتولون کا شمار کرکے اُن دونون شخصونکو ہمراہ لے آئین۔ سوارون کی یہ جماعت اگرچہ اپنی بے دھڑک شجاعت اور بیخوف دلیری مین بےمثل تھی لیکن اس خطرناک وقت اور پرخوف مقام کی ہیبت سے معرکہ مین جاتے ہوئے ہچکچائی اور خوف کے مارے سر سے پاؤن تک تھرتھر کانپنے لگی۔ امیر نے جب اِن لوگون کی یہ حالت دیکھی تو ایک تند اور غضبناک لہجہ مین بولا۔ ہان ہان ابھی جاؤ اور اس سربستہ راز کی مجھے جلد اطلاع دو۔ اور اس طلسم کی پردہ کشائی کرو۔ اس دوسرے حکم نے اُنکے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کردیئے۔ اور اب بجز اُسکے ارشاد کی تعمیل کے اور کچھ نہو سکا۔ معرکہ مین جاکر مقتولون کا شمار کیا اور اُن دونون شخصونکو ساتھ لے آئے۔ مقتولون کی تعداد نے شیخ کی رائے سے موافقت کی اور اُن دونون شخصون نے آپکے نام سے امیر کو اطلاع دی۔

قصہ مختصر محترم شیخ کی شجاعت و استقامت اور قلبی قوت کے حالات و واقعات اسقدر وسیع اور غیر محدود ہین جنکے ذکر کرنے کی ہم اپنے اس مختصر تذکرہ مین گنجایش نہین دیکھتے یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر بطور مشتے نمونہ از خروارے بہت تھوڑے وقائع لکھکر اس عنوان کو ختم کرنا مناسب خیال کرتے ہین القلیل ینبئی عن الکثیر والغرفۃ یحکی عن البحر الکبیر ورنہ خاصکر آپکی بے مثال جرأت اور سچی شجاعت کے اسقدر واقعات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جاوے تو بھی ہمارا تذکرہ اُنکے لیئے ناکافی ہو تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لیئے چند روایتین اوپر نقل کرآئے ہین جنسے آپکی شجاعانہ کوششین بخوبی ظاہر ہوتی ہین۔ لیکن اس بات کو ہم ڈنکے کی چوٹ کہین گے کہ شیخ کے پولٹیکل معاملات کی نسبت ہمین ایک واقعہ بھی لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ مورخین نے اُنھین عام اور جزئی واقعات خیال کرکے بالکل نظرانداز

کر دیا ہی اسلیئے ہمین امید ہے کہ ناظرین بہبات کا الزام دینے سے ضرور اغماض کرینگے کہ ہمنے کوئی پولیٹکل واقعہ شیخ کی سوانح عمری مین ذکر نہین کیا۔

شیخ کے عام اخلاق وعادات

اخلاق وعادات

شیخ کے سپاہیانہ واقعات کو چھوڑکر اب ہم آپکے عام اخلاق وعادات پر نظر ڈالتے ہین کیونکہ انسان کی تاریخی زندگی مین یہی ایک ایسا دلکش مرقع ہے جسمین مختلف شکل و شمائل کی تصویرین دکھائی دیتی ہین۔ نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہو کہ وہی شیخ جنکے پر زور ہاتھ مین ابھی ابھی تلوار کا قبضہ تھا اب علمی جلسون مین فضیلت کی کرسی کو زینت دے رہے ہین۔ وہی شیخ جو کل معرکہ آرائیون مین داد شجاعت دے رہے تھے اور بیمثیل جرأت کے حیرتناک نمونے دکھا رہے تھے آج علمی مذاق کی نہرون مین بڑی خوشی کے غوطے لگا رہے ہین۔ کبھی آپ کا روئے سخن علماء و فضلا کیطرف دکھائی دیتا ہو جسمین علمی باریکیان بیان کیجاتی ہین کبھی درویشون اور پیروان طریقت کیطرف متوجہ معلوم ہوتے ہین جسمین کشف و مراقبہ کے عام مباحث ذکر کیئے جاتے ہین۔ علماء فضلا مشائخ وسالکین کا مجمع در دولت پر لگا ہوا ہے اور سب مرادون اور کامیابیون سے گودیان بھر بھر کر جا رہے ہین۔ مین اس عنوان مین جسقدر آپکے اخلاق وعادات اور عام خوبیون کی تعریف کرونگا وہ حقیقت مین آپکے اصلی واقعات ہونگے جن مین شاعرانہ استعارہ ہوگا نہ تکلف وبناوٹ کا دخل۔

علم وفضل

شیخ وجیہ الدین صاحب علاوہ حسن صورت اور شجاعت وبہادری کے علم وفضل مین خاص امتیاز رکھتے تھے اور جسطرح ظاہری علم مین عدیم المثال سمجھے جاتے تھے۔ اسیطرح علم باطن مین ضرب المثل تھے آپکے ضمیری اور روحانی جوہر ایشیا مین ممتازیت کی گدی تہ رکھتے تھے اور ربانی اسرار اور الہامی نکات آپ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور یہ ایک ایسی خصوصیت آپ کو حاصل تھی جسکی وجہ سے اسوقت کی تمام اسلامی سوسائیٹیون اور علمی مجلسون مین آپ کی بیحد عزت کیجاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے آپکی تواضع۔ علمی قدردانی۔ انشاپردازی شیرین کلامی فصاحت وبلاغت کا جادو ہر شخص پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا اسلیئے ہر موقع ومحل یہان تک کہ شہر کی گلی کوچون مین آپ کی خداداد قابلیت کی بڑے زور وشور سے داد دیجاتی تھی۔

مورخین نے شیخ کی قابلیت پر جو مختصر ریمارک کیئے ہین اُنکے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ آس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان مین جو سب سے زیادہ قابل فخر اور خاندانی اعزاز کے بقا اور دوام کا باعث ہو وہ شیخ وجیہ الدین صاحب کا وجود باجود ہے۔ تمام خاندان مین آپسے زیادہ کوئی شخص مُتبحر عالی دماغ حوصلہ مند دقیق النظر، بردبار خوش اخلاق، صائب رائے، شجاع، فصیح و بلیغ، عقیل و فیاض نہین ہوا۔ باوجود امیرانہ شان و شوکت کے آپکے مزاج مین انتہا سے زیادہ عجز و انکسار تھا۔ آپکا طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے کوسون دور تھا۔ آپ علمی جلسون اور اسلامی انجمنون مین نہایت سادگی کیساتھ شریک ہوتے۔ درویشون اور مشائخون سے ملاقات کرتے۔ اُنکے مکان پر پاپیادہ جاتے۔ علما و فضلا کی عظمت کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے۔ بیمارونکی عیادت کرتے محتاجون مسکینون کی رعایت کرتے

سب سے بڑی قابل تعریف اور خوبی کی بات یہ تھی کہ اگر بمقتضائے بشریت کسی معاملہ مین آپسے غلطی ہوجاتی اور اُسپر کوئی متنبہ کرتا یا احیاناً نصیحتاً کوئی بات کہتا تو آپ اُسسے نہایت مشکوری کیساتھ فوراً قبول کرلیتے۔ اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو نہایت مستعدی اور آمادگی کیساتھ عمل مین لاتے غرضکہ یہ تمام باتین اِس قسم کی تھین جنھونے شیخ کو تمام ہندوستان مین مشہور کردیا تھا اور جن کی وجہ سے آپکے پُرفخر اور قابل قدر و منزلت واقعات سے صفحات تاریخ کو اب تک زینت ہی بلکہ امید ہے کہ تاریخی روشنی ہمیشہ تک آپ پر تابان اور درخشان رہیگی۔

الحاصل شیخ کے اِن ذاتی اخلاق و عادات سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ آپ کیا بلحاظ شہرت عام اور کیا بلحاظ دیگر فضائل خصائل جامع جمیع کمالات اور حاوی حسنات و خیرات تھے۔ اور جب آپکی شجاعت و دلیری کے کارنامے بھی اِن تمام اوصاف کیساتھ پیش نظر کیئے جائینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ بزرگ شیخ نامداران اسلام کی تاریخ مین بلحاظ عام مقولہ اَلوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیہٖ کے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ معظم اور جد امجد جناب شیخ منصور کے پورے فوٹو تھے بلکہ سچ پوچھیئے تو اُنکے بقائے دوام اور شہرت عام کے باعث آپ ہی تھے۔ اِس خاندان کے سلسلہ نسب مین ہم شیخ معظم کی اولاد کے نام لکھہ آئے ہین لیکن اُن مین جسے سب سے زیادہ تاریخی شہرت اور عام مقبولیت حاصل ہو وہ شیخ وجیہ الدین ہمارے اِس عنوان کے ہیرو ہین۔ گو شیخ جمال اور شیخ فیروز آپکے دو بھائی بھی علم و فضل اور خاص اوصاف کیساتھ موصوف تھے۔ لیکن آپ کی مقامی شہرت کے مقابلہ مین پاسنگ بھی نہ تھے اِسلیئے ہمین اِس کہنے کی جرأت ہوسکتی

کہ اس خاندان کے تمام موجودہ گروہ میں آپ ہی ایک ایسے واجب الاحترام اور معزز شخص تھے جنہیں خاندان کا چشم و چراغ کہا جائے تو بیجا نہو گا۔

شیخ کا کلام الٰہی سے عشق

شیخ کے حالات زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف پائی جاتی ہی وہ یہ ہے کہ آپ کلام ربانی کے ساتھ انتہا سے زیادہ عشق رکھتے تھے اور مقدس کلام الٰہی کو سفر حضر میں ہمیشہ تعویذ بازو بنائے رہتے تھے۔ چنانچہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے والد محترم کا عام دستور تھا کہ ہر شبانہ روز قرآن مجید کے دو سیپارے تلاوت کیا کرتے تھے لیکن یہ تلاوت سرسری اور طوطے کیطرح نہوتی تھی بلکہ ربانی نکات اور الہامی غوامض کی رعایت کیساتھ ہوتی تھی وہ الہامی اسرار جو قرآن مقدس کے لفظ لفظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ اثنائے تلاوت میں آپ پر منکشف ہوتے اور ہر ہر لفظ کا آپکی طبیعت پر ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ بعض اوقات بے اختیار رونے لگتے تھے۔ غرضکہ آپ میں مقاصد ربانی کے سمجھنے اور اُنسے مؤثر ہونیکی پوری قوت تھی اور جو کچھ آپکو اُس سے فائدہ حاصل ہوا وہ کسیطرح معرض تحریر میں نہیں آسکتا یہی وجہ تھی کہ آپکو قرآن مجید سے کمال عشق ہوگیا تھا اور آپکو سفر حضر خوشی رنج میں کبھی دو سیپارے پڑھے بدون چین ہی نہیں پڑتا تھا جب آپ معمر ہوئے اور بصارت میں کچھ ضعف آگیا تو ایک جلی قلم قرآن اپنی تلاوت کیلئے پسند کیا اور سفر میں کسیوقت اپنی جان سے جدا نہیں کیا۔

شیخ کا ازدواج اولاد

شیخ وجیہ الدین صاحب نے شیخ رفیع الدین محمد ابن قطب العالم بن شیخ عبد العزیز کی عصمت مآب اور پاکدامن دختر سے نکاح کیا اور اُسکے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ شیخ ابو الرضا محمد۔ شیخ عبدالرحیم شیخ عبدالحکیم۔ باستثنائے شیخ عبدالحکیم کے باقی دونوں حضرات کے مفصل و بسیط حالات چونکہ ناظرین کو آگے چلکر ملینگے۔ لہٰذا اسموقع پر مختصرًا اسقدر عرض کرنا مناسب ہے کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کو جسقدر محبت شیخ عبدالرحیم صاحب سے تھی اُسقدر اور فرزندوں سے نہ تھی یہی وجہ تھی کہ سفر و حضر کے اکثر موقعوں میں آپکی ہمراہی کا شیخ عبدالرحیم ہی کو اعزاز حاصل تھا۔ اور چونکہ آپکی آغوش محبت اور سایۂ عاطفت میں شیخ عبدالرحیم ہی نے بچپن سے پرورش پائی تھی اسلیئے آپکو اُن ہی سے کمال محبت تھی اور اُس عالمگیر شہرت کا باعث جو شیخ عبدالرحیم کو اسوقت تک حاصل ہی غالبًا یہی محبت ہی۔

فضل و کمال کے لحاظ سے شیخ ابو الرضا محمد جس رتبے کے شخص تھے گو اُسکی نظیر مشکل ملسکتی ہی لیکن نشر علوم اور مفید فنون کی اشاعت کے اعتبار سے جو خصوصیت اور تاریخی شہرت جناب شیخ عبدالرحیم کو

حاصل ہوئی اُسمین شیخ ابو الرضا محمد دوسرے درجہ مین جگہ رکھتے ہین جنسے سب سے پہلے دہلی مین بیت العلوم کی عمارت کا نقشہ بنایا اور اُسکے در و دیوار کو علوم و فنون کے مرقعون سے سجایا اوران بعد طالب علمون کی گودیان علمی برکتون سے لبریز کین وہ شیخ عبد الرحیم صاحب ہین۔ جنکے حلقہ درس مین مختلف ملک و دیار کے ذہین طلبہ زانوے ادب تہ کیئے اور علم ادب و دینیات منقول معقول حساب ہیئت علم اللسان فلسفہ حکمت منطق کلام علم الرجال وغیرہ علوم کی تکمیل مین مصروف ہوے وہ شیخ عبد الرحیم ہین مگر تاہم ہمین اس بات کا اعتراف کہ شیخ ابو الرضا محمد خود ایک جلیل القدر فاضل تھے اور بلند ہمتی کیساتھ مختلف علوم سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن جسکی اہل اسلام کے تمام طبقون مین عزت کیجاتی ہے ان علوم مین ایکو ایسا کمال تہا جسے ماہرین فن اب تک تسلیم کرتے ہین اسکے علاوہ آپکے رسمی علوم و فنون بالخصوص علم ادب کا کمال بھی بڑے بڑے ادیبونکو تسلیم ہے مختصر یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے آپ فقہ حدیث تفسیر طب ادب شاعری کلام اور سب سے بڑھکر علم تصوف مین مجتہدین فن کے درجہ مین شمار کیئے جاتے تھے۔ اگرچہ آپ جامع علوم تھے لیکن جسقدر تصوف اور ادب سے دلچسپی تھی اسقدر دوسرے علوم و فنون سے کم تھی جیساکہ آگے چلکر آپکی لائف مین ان تمام باتون کا ذکر ہوگا۔

اب مین صرف ان الفاظ پر اس عنوان کو ختم کرتا ہون کہ جب جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو تمام علوم و فنون مین مہارت کامل حاصل ہوگئی اور آپ زمانہ کے سرد و گرم سے خوب واقف ہوچکے تو ایک باخدا ولی کی ولایت کے شواہد مشاہدہ کرکے اُس سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ مین مستغرق و محو ہوگئے۔ لوگون سے زیادہ ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ خاموشی اور کم گوئی کی عادت ڈالی اور گوشہ نشینی مین زندگی بسر کرنی پسند کی۔ غرضکہ چند روز مین آپنے اسمین وہ کمال پیدا کرلیا جسکی نظیر اُس زمانہ کے صوفیون مین پائی نہ جاتی تھی وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

شیخ کی شہادت اور باب کا خاتمہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق		ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما	

شیخ وجیہ الدین صاحب کے سوانح عمری مین جو باتین ہم نقل کرآئے ہین وہ آپکے حالات زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ ہے لیکن سب سے زیادہ اہم اور مہتم بالشان آپکی شہادت کا افسوسناک واقعہ ہے جسے مین مختصراً بیان کرتا ہون (شیخ کی شہادت)

کرتا ہون مگر مجھے افسوس ہو کہ اب مین اپنے قلم سے ایک ایسے بے مثل بہادر ایسے لاثانی شجاع ایسے قابل اور مفخر روزگار کے دنیا سے اُٹھ جانے کا واقعہ لکہہ رہا ہون جسکی عمر شریف ورمقدس ذات حقیقت مین آیندہ تمام کامیابیون کا ایک مختصر دیباچہ اور دینی و دنیوی ترقیون کا پورا فوٹو تھی اور جسکی شجاعت و بہادری پر ہندوستان کو انتہا سے زیادہ فخر و ناز تہا ۔ بیشک شیخ وجیہ الدین صاحب کا دنیا کو یون خداحافظ کہنا اور عزیز واقارب سے یک لخت منہ موڑ لینا ایک ایسا جانگداز حادثہ اور جگر خراش صدمہ ہو جسپر تہر کا دل بھی آنسو ڈالے بدون نہین رہ سکتا لیکن تاہم ہمین خوش ہونا چاہئیے کہ گو دنیا سے شیخصاحب کا اثر زائل ہوگیا ہو مگر اُنکا تمام نامی اُنکی خیر و خوبی کیساتھ باقی ہے اور قیامت تک دائم و قایم رہے گا اگرچہ لوگون کی نظرون سے انکا وجود باجود غایب ہوگیا ہو لیکن ابدالآباد تک اُنکا ذکر بلند رہیگا ۔ وہ موت بہت ہی مبارک ہے جسکی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی انسان کو نصیب ہوتی ہو اور وہ انسان نہایت خوش قسمت ہو جسکے لئے اقبال کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہو جائین جنسے اُسے بقائے دوام اور شہرت عام حاصل ہو ۔ ہم شیخصاحب کی اس مبارک موت سے خوش ہین جسنے آپکو ابدی زندگی اور اُسکے ساتھ خدائی رضامندی کا معزز و محترم تمغہ حاصل کرایا اور خداوند عالم سے دست بدعا ہین کہ ہمین اور تمام مسلمانون کو یہی موت نصیب ہو آمین ۔

یارب لا تسلبنی حبہا ابدا	ویرحم اللہ عبدا قال امینا

شیخ کی شب بیداری

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہو کہ میرے بزرگوار والد صائم النہار اور قایم اللیل تھے ہمیشہ رات کو تہجد کی نماز کیلئے اُٹھا کرتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تہا کہ تمام شب تہجد گزاری مین بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ تہجد گزاری مین مصروف تھے اور مین بھی اُسوقت آپکے پاس حاضر تہا آپکے ایک سجدہ نے اسقدر طول کہینچا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کی مقدس روح عنصری جسم سے مفارقت کر گئی مین حیران تہا کہ اب کیا کرون اور کسکو اس واقعہ کی اطلاع دون ۔ اُسوقت طرح طرح کے خیالات کا میرے دل پر ہجوم تہا اور اُنکا سلسلہ آناً فاناً بڑھتا چلا جاتا تہا غرضکہ کوئی بات میری سمجھ مین نہ آتی تہی اور مین دل ہی دل مین کہہ رہا تہا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہو ۔ انچہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب ۔ اتنے مین آپکو ہوش ہوا اور آپ نہایت بشاش سجدہ سے اُٹھے جب مین نے اُس سجدے کی طولانی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے سجدہ مین غیبت واقع ہوئی اور اسی حالت مین شہیدون کے احوال پر مطلع ہوا جب مین نے اُنکے اعلےٰ درجات اور قدر و منزلت کو

شہادت کیلئے دعا

اپنی آنکھ سے دیکہا تو میرے دل مین ایک بے اختیارانہ جوش پیدا ہوا اور مین نے جناب الٰہی مین نہایت عاجزی کے توجہ

شہادت کی درخواست پیش کی۔ اور یہان تک اصرار و الحاح کیا کہ میری التماس نے آخرکار قبولیت کا جامہ پہنا اور منکشف ہوا کہ دکن کیجانب جانا چاہیئے کیونکہ شہادت کا اعزاز وہان پہنچکر حاصل ہو سکتا ہی۔ مین الدبنکوا کی زبانی یہ الفاظ سُن رہا تہا اور زار زار رو رہا تہا اور اُسوقت میرا بُرا حال تہا۔ آپ نہایت خوش آیندہ تبسم کیساتھ مجھے تسلی دیتے اور میری آنکھون سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

شیخ کا دکن بیطرف سفر کرنا

الغرض اس واقعہ کے بعد آپنے سفر کی تیاریان کردین اور باوجودیکہ آپ شاہی منصب کو ستے خدا حافظ کہہ چکے تھے۔ اور اُس سے آپکو پہلے ہی سے دلی نفرت پیدا ہو چکی تہی۔ لیکن اِسوقت شہادت کا شوق اِس درجہ دامنگیر تہا کہ پہر از سر نو اسباب سفر و جنگ فراہم کرنے مین مشغول ہوگئے نہایت عمدہ گہوڑی خریدی اور جن ہتیارون کی کمی تہی ضرورتاً شاہی اسلحہ خانہ سے لیئے۔ اور دکن کیجانب شادان و فرحان متوجہ ہوئے۔ اِسوقت آپ کا خیال تہا کہ شاید راجہ سیوا سے جو اُس زمانہ مین دکن کا حکمران تہا اور وارث تخت و تاج خیال کیا جاتا تہا۔ اور جسکی طرفسے قاضی اسلام کی نسبت سخت سخت بیحرمتیان ظہور مین آئی تہین مجھے جنگ کرنے اور قاضی وقت کا اُس سے انتقام لینے کا اشارہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے آپ آگے بڑھے چلے گئے۔ لیکن جب برہان پور مین پہنچے تو آپ پر منکشف ہوا کہ تم اپنی شہادت کا مقام بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ آپ فوراً اُسطرف پلٹے اور جن قدمون گئے تھے انہین قدمون مراجعت فرمائی

ایک قافلہ سے ملاقات وصحبت

اثنائے راہ مین تاجرون کے ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو صلاح و تقوے کیساتھ متصف تہا اور جو آپکی صحبت مین رہنا غنیمت سمجھتا تہا آپنے بڑی خوشی کیساتھ ان سچے اور پاک نفس مسلمانون کو اپنی صحبت کیلئے پسند کیا۔ اور سب نے ملکر قصبہ ہنڈیا سے عبور کرکے ہندوستان مین آنا چاہا۔ ایکدنکا ذکر ہے کہ اثنائے سفر مین ایک نہایت بوڑھا اور مسن شخص آپکے سامنے آیا جو ضعیفی اور کم طاقتی کے سبب سے قدم قدم پر ٹھوکر کہاتا تہا اور حالت رفتار مین اُسکے پاؤن برابر ڈگمگاتے تھے۔ آپنے اُسکے حال زار پر کمال مہربانی فرمائی اور ہمدردی کے لہجہ مین اُسکا مقصد دریافت کیا۔ بڈھے نے تہر تہراتی ہوئی آواز مین بلجاجت عرض کیا کہ مین دہلی جانا چاہتا ہون اگر آپ اپنے خدمتگارون مین مجھے جگہ دین اور امن و امان کیساتھ دہلی پہنچادینگے تو زندگی بہر ممنون منت رہونگا۔ بزرگ شیخ نے بڈھے کی تشفی کی اور اپنے ایک ملازم سے ارشاد کیا کہ اِس ضعیف کو ہر روز تین پیسے یا دو وقت کی خوراک دیدیا کرو۔ چنانچہ ملازم نے آپکے ارشاد کے بموجب اُسے کہانا دیا اور نہایت حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔

حقیقت مین یہ بدمعاش بڈھا رہزنون کا جاسوس تھا جو تاجرونکے قافلہ مین اسغرض سے شامل ہوا تھا کہ فرصت کا موقع پاکر رہزنون کو خبر دے اور وہ عین غفلت مین غافل تاجرون پر ٹوٹ پڑین لیکن افسوس اُس غدار و بیوفائی یہ ہوکا دہی کسی پر ظاہر نہین ہوئی اور سبنے ایک غریب مسافر سمجھکر اُسکی مہمان نوازی مین بڑی فیاضی برتی۔ جب اس مختصر سی جماعت کا قیام سرائے نوبنریا مین ہوا تو جاسوس نے رہزنون کو اطلاع دی۔ کچھ یون ہی سا دن چڑھا تھا کہ رہزنونکی ایک کثیر جماعت ہتیارونسے آراستہ سرائے مین آ دہمکی جناب شیخ صاحب ہنوز تلاوت قرآن مین مشغول تھے اور کلام الٰہی کے موثر الفاظ سے دلچسپی لے رہے تھے آپ ربانی نکات کے تتبع مین اسقدر محو تھے کہ اس قیامت زا حادثہ کی مطلق خبر نہ تھی۔ اتنے مین وہ تین شخص رہزنون کی جماعت سے علیحدہ ہوکر آپکے پاس آئے اور کہنے لگے شیخ وجیہ الدین کسکا نام ہے اور وہ کون شخص ہے فرمایا یہ نام تو میرا ہی ہے۔ کہا ہمین معلوم ہے کہ آپکے پاس کچھ مال و اسباب نہین ہے نیز ہماری جماعت مین کا ایک شخص آپکا نمکخوار بھی ہے اسلیئے گزارش ہے کہ آپ ان لوگونسے علیحدہ ہوجائین ہمین آپ سے کسیقسم کا تعرض نہین اور نہ ہمین یہ منظور ہے کہ آپکو کوئی تکلیف پہنچے۔ کیونکہ ہم اس قافلہ کو لوٹنے کی غرض سے آئے ہین اور تا بامکان یہ لوگ ہمارے ہاتھ سے جانبر نہین ہونگے آپنے رہزنون کا یہ منشا سمجھکر قرآن مجید کو غلاف کیا اور اُنسے مخاطب ہوکر فرمایا یہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ ممکن نہین کہ مین اپنے دینی بھائیونکی رفاقت چھوڑکر علیحدگی اختیار کرون اور انہین مصیبت مین مبتلا دیکھکر خاموش رہون۔ یہ کہکر آپنے ہتیار اُٹھالیے اور ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ سب سے پہلے آپ ہی اُنکے مقابلہ کیلیے میدان مین پہنچے

صبح کا وقت ہے قریبًا آٹھ گھنٹے بج چکے ہین آفتاب کی تیز اور چمکیلی شعاعین غلیظ ابر سے چھپی ہوئی ہین۔ رہزنون کی کثیر جماعت بڑی چیرہ دستی اور خونخواری کیساتھ پراجمائے کھڑی ہے اُنکے چہرے نہایت بشاش اور تروتازہ ہین اور ایک مٹھی بھر آدمیون سے مقابلہ کرنا کوئی بات ہی نہین سمجھتے۔ شیخصاحب اپنی مصیبت زدہ رفیقون کو ساتھ لیئے ہوئے خدا کے نام پر جان دینے کیلیئے بالکل آمادہ و تیار ہین۔ اگرچہ آپ اپنے ساتھیون کی بے سر و سامانی اور اُنکی مصیبت کا خیال کرکے کسیقدر افسردہ ہین۔ لیکن شہادت کا انتہا سے زیادہ شوق آپکے قوی دل اور مرد میدان ہونیکو ثابت کر رہا ہے۔ تلوار کا قبضہ ہاتھ مین ہے اور تسلی آمیز لہجہ مین اپنے ساتھیونکی دلجوئی مین مصروف ہین آپ چاہتے ہین کہ بیدین رہزنون پر تنہا ٹوٹ پڑین لیکن اپنے رفیقونکے مصیبت مین مبتلا ہونے سے ڈرتے ہین اور پھر اپنے ارادہ کو آئندہ وقت کیلیئے اُٹھا رکھتے ہین۔ اسوقت آپکو یقین ہوگیا تھا کہ میرا خون اسی سرزمین پر گرایا جائیگا۔ اور مرتبہ شہادت کا اعزاز ہمین حاصل ہوگا اور یہی ایک یقین تھا جو ایسے نازک اور خطرناک موقع

بدمعاش بڈھا

رہزنون کا قافلے کو لوٹنے کیغرض سے آنا

شیخ کا رہزنون سے مقابلہ

یہ آپکو بہت کچھ شادان فرحان بنا رہا تھا اتنے مین جنگ چھڑ گئی اور جانبین سے تیر و تلوار کے وار ہونے لگے بہادر شیخ جنکے قدم قدم پر شہادت کا شوق بھڑک رہا تھا بپھرے ہوئے شیر کیطرح بڑی بیتابی کیساتھ رہزنون پر جھپٹ پڑے اور آپ کو بالکل خبر نہین رہی کہ مین کہا ہون اور کس جم غفیر پر حملہ کر رہا ہون رہزن چارون طرف سے سمٹ سمٹا کر اس شیر دل بہادر پر ٹوٹ پڑے اور سب نے نرغہ مین کر لیا۔ آپکے جسم مبارک پر بائیس زخم کاری لگے اور آخری زخم مین سر جسم سے علیحدہ ہو گیا۔ لیکن اسپر بھی آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پچاس قدم تک کفار کا تعاقب کیا۔ اسی اثنا مین ایک عورت آپکے سامنے آگئی اور آپکا یہ حال دیکھکر تعجب و تعجب کیتھا سخت حیرت زدہ ہوئی آپ اُسی مقام پر ٹھنڈے ہو کر گر پڑے اور وہین مدفون ہوئے۔

اسوقت شیخ وجیہ الدین شہید کا غم سب سے زیادہ آپکے نہایت پیارے اور چاہیتے فرزند شیخ عبد الرحیم کو تھا بے شک آپ اپنے مہربان والد کے فراق مین جسقدر رنج و غم اور آہ و زاری کرتے بجا تھا لیکن آپنے اس جانگداز صدمہ مین جس صبر و استقلال سے کام لیا در حقیقت وہ آپ ہی کا کام تھا شیخ کی یہ دلگداز حالت سنکر کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو آپ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو واقعی بات یہ ہے کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے صبر و استقلال مین کچھ بھی فرق نہ آیا تھا بلکہ آپ بالکل سچے اور پاک نفس حضرات کیطرح صبر و استقلال کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے اگرچہ لوگ تعزیت سے آپکے غم کو رہ رہکر ابھارتے اور انکے ساتھ ملکر آپ بھی دو ایک غمناک کلمے کہکر خاموش ہو جاتے تھے اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جسروز میرے والد بزرگوار شہید ہوئے تھے اسی شام کا ذکر ہے کہ مجھے یکایک چین ہو کر نیند آگئی۔ مین دیکھتا ہون کہ شیخ صاحب اُسی حالت مین متمثل ہو کر میرے پاس تشریف لائے جسمین آپ شہید ہوئے تھے اور بدن جہان آپکے جسم پر زخم لگے تھے مجھے ایک ایک کرکے دکھا رہے ہین مین فوراً گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور ایصال ثواب کیغرض سے کچھ صدقہ دیا نیز آپ فرماتے ہین کہ میرا ارادہ تھا کہ اپنے والد کی لاش مبارک اُس مقام سے نقل کرکے دہلی مین لے آؤن لیکن جب مین نے عزم بالجزم کیا تو آپ پھر میرے خواب مین تشریف لائے اور مجھے منع کر دیا کہ میری لاش یہین رہنے دو اور یہان سے نقل کرکے دوسرے مقام پر نہ لیجاؤ۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے وہ حالات جو مجھے لکھنے تھے لکھ چکا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ جسطرح آپکی ولادت کا سنہ اور تاریخ کسی کتاب مین دستیاب نہین ہوا اُسیطرح آپکی شہادت کے سنہ و تاریخ کا بھی کہین پتہ نہین چلا اور مجھے اس بات کا اقرار کرنا چاہیئے کہ قدیم مورخون نے کوئی کتاب ایسی نہین لکھی جسمین ان باتون کا صاف صاف ذکر ہوا اور جس سے ایک مستند تذکرہ کو تاریخ نویسی کی حیثیت سے کافی مدد ملسکے لیکن تاہم شیخ کے حالات زندگی کی بابت جو کچھ مین نے لکھا ہے حتی الوسع مستند کرنے

شیخ عبد الرحیم کا صبر و استقلال

خاتمۂ باب

دوسرا حصّہ

تمہید

معزز ناظرین! ہمارے تذکرہ کا پہلا حصہ ختم ہوگیا جسمین جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے ان معزز و ممتاز بزرگواروں کے حالات آپ پڑھ چکے ہین جو اس محترم اور شریف خاندان کے سلسلہ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے تھے اب دوسرے حصہ کا آغاز ہے جسمین آپکے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا جناب شیخ رفیع الدین محمد کے اجداد محترم خاندان اور خود آپکے ننہیال کے محترم و معزز حضرات کے مفصل حالات پڑھینگے۔ اسی لیے مین نے اس حصہ کے دو باب قرار دیے ہین پہلے باب مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننہیال کا ذکر ہوگا۔ اور دوسرے مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے۔

باب اول

شیخ رفیع الدین محمد

شیخ رفیع الدین محمد کا فضل و کمال

جناب شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت شیخ وجیہ الدین شہید کے خسر اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا ہین اُس نامور اور دنیا کے مشہور عالم و فاضل کے فرزند رشید ہین جو قطب العالم کیساتھ پکارا جاتا تھا اور جسکے تبحر علمی غیر معمولی تفرس انتہا سے زیادہ فہم و دانائی بلاغت و فصاحت کے پُر مغز اور قابل قدر کارنامون کی چمک سے صفحات تاریخ ابتک روشن ہین۔ آپکی خدا پرستی تقدس نفسانی اپنے ضمیری جوہر کی تابانی اخلاق کی تہذیب شائستگی خیالات کی نجابت و شرافت پر دہلی اور اہل دہلی کو کمال فخر تہا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سچے جلال کی روشنی اور اسلامی برکتون سے مالا مال اور اُسکی بخششون اور لازوال نعمتون سے بہرہ ور تہا۔ اگرچہ شیخ رفیع الدین محمد کے اور بھی چند بہائی تھے لیکن تاریخ نویسون نے اس خاندان پر ریمارک کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد اپنے تمام بہائیون پر ایک خاص قسم کی عظمت و فضیلت رکھتے تھے۔ آپ ظاہر و باطن دونون طرح کے علوم کے جامع اور کتب تصوف سے کماینبغی واقفیت رکھتے تھے۔ پہلے پہل آپ نے اپنے والد بزرگوار سے طریقہ چشتیہ و قادریہ حاصل کیا اور کچھ دنون شیخ نجم الحق صاحب کی مبارک صحبت مین فیضیاب ہے۔ ازان بعد والد کی ترغیب و تحریص سے خواجہ محمد باقی کی خدمتمین حاضر ہوئے اور ایک دراز مدت تک اُنکی صحبت مین زندگی بسر کی اور جو کچھ حاصل کرنا تھا ہے اُن سے حاصل کرلیا خواجہ محمد باقی اس بلند اقبال اور ہونہار تلمیذ یا مرید کو انتہا سے زیادہ دوست رکھتے تھے اور اُسکی خداداد قابلیت اور ذہن رسا کی وجہ سے اپنے حلقہ کے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ اس خاص فن کے واسطے کوئی

خواجہ محمد باقی کی خاص توجہ

ایسی صفت نہ تھی جو خواجہ محمد باقی نے شیخ رفیع الدین محمد سے دریغ رکھی ہو شیخصاحب چند روز میں طریقت کے تمام مراتب پر عبور کر لیا اور پیر کی غایت درجہ کی توجہ کی وجہ سے معراج کمال پر پہنچگئے۔ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ خواجہ محمد باقی شیخ رفیع الدین محمد صاحب کا بہت بڑا ادب کرتے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے تھے جب آپکو خطاب کرتے تو شیخ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور جو کچھ شیخصاحب عرض کرتے تھے اُسے خواجہ صاحب ضرور مان لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحب کے تمام یارون اور خلیفون مین یہ بات عام طور پر مشہور ہوگئی تھی کہ شیخ رفیع الدین صاحب خواجہ کے معشوق ہین حقیقت مین خواجہ کے برتاؤ شیخ رفیع الدین صاحب کے ساتھ ایسے ہی تھے جیسے کسی مہربان باپ یا شفیق استاد کے برتاؤ اپنے نہایت پیارے اور چاہیتے فرزند یا لائق و قابل تلمیذ کیساتھ ہوا کرتے ہین۔ اور آپکا یہ اعزاز گویا اُن مجموعی خدمتگزاریون کا ایک بیش بہا مرقعہ تہا جسے آپنے اپنے بزرگوار کی نمایان خدمات سے مختلف الوان اور نقش و نگار کیساتھ سجایا تہا۔ چنانچہ مین اِس مقام پر چند اُن واقعات کا ذکر کرتا ہُون جنسے ان دونون حضرات کے اتحاد اور ارتباط اور دلی تعلقات نہایت تفصیل کیساتھ ظاہر ہوتے ہین اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خواجہ محمد باقی اپنے لائق و قابل مرید کی ہر بات کو کبھی رد نکرتے تھے اور تمام معاشرتی امور مین اُنسے عزیزانہ برتاؤ برتتے تھے۔

شیخ رفیع الدین محمد کا ازدواج ثانی (۱) واقعہ

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور آپنے شیخ محمد عارف ابن شیخ عغفور اعظم پوری کی لڑکی سے نکاح ثانی کرنا چاہا تو مجلس عقد مین جناب خواجہ محمد باقی کو قدم رنجہ فرمانیکی تکلیف دی۔ خواجہ نے ضعف کا عذر کیا اور شیخ رفیع الدین سے معذرت کہلا بھیجی کہ مین بہائی عقد کے جلسہ مین ضعف کیوجہ سے شریک نہین ہوسکتا۔ امید ہے کہ تم مجھے معذور رکھوگے میرے تمہارے تعلقات نمایشی نہین ہین بلکہ فطرتی اور حقیقی طور پر وابستہ ہین اور جب ہے تو گو مین بظاہر تمہارے جلسۂ عقد مین شرکت نہین رکھتا لیکن دل سے ضرور شریک ہون شیخ رفیع الدین محمد صاحب جب خواجہ کی اس معذرت پر مطلع ہوئے تو خود حاضر خدمت ہوکر عرض کیا کہ حضور کو میرے جلسۂ عقد مین ضرور شریک ہونا پڑیگا خواجہ نے جواب دیا کہ عزیز من! مجھے اس شرکت سے معاف کرو۔ آجکل میرا ضعف اور نقاہت اِسدرجہ بڑھی ہوئی ہین کہ اعظم پور تو بہت دور ہے تھوڑی دور بھی جانیکی برداشت نہین کرسکتا شیخ نے عرض کیا بھلا حضور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ مین تنہا جاؤن بغیر آپکے مجھے کہین لطف صحبت نہین ملسکتا اگر حضور کی یہی مرضی ہو اور آپ میرے جلسۂ عقد مین قدم رنجہ نہین فرماسکتے تو مین بھی نہین جاتا شیخ کی اس تقریر نے خواجہ کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا اور اب اعظم پور جانے کیلئے راضی ہوگئے

جب خواجہ محمد باقی اعظم پور پہنچے اور اس طرف کے صوفیوں نے آپ کی آمد آمد کی خبر سنی تو سب جمع ہوئے اور بڑے جوش مسرت کیساتھ آپ کا خیر مقدم ادا کیا۔ ہر ایک شخص نے اپنے حوصلے کے موافق زر نقد آپ پر نثار کیا اور ایک پر تکلف اور عالیشان مکان مین مسند پر لا بٹھایا اعظم پور کے اطراف اضلاع سے جوق جوق صوفی آنے لگے اور آپکی صحبت مبارک سے فیضیاب ہونے لگے۔ اُس نواح کے سو سو کوس کے صوفی اس مجلس مین حاضر تھے اور محفل کا وہ رنگ تھا جو اس سے پیشتر کسی نے کبھی سنا تک نہ تھا۔ غرضکہ اسی محفل مین شیخ رفیع الدین محمد کا نکاح منعقد ہوا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ میرے والد بزرگوار کی والدہ ماجدہ ان ہی شیخ محمد عارف کی صاحبزادی تہین جنکا نکاح شیخ رفیع الدین محمد سے اس مجلس مین ہوا۔ واللہ الحمد۔ خلاصہ یہ کہ اس بیان سے وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہین جو جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد صاحب مین تھے۔

دوسرا واقعہ

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی سے جناب خواجہ محمد باقی کی نسبت کوئی گستاخی و بے ادبی ظہور مین آئی اور کسی شخص نے خواجہ کی خدمت مین اُسے بجنسہ نقل کر دیا بس آپ نہایت آشفتہ و برہم ہوئے اور آثار قہر و غضب آپ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اتفاق سے وہان ایک تاگا پڑا ہوا تھا آپنے اُٹھا کر بڑی مضبوطی کیساتھ گرہ لگائی اور رو مین ڈالدیا شیخ رفیع الدین محمد نے جو خواجہ کے مزاج سے واقف و شناسا تھے اس تاگے کو اُٹھا لیا اور بڑی حفاظت و احتیاط سے پاس رکھا۔ چند روز کے بعد شیخ احمد سرہندی قبض شدید مین مبتلا ہوئے۔ اور جون جون علاج کرتے گئے بیچینی بڑھتی گئی۔ آخر کار وہ اسکے سبب کی تلاش اور تفحص کے درپے ہوئے اور مدت تک چھان بین کرتے رہے جب حقیقت حال واضح ہوا تو آپ دہلی مین آئے اور خواجہ کے رفقا سے اس بارہ مین شفاعت کی درخواست کی کسیکو اسقدر جرأت نہ پڑی کہ خواجہ کی خدمت مین اسکی بابت لبکشائی کرتا۔ اور شیخ احمد سرہندی کی معذرت کرکے انکی گستاخی معاف کراتا۔ انجام کار سبنے مجبور ہوکر جواب دیا کہ ہم خواجہ کی خلاف مرضی کچھہ نہین کرسکتے لیکن اگر تم خواجہ کے معشوق سے کہوگے تو امید ہے کہ وہ تمہارا مطلب حل کردینگے۔ شیخ احمد نے جناب شیخ رفیع الدین محمد کیطرف رجوع کی اور باصرار و الحاح اپنا حال عرض کیا۔ شیخ خواجہ کیخدمت مین حاضر ہوئے اور شیخ احمد کی التماس کو ایک ایسے شایستہ اسلوب اور عمدہ طریقے سے خلوت مین عرض کیا کہ خواجہ کو قبول کرنیکے سوا کچھہ بن نہ پڑا اور بہت سے لیت و لعل کے بعد خواجہ نے فرمایا۔ بیشک مجھے تمہاری خاطر سے شیخ احمد کی گستاخی سے درگزر کرنا اور اُسکے سر پر معافی کا تاج رکھنا مناسب تھا لیکن کیا کرون وہ

تانگا میرے پاس سے گم ہوگیا۔ شیخ نے خواجہ کی اس مہربانی اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا اور وہ تانگا جیب سے نکال کر فوراً حاضر کر دیا اور خواجہ کے حکم سے اُسکی گرہ کھولڈالی۔ تانگے کی گرہ کھلتے ہی شیخ احمد کا قبض جاتا رہا۔ اور اُنکا رنج و بیماری فرحت و صحت سے بدل گئی۔ اس واقعہ سے بھی جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے خصوصیات اور باہمی تعلقات کا کافی اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اعزاز شیخ رفیع الدین کو خواجہ کے علی دربار مین حاصل تھا اُسکی کوئی برابری نہین کرسکتا تھا۔ اور اس میدان مین آپکی عظمت کے برابر کوئی قدم نہین رکھہ سکتا تھا آپ کی بے مثال عزت اور لاثانی توقیر خواجہ کے عظیم الشان حلقہ مین سب کو تسلیم تھی اور ہر شخص آپکو اپنا سرتاج سمجھتا تھا۔ علاوہ ان دو واقعون کے کتابون مین اور بھی خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی چند مثالین لکھی ہین۔ لیکن چونکہ وہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی ہین اسلیئے نظرانداز کیجاتی ہین۔ مگر مجھے یہان اسقدر اور کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد نے جس دلسوزی اور دردمندی سے خواجہ محمد باقی کی خدمت کی بہرحال وہ اُن کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے مگر خواجہ نے جو اعزاز واکرام شیخ رفیع الدین محمد کا اپنے مریدون کے حلقہ مین قایم کیا اُسکے احسان سے شیخ صاحب کبھی سبکدوش نہین ہوسکتے

شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت کا ایک عجیب واقعہ

شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت و فراست بھی خاصکر قابل ذکر ہے اور اُسکی روایتین حد سے زیادہ دلچسپ ہین چنانچہ ایک دو روایتین یہان نقل کیجاتی ہین (۱) شیخ فرید بخاری جو اپنے وقت کے معزز امیرون مین سے ایک متمول دولتمند تھا اور قطع نظر تمول و دولتمندی کے نجابت و صلاح کو جامع اور مشائخ صوفیہ کا انتہا سے زیادہ معتقد تھا اُسنے ایک عالیشان سرا کی بنیاد ڈالی اور کثیر التعداد روپیہ صرف کرکے اسمین چند بڑی بڑی عمارتین قایم کین جب سرا اور اُسکی عمارتین بنکر تیار ہوگئین تو اُسنے اپنی عزت افزائی کیغرض سے شہر کے تمام مشائخ کی دعوت کا اور سامان ضیافت مرتب کیا۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی خدمتمین بھی حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور مع رفقا کے غریبخانہ پر تشریف لاکر کمترین کی عزت افزائی فرمائین چنانچہ آپنے اُسکی دعوت منظور کرلی اور مقررہ وقت پر تشریف لیگئے۔ کھانیسے فارغ ہونیکے بعد سماع کی محفل گرم ہوئی۔ اور اہل مجلس مین سے ایک شخص پر وجد طاری ہوا آناً فاناً اُسکا حال متغیر ہوتا گیا اور مستانہ نعرون سے ساری محفل گونج اُٹھی۔ تمام حاضرین دستور مجلس کے مطابق اُسکی تعظیم کیلئے اُٹھے لیکن شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ اسپر بعض لوگونمین چرچا کیا اور باہم بڑی حیص بیص کے بعد سب کا اسپر اتفاق ہوگیا کہ بیشک شیخ کا یہ فعل خلاف طریقت ظہور مین آیا۔ شیخ نے فوراً اس عیب گیری کو تاڑ لیا اور سمجھ گئے کہ ان لوگون نے میرے کھڑے نہونے کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن ہنوز

آپ اسیطرح بیٹھے رہی اور کسی سے کچھہ نہین کہا جب اُس شخص کا وجد زائل ہو گیا اور محفل سماع برخاست ہوئی تو خود شیخ فریدنے آپسے دریافت کیا کہ صاحب وجد کی تعظیم کیلئے جو آپ کھڑے نہین ہوئے اسکا کیا سبب تھا شیخصاحب نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا کہ اگر تم اُس شخص سے اِس وجد اور نعرہ کا سبب دریافت کرتے تو میرے بیٹھے رہنے کا عذر بہت جلد روشن ہو جاتا اور مجھسے دریافت کرنیکی حاجت نہ پڑتی چنانچہ شیخ فریدنے اُس شخص کو اپنے پاس بلایا۔ اور رقص و نعرے کا سبب پوچھا۔ جواب دیا کہ مین بجز اسکے اور کچھہ نہین جانتا کہ دو تین روز کا عرصہ ہوا ہی کہ میری بیوی انتقال کر گئی ہی اُسکا رنج و غم میرے دلمین اسوقت تک مضمر تھا جب یہ بیچین کر دینے والے نغمے اور تڑپا دینے والے راگ میرے کان مین پڑے تو مرنج و غم بے اختیار بھڑک اُٹھے اور انتہا سے زیادہ بیچینی اور تغیر مجھہ مین ظاہر ہُوا پھر آپنے وہ تو دیکھہ ہی لیا جو مجھسے ظہور مین آیا جب یہ شخص اپنی تقریر کا سلسلہ ختم کر چکا تو شیخ رفیع الدین محمد نے کسیقدر کرخت آواز مین فرمایا کہ بھلا ایک نداف کی تعظیم کیلئے اُٹھنا جو اپنی جورو کے غم مین مبتلا ہو کر چند نعرے مارے۔ مشائخ طریقت نے کہان اور کس جگہ بیان فرمایا ہے حاضرین مجلس آپکی ... اور ذکاوت سے دنگ ہو گئے اور جنھون نے اسبارہ مین بحث کی تھی خجالت و شرمندگی سے سر ... یا اور انجام کار اپنی اس بیہودہ بحث سے توبہ کی اور شیخ سے معافی چاہی۔ اس واقعہ سے شیخصاحب کی ذہانت۔ تفرس سے قطع نظر کرکے آپکا قومی اعزاز و اقتدار بھی ثابت ہوتا ہی اور صاف معلوم ہوتا ہی کہ آپ قومی جلسون مین نہایت با وقعت اور مقتدر تسلیم کیئے جاتے تھے۔

شیخ کے تفرس کی ایک اور مثال

(۲) خانعالم جو شاہی دربار کے امیرون مین سے تھا۔ اور ابتدا مین شیخ رفیع الدین محمد کا نہایت معتقد تھا ایکدفعہ اسکے باغ مین جو کہ اسکانسے بہت ہی متصل واقع تھا ایک فقیر وضع شخص وارد ہُوا۔ یہ فقیر بظاہر نہایت مہذب معلوم ہوتا تھا اور ابنا دنیا کی مخالطت صحبت سے کلی نفرت رکھتا تھا۔ بات بات مین اُسکی زبان سے قال اللہ و قال الرسول نکلتا تھا اور چونکہ چند روز مین اسکی توکل و قناعت اور تدین تذہب نیز اتقا۔ خدا پرستی طہارت اور تقدس نفسانی ضمیری جوہرونکی درخشانی دیانت۔ نیک نیتی کی شہرت تمام دہلی مین پھیل گئی تھی اسلیئے تمام اسلامی پارٹیون مین اُسکی عزت کیجاتی تھی اور قطع نظر اس خصوصیت کے چونکہ اسکی تواضع اور نیک چلنی کا جادو خانعالم کے ہمجلیسون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسلیئے دہلی کے ہر گلی کوچہ مین اُسکی قابلیت کی داد دیجاتی تھی۔ خانعالم کے ندیمون نے جب اُسکی لیاقت اور خدا پرستی کا ہر طرح پر امتحان کیا تو بسبیل تذکرہ اسکے مفصل حالات خانعالم سے بیان کیئے اور وہ دل سے اُسکا معتقد ہو گیا۔ لیکن کا ذکر ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد کا

بھی اُس باغ مین گزر ہوا اور آپ نے اُس فقیر کو دیکھکر خانعالم سے فرمایا کہ یہ شخص فقیر نہین ہو بلکہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہو اس سے تا بہ امکان بچتے رہنا۔ لیکن خانعالم نے آپکی اِس دلسوزی اور ہمدردی کو حسد پر محمول کرکے ذرا بھی التفات نہین کیا۔ اور بجائے اسکے کہ شیخ کی نصیحت کو پیش نظر رکھکر اُس سے احتیاط کرتا اُلٹا آنکھ بند کرکے اسکی مصنوعی اور بناوٹی باتون پر جان قربان کرنے لگا۔ ابھی اسپر بہت دن نہ گزرنے پائے تھے کہ بادشاہ دہلی نے خانعالم کو ایران کی سفارت پر متعین کیا اور چونکہ اس دور دراز سفر کیلئے کثیر التعداد روپیہ کی ضرورت تھی اور اتفاق سے اُسوقت اسقدر روپیہ اُسکے پاس موجود نہ تھا اسلیئے وہ نہایت متحیر و متردد ہوا۔ فقیر نے خانعالم کی اِس سراسیمگی اور تذبذب کو معلوم کرکے دریافت کیا کہ تمہاری پریشانی اور تردد کا کیا سبب ہے خانعالم نے تمام حال مفصلاً بیان کر دیا اسپر فقیر نے نہایت تسلی آمیز لہجہ مین کہا کہ تم روپیہ کیطرف سے پریشان نہو مین اکسیر بنانا جانتا ہون لمحہ بھر مین تمہارے آگے روپیہ کا ڈھیر لگا دونگا۔ لیکن اسکے لیئے کسیقدر اسباب مہیا کرنیکی ضرورت ہی۔ بدقسمت خانعالم فوراً اُسکے دھوکے مین آ گیا۔ اور لاکھ روپیہ سے زائد کے توڑے اُسکے سامنے چن دیئے مکار و عیار فقیر چند روز تک عجیب و غریب حیلے کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ تمام روپیہ غارت کرکے ایکدن روپوش ہوگیا ہر چند تلاش و جستجو کیگئی لیکن کہین سُراغ نہ لگا۔ خانعالم کو یہ نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون سمجھکر سخت نادم ہوا اور اپنی حماقت و ابلہ فریبی کے طشت از بام ہونیکے خوف سے خاموش ہوگیا۔ اور فقیر کی عیاری و دھوکا دہی پر عشعش کرنے لگا حقیقت مین اگر خانعالم شیخ رفیع الدین محمد کی دلسوزی و خیر خواہی سے بھری ہوئی نصیحت پر عمل کرتا اور فقیر کے اِس رنگ و روغن پر نجاتا تو ایسا چشم زخم کبھی نہ اُٹھاتا۔ اور اگر اُسے ذرا بھی خداداد عقل ہوتی تو ایسے درہم و دینار کے بندہ سے ہمیشہ کوسون دُور رہتا۔ لیکن اصل بات یہ ہی کہ غریب و رسادہ لوح خانعالم کو بیشک اُس نفس کے بندہ کی صحبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی تھی مگر اُسے یہ خبر نہ تھی کہ ایک مجسم شیطان کا زہریلا اثر نہ صرف میرے مال کو زہر آلود کریگا بلکہ عزت و آبرو کو ایسی سخت مضرت پہنچائیگا کہ مین انجام کار ہاتھ ملتا رہجاؤنگا۔ وہ کیا جانتا تھا کہ ایک ایسا شخص جسکی پنجگانہ نماز کبھی ناغہ نہو جسکی مجلس مین ہر وقت وظیفہ وظائف کا چرچا رہے جسکی زبان سے اللہ ہُو کے سوا دوسرا لفظ نہ نکلے میرے حق مین کالا ناگ ثابت ہوگا جس کا کاٹا کبھی نہ بچ سکے گا۔ اِن ہی گندم نما جو فروش فقیرون کے حالات پر ریمارک کرتے ہوئے ایک معزز ہمعصر لکھتا ہے کہ " ایسے صوفیون اور فقیرونکو سلام ہی جو نفس کے بندے ہوکر مال فراہم کرنیکی دُھن مین لوگونکو ٹھگتے پھرتے اور نا خدا ترسی سے نادانقون کا اُلٹی چھری سے گلا کاٹتے ہین لیکن اُف تک نہین کرتے "۔ اِسمین ذرا بھی

شک شبہ نہین کہ جس شخص نے فقر اور تصوف کو اپنی خبیث اور ناپاک نفسانی خواہشوں اور حیوانی جذبات سے بہرہ حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دے رکھا ہو اور انسانی عظمت اسلامی برتری عقلی حرمت کو نیست و نابود کر کے ذلت کے آخری درجہ پر پہنچا رکھا ہے اُسکی ذات نہایت نفرتناک اور سخت تنفر انگیز ہے جو لوگ فقر و تصوف کے ظاہری لباس سے آراستہ ہو کے اور رنگین کپڑے پہنکر گلے مین تسبیح ڈالکر فقیری کے پردہ مین غریبون کی گاڑھی کمائی کا مال غصب کرتے یتیمونکے حلقونسے بڑی بیدردی او ظلم سے لقمہ نکالتے ہین اُنپر نیز اُنکی فقیری پر دو حرف۔ فقر و تصوف بجائے خود کوئی مضر اور شرع کے خلاف چیز ہی نہین ہین بلکہ انسے انسان کے ضمیری جوہر نہایت روشن چمکدار ہوتے اور اپنے مین خدا تعالی کے بیچو جلال جبروت کی تابانی رکھتے ہین لیکن ایسے فقر و تصوف پر خدا کی لعنت جو انسانی شرافت و عظمت کے مٹانیوالے اور ذاتی جوہرون کے خون کرنیوالے ہون۔ فقر کی فضیلت و بزرگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور بیشمار حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے لیکن اسمین وہ دنیا طلب فقیر ہرگز داخل نہین ہین جو فقیری کی آڑ مین دنیا حاصل کرتے اور غریبونکے مال بیدریغ ہڑپ کر جاتے ہین۔ بلکہ اصلی فقیر وہ ہے جو اپنا مال و متاع خدا کی راہ مین قربان کر دے اور خدا کی رضامندی و خوشنودی مین جان تک دریغ نہ کرے یہ شان فقیری ہے اور حقیقت مین انہین فقیرونکی نسبت جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ید خل فقراء امتی الجنۃ قبل الاغنیاء بخمسمائۃ عام یعنی میری امت کے فقراء غنی اور دولتمندون سے پانسو سال بیشتر جنت مین داخل ہونگے۔ لیکن اُس فقیری کی نسبت جسکا مین اوپر ذکر کر آیا ہون۔ آپ صاف لفظون مین ارشاد فرماتے ہین کہ کاد الفقر ان یکون کفرا یعنی فقیری کا یہ اثر ہے کہ کیمیاگر درویش جو ابھی زہد و پارسائی کے لباس مین خانعالم کے باغ مین بیٹھا نظر آتا تھا جب یہان سے غریب خانعالم کا کثیر التعداد روپیہ غارت کر کے مخفی ہوا تو تمام زہد و پارسائی کو چھوڑ کر فسق و فجور ختیار کیا اور مذہب سے اسقدر دور ہو گیا کہ ڈاڑھی موچھ منڈا کر برہمن کا روپ بھرا اور سادہ لوح ہندون کو ٹھگنا شروع کیا۔ جب خانعالم ایران کی سفارت کی تکمیل کر کے دہلی واپس آیا تو اثناء سفر مین حافظ محمد حسن نے جو خانعالم کا سپاہی تھا اور تفرس و ذکاوت مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اس عیار درویش کو دیکھکر فوراً پہچان لیا اور گرفتار کر کے خانعالم کے پاس لے آیا۔ اس مکار نے اگرچہ پہلے پہل اپنا حال مخفی کرنے مین بہت کوشش کی لیکن جب طرح طرح کی ایذا اور المناک سزا دیگئی تو آخرکار اُسنے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور تلاشی کے بعد کچھ مال بھی برآمد ہوا۔ اسکے بعد خانعالم نے خواب مین دیکھا کہ ایک جلیل القدر اور واجب الاحترام بزرگ کی خدمت مین پہنچکر اس سے

شان فقیری

بیعت کی ہو اور اُسکی طاعت و بندگی کا حلقہ اپنے کان مین ڈال لیا ہے فوراً بچوینی کیساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور چونکہ تصویر کشی مین پوری مہارت رکھتا تھا صبح کو اُس بزرگ کی تصویر ایک کاغذ پر کھینچی اور جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت مین حاضر ہوکر خواب کی تعبیر دریافت کی اور کاغذی تصویر ملاحظہ کیلئے پیش کی خواجہ نے فرمایا کہ تصویر دیکھنے کی کوئی حاجت نہین مین اُس عزیز کو پہچان گیا ہون تمہین چاہیے کہ شیخ رفیع الدین محمد سے بیعت کرو اور انکو فرمان پر گردن تسلیم خم کردو چنانچہ خانعالم شیخ کیخدمت مین حاضر ہوا اور عذر و معذرت کرکے بیعت کی تجدید کی

خانعالم کی تجدید بیعت

الغرض شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اوصاف و کمالات اور حضرت کے روحانی جوہرونکی جہان تک تعریف کیجائے تہوڑی ہے آپکے تاریخی حالات و واقعات کتابون مین اسقدر لکھے گئے ہین کہ اگر اُن کا دسوان حصہ بہی ذکر کیا جائے تو صفحات ولی انکی وسعت نہین رکھتی اسلیئے مین تمام واقعات کو قلم انداز کرکے صرف ایک ایسے واقعہ پر آپکے حالات کو ختم کرتا ہون جو نہایت ہی دلچسپ اور نشاط انگیز ہین

شیخ رفیع الدین محمدؒ کے اگر تمام اوصاف و اخلاق سے قطع نظر کیجائے اور خواجہ محمد باقی کی خلافت کی نسبت کو بھی الگ کردیا جائے تو بہی کرم و مروت کی ایک ایسی صفت آپ مین پائی جاتی تہی جس سے مخیرون اور عالی ہمتون کی فہرست مین آپکا نام نہایت روشن اور جلی حرفون مین نظر آتا ہو اور غالباً ایک اسی مروت پسندی کی صفت نے آپکو دنیا بھر مین مشہور کردیا ہو آپکی مروت و حوصلہ مندی کی مثالین اگرچہ تذکرون مین بہت کچھ پائی جاتی ہین لیکن مین اس مقام پر صرف ایک واقعہ لکھتا ہون جس سے واضح ہو جائیگا کہ شیخ صاحب کو اس صفت مین اعلے درجہ کا کمال حاصل تہا۔

شیخ کی مروت و بخشش

شیخ رفیع الدین محمد دولت علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور یہ تمام دولتمندی و تمول انہین اپنے والد ماجد قطب العالم کے ورثہ سے حاصل ہوا تہا یہ بات قابل تعریف ہے کہ آپ مشتمل کیسا اُس پوری ہی آراستہ تھے جو مالک دولت کیواسطے زیب و زینت کا باعث ہو یعنی کرم و سخاوت جوانمردی۔ خوش خلقی مروت سب باتین آپ مین بوجہ احسن پائی جاتی تہین۔ فقرا اور مساکین کیساتھ سلوک کرنے اور رحیمانہ برتاؤ سے پیش آنے کے سوا طلبا سے بہت رعایت کرتے اور تا بامکان اُنکے ساتھ نیک سلوک کرتے آپکا تمول تخصیص کے ساتھ اسوجہ سے اور بھی قابل ذکر ہو کہ باوجودیکہ آپکی دولتمندی اور تمول تمام دہلی مین اشاعت پا چکا تہا اور حقیقت مین آپکا تمول ایک امیر کبیر کی دولت کیساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتا تہا لیکن آپ ایسے سادہ طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے جو ایک دولتمند سے مشکل اور سخت مشکل ہو آپ ہر شخص سے خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت

شیخ کی مروت کا ایک دلچسپ واقعہ

عاجزی و انکساری اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے۔

شیخ کی مروت کا ایک عجیب واقعہ

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ رہزنونکی ایک جماعت نے آپکے تمول کی شہرت سنکر آپکے مکان پر حملہ کرنا چاہا لیکن اس سے قبل کرسب ملکر یکبارگی مکان پر پل پڑین اور آپکا مال و متاع غارت کرکے لیجائین اپنے مین سے ایک شخص کو اسلیے منتخب کرکے روانہ کیا کہ آمد و رفت کے راستہ سے واقف ہوجائے اور نقد و اسباب کا پتہ لگالائے اور یہ بھی معلوم کر آئے کہ گھر کے لوگ غافل ہین یا ہوشیار چنانچہ رہزنون کا منتخب کیا ہوا جاسوس لوگونکو غفلت مین پاکر شیخ کے مکان مین درانہ گھس گیا۔ لیکن خدا کی شان گھر مین داخل ہوتے ہی اندھا ہوگیا اور نہایت ہراساں ہوکر چاروں طرف ہاتھ پاؤن مارنے لگا اُسکی یہ آہٹ محسوس کرکے گھر والے جاگ اٹھے اور چراغ لیکر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے تو شیخ کی خدمت مین عرض کیا آپنے اپنی انتہا درجہ کی مروت و کرم کیوجہ سے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اُس سے کسیطرح کا تعرض نکرو اور کچھ دیکر رخصت کردو۔ چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والون نے اُسے کچھ نقد اور کھانا دیکر رخصت ہونیکی اجازت دی لیکن جاسوس نے بھرائی ہوئی آواز مین غل مچاکر کہا کہ مین کسطرح جاؤن نہ تو آنکھون سے دکھائی دیتا ہے۔ نہ پاؤن مین رفتار کی طاقت ہے میری آنکھین بالکل اندھی ہوگئین اور گھٹنے ٹوٹ گئے ہین یہ سنکر شیخ بستر خواب سے اُٹھے اور نہایت شفقت اور مہربانی سے اپنی لکڑی اُسکی آنکھون اور گھٹنون سے چھوادی جاسوس بینا و تندرست ہوکر اپنی جماعت سے جاملا اور تمام واقعہ بجنسہ نقل کردیا رہزنونکی جماعت نہایت نادم و پشیمان ہوئی اور تاسف کرتی ہوئی لوٹ گئی۔ اسکے بعد پھر کبھی اُنہون نے اسطرف رخ نہین کیا حالانکہ شیخ کا مکان شہر اور آبادی سے الگ واقع تھا اور مکان کی عمارت سنگین و پختہ نہ تھی بلکہ نہایت خام اور بودی تھی طرفہ یہ کہ آپکا تمول مشہور و معروف تھا اور کوئی پہرہ چوکی دینے والا موجود نہ تھا۔

شیخ رفیع الدین محمد کی اسقدر معرفی کے بعد اب ہم آپکے آبا و اجداد مین سے خاصکر اُن حضرات کے حالات مختصراً ذکر کرتے ہین جو ذیل کے سلسلۂ نسب مین تاریخی شہرت زیادہ رکھتے ہین اور جنکے واقعات دلچسپی اور ندرت کے بہت سامان بہت کچھ اپنے ساتھ لیے ہوئے ہین۔

[illegible]

سلہ شیخ طاہر کے تین فرزند تھے لیکن دو حضرات کے نام باوجود تحقیق کے آپکو معلوم نہین ہوئے ۱۲ مؤلف سلہ شیخ حسن صاحب کے چار فرزند تھے مگر بجز شیخ محمد المعروف بہ غیالی اور شیخ عبد العزیز صاحب کے علاوہ دو دیگر صاحبزادونکے نام کا پتہ نہین لگا ۱۲ سلہ شیخ عبد العزیز صاحب کے تین صاحبزادے تھے جن مین سے دو صاحبزادونکے نام کا پتہ نہین لگا ۱۲ مؤلف

شیخ محمد طاہر اور انکا خاندان

شیخ محمد طاہر جو شیخ رفیع الدین محمد کے جد اعلی تھے اور جو پورب میں بڑے مشہور اور نامور عالم شمار کیے جاتے تھے ملتان میں پیدا ہوئے آپکا خاندان ملتان میں بڑی ناموری اور نیکنامی کیساتھ مشہور تھا جسکی نجابت و شرافت نہ صرف ملتان کے باشندے ہی بلکہ دور دراز کے لوگ تسلیم کرتے تھے اور جسکا اعزاز و اقتدار ہر طبقہ کے لوگ ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اس واجب الاحترام اور شریف خاندان میں بہت سے ایسے مقتدر اور باوقعت لوگ موجود تھے جنکے فضل و کمال کا تمام زمانے کو اعتراف تھا اور جس شہرت کیساتھ انکا نام پکارا جاتا تھا اُس سے کہیں زیادہ وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی غرضکہ محترم شیخ محمد طاہر جنپر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکیگی اِس معزز و مقتدر خاندان میں پیدا ہوئے

شیخ کی تعلیم

ابتدائی زمانہ میں اگرچہ شیخ محمد طاہر کو حسب معمول قرآن شریف کی تعلیم پانیکے لیئے مکتب میں سپرد کیا گیا لیکن یہ تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے تعلیم کیطرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ سیر و شکار میں مصروف رہے اور یہی مصروفیت تحصیل علوم سے مانع ہوئی مگر جب آپ عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچے تو ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکی ہمشیرہ نے قرآن مجید کی ایک آیت پیش کی اور اُسکی تفسیر دریافت کی جسکا جواب شیخ سے کچھ بن نہ پڑا لیکن اِسکے ساتھ ہی آپکو اسقدر ندامت حاصل ہوئی کہ کسیطرح سے سر اُٹھا نہ سکے اُسوقت آپکی غیرت میں اِسقدر سلسلہ جنبانی ہوئی کہ قرآن مجید بغل میں لیکر اپنے وطن مالوف کو خدا حافظ کہا

شیخ کا تحصیل علوم کے لیئے وطن سے نکلنا

اور تحصیل علوم کیلئے مسافرت کی ناگوار سختیاں برداشت کرنا اختیار کیں اب آپکی یہ کیفیت تھی کہ جس شہر یا قصبہ میں کسی عالم کی شہرت سنتے اُسکی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ نہ کچھ حاصل کرتے۔ چند روز میں آپ تھانیسر پہنچے اور یہاں اسقدر قابلیت پیدا ہو گئی کہ قرآن شریف کے معانی و مطالب اخذ کرنیکی کامل مہارت اور تامہ قوت حاصل ہو گئی۔ آپنے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور شافی طور سے اُس آیت کی تفسیر لکھدی جسکی بابت اُنہوں نے استفسار کیا تھا۔

شیخ کا تکمیل علوم کے لیئے بہار پہنچنا

شیخ محمد طاہر کو اِسوقت اگرچہ تمام علوم و فنون میں کافی دسترس پیدا ہو گئی تھی لیکن ہمت کی بلند پرواز شاہین نے اِسپر بس نہیں کیا۔ بلکہ اُن کا ذوق علمی تھانیسر سے صوبہ بہار میں کھینچ لایا۔ کیونکہ اُس عہد میں بہار کے سوا تحصیل علوم اور تکمیل فنون کا کوئی دوسرا موقع طالب علموں کے حق میں نہ تھا۔ یہاں اُسوقت اہل علم کا بہت بڑا مجمع تھا اور ہر موقع پر علما کے جمگھٹے رہتے تھے۔ جب آپ بہار میں پہنچے تو ایک مشہور علامہ کی خدمت میں تکمیل علوم کیغرض سے تشریف لیگئے اور اُنہوں نے آپکو شائق اور ہونہار سمجھکر اپنے درس میں داخل کر لیا اور نہایت محنت و جانفشانی سے چند روز میں تمام کتب درسیہ اور فنون رسمیہ پر عبور کرا دیا اب وہ زمانہ آیا کہ آپ کی بے مثال جودت طبع اور لاثانی حافظہ کا علما کے عام طبقوں میں چرچا ہونے لگا اور رشدہ شدہ

آپ کی عدیم النظیر ذہانت اور استحضار علوم کی بے انتہا شہرت نے لوگون کو آپ کیطرف متوجہ کیا لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کیلئے آتے اور آپکے فضل و کمال اور علمی تبحر کا بدل اعتراف کرتے۔

شیخ کے عام اخلاق

علاوہ ازین آپکے اخلاق ایسے وسیع اور عام تھے جنکا جادو بہار کے تمام باشندون پر اپنا اثر ڈال چکا تھا اور جستہ جستہ آپ کی فطانت نیک چلنی عام اخلاق کی ہر جگہ داد دیجاتی تھی۔ بہار کا قاضی جس کی شرافت و ایمانداری کی تمام اہل شہر قدر کرتے تھے اور جسنے اپنی زیبا و پسندیدہ عادات اور شائستہ اخلاق سے مسلمانون کے تسخیر قلوب مین عام طور پر ناموری حاصل کی تھی اُسنے جب شیخ محمد طاہر کے فضل و کمال اور

شیخ کی شادی

وجاہت و نجابت کو دیکھا تو اپنی عزیز و پیاری لڑکی کو آپکے عقد مین دیدیا۔ عقد کے چند روز بعد آپنے بہار کو چھوڑ دیا اور پورب کے کسی اطراف مین قیام فرمایا۔

الغرض خدا تعالی نے شیخ محمد طاہر کو وہ اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل عطا کی تھی جسکی نظیر اُس عہد مین بہت مشکل سے ملتی تھی۔ آپ تمام علوم کو جامع اور مروجہ فنون کو حاوی تھے آپ کی نظر ایسی وسیع اور غائر تھی کہ تمام علوم سے عمدہ عمدہ نتائج اخذ کر لیتے اور ان کے جزئی و کلی مسائل کا پورے طور پر نتیجہ سمجھ کر لیتے تھے۔ بہرحال آخر عمر مین آپکو وہ مرتبہ حاصل ہوگیا تھا کہ اپنے زمانہ کے علما کے سرتاج اور ثقات بزرگوار معتقد علیہ تسلیم کیئے جاتے تھے۔ شیخ کے یہان قاضی بہار کی پاکدامن دختر کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے

شیخ کا انتقال

جنمین سب سے بڑے اور بزرگ فرزند شیخ حسن تھے۔ شیخ محمد طاہر صاحب آخری عمر مین اپنے فرزندون اور اہل و عیال کو ساتھ لیکر شہر جونپور مین چلے آئے تھے۔ یہین آپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوئے آپکی قبر شریف ہنوز موجود ہے اور لوگ دور دور سے اُسکی زیارت کیلئے آتے ہین۔

شیخ حسن صاحب

شیخ حسن صاحب جو شیخ طاہر کے بڑے فرزند تھے بچپن کے زمانہ مین نہایت ذہین اور حلیم فطرت رکھتے تھے۔ لیکن جون جون آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرتے گئے مزاج مین تواضع و انکساری آتی گئی نو سال کی عمر مین آپنے قرآن مجید یاد کر لیا اور اسکے بعد کتب متداولہ کی تحصیل مین مشغول ہوئے۔ علم صرف و نحو کی معمولی کتابین پڑھنی شروع کین اور دو تین ہی برس مین اس فن کی تمام درسی کتابین نکال لین گیارہ یا بارہ سال کی عمر مین آپکو صرف و نحو مین کامل مہارت اور تامہ لیاقت ہوگئی۔ اِسکے بعد آپنے فقہ و

شیخ حسن کی تعلیم

حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم پائی۔ فقہ و حدیث کے علوم اگرچہ نہایت سخت اور دشوار گزار علوم ہین لیکن شیخ حسن صاحب کو اپنے بےمثل حافظہ اور عدیم المثال ذہانت کی بدولت یہ اہم اور مشکل علوم بھی پانی تھے

غرضکہ آپ اٹھارہ سال کی عمر مین تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے۔

اگرچہ اس امر مین ہماری واقفیت محدود ہی اور ہمین یہ بتانا بہت مشکل ہی کہ شیخ حسن کی خدمت معلمی کن علما کے سپرد کیگئی۔ لیکن اسمین ذرا شک نہین کہ تعلیم کا دوسرا جزو جسے تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہی اُسکی اتالیقی خود جناب شیخ محمد طاہر کے ہاتھہ مین تھی اور شیخ محمد طاہر اس پایہ کے شخص تھے کہ اُس عہد مین بڑے بڑے نامور اور مشہور علماء کی اتالیقی آپکے سپرد تھی جیساکہ ہم اوپر ذکر کرآئے ہین بہرحال شیخ حسن کو تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اعلی درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا ضرور ہے۔

شیخ کی تربیت

جب شیخ حسن صاحب فارغ التحصیل ہوئے تو دور دور سے لوگ آپسے فقہ و حدیث کی تعلیم پانیکی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اس کمسنی اور ابتدائی عمر مین آپ مقتدائے خواص اور معتقد علیہ علما تسلیم کیے گئے لیکن آپکی طفلانہ نظرین پہلے ہی سے اس بات کی پیشینگوئی کرتی تہین کہ یہ شریف و نجیب بچہ آیندہ زمانہ مین علم طریقت کا سرتاج اور مشائخ صوفیہ کا پیشوا قرار دیا جائیگا اور بچپن کے زمانہ مین آپکی پیشانی سے وہ رشد و طلب کے آثار نمایان تھے جو صاف طور پر اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ ہونہار بچہ درویشون کا مقتدا ہوگا

شیخ کا علمی اقتدار

چنانچہ جس زمانہ مین سید حامد راجی شاہ کی عظمتِ شہرت کا ستارہ اوج عروج پر شہاب ثاقب بن کر چمک رہا تہا اور اقبال کی یاوری و کمال علم کا آفتاب اپنی پوری تابانی دکھا رہا تہا نیز اُن کے ضمیری جوہر اور روحانی جذبات کی روشنی اطراف عالم مین پہیل گئی تہی تو شیخ حسن بزرگ سید کے امتحان کی غرض سے اُنکی خدمت مین پہنچے۔ اور پہلے ہی مرحلہ مین جاذبہ ازلی نے محترم سید کے حلقہ مین آپکو کہینچ لیا۔ سید حامد راجی شاہ اپنے وقت کے مشائخ مین امتیازیہ نظر و نسے دیکھے جاتے تھے اور علم طریقت مین آپنے وہ نام پایا تہا کہ مشائخ زمانہ آپکو نہایت معزز اور مقتدر القاب سے یاد کرتے تھے۔ علاوہ ازین جو عظمت اور قدر و منزلت اُنکے دلون مین موجود تہی وہ ایسی اعلی درجہ کی تہی جسکا کوئی کافی اندازہ نہین کر سکتا۔ آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے ممتاز خلیفہ تھے جو حقیقت مین شریعت و طریقت دونون طرح کے علوم کو جامع اور مشائخ چشتیہ مین اعلی درجہ کا اعزاز و اقتدار رکھتے تھے۔ اسکے علاوہ شیخ نور قطب العالم کی خلافت کا ممتاز منصب بہی آپ کو حاصل تہا۔ غرضکہ شیخ حسام الدین صاحب اپنے عہد مین ایک ایسے مسلم الثبوت صوفی تھے جو طریقت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا زہد و تقوے و ورع ضرب المثل تہا اور آپکا مستجاب الدعوات ہونا عوام و خواص مین ہمیشہ شہرت پاچکا تہا۔

شیخ حسن کا مرید ہونا

سید حامد راجی شاہ کا اعزاز

شیخ حسام الدین کا مختصر تذکرہ

شیخ نور قطب العالم کی مجمل ہسٹری

شیخ نور قطب العالم ہندوستان کے نامور اور مشہور مشائخ مین سے تھے عشق و محبت ذوق و شوق تصرف و کرامت. ریاضات و مجاہدات اور مذہبی مباحث مین سب سے زیادہ حصہ رکھتے تھے. بلکہ اُس عہد مین کوئی شخص ان باتون مین آپکی ہمسری اور برابری کا دعویٰ نہ کر سکتا تہا. کثرت ریاضات نے تمام عالم مین شہرت عام پیدا کر دی تہی. اور علما، فضلا، مشائخ کا مجمع آپکے مکان پر لگا رہتا تہا شیخ نور قطب العالم کی لائف مین جو بات سب سے زیادہ استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی تہی وہ آپکی دینداری اور مذہبی تقدس و جوش ہے جسکی نظیر اُس زمانہ کے مشائخ مین بہت مشکل سے ملتی ہے. آپ اپنے والد شیخ علاء الحق بن اسعد کے خلیفہ بہی تھے جو جامع علم ظاہر و باطن اور مرجع خواص و عوام تھے. گو خلافت کے اس امتیاز و منصب نے شیخ نور قطب العالم کو اور بہی مشہور و معروف کر دیا تہا لیکن اتنی بات یہ ہے کہ جس چیز نے آپکے فضل و کمال کو منصب خلافت کے علاوہ تمام ہندوستان مین مشہور کر دیا وہ آپکے علمی کارنامے اور تصرف و کرامات کے سچے واقعات ہین جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آجتک صفحات تواریخ پر اُنکی گہری جھلک پڑ رہی ہے.

شیخ علاء الحق

شیخ علاء الحق قطع نظر اسکے کہ بنگالہ اور پورب کے تمام مشائخ مین نہایت قدر و قعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اُس عہد کے علما و مشائخ مین غیر معمولی شہرت رکھتے تھے شریعت و طریقت کے دونون علمونکو جامع اور علمی تبحر مین بےمثل تھے. آپکا علم و فضل جس پایہ کا تہا وہ محتاج بیان نہین. یہ بات بجز آپکے اور کسیکو بہت کم نصیب ہوئی ہے کہ جسنے آپسے فیض صحبت اور علمی تعلیم کا حصہ لیا وہ علم و فضل مین کامل اور بےنظیر ثابت ہوا. شیخ علاء الحق جناب شیخ سراج الدین اودہی کے خلیفہ ہین جو شیخ نظام الدین قدس سرہ کے معزز جانشین اور ایک نہایت بزرگوار اولو العزم خلیفہ شمار کیے جاتے ہین. الغرض جناب شیخ محمد طاہر کے فرزند رشید شیخ محمد حسن بزرگ و محترم سید حامد راجی شاہ کے مرید و معتقد تھے اور اُنکے کمال علم اور تبحر کیوجہ سے انہین مشائخ کا پیشوا اور علمائے شریعت و طریقت کا سرتاج جانتے تہے. چنانچہ آپکے اُس دلی اعتقاد کی مثال جو سید حامد راجی شاہ کے بارہ مین رکھتے تھے ایک تاریخی واقعہ سے خوب ظاہر ہوتی ہے.

شیخ سراج الدین اودہی

شیخ حسن کے اُس اعتقاد کی مثال جو آپ کو سید حامد راجی شاہ کی نسبت تہا

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ الہداد شارح ہدایہ اور چند نامور علما نے جو شیخ حسن کے درس مین شریک اور آپکے جلیس و ہم نشین تھے آپکے اُس اعتقاد کو جو بزرگ سید کے حق مین رکھتے تھے استعجاب کی نظر سے دیکھا اور ایکدفعہ تو برملا یہ کہہ ہی دیا کہ سید حامد راجی شاہ سے آپکا بیعت کرنا اور اُنکی متابعت کا حلقہ اپنے کان مین ڈالنا نہایت ہی بعید اور دور از قیاس بات ہے کیونکہ آپ قطع نظر خاندانی عظمت و شان کے علوم و فنون مین عام طور پر

اپنے ہمعصرون مین ممتاز ہین اور آپکے ضمیری و روحانی جوہر تبھی مین ممتازیت کی گہری تہ رکھتے ہین اسکے سوا آپکی دانش و فضل کا شہرہ تمام ملک مین پہیلگیا ہی اور اہل ملک کی نگاہ مین آپ پر وقعت کیساتھ پڑتی ہین باوجود اِس فضل و شہرت کے آپکا سید حامد سے بیعت کرنا جو علم مکتب سے چندان حصہ نہین رکہتے سخت تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہی۔

شیخ ہداد کی یہ تقریر سُن کر جناب شیخ محمد حسن نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے فرمایا کہ پیارے شیخ ہداد تمہارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واجب الاحترام اور مخر خاندان و قوم سید حامد راجی شاہ مکتبی علم سے حصہ نہین رکہتے لیکن تمہین یہ معلوم ہی کہ ظاہری کتابی تعلیم جو ہر انسان کو مکتب مین دیجاتی ہی اُسکے لیئے کچھ بہی ضرور نہین کہ ہر انسان اِس تعلیم سے مصلح قوم اور ریفارمر بننے کی قابلیت و لیاقت پیدا کرلے ۔ بلکہ فطرت جس انسان کو اپنے ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہی اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے روحانی جوہرون اور ربانی قابلیتون کے زیور سے آراستہ کردیتی ہی ایسے وقت مین اگر اُسے مکتبی تعلیم نہ بہی دیجائے تو بہی کوئی اندیشہ اور مضایقہ کی کی بات نہین ہوتی کیونکہ اُسکے روحانی جوہر جو پہلے ہی سے اُسمین مضمر کیئے گئے ہین ایک نہ ایک روز اپنی اصلی تابانی اور روشنی دکہاکر ضرور رہین گے۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ ظاہری کسب اور محنت کو ہر چیز مین مداخلت ہی گو کوئی شخص کیسا ہی غبی اور کند ذہن ہو مگر پہر بہی محنت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اُسے باقاعدہ عمل مین لایا جائے تو کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی جاتا ہی لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکہنے کے قابل ہی کہ ذہانت و حافظہ فطرت کی خاص عنایتین ہین جو مقدس اور پاک نفوس کو بغیر ظاہری تعلیم کے بہی حاصل ہوسکتی ہین اور ربانی قابلیتون کی وہ درخشانی و تابانی جو کسی پاک دل پر پرتو افگن ہو جاتی ہی نہ جانکاہ محنت سے میسر ہوسکتی ہی نہ عرقریزی وہان کچھ کام دیتی ہے لیکن اسپر بہی مین چاہتا ہون کہ اہل علم کی ایک جماعت منتخب ہو کر محترم سید کی خدمت مین بہیجی جائے تاکہ جو مشکل اور اہم مسائل اور علمی باریکیان دلمین کھٹکتی ہین انہین سید کی خدمت مین پیش کرین اگر سید کی توجہ سے حل ہوجائین اور اُنکا جواب باصواب حاصل ہو تو میری طرح اُنکو بہی معتقد و مرید ہوجانا چاہیئے ورنہ خیر۔ چنانچہ شیخ ہداد وغیرہ نے اہل علم کی ایک جماعت سید کے امتحان کیلئے منتخب کی اور اُسے آپکی خدمت مین روانہ کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ بعض لوگونکے اشکال تو راستہ ہی مین حل ہوگئے اور بعضون سے بزرگ سید کے پُرانوار جمال کے دیکھنے سے اور باقی لوگون کے شکوک و شبہات آپکے حکمت آمیز اور پُر اسرار کلام

کے سنتے سو گئے۔ حاضرین آپکے اس بے مثل اعظیم الشان تصرف کی بانگی دیکھکر قدموں پر گر پڑے اور فوراً بیعت کرکے رشتہ ارادت میں داخل ہوگئے۔

شیخ حسن کی دہلی میں تشریف آوری

الغرض شیخ حسن صاحب ایک عرصہ مدت تک اُسی شہر میں طالبوں کے ارشاد و تعلیم میں مصروف و مشغول رہے لیکن بعد ازان سلطان سکندر کی استدعا سے جو سلاطین دہلی میں ایک انصاف پسند و [illegible] مزاج بادشاہ تھا اور جو فیاضی اور سخاوت میں سب سے افضل و فائق شمار کیا جاتا تھا پرانی دہلی میں تشریف لائے اور بیجہ منڈل میں اقامت اختیار کی۔

بیجہ منڈل کی مختصر تاریخ

مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شائقین کی بصیرت و اطلاع کیلئے بیجہ منڈل کی مجمل ہسٹری مختصر قلمبند کروں ناظرین سے امید ہے کہ خارج از بحث کا الزام دینے سے معذور سمجھیں گے۔ بیجہ منڈل ایک نہایت عظیم الشان اور خوشنما محل ہے جو قطب صاحب کے راستہ میں حوض خاص کے سامنے واقع ہے یہ ایک نہایت عالیشان عجیب و غریب اور حیرت افزا عمارت ہے۔ دلچسپ و دلکشا ہونیکے سوا کسی زمانہ میں بہت ہی خوش منظر اور پر فضا ہوگی لیکن اسکی موجودہ ویران حالت دیکھکر اُس شاہانہ شوق پر انتہا سے زیادہ افسوس ہوتا ہے جسنے اس عظیم الشان و دلگیر عمارت کی بنیاد ڈالی ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عمارت حوصلہ مند فیروز شاہ کے شوق کا نتیجہ ہے جسنے کثیر التعداد لاگت سے اسے تیار کیا تھا اسی عمارت کو جہان نما بھی کہا جاتا ہے اور بدیع منزل کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے لیکن عوام الناس بیجے منڈل کہتے ہیں۔ کتب تواریخ پر غائر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عالیشان اور خوبصورت عمارت اُسی زمانہ میں بنائی گئی تھی جس زمانہ میں فیروز شاہ نے فیروز آباد آباد کیا تھا۔ فیروز آباد کی تعمیر سنہ ۷۵۵ ہجری میں ہوئی۔ اور اُسکے چند سال بعد بیجہ منڈل کی تعمیر ہونی شروع ہوئی۔ اس عمارت کی قطع وضع نہایت ہی عجیب غریب ہے۔ ایک بلند اور اونچے برج پر چاروں دیواروں کا ایک خوبصورت کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کمرہ میں سے گزر کر اُسکی بغلی دیوار میں اوپر جانے کا زینہ رکھا گیا ہے چند زینے چڑھکر اوپر جانا ہوتا ہے یہاں ایک نہایت کشادہ اور سنگین بارہ دری تھی جسکی خوشنمائی اور رونق کو اُسکے عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہاں بجز اس عمارت کے اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جسپر انسان کی نظر شوق سے پڑے۔ لیکن افسوس کہ اب وہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہوگئی اور بجز علامات و نشانات کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی مدتوں کی بیمروتی نے نازک خیال معماروں کی عجیب و غریب صنعت اور حیرت انگیز کاریگری کو بالکل بے رونق کر دیا ہے اور بجائے اسکے کہ کبھی اس سے تفریح ہوتی تھی۔ دل گھبراتا اور وحشت زدہ ہوتا ہے مورخوں کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے ایک نقب بنائی تھی کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان میں ہوکر نقب کے راستے سے سوارہ حوض خاص تک چلے جاتے تھے اگرچہ یہ عمارت

اب بہت شکستہ اور خراب ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی نقشہ اور ہیئت اور وضع قطع اچھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جناب شیخ حسن پرانی دہلی مین تشریف لائے اور بیجے منڈل مین اقامت اختیار کی اپنی علم پر اپنے انتقال فرمایا اور یہین مدفون ہوئے۔ کہتے ہین کہ سلطان سکندر کا بلند اقبال اور نامور فرزند فتح خان شیخ کا بہت بڑا معتقد تھا۔ ایکدفعہ اُسکے دلمین آیا کہ باپ سے بغاوت کرے اور باغیون کی ایک جماعت کی سرگردگی مین دارالحکومت پر حملہ آور ہو کر مستقل بادشاہ بنجائے۔ دربار کے بہت سے ندیمون اور سلطنت کے امراء اور کارکنون نے اُسکے ساتھ اسبارہ مین اتفاق کر لیا اور مسلح ہو کر وقت کے منتظر ہے۔ لیکن جب فتح خان نے اسبارہ مین شیخ سے مشورہ کیا تو آپنے اُسے بغاوت سے منع کیا۔ اور امن و امان کی بشارت دی اس سے سلطان سکندر بھی آپ کا معتقد ہو گیا۔ اور آپکے اعزاز و اقتدار کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

فتح خان ابن سلطان سکندر شیخ حسن کا بڑا معتقد تھا

بعض مورخون کا یہ بھی بیان ہے کہ جب شیخ دہلی مین تشریف لائے تو بادشاہ وقت شیخ کے بعض کمالات پر خواب مین مطلع ہوا۔ جسنے اُس کے پہلے اعتقاد مین ایک اور بھی نئی اور تازہ روح ڈالدی۔

جناب شیخ حسن سنہ ۹۰۹ ہجری کو بیجے منڈل کے محل مین بحالتِ وجد فوت ہوئے۔ آپ تیا ہے تندرست اور چست چاق تھے کسیطرح کی بیماری عارض نہ تھی۔ آپ کی مجلس مین طالبین کا جمگھٹا لگا ہوا تھا اور ایک باعی جسکا اول مصرعہ "اے ساقی ازان مے کہ دل و دین من ست" ہے باربار پڑھی جاتی تھی جس سے آپ پر وجد طاری ہوا اور اسی حال مین آپ کی مقدس روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ حسن کا انتقال

کتاب مفتاح الفیض جو علم سلوک مین تصنیف کی گئی ہے۔ شیخ کی بہت بڑی یادگار ہے جس سے آپکے باطنی علم اور بیمثال روحانی جذبات کی شان و شوکت بڑی خوبی سے واضح و آشکارا ہوتی ہے۔

شیخ حسن کے انتقال کے بعد آپکے چار فرزند یادگار باقی رہے۔ لیکن اُن مین سے جنھین تاریخی شہرت حاصل ہے اور جنسے شیخ صاحب کی آیندہ نسلون کا سلسلہ بڑھا وہ صرف دو فرزند ہین شیخ محمد المعروف خیالی اور شیخ عبدالعزیز یہی وہ دو شخص ہین جنکے فضل و کمال کی شہرت عام طور پر تمام ہندوستان مین پھیلی ہوئی ہے اور جو علم سلوک کی کتابکے پورے دیباچہ اور الولد سر لابیہ کے کامل فوٹو تھے۔

شیخ حسن کی اولاد ذکور

شیخ محمد خیالی صحیح الحال لطیف المشرب قوی الریاضت تھے۔ اور علم سلوک کے دوسرے بازو سمجھے جاتے ہین حکومت دہلی کیطرف آپکا وہی اعزاز و اقتدار کیا جاتا تھا جو جناب شیخ حسن آپکے والد بزرگوار سے وابستہ تھا سلطان دہلی آپکی بڑی عزت کرتا تھا اور سیر و سفر مین اکثر اوقات اپنے ساتھ رکھتا تھا بلکہ کمال قدردانی سے

دربار دہلی مین شیخ محمد خیالی کا اعزاز

آپ کو اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا اور یہ اُس قابلیت اور پولٹیکل لیاقت کا نتیجہ تھا جو روز اول ہی آپ مین مضمر تھی۔ لیکن آپنے باوجود حکومت کے اِس شان و شوکت اور شاہی اعزاز و اقتدار کے اپنی اصلی حالت نہین چھوڑی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے عہد مین پیشوائے مذہبی تسلیم کیے گئے ہین۔

شیخ محمد خیالی کی لیاقت

شیخ محمد خیالی کی شہرت اگرچہ زیادہ تر علوم سلوک مین ہے۔ لیکن آپ فقہ و حدیث اور ادب و کلام مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ گو آپ ابتدا مین اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے اور اُنھین کے طریقہ کو استعمال مین لاتے تھے۔ مگر انجام کار آپ کا وہ ارتباط جو سلسلۂ قادریہ کیساتھ وابستہ تھا آپ پر غالب آیا اور اُسی زمانہ مین آپنے تکمیل فنون کی غرض سے دہلی سے سفر کیا اور ملک عرب مین پہنچکر حرم مدینہ مین سالہا سال ریاضات شاقہ مین زندگی بسر کی۔ جب حاجی عبدالوہاب بخاری دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے تو آپنے شیخ محمد خیالی کو بشارت دی کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ اِس ہندی شیخ زادے نے ایک مدت دشواری سے زندگی بسر کی ہے اب تو اُسے ہندوستان مین پہنچادے لہذا مین بکمال لجاجت عرض کرتا ہون کہ آپ میرے ساتھ ہندوستان تشریف لیچلین۔ شیخ نے فرمایا۔ سچ ہے لیکن تا وقتیکہ خود مجھے اِسکا حکم نہوگا۔ ہندوستان نہین جا سکتا چنانچہ جب آپ اِسپر مامور ہوئے تو حاجی عبدالوہاب بخاری آپکو ہندوستان مین لایا۔ اور یہان پہنچکر آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ بچومنڈل مین اپنے والد بزرگوار کے پہلو مین آرام فرما رہے ہین۔

شیخ کا انتقال

شیخ کے خلفاء

شیخ محمد خیالی کے خلفا بیشمار اور انگنت ہین اور یہ آپ ہی کے ہمیشہ فیض کا نتیجہ تھا کہ جسنے آپسے فیض صحبت حاصل کیا وہ بھی علم و فضل مین کمال عروج کو پہنچگیا اور شہرت مین بےنظیر اور عدیم المثال ثابت ہوا آپکی خانقاہ مین بعض ایسے بھی معزز و مقتدر خلیفہ ہین جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے ہین اور درجہ کمال و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہین۔ شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ عبدالرزاق جھنجانوی کو کون نہین جانتا اور کونسا آدمی ایسا ہے جو انکے فضل و کمال سے واقف نہین ہے یہ لوگ ایسے نہین ہین جنکے تبحر اور فیض صحبت مین ہندوستان کے مشہور اور نامور مشائخ کو کلام ہو۔

شیخ عبدالعزیز شیخ حسن کے دوسرے فرزند رشید

شیخ حسن صاحب کے دوسرے مشہور اور دنیا کے نامور فرزند رشید شیخ عبدالعزیز ہین جنکی تاریخی زندگی کی حالات مین سب سے اول اور سب سے مفصل لکھنا چاہتا تھا کیونکہ میرا ذاتی شوق اور اِس نجیب شریف خاندان کے معزز حضرات کے حالات کی غایت کے لحاظ سے یہی ایک مضمون اِس قابل تھا جو سب سے پیشتر مفصل لکھا جاتا

اگر ترتیب مضامین اور نسق کلام کی وجہ سے مین اس مضمون پر فوراً نہین پہنچا حقیقت مین شیخ عبد العزیز ہی ایک
ایسے مقدس اور فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی ذاتی شرافت و نجابت جنکی محتاط زندگی۔ جنکی تورع و پرہیزگاری نے
آپکو دور دور مشہور کر دیا تھا۔ اور جن کی تقدس مآبی اور پارسائی کی ناموری نے آپکے شریف و معزز خاندان مین اور
بھی جان ڈالدی تھی آپکے بچپن کا زمانہ در اصل آپکی آئندہ لائف کا ایک مختصر دیباجہ اور پورا فوٹو تھا دیکھنے
والے اس شدنی امر کو جو اس بچے کی طفلانہ نظرون سے پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ کچھ دنون بعد یہی ہلال ملک مین
بدر کامل ہوکر چمکنے والا اور اپنی پوری تابانی سے ایک عالم کو روشن و منور کرنے والا ہے۔ اور درحقیقت ایسا ہی
ہوا بھی طبقہ علمائے صوفیہ مین جس قدر مشہور و معروف خاندان دنیا مین گذرے ہین اُن مین سے یہ خصوصیت
خاص پہلے ہی روز سے آپکے حصہ مین تھی کہ علاوہ تکمیل علوم درسیہ و فنون رسمیہ کے سلسلہ سہروردیہ قادریہ
کے خرقہ سے ممتاز ہون۔ دنیا مین ہر شخص کے ایک فنی ہونیکی شہرت رکھتا ہے اور ایک ہی علم مین اسکی نظر وسیع
ہوتی ہے اور وہ اُسی مین تبحر حاصل کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو فن تک اسکا شاہین کمال بلند پروازی کیا کرتا ہے
لیکن تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ آپ تمام علوم کو جامع اور سب مین مبحر رکھتے تھے اور ہر علم مین ویسی ہی بحث
کر سکتے تھے جیسی کوئی شخص اپنے علم خاص مین بحث کرتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ آپکی
قابلیت و لیاقت ہر قسم کے اہل فن کو تسلیم تھی۔ اور سب کو آپکے فضل کا اعتراف تھا۔

شیخ عبد العزیز کا بچپن

شیخ عبد العزیز صاحب ہنوز دو تین ہی سال کے تھے کہ آپکے والد بزرگوار اپنی عمر شریف کے مرحلے طے کرکے راہگرائے
سفر عالم آخرت ہوئے اور اپنا فیض باطن شیخ قاضی خان ظفرآبادی کے حوالے کر گئے جو آپکے ایک نہایت عزیز
خلیفہ تھے اور جن کی استقامت و کرامت زہد و تجرید ریاضت و مجاہدات تاثیر صحبت کا اُس زمانہ مین کوئی
دوسرا مدعی پیدا نہ تھا اور تصرف و کرامت مین اپنا جواب نہین رکھتے تھے شیخ عبد العزیز جب ابتدائی عمر کے مرحلے

شیخ عبد العزیز کی تعلیم و تربیت

طے کرکے سن تمیز کو پہنچے تو جناب سید محمد بخاری ابن حاجی عبد الوہاب بخاری کی خدمت مین تحصیل علوم کی غرض
سے حاضر ہوئے۔ چونکہ سید محمد اور خود اُن کے والد بزرگوار حاجی عبد الوہاب بخاری جناب سید حسن صاحب کے
فضل و کمال کے معترف اور اس امر کی علی الاعلان شہادت دیتے تھے۔ کہ درحقیقت شیخ حسن ہی اس زمانہ مین تمام
علوم و فنون مین فرد ہین۔ نیز شیخ عبد العزیز کی ذاتی خوبیون اور فطری قابلیتون نے سید محمد بخاری کو اپنا
گرویدہ کر لیا تھا۔ اس لئے انہون نے شیخ عبد العزیز کی اتالیقی کے نازک اور اہم فرائض کو اپنے ہاتھ مین لیا اور نہایت
قابلیت اور دلسوزی سے ان فرائض کو ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز مین شیخ عبد العزیز کو انکی فیض صحبت

شیخ عبدالعزیز کی علم سلوک مین تکمیل

اور تعلیم و تربیت نے فقہ حدیث ادب کلام اور تمام دینیات مین کامل کردیا۔

جب شیخ عبدالعزیز درسی کتابون کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت مین چند روز
رہکر خصوصی استفادہ حاصل کیا اور خرقۂ سہروردیہ زیب تن فرمایا حاجی عبدالوہاب بخاری نے سید راجو قتال
سے خرقہ حاصل کیا تھا جو جناب مخدوم جہانیان کے چھوٹے بھائی تھے اور جو بہت عمر اور مسن ہوکر راہ آخرت پر
گامزن ہوئے تھے آپنے خود مخدوم جہانیان اور نیز شیخ رکن الدین ابوالفتح سے خرقہ حاصل کیا تھا انکی سند طبقۂ
صوفیہ مین بہت بڑی شہرت رکھتی ہے جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے جسطرح سید راجو قتال کی صحبت سے فیض اٹھایا
تھا اسیطرح مدت تک شیخ عبداللہ قریشی کی صحبت مین بھی حاضر رہکر فیضیاب ہوئے تھے۔ الغرض جب شیخ عبدالعزیز
صاحب نے اس فضل و کمال کی شہرت حاصل کی اور علم شریعت و طریقت مین پورے طور پر تکمیل کرلی۔ تو شیخ قاضی خان
نے اپنے فرزند رشید شیخ عبداللہ کو ظفرآباد سے شیخ عبدالعزیز کی خدمت مین روانہ کیا تاکہ وہ اُس فیض
باطن کو یاد دہانی کرے جو شیخ حسن صاحب نے قاضی خان کے حوالے کیا تھا اور اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا
کہ مین خود حاضر خدمت ہوتا ہون مگر اس مین طلب شرط ہے شیخ عبدالعزیز یہ پیام پاتے ہی متوجہ ظفرآباد ہوئے اور جب
وہان پہنچے تو زر نقد مال و متاع۔ گھوڑا کپڑا وغیرہ جو کچھ پاس رکھتے تھے سب راہ خدا مین صرف کردیا اور حالت تجرید
مین پورے تین سال تک طرح طرح کی مشقتون اور ریاضتون کی برداشت کی یہانتک کہ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ
پر پہنچگئے اور اسمین آپکو خاطرخواہ عروج حاصل ہوگیا۔

جب یہ سب کچھ ہوگیا تو شیخ قاضی خان ظفرآبادی نے جناب شیخ حسن کا باطنی فیض آپکے سپرد کردیا اور دہلی کی
طرف مراجعت کرنیکی اجازت دی آپ اُنسے رخصت ہوکر اپنے قدیم قیامگاہ مین تشریف لائے اور ارشاد کے قوانین
و قواعد کی بنیاد ڈالی اور مسایل سلوکیہ کا اچھی طرح اعلان کیا۔ اگرچہ شیخ عبدالعزیز نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے
اور اسکے ساتھ ہی فقہ حدیث علم سلوک مین کامل مہارت حاصل کرچکے تھے۔ مگر پھر بھی اس اثنا مین سید ابراہیم ایرجی
کی خدمت مین مدت تک علوم تصوف کے دقایق اور باریکیان حاصل کرتے رہے اور انجام کار سلسلۂ قادریہ کے
خرقے سے سرفراز کئے گئے۔ سید ابراہیم ایرجی تمام فنون علم مین کامل اور اکثر خانوادون کی برکات کے جامع تھے۔ لیکن نسبت
قادریہ اسپر غالب آگئی تھی اور خرقہ قادریہ شیخ بہاؤالدین قادری سے زیب تن فرمایا تھا۔

خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ ریاضت و مجاہدت مین مصروف رہے اور جو کچھ آپنے جوانی کی حالت
مین اپنے اوپر لازم کیا۔ اُسے آخر وقت تک نہایت دلیری اور جرأت کیساتھ ادا کیا۔ شیخ عبدالعزیز صاحب کی

تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لایق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپنے اپنے خاندان کے طریقہ کی اتباع اور اسلاف کے رویہ کی پیروی مین کوئی دقیقہ کبھی فروگزاشت نہین کیا اس سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہے کہ آپ آداب مشائخ کے تحفظ مین انتہادرجہ کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپکے ادب کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی شیخ کا نام نہین لیا بلکہ ہمیشہ معزز الفاظ اور روزنی خطابات سے یاد کیا کرتے۔ بالخصوص اپنے موجودہ مشائخ کا کا نہایت درجہ اعزاز و احترام پیش نظر رکھتے اور اُن کا بڑے قیمتی الفاظ مین شکریہ ادا کرتے۔

آداب مشائخ

آپ مین فیاضی کا مادہ نیچرل اور فطرتی تھا۔ علاوہ اُس فیاضی کے جو کہ پسے عام طور پر ظہور مین آئی خفیہ طور پر بھی علما صلحا اور حاجتمندونکی اعانت مین کثیر التعداد رقمین صرف ہوئی ہین۔ یہی وجہ ہے کہ جسطرح صوفیون اور مشائخون اور علما کے طبقون مین آپکے فضل و کمال اور تصرف و کرامت کی ایک غیر معمولی شہرت اور دہوم مچی ہوئی ہے اسیطرح مشہور و نامور فیاضونکی فہرست مین بھی آپ جلی اور روشن حرفون مین لکھے جاتے ہین

شیخ کی فیاضی

باوجود اس شان و شوکت اور اعزاز و اقتدار کے آپکے مزاج مین انتہادرجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تھا درویشون اور عالمون سے خود اُنکے قیام گاہون مین جاکر ملاقات کرتے اور ہر شخص سے خواہ کسی مرتبہ کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اگر کسیکی بیماری کا حال آپکو معلوم ہوتا تو دن مین کئی کئی مرتبہ جاکر عیادت کرتے۔ اسکے علاوہ عفو و ترحم حد اعتدال سے متجاوز تھے۔ گو بعض نا سمجھ خدام اور جہلا عوام بدزبانیان کرتے تھے مگر آپ اپنی بلند نظری اور حوصلہ مندی سے ہمیشہ درگذر کیا کرتے اور اپنی عام فیاضیون سے دشمن و دوست کو مالا مال کردیتے تھے۔

شیخ کے عادات و اخلاق

اِن ہی باتون پر کیا منحصر ہے حلم بردباری صبر رضا تسلیم غرضکہ جسقدر عمدہ اور اچھے اخلاق ایک نہایت اولوالعزم اور بزرگ شخص مین پائے جانے ضرور و لازم ہین سب آپ مین بوجہ احسن پائے جاتے تھے اور اِن تمام باتون مین آپکا کمال اُس عہد کے لوگون کو تسلیم تھا۔ اسلیئے ہم نہایت زور دیکر کہہ سکتے ہین کہ اسمین ذرا بھی شک نہین کہ شیخ عبدالعزیز صاحب تمام اخلاق محمودہ مین مشائخ چشت کی ایک محسوس یادگار اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال مین سے تھے۔

آپنے ۷- جمادی الاخری ۹۷۵؁ ہجری مین انتقال فرمایا اور آیہ فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شئی والیہ ترجعون پر آپ کا خاتمہ ہوا۔ آخر مین ہم اُس سلسلہ قادریہ کو اس مقام پر تبرکاً نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین خاص جو شیخ عبدالعزیز صاحب کی قلم سے لکھا ہوا ہے اور چونکہ عربی دانون کیلئے اسمین زیادہ حصہ ہے اسلیئے بجنسہ عربی مین لکھتے ہین

شیخ کا انتقال

بسم الله الرحمن الرحیم - الحمد لله الذی هدٰنا الی سبیل الرشاد وامرنا باتباع الحق والسداد والصلوٰة والسلام
علی نبیه محمد وآله اولی الولایة والارشاد وصحبه الاکرمین الاکملین الامجاد وبعد فیقول العبد تراب
الاقدام خدام اهل بیت النبی علیه الصلوٰة والسلام ذرۂ ناچیز عبد العزیز بن حسن بصرہ الله بعیوب نفسه وجعل
یومه خیرا من امسه ان الاخ الاعز الاکرم العاقل العالم افتخار الافاضل والاکامل سلالة الاولیاء قدوة الاصفیاء
الشیخ یحیی بن الشیخ معین الدین خالدی جعله الله تعالی من اهل صفوته واصطفاه بخلوص محبته وکمال معرفته
لما تشرفنا بشرف حضوره وصحبته وتقرر لدی رسوخ اعتقاده ومحبته عقدت معه عقد الاخوة الدینیة و
البسته خرقة المشائخ الصوفیة قدس الله تعالی ارواحهم ونور اشباحهم وانا لبستها بطریق الارشاد والوکالة
والنیابة والاجازة والخلافة من شیخی ومرشدی وجدی ومحسنی وسندی سید السادات منبع السعادات
السید ابراهیم بن معین بن عبد القادر بن مرتضی الحسنی القادری سلمه الله تعالی وشیخی ومرشدی المشار
الیه لبس من شیخه ومرشده ابی البرکات بهاء الملة والدین ابراهیم الانصاری القادری افاض الله علینا شآبیب
برکاتهم وشیخه ومرشده المشار الیه لبس من شیخه السید السند قطب الوقت ابی العباس احمد بن حسن الجیلی
المغربی الشافعی وهو من ابیه السید السند الشریف السید حسن وهو من ابیه السید الشریف موسیٰ وهو من ابیه السید
السند الشریف علی وهو من ابیه السید السند الشریف محمد وهو من ابیه السید الشریف حسن وهو من ابیه
السید الشریف محمد صلو احمد وهو من ابیه السید الشریف محی الدین ابی نصر وهو من ابیه السید الشریف ابی صالح
وهو من ابیه السید الشریف عبد الرزاق وهو من ابیه القطب الربانی والغوث الصمدانی محی الملة والدین
ابی محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی وهو من شیخه ابی سعید علی المخزومی وهو من شیخه الاسلام ابی
الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الهکاری وهو من شیخه ابی الفرح یوسف الطرطوسی وهو من الشیخ عبد الواحد
ابن عبد العزیز الیمنی وهو من ابی بکر الشبلی وهو من سید الطائفة جنید البغدادی وهو من سری السقطی وهو
من معروف الکرخی وهو من ابی سلیمان داؤد بن نصر الطائی وهو من الامام علی بن موسیٰ الرضی وهو اخذ العلم و
الادب من والده الامام موسیٰ الکاظم وهو من والده الامام جعفر الصادق وهو من والده الامام محمد الباقر وهو من
والده الامام زین العابدین وهو من والده الامام حسین وهو من والده الامام علی بن ابی طالب رضی الله عنهم
وهو من سید المرسلین وخاتم النبیین حبیب رب العالمین محمد بن عبد الله صلی الله علیه وآله وصحبه
الطیبین الطاهرین وهو قال ادبنی ربی فاحسن تادیبی - انتهی کلامه ۞

جناب شیخ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد اُنکے چند فرزند باقی تھے۔ جنمین شیخ قطب العالم بلحاظ فضل کمال علم و دانش۔ جود و سخا سب سے ممتاز او مستثنے تھے۔ علمی ذوق و شوق خدا نے آپکو پہلے ہی سے دیا تھا یہی وجہ تھی کہ گو تربیت کی اتالیقی جو تعلیم کا دوسرا جزو ہی جناب شیخ عبدالعزیز ہی کے ہاتھ مین تھی لیکن مختلف علوم جو اُس زمانہ مین رائج اور درس مین داخل تھے آپنے ہر فن کے مجتہدین سے جدا جدا حاصل کیے علم فقہ و حدیث کو خاص طور پر علمائے وقت سے حاصل کیا۔ صرف نحو کلام و ادب اور اسی قسم کے وہ فنون جو عربیت کے جزو اعظم کہلاسے جاتے ہین اور جو اہل علم کیواسطے گرانمایہ جوہر ہین اُنمین آپکو اسقدر کمال تھا کہ ماہرین فن مین شمار کیے جاتے تھے علی ہذا القیاس وہ تمام مجلسی علوم جنکی مختلف ممالک و اقوام مین بہت بڑی عزت کیجاتی ہی اُن مین بھی آپکی طبیعت نہایت موزون اور قابل واقع ہوئی تھی۔ یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے آپ تمام بھائیونکی نسبت اپنے مین ممتازیت کی گہری تہ رکھتے اور سب سے ممتاز و مستثنے سمجھے جاتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ ابتدائی زمانہ مین آپکو وجد و سماع کے طریقہ سے بالکل انکار تھا بلکہ صوفیون کے تمام اوضاع و اطوار سے کلیۃً اعراض تھا۔ آپ ہمیشہ ان باتون سے مجتنب و محترز رہتے اور وجد و سماع کی مجلسون مین شریک ہونے کو لہو و لعب سے زیادہ تصور نہ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کی مجلس سلوک گرم تھی اور وعظ و ارشاد کا دروازہ کھلا ہوا تھا صوفیون کے جمگھٹے لگے ہوئے تھے۔ علما کا مجمع مجلس کی رونق دوبالا کیے ہوئے تھا۔ اسی اثنا مین شیخ قطب العالم بھی تشریف لے آئے اور خاموشی و متانت کیساتھ ایک طرف بیٹھ گئے۔ شیخ عبدالعزیز صاحب اپنے فرزند رشید کیطرف متوجہ ہو اور اُس روحانی توجہ اور زبردست کشش کا آپ پر یہ اثر پڑا کہ فوراً بیخود ہو گئے۔ حاضرین مجلس نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور غل مچا کر کہا الحمدللہ کہ آپکے صاحبزادے صوفیون اور اُنکے طریقہ کے معتقد ہو جائینگے اور اپنے انکار و اعراض سے پشیمان ہو کر قائل ہو جائینگے لیکن شیخ عبدالعزیز نے فوراً اُنہین خاموش کر دیا اور شتابانہ لہجہ مین فرمایا کہ قطب العالم کا انکار ایک ایسا مستحکم و مضبوط ہے جسکی کوئی حد نہین علاوہ اسکے ہنوز اُنکی طلب کا زمانہ نہین آیا ہی جس سے وہ مجبور ہین چنانچہ جب آپ کی بے خودی دور ہو گئی اور ہوش مین آئے تو حاضرین نے اُس کیفیت کی بابت سوال کیا فرمایا خواب کی طرح ایک قسم کی بیہوشی مجھپر طاری ہو گئی تھی جو کسیطرح قابل اعتبار اور لائق لحاظ نہین ہو سکتی۔ لیکن جب شیخ عبدالعزیز صاحب کا پیمانۂ حیات لبریز ہو کر چھلک گیا اور آپ دنیا سے سفر کر کے رہگرائے عالم آخرت ہوئے تو شیخ نجم الحق جو جناب شیخ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نہایت ممتاز و معزز خلیفہ تھے اور

جنکی باطنی توجہ و تصرف کی دھوم ایک عالم مین مچی ہوئی تھی اپنے مرحوم و مغفور شیخ کے مرقد شریف کی زیارت اور ماتم زدون کی تعزیت کیغرض سے تشریف لائے جب زیارت سے فارغ ہوئے اور شیخ مرحوم کے اعزہ و اقارب سے ملاقاتین کرچکے اور دہلی سے وطن مالوف کیطرف مراجعت کرنی چاہی تو شیخ قطب العالم کی درگاہ مین تشریف لیگئے آپ اُسوقت طلبہ کے درس مین مشغول تھے اور نہایت توجہ و اطمینان کیساتھ علوم کے رموز و باریکیان بیان فرما رہے تھے شیخ نجم الحق نے آپکی طرف نظر التفات سے دیکھا اور ایک عجیب و غریب تصرف کرکے جھٹ سوار ہوگئے آپکی پالکی ہنوز تھوڑی دور پہنچی کہ شیخ قطب العالم مین انتہا سے زیادہ کرب و بےچینی ظاہر ہوئی اور یہ کیفیت ساعت بساعت اور آناً فاناً بڑھتی گئی۔ یہانتک کہ آپ پا پیادہ افتان و خیزان شیخ نجم الحق کیطرف متوجہ ہوئے اور اُنسے بیعت کرکے طریقہ صوفیہ حاصل کیا۔

اسکے بعد جب خواجہ محمد باقی قدس سرہ طریقہ نقشبندیہ کے پھیلانے اور اسکے عام رواج دینے مین مشغول ہوئے اور آپ کی شہرت کا ستارہ معراج کمال پر پہنچا تو شیخ قطب العالم آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مدت تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خواجہ محمد باقی جو ابتدا مین شیخ قطب العالم کے سلسلہ تلامذہ مین داخل تھے۔ اور ایک مدت تک آپکی خانقاہ کے مجاور رہے تھے اب خود شیخ قطب العالم نے اُن کا تلمذ اختیار کیا لیکن نہایت مسرت کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ شیخ نے کبھی اسبات کا خیال تک نہین کیا اور اُنسے فیض صحبت حاصل کرنے مین برابر مستغرق رہے حقیقت یہ ہے کہ اہل کمالات جبتک ہر درجہ کے آدمی سے استفادہ حاصل نہین کرلیتے اپنے تئین اہل کمال مین ہرگز شمار نہین کرتے۔ امام بخاری جو فن حدیث مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے اور اپنے عہد مین ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکے علم و فضل مین کسیکو کلام نہین تھا تحقیق مدارج پر ریمارک کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ "محدث اُسوقت تک کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہو۔ اور اپنے برابر والے سے استفادہ حاصل نکرے اور اپنے کمتر سے سماعت حدیث نہ کرے یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے لوگون سے اپنے فائدہ کی بات اور مفید مضمون کو تحقیق کرتا ہے"۔ واقعی امام بخاری کا یہ قیمتی اور وزنی ریمارک قابل نوٹ ہے جو لوگ اپنے سے کم درجہ لوگون سے استفادہ لینے کو معیوب سمجھتے ہین اُنہین اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

خواجہ محمد باقی کی ابتدائی خدمت اور شیخ قطب العالم کے تلمذ اختیار کرنے کا صحیح زمانہ بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن اسقدر یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جسوقت خواجہ ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کررہے تھے شیخ قطب العالم کے سلسلہ تلامذہ مین تھے اور علمی ذوق و شوق مین آپکا میلان طبعی شیخ کی طرف تھا جس زمانہ مین خواجہ محمد باقی

شیخ کی خانقاہ کے مجاور تھے اُسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آدھی رات کو شیخ پر منکشف ہوا کہ خواجہ محمد باقی کی تعلیم و تلقین کی تکمیل مشائخ بخارا کیساتھ مخصوص ہے چنانچہ آپ اُسیوقت باہر تشریف لائے اور خواجہ سے فرمایا تمہین بخارا کے مشائخ طلب کرتے ہین اسیوقت اُدہر متوجہ ہونا چاہیئے خواجہ نے فوراً سفر کی تیاری کر دی اور شیخ سے رخصت ہو کر عنان توجہ بخارا کی طرف متوجہ کی۔ چونکہ شیخ کے پاس اسوقت بجز تہ بند کے خرقہ موجود نہ تھا اسلیئے آپنے تہ بند ہی خواجہ کو عنایت فرمایا۔ جسے خواجہ نے دستار کے طور پر سر سے لپیٹ لیا اور فوراً بخارا کے قصد سے اُدہر متوجہ ہو گئے۔

بخارا مین پہنچکر خواجہ محمد باقی۔ خواجہ امکنگی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور سلوک کے تمام طریقے اور باطنی فیض حاصل کیئے۔ چند روز مین آپ کی روحانی قوت نے غیر معمولی ترقی کی اور آپکے فضل و کمال کا آفتاب اپنے انتہائی مرکز پر پہنچگیا۔

شیخ قطب العالم کے چند فرزند تھے لیکن سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جن کے تاریخی حالات باب اول کے شروع مین ہم کسیقدر تفصیل کیساتھ ذکر کر آئے ہین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد شیخ رفیع الدین محمد کے خاندان کے حالات جسقدر ہمین لکھنے مقصود تھے سب لکھ چکے۔ لیکن سچ پوچھیے تو ابھی ہمین بہت کچھ لکھنا باقی ہے کیونکہ یہ حالات شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننہیال کے متعلق لکھے گئے ہین اسکے ساتھ تاوقتیکہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے ننہیال کے واقعات اور اس خاندان کے مشہور و معروف حضرات کے حالات نہ لکھے جائین تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ گویا مصور نے یک رخی تصویر دکھائی ہے اسلیئے ہمین ضرور ہے کہ دوسرے باب مین شاہ صاحب کے ننہیال کا مختصر تذکرہ لکھین وجہ یہ کہ جو تاریخی شہرت اور عظمت و جبروت اس شریف و نجیب خاندان نے حاصل کی ہے وہ دنیا مین ہمیشہ کیلئے ایک محسوس یادگار باقی ہے جو آجتک اُسے زندہ کیئے ہوئے ہے۔

باب دوم

حضرت شیخ محمد پھلتی

حضرت شیخ محمد عارف باللہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نانا۔ اُن نامور اور معزز شیخ کے بلند اقبال فرزند ہین جنکا نام شیخ محمد عاقل تھا اور جنکے جود و سخا۔ زہد و تقوے۔ طالب العلمون اور مساکین و فقرا کی رعایت اور علمی کارنامون کا امتیازی پھریرا تمام ہندوستان مین اُڑتا تھا اور جنکے تصرفات توجہات کے نقارے

اور قابل قدر حالات سے اب تک تاریخی صفحات پر روشنی چمک رہی ہو۔ شیخ محمد اپنے تمام بھائیون مین سب سے افضل اور عمر مین سب سے بڑے ہین۔ گو شیخ محمد کے دوسرے فرزندون نے بھی گمنامی کے دائرہ سے نکلکر تاریخی شہرت عمدہ طور پر حاصل کرلی ہو اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہو لیکن اُن سب مین بلحاظ شہرت عام قابل انتخاب شیخ محمد ہی ہین جو خاص فضائل سے منسوب ہین۔ یہی ایک وہ معزز اور نامور شخص ہو جس نے اپنے خاندان کو دنیا بھر مین مشہور کردیا۔ لوگون کا یہ خیال نہایت صحیح اور قابل نوٹ ہو کہ اگر اس خاندان مین شیخ محمد نہوتے تو یہ خاندان گمنامی کے دائرہ سے نکلکر کبھی اسقدر تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا۔

شیخ محمد کی ولادت و بچپن

شیخ محمد کے بچپن کا زمانہ حقیقت مین آیندہ اعزاز واقتدار اور فطری ضمیری جوہرون کا ایک ایسا قابل آئینہ تھا جس پر آیندہ زمانے مین تجلیات ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکا۔ ابتدا نشو ونما سے رشد وہدایت کے آثار آپ کی مبارک اور صاف پیشانی پر درخشان تھے جسے دیکھکر اہل دل آپکے حال پر بے انتہا التفاف کرتے اور صاف کہتے تھے کہ کچھ دنون بعد یہ ہلال ہندوستان مین چودھوین رات کا چاند بنکر اپنی پوری تابانی دکھانیوالا ہو چنانچہ شیخ جلال نے جو دنیا کے نامور اور مشہور ولی جناب شیخ آدم بنوری کے نہایت معزز ومقتدر خلیفہ تھے اور شیخ محمد عاقل سے بیحد محبت و دوستی رکھتے تھے۔ شیخ محمد کے پیدا ہونے پر بہت خوش ہوئے اور خاص خاص لوگون کو صراحتہً اور کنایتہً مطلع کیا کہ یہ بچہ رشد نی اور ہونہار ہے جو آیندہ زمانہ مین بڑی قدر و منزلت کو پہنچیگا۔ دنیاوی حشمت وشوکت اِسکے قدمونکو بوسہ دینگی اور یہ اہل دل کے حلقون کا پیشوا اور سرتاج قرار دیا جائیگا جب شیخ محمد پیدا ہونے کو تھے تو جناب شیخ جلال آپکے والد بزرگوار کے پاس آئے اور ایک طلائی دینار ہدیۃً پیش کیا۔ اور جب آپ دنیا سے مُنہ موڑکر عالم بالا مین تشریف لیجانے لگے تو حاضرین کو وصیت فرمائی کہ میرا مصحف مقدس جسمین مین تلاوت کیا کرتا ہون شیخ محمد کو پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپکے اس ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ اور آپ کا مصحف شیخ کو پہنچا دیا گیا جسے شیخ نے بڑی مشکوری کیساتھ قبول کیا

شیخ محمد کی تعلیم

جب شیخ محمد صاحب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علم مین مشغول ہوئے۔ کچھ عرصہ تک نارنول مین ایک مشہور عالم کے درسگاہ مین تعلیم پائی۔ بعدازان جناب شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کچھ دنون آپ سے تعلیم پاتے رہے لیکن جب آپکی طبیعت یہان سے اُچاٹ ہوئی تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کی صحبت مین تشریف لائے اور صحبت آپکی طبیعت کے بہت ہی مناسب پڑی چونکہ آپ کا دل ودماغ پہلے ہی سے ان جوہرون سے آراستہ تھا جنہین فطرت کی خاص بخشش کہنی چاہئین

اور آپکے ضمیری جوہر عجیب غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ لہذا تھوڑے عرصہ مین آپنے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ آپکے ہم سبق تھے اُنہین آپ کی اِس عاجلانہ ترقی اور تمام علوم پر اسقدر جلد عبور کر جانے پر تعجب اور تعجب کیساتھ رشک تہا۔ لیکن عمیق اور عمیق نظرون مین خوب سمجھ گئی تہین کہ اِس روشن ضمیر مین خدا کی طرفسے وہ قوت ودیعت کیگئی ہے جو ربانی نکات کے سمجھنے مین ید طولےٰ رکھتی ہے۔

شیخ کا خدا طلبی مین سفر کرنا

جب آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور علمی تحقیقات پر اِس سرے سے اُس سرے تک عبور کر گئے تو اب دل عقیدتمند خدا طلبی کیطرف دعوت کی جسکی آپنے مردانِ باہمت کی طرح اجابت کی۔ اور وطن مالوف کو خدا حافظ کہکے اہلِ کمال کی تلاش مین اکناف واطراف عالم کا سفر کیا اور علمائے کاملین کی صحبتون مین حاضر ہوکر فیضیاب ہوئے سالہا سال کشاکش طلب مین نہایت مستعدی سے زندگی بسر کی اور باطنی علوم کے اشغال مین ہمہ تن مصروف رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپکے فضل وکمال کا شہرہ تمام بلاد مین پہیل گیا اور اہل دنیا کی نگاہین وقعت کیساتھ پڑنے لگین۔ جب آپ تکمیل کے مرتبہ کو پہنچگئے اور سلوک ارشاد کے تمام مراتب طے کر چکے تو پہر وطن مالوف مین تشریف لائے اور علم ظاہری وباطنی کے درس مین مشغول ہوگئے۔

جناب شیخ محمدؒ صاحب کے عام اخلاق وعادات

ا ب ہم شیخ محمد کے اُن معاملات اور تاریخی حالات کو چھوڑکر جو تعلیم وتعلم سے متعلق ہین آپکے عام اخلاق وعادات پر توجہ کرتے ہین۔ لیکن اِس سے پیشتر کہ شیخ موصوف کے اخلاق وعادات پر ریویو کرین یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اِس خاندان کے طبقہ علما مین کوئی عالم ایسا کم گذرا ہے جو علمی فیاضی جود وسخا۔ ترک حظ نفس توکل وقناعت زہد وانتقا مین آپ کا دعویدار ہوا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات مین آپ کا شریک ہو بھی تو اُسکا یہ دعوےٰ قطعی طور پر نادرست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد وانتقا مین بھی وہ آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپ کی خدا پرستی تواضع بردباری اور سب سے بڑھکر عظمت وکرامت اسدرجہ شہرت پکڑ گئی تہی۔ کہ بڑے بڑے باکمال لوگ دور دور سے حاضر خدمت ہونے اور آپکے تلامذہ اور مریدون کے حلقہ مین شریک ہونے کو مایہ اعزاز وافتخار سمجھتے گو آپکے چہرہ سے نورانی عظمت وجلال برستا تہا اور وہ شان وشوکت رعب ودبدبہ نمایان تہا جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تھی۔ لیکن آپکی عاجزی وانکساری حد اعتدال سے بڑھ گئی تہی اور باوجود اِس شان وشوکت کے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز وانکسار تہا۔ آپ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور تواضعانہ

شیخ کے عام اخلاق وعادات

اخلاق کیساتھ پیش آتے اور اُسکی رضامندی وخوشنودی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے۔ صدق وراستگوئی اور تحقیق واحتیاط مین ایسے مسلم الثبوت تھے کہ لوگ آپکے قول ونقل کو بے تامل بغیر سند وحجت کے پیش کرتے آپ کا طرز معاشرت بالکل نرالا اور انوکھا تھا جسپر کبھی کسیکو نکتہ چینی کا موقع ہی نہین ملا۔

آپ کی تاریخی زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کے احترام واعزاز اور اُنہین راضی رکھنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ طالب العلمی کے زمانہ سے لیکر ارشاد وتکمیل کے عہد تک کبھی کوئی بات ایسی ظہور مین نہین آئی جو شیخ کی مرضی کے ذرا خلاف ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جسکی نظیر دنیا مین بہت مشکل سے ملسکتی ہے۔ آپکے اس قسم کے بہت سے دلچسپ واقعات ہین جنسے ناظرین کو اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ جناب شیخ محمد صاحب کے دلمین اپنے واجب الاحترام اور معزز شیخ کی کہان تک عظمت وعزت قائم تھی۔ لہذا مین چند واقعات مختصراً ذیل مین قلمبند کرتا ہون۔

پہلا واقعہ

پہلا واقعہ۔ شیخ محمد صاحب خود اپنے قلم مبارک سے لکھتے ہین کہ اثنائے تحصیل مین چونکہ ہمارے معزز ومحترم شیخ کی طبیعت اکثر اوقات تجرد کیطرف منجذب ومائل تھی اسلیئے ہم لوگون کا سبق روزانہ نہوتا تھا اور ہوتا بھی تھا تو بہت تھوڑا۔ اس صورت مین مجھے اپنے اوقات کے ضائع ہونیکا بہت صدمہ تھا چند روز تک تو مین اسی کشاکش مین رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ کیا مین شیخ کی صحبت سے علیحدہ ہوکر کسی اور درسگاہ مین تعلیم لون یا اسی معمولی حیثیت مین اوقات بسر کرون آخر کار مین نے دلمین اس بات کا قطعی فیصلہ کرلیا کہ صرف اسی قلیل مقدار تعلیم پر قناعت کرنا اور موجودہ فرصت کو یون ضائع وبرباد کرنا بہرحال بہتر نہین ہے چنانچہ ہمت کے شاہین بلند پرواز نے بال وپر کھولے اور اب مین علمائے کاملین کی درسگاہین تلاش کرنیکو نکلا۔ اتفاق سے شہر کی ایک نامور اور فاضل اجل کی درسگاہ مین میرا گزر ہوا جو طالب علمون کو نہایت محنت وجانفشانی سے درس دیتا اور اُنکی ترقی تعلیم مین بیحد کوشش کرتا تھا۔ اُسکی یہ محنت وکوشش دیکھکر میرا عزم مصمم ہوگیا کہ چند درسی کتابین یہان نکال لینی چاہیئین۔ لیکن جب مین وہان سے واپس ہوکر شیخ کی مجلس مین پہنچا تو آپنے اول میری طرف آنکھ اُٹھاکر دیکھا۔ پھر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھکر زمین پر ڈالدیا اور خود اُٹھکر گھر مین تشریف لیگئے۔ شیخ کے چلے جانیکے بعد مین نے کاغذ اُٹھاکر پڑھا اُسمین لکھا تھا کہ "آج تم کہان گئے تھے کہ مجھے تمہارا باطن ظلمت وتاریکی سے مکدر نظر آتا ہے" مین نے فوراً توبہ کی اور اپنے ارادہ کو فسخ کردیا۔ اور پھر کبھی اس قسم کا خیال تک میرے ذہن مین نہین گزرا۔

دوسرا واقعہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکے شیخ نے اپنے ایک مرید کو حکم فرمایا یہ بکری میرے فلان دوست کے مکان پر پہنچا دے۔ مرید نے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل کی اور بکری لیکر چلا۔ رستہ مین بکری نے چلنے سے انکار کیا۔ اور ایک مقام پر اڑکر کھڑی ہوگئی ہر چند اس نے اُسکے چلانے مین کوشش کی مگر بکری جگہ سے ہلی تک نہین چونکہ اس نے بکری کا چلانا اور اپنے کندے پر لادکر لیجانا دونون باتین حرج سے خالی نہین دیکھین اسلیئے اب اُسے یہ فکر ہوا کہ کسی مزدور کو کچھ اُجرت دیکر بکری پہنچا دینی چاہیئے لیکن اتفاق سے اُسوقت کوئی مزدور دستیاب نہین ہوا۔ اور اس صورت مین شیخ کی خدمت بجا آوری مین قاصر رہا۔ شیخ محمد صاحب کو جب اس قضیہ پر اطلاع ہوئی تو آپنے ایک عاجلانہ حرکت کی اور جلدی سے بکری کو کندے پر لادکر روانہ ہوگئے جب واپس آئے اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپنے دونون صاحبون کے حال پر مطلع ہوکر فرمایا۔ کہ شیخ محمد کو اُسکی حُسن خدمات نے مقربین کے درجہ پر پہنچایا۔ اور دوسرے مرید کو اُسکے قصور نے اس مرتبہ کے حاصل کرنیسے باز رکھا۔ دوسرا واقعہ

تیسرا واقعہ شیخ محمد صاحب فرماتے ہین کہ آدھی رات کا وقت تھا یا اس سے کچھ کم بیش تھا عالم پر خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تاریکی سب طرف حکومت کر رہی تھی کہ میرے معزز شیخ مسجد سے اُٹھکر باہر آئے۔ مین آپکے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے چلا آتا تھا۔ جب آپ دروازے پر پہنچے تو لمحہ بھر ہیئت مراقبہ مین کھڑے رہے۔ ازان بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر کوئی طالب تمہارے پاس رجوع لائے تو اُسے فوراً وہ تمام باتین تلقین کردو جو ہم سے تمہین پہنچی ہین۔ ہم تمکو بخوشی اجازت دیتے ہین مین آپکی یہ باتین (اور سچ پوچھیئے تو خداوندی الہام) سُن کر حیرت زدہ ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اس عظیم الشان منصب کی مجھہ مین قابلیت کہان ہے۔ اور ان باتون کا خیال تک کبھی میرے ذہن مین نہین گزرا ہے۔ شیخصاحب یہ کیا فرما رہے ہین۔ آپنے میرے اس خطرہ کو فوراً دریافت کرلیا اور ایک نہایت خوش آئیندہ لہجہ مین فرمایا کہ تم نے جو کچھ اسوقت میری زبان سے سُنا ہے واقعی باتین ہین۔ اسوقت خدا تعالےٰ نے مجھے اُن تمام لوگون کے نام تعلیم کر دیئے ہین جو تم سے بیواسطہ یا بواسطہ بیعت کرینگے۔ اور اگر تم چاہتے ہو تو مین تمہارے سامنے اُن لوگون کے نام مفصل بیان کرسکتا ہون۔ تمہارا اس بارہ مین توقف وحیرت کرنا محض بے سود ہے۔ کیونکہ جو کام خداوندی دربار مین مقرر ہوچکتا ہے وہ ہرگز محل توقف مین نہین ہوتا۔ تیسرا واقعہ

ان واقعات سے قطع نظر اُس احترام و اعزاز کے ثبوت کے جو شیخ محمد صاحب کے دلمین اپنے معزز شیخ کا قایم تہا آپ کی عظمت و بندگی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہی - اور یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ خداداد عنایتین اور فطرت کی بخششین پہلے ہی سے آپکے حال پر مبذول تہین - اور روز اول ہی سے خدا کی نظر رحمت آپ پر ہو چکی تہی - آپ اکثر اوقات یہ رباعی پڑہا کرتے تھے ؎ ای دوست ترا بہر مکان می جستم * ور تو خبر این ان می جستم * دیدم بتو خویش را تو خود من بودی * خجلت زدہ ام کز تو نشان می جستم *

شیخ محمد صاحب کی عظمت و بزرگی کی ایک اور تمثیلی حکایت بیان کی جاتی ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا ہی سے نہایت معزز اور متقی تھے - آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اقارب مین سے ایک شخص محمد سخی نام پور کے کسی ناحیہ مین شہید ہوگئے تہی - مین طالب علمی کے عہد مین ایک ان مسجد جشو کے حجرے مین بیٹھا ہوا تہا اور حجرے کا دروازہ بند کیے ہوئے کتاب کے مطالعہ مین مستغرق تہا کہ دفعۃ وہ عزیز متمثل ہوکر میرے حجرے مین آکھڑا ہوا اُسکے بدن کو فوجی لباس مانند ہی تہا اور ہتیار لگے ہوئے تھے جن کی چمک زمین پر برابر پڑ رہی تہی - مین نے یہ صورت دیکھکر کہا کہ مجھے اپنے حالات سناؤ بولے جب وقت میرے بدن پر زخم لگتا تہا مین ایک ایسی لذت پاتا تہا جسکی حلاوت اب تک میرے دلمین باقی ہو اس وقت چونکہ بادشاہ اسلام کی جرار فوج فلان مشہور بتخانے کو مسمار و خراب کرنیکے سبب جا رہی تہی اسلیے ہمین انکی رفاقت و امداد کا حکم ہوا اور اس تقریب سے ہمارا گذر اس راہ مین بھی ہوا - مجھے تم سے ملنے کا انتہا سے زیادہ شوق تہا لہذا تمہارے حجرے مین آیا اور نیاز قدمبوسی حاصل کی -

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرفات اور باطنی توجہات و کرامات اور پیشین گوئیان وغیرہ

شیخ محمد صاحب کے تصرفات

جن لوگون نے مخدومی شیخ محمد کی قابلیت اور خداداد لیاقت پر مختصر طور پر ریمارک کیے ہین انکے متفق الفاظ یہ ہین کہ اس تمام خاندان مین شیخ محمد سے بڑھکر کوئی شخص عالی دماغ - حوصلہ مند - خوش اخلاق - قوانین اسلام کا پابند - بزرگان اسلام کے احترام و وقار کی رعایت کرنیوالا نہین ہوا - بالخصوص آپکے باطنی توجہات و تصرفات کے اسقدر حالات ہین کہ اگر فیصدی دس کا بھی انتخاب کیا جائے تو یہی حیات ولی کی وسعت اسکے لیے ناکافی ہے پہر بھی ہم اس مقام مین آپکے تصرفات کے وہ چند واقعات لکھتے ہین جو ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہین ہین

سید علی کا واقعہ

سید علی جو آپکے مریدون مین سے ایک مخصوص دستشنے مرید ہین نقل کرتے ہین کہ مین جوش جوانی کے زمانہ

مین شراب بکثرت استعمال مین لایا کرتا تھا گویا ہر وقت اور ہر ساعت اُسی مین مستغرق و محو رہتا تھا اور کوئی ممنوع و قبیح فعل ایسا نہ تھا جسکا مین مرتکب نہوتا تھا۔ جب میری حالت پستی و خرابی کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئی اور تمام اخلاق و عادات بگڑتے چلے تو مین نے اپنے دلمین عزم بالجزم کر لیا کہ اگر مجھے کوئی ایسا کامل عزیز ملیگا جسکی پُر اثر نظرین پڑتے ہی مین اپنے اِن ناشائستہ و قبیح افعال سے باز آجاؤنگا اور اتقاء و پرہیز گاری کی خواہش میرے دلمین فوراً پیدا ہو جائیگی تو مین اُسکی صحبت و خدمت کو اپنے لیئے ضروری اور لازمی سمجھونگا۔ اُسکی ارادت و اعتقاد کا حلقہ گوش دل مین ڈالونگا۔ اُسکے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ اور پھر ان ممنوعات کے گرد نہ پھٹکونگا اتفاق سے جناب شیخ محمد صاحب کسی تقریب کیوجہ سے قریہ سرائے مین تشریف لائے۔ حقیقت مین یہ وہ زمانہ تھا جسمین میرے اقبال و سعادت کا ستارہ پستی سے نکلکر اوج کمال پر شہاب ثاقب بنکر چمکنے والا تھا۔ چونکہ میرے والد بزرگوار پہلے سے شیخ کے معتقد تھے اِسوجہ سے مین بھی اُن کے ساتھ واجب الاحترام شیخ کی خدمت مین حاضر ہُوا۔ آپنے ایک سرسری نظر مجھپر ڈالی اور فرمایا تم کہان رہتے ہو اور کسجگہ نوکر ہو۔ ہنوز یہ دو تین ہی باتین آپکی زبان مبارک سے نکلی تھین کہ میرے دلمین ایک عجیب قسم کا انجذاب واقع ہُوا اور جن ممنوعات و مناہی مین مین ایک مدت سے آلودہ تھا اُنسے فوراً طبعی تنفر پیدا ہُوا اور وقتاً فوقتاً آناً فاناً زیادہ ترقی کرتا گیا مین فوراً اُٹھکر گھر آیا اور شراب کے شیشون کو چور چور کر ڈالا۔ مناہی کے جسقدر اسباب و ذرائع میرے مکان مین موجود تھے اور سامان کچھ شبہ نہین کہ بعض چیزین ایسی بھی تھین جو نہایت قیمتی اور مجھے بیحد عزیز تھین اور جنکا مجھے شاید تمام عمر اپنے پاس سے علیحدہ کرنا گوارا نہوتا۔ لیکن شیخ کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف نے مجھ مین اسقدر اثر ڈالا کہ میری نظرون مین تمام وزنی اور قیمتی سامان بالکل ہیچ نظر آیا۔ اور ایک ایسی طبعی نفرت پیدا ہوئی کہ بغیر لحاظ کسی امر کے مین نے تمام سامان عیش کو خاک مین ملادیا اور مجھے اُن کے غارت کرنے مین کسیطرح کا دریغ نہ آیا۔ جب مین ان تمام کامون سے فارغ ہو گیا۔ تو غسل کر کے نئی پوشاک زیب بدن کی اور شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر توبۃ النصوح کی اور بیعت کر کے آپ کی صحبت کا التزام اپنے اوپر فرض سمجھا۔ ایک عرصہ کے بعد مجھے سفر کابل کا اتفاق ہوا اور مین نے شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ گو کمترین کی دلی آرزو تھی کہ چند روز حضور کے فیض صحبت مین زندگی بسر کر کے دارین کی فلاح و سعادت حاصل کرتا۔ لیکن افسوس کہ میری بدقسمتی۔ مجھے کابل کیطرف کھینچے لیئے جاتی ہے اور مین بدنصیب مجبوراً آپسے رخصت ہوتا ہون شیخ صاحب نے نہایت خوش آئندہ مسکراہٹ کیساتھ یہ مشہور بیت پڑھی اور نہایت خندہ پیشانی سے مجھے رخصت کیا۔ ع گر در یمنی چو بامنی پیش منی ور پیش منی

ستی چو بے منی در دینی ۔ یعنے اگر تم میرے ساتھ ہو تو گویا میں ہو لیکن میرے سامنے موجود ہو اور اگر میرا خیال تمہارے دل سے مٹ گیا ہے تو اگرچہ میرے پاس ہو مگر حقیقت میں میں ہو۔

الغرض میں کابل کیطرف روانہ ہوا اور چند روز وہاں رہنے کا اتفاق پڑا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک نہایت حسین و خوبصورت عورت سے مجھے خلوت ہوئی اور بدکاری کی خواہش نے میرے دل پر ہجوم کیا قریب تھا کہ توبہ کی گرہ کھل جائے اور میں فسق و فجور میں مبتلا ہو کر دین و دنیا سے کیا گزرا ہو جاؤں کہ دفعۃً ایسے خطرناک اور نازک موقع میں شیخ کی مبارک صورت میرے سامنے آموجود ہوئی۔ جوں ہی اُس شکل شمائل پر میری نظر پڑی گویا نفسانی خواہش نام تک کو نہ تھی۔ شہوت کا تمام نشہ اُتر گیا۔ اور میں اپنی اصلی حالت پر آگیا اسکے بعد اگرچہ مجھے تین یا چار سال تک کابل میں رہنے کا اتفاق ہُوا۔ لیکن کبھی عورت کی رغبت نے میرے دل میں خطور نہیں کیا۔ میرا گمان تھا کہ میں بالکل عنین اور نامرد ہو گیا ہوں اور رجولیت کا مادہ مجھسے سلب کر لیا گیا ہے۔ مگر جب میں وطن مالوف کی طرف لوٹا اور اپنی شرعی بی بی سے ہمبستر ہُوا تو معلوم ہوا کہ وہ عنینۃ و نامردی نہ تھی بلکہ عصمت حق کی جلوہ گری تھی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد صاحب کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف کا ایک عجیب و غریب اثر تھا جسکی نظیر اور اہل دلوں کے حلقہ میں بہت مشکل سے پائی جاتی ہے۔

ایک اور واقعہ

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرف کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک طالب العلم عظمت اللہ نام آپ کی خانقاہ میں سکونت رکھتا تھا چونکہ دلگیر صورت سے قطع نظر کر کے خوش لحن بھی تھا اس لیئے آپکو اُس سے معمولی محبت ہو گئی تھی اور جب وہ اپنی موسیقی خیز آواز سے کوئی غزل پڑھتا تھا تو آپ اُس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جوش مسرت سے بھرے بیٹھے تھے۔ اور کمال درجہ کا سرور حاصل تھا کہ عظمت اللہ کو نغمہ چھیڑ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن اُسنے اس موقع پر تن داری برتی اور آپکے ارشاد کی تعمیل سے پہلوتہی کی۔ دو تین مرتبہ آپنے اُسکو طلب کیا۔ مگر اُس نے ہر دفعہ انکار اور انکار کیساتھ اصرار کیا۔ آپکی طبیعت اُس سے بیحد مکدر و منغص ہوئی اور ایک غضبناک اور قہر آلود نگاہ سے اُسکی طرف التفات کیا جس کے اثر سے اُسکی حالت میں عجیب و غریب انقلاب پیدا ہُوا۔ سارے چہرے پر زردی اور زردی کیساتھ مردنی چھا گئی۔ اور جسم پر لرزہ پڑا اور آناً فاناً بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ ہلاکت کا خوف اُسپر غالب آیا۔ اور اپنی زیست سے محض مایوس و ناامید ہو گیا محمد جعفر جو شیخ صاحب کے خادم قدیم تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

اور لجاجت کے لہجہ مین عظمت اللہ کی سفارش کی بابت لب جنبانی کی آپ کا غصہ فرو ہوا اور اُسکی اِس گستاخی سے درگزر کی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اب اِسے وہ خوش الحانی اور دلفریب آواز میسر نہین ہوسکے گی جسپر مجھے رغبت تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکے بعد اُسکی آواز کی ملاحت اور خوش لحنی جاتی رہی اور مردود جمیع طبائع ہوگیا جو لوگ اِس سے پیشتر اُسکی آو بھگت کرتے تھے اب نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے اور جو اپنے سر و آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ صف لنعال مین بھی بیٹھنے کو ناگوار جاننے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ طرح طرح کے فسق و فساد مین مبتلا ہوا اور کسی جگہ اُسکو اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا۔

الحاصل شیخ محمد صاحب کے اِس قسم کے بیشمار واقعات ہین مین نے صرف اِن ہی دو ایک واقعون کے قلمبند کرنے پر اکتفا کیا۔ تاکہ یہ تذکرہ زیادہ طول نہ پکڑ جائے اور معزز ناظرین کو بہت انتظار نہ کرنا پڑے لیکن شیخ کے حالات زندگی ختم کرنیسے پیشتر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ جسطرح آپکے روحانی تصرف کے دلچسپ واقعات سے ناظرین نے لطف اُٹھایا ہے اُسیطرح آپکے سلب امراض کے چند واقعات جو تصرف کا دوسرا جزو ہی مختصراً درج کرون تاکہ اہل مذاق اپنے اپنے مذاق کے مطابق دلچسپی لین۔

شیخ محمد صاحب کو تصرف کی اِس دوسری شاخ سلب امراض مین وہ قوت حاصل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ سید برہان بخاری کو قولنج عارض ہوا جسکی وجہ سے نہایت کرب دبے چینی اور اضطراب و بیقراری پیدا ہوئی اُن کے رفقا نے آپسے التجا کی اور آپ سید برہان کے مکان پر تشریف لیگئے مریض کے سرہانے بیٹھکر اُسکے مرض کو سلب کر لیا۔ اور اُسنے فوراً شفائے کلی پائی۔ لیکن اُسکا اثر شیخ صاحب مین کبھی کبھی ظاہر ہوتا تھا۔ اور آپ گاہے ماہے قولنج مین مبتلا ہوجاتے تھے۔ میر عبداللہ جو آپکے خواص کے حلقہ مین ایک معزز شخص ہین نقل کرتے ہین کہ حضرت شیخصاحب کسی موضع کو تشریف لیگئے اور مین خدمت مین حاضر تھا جب وہان سے مراجعت کرنے کا قصد ہُوا تو مجھے سخت و شدید تپ عارض ہوئی اور ایک دو ہی روز مین اِسقدر ناطاقت ہوگیا کہ جنبش کرنے تک کی طاقت نہین رہی۔ شیخ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو میرے واسطے سواری کی جستجو کی اتفاق سے اُسوقت سواری کہین میسر نہین ہوئی۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر تم میرے گھوڑے کے آگے آگے چل سکتے ہو تو تیار ہوجاؤ تمہین اُسوقت عجیب و غریب واقعات پیش آئینگے۔ مین نے عرض کیا بہتر ہے چنانچہ بہزار محنت و دقت لوگون نے مجھے کھڑا کیا اور شیخ کی نظر مبارک کے سامنے لا بٹھایا۔ فوراً مجھے مرض مین تخفیف معلوم ہوئی اور اب مین نہایت

سلب امراض

چاق وچست ہوکر آپکے گھوڑے کے آگے آگے چلنے لگا۔ جون جون قدم آگے ڈالتا تھا مجھ مین طاقت وتوانائی آتی جاتی تھی حتےکہ مجھے شفائے کلی حاصل ہوئی اگرچہ ساری منزل پاپیادہ قطع کی لیکن مجھ کو حیرت تھی کہ ذرا بھی تکان وکاہلی معلوم نہوتی تھی۔

کرامات

شیخ محمد صاحب کی کرامتون کے بہی بہت سے دلچسپ واقعات ہین۔ ایک دفعہ بمقام سنوتہ آپ کے ایک بے ریا اور مخلص دوست نے دعوت کی اور صرف بقدر کھانا پکایا جو پندرہ آدمیونکو کافی ہوسکتا تہا۔ جب دسترخوان بچہایا گیا تو تلوہہ کا حاکم شیخ محمد یعقوب آدمیون کی ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ شیخ کی زیارت کیلئے آموجود ہُوا۔ ایسے محل پر لوگون کے ایک جم غفیر کے دفعتہً آجانیسے میزبان گھبرا گیا اور اُسکے چہرے کا رنگ فق ہوگیا شیخ صاحب نے اُسکی یہ گھبراہٹ معلوم کرکے فرمایا کہ تم کسی طرح کا فکر نہ کرو۔ اِن لوگون کی دعوت ہمارے ذمہ ہی۔ لیکن تمہین اِسقدر تکلیف کرنا ضرور ہوگی کہ کثیر التعداد طباق جمع کردو۔ انشاءاللہ یہی قلیل مقدار کھانا بہت ہوجائے گا اور تمام حاضرین سیر ہوکر کھالین گے۔ اور ایسا ہی ہُوا بھی۔ جب سب لوگ کھانیسے فارغ ہوگئے تو آپنے ایک خوش آیندہ تبسم کیساتھ فرمایا۔ کہ فقیر لوگ گاہے گاہے ایسا بھی کیا کرتے ہین۔

شیخ الہ بخش جو آپکے قبیلہ مین ایک ذی وجاہت اور صاحب اعتبار شخص تہا اور تمول و دولتمندی کے نشہ مین چکنا چور ہو رہا تہا۔ اُس نے ایک دفعہ جناب شیخصاحب کی خدمت مبارک مین کچھ ایسی گستاخی اور بے ادبی کی جس سے آپکو سخت رنج ہُوا۔ آپنے متغض ہوکر فرمایا خداوندا اِسکے بعد اِس شخص کا مُنہ مجھے نہ دکھائیو۔ یہ کہکر آپ تو سوار ہوگئے اور پیچھے شیخ الہ بخش ایک نہایت مہلک اور خطرناک مرض مین گرفتار ہوگیا جس سے ہزار علاج کے بعد بہی جانبر نہو سکا۔ دو روز تک حالت نزع رہی اور تیسرے روز جبکہ آپنے مکان پر مراجعت فرمائی مر گیا۔ شیخ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی اور لوگون نے دفن کردیا۔

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالوہاب آپکے چچازاد بھائی نے ایک نہایت خوبصورت اور عالی شان عمارت بنائی۔ عمارت جب بن بناکر تیار ہوگئی تو شیخ عبدالوہاب کو ایک اتفاقی سفر پیش آیا۔ اُنکے چلے جانے کے بعد اُسطرف کے ایک رئیس رستم نامی نے جسے شیخ عبدالوہاب سے دلی عداوت تھی اِس عمارت کو مسمار وخراب کرڈالنے کا قصد کیا۔ جب شیخ محمد صاحب اُس کے اِس ارادے پر مطلع ہوئے تو فرمایا۔ سخت افسوس کی بات ہی۔ کہ شیخ عبدالوہاب کی عمارت بلاوجہ ڈھائی جائے اور ہم موجود ہون اور چونکہ جنگ کرنا فقیرون کا شیوہ نہین ہے۔ اِسلیئے مین ایک تصرف کرتا ہون کہ رستم یہان تک پہنچ ہی نہ سکے۔ چنانچہ جب رستم نے شیخ

عبدالوہاب کی عمارت مسمار کرنیکے ارادے سے فوج کا ایک دستہ فراہم کیا اور سب لوگ اُس کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔ تو سید لشکر خان کے عاملوں میں سے ایک شخص نے اسکو شاہ اسبارے مین اتفاق نہین کیا اور اس مہم مین شریک ہونیسے صاف انکار کر دیا۔ رستہ مین رستم نے اُس سے سختی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ عامل کا حقیقی بھائی مارڈالا گیا۔ اس قتل کے وبال مین رستم سے مواخذہ کیا گیا اور وہ اسی مواخذہ مین مارا گیا

سید محمد وارث جو نہایت معتبر اور صادق القول شخص ہے بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک مرتبہ سفر پیش آیا مین رخصتانہ ملاقات کیلیئے شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہُوا آپنے مجھے عافیت کی خوشخبری دی۔ اور معانقہ کر کے رخصت کیا۔ اتفاقاً اثناے سفر مین ایک رات خونی ڈاکوؤن نے ہجوم کیا اور مجھپر ہلاکت کا خوف غالب آیا۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر مجھسے بجز اسکے اور کچھ نہو سکا کہ شیخصاحب کی جناب مین متوجہ ہُوا اور آپ کا تصور ذہن نشین کر کے بچھونے پر جا لیٹا۔ کرب و بیچینی کیسا تھہ چند کروٹین لین اور آخر کار نیند آگئی۔ خواب مین دیکھتا ہون کہ جناب شیخصاحب کھڑے فرماتے ہین کہ محمد وارث اُٹھو اور بے خوف و خطر یہان سے نکل جاؤ تم سے کوئی تعرض نہین کر سکتا۔ لو یہ دو لڈو ناشتہ کیلیئے رکھ لو۔ مین نے لڈو لیکر اپنے جیب مین ڈال لیئے جب مین بیدار ہُوا تو ہنوز میرے جسم پر رعشہ کا اثر باقی تھا۔ اور ڈاکوؤن کا دہشتناک خیال مجھے رہ رہکر دہلا رہا تھا۔ لیکن جب مین نے وہ دونون لڈو جو خواب مین شیخ نے عنایت فرمائے تھے بعینہ جیب مین دیکھے تو ایک فوری اطمینان نے میرے گئے ہوئے ہوش و حواس بجا کر دیئے۔ مین اپنے دلکو نہایت مضبوط اور قوی پاکر بچھونے سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور سوار ہو کر منزل مقصود کیطرف روانہ ہو گیا۔ ڈاکوؤن کو یا تو میری مزاحمت کرنیکی جرأت ہی نہین ہوئی یا سب کے سب مجھسے غافل رہے۔ بہرحال مین بڑی جرأت اور آزادی سے نکلکر روانہ ہوا اور کسی نے میرا تعاقب نہین کیا۔ شیخصاحب کے عنایت کیئے ہوئے لڈو مدت تک تبرکاً میرے پاس رہے لیکن جب آپ ناپائدار اور فانی دنیا سے رہگرائے عالم باقی ہوئے تو مین اُنہین کھا گیا۔

پیشین گوئی

سنہ ۱۱۱۹ھ مین جب عالمگیر بادشاہ کے فرزندون شاہ عالم اور محمد اعظم مین بمقام اکبرآباد خونخوار اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی تو شیخ محمد صاحب کے معتقدون مین سے کسی نے آپ کو بایں مضمون عریضہ لکھا کہ ان دونون وارثان تخت و تاج مین سے کس کے نصیب مین فتح مقدر ہے آپ ہمین سے جسے فاتح تسلیم کرین مین اُسیکی جانبداری کرون۔ شیخصاحب نے فوراً لکھہ بھیجا کہ شاہ عالم کی فتح ہو گی۔ اور محمد اعظم عین میدان جنگ مین مارا جائیگا۔ انجام کار ایسا ہی ہُوا اور آپکی پیشین گوئی بے کم و کاست سچی ہوئی۔

جناب شیخ محمد صاحب کی صحبت و نظر کا اثر

یہ عنوان اسقدر وسیع ہے جسکی تفصیل اور توضیح کیلئے کئی دفتر درکار ہین لیکن مختصر یہ ہے کہ شیخ محمد صاحب کے علم و فضل اور فیض صحبت کا پایہ اسقدر ارفع و اعلیٰ تھا کہ جس نے آپ سے فیض صحبت حاصل کیا وہ ہی تصرف و توجہ مین کامل اور بے نظیر ثابت ہوا جن لوگون نے آپکی مریدی و تلمذ اختیار کیا اُنکی ٹھیک تعداد بتانا بہت مشکل ہے لیکن تاہم جنہین تاریخی شہرت حاصل ہے اُنکی تعداد بھی اسقدر ہے جنکی مختصر فہرست کی وسعت حیات ولی نہین رکھتی۔ اسلیئے ہم چند حضرات کی مجمل فہرست ناظرین کے سامنے پیش کرکے اس باب کو ختم کرتے ہین۔

شیخ کے تلامذہ

سید عبدالرحیم اور سید ہاشم جو معقولی و منقولی علوم مین شہرۂ آفاق تھے آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آپکی بیعت و صحبت کیوجہ سے وہ ارتباط حاصل کیا کہ آپنے ایکدن اُنپر نظر التفات ڈالی جسکی تاثیر یہ ہوئی کہ ہرایک مین ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی سید عبدالرحیم کو کشف خواطر اور کشف قبور حاصل ہوا یعنے آپ ہرایک شخص کے دلی بھید اور مخفی اسرار ظاہر کردیتے اور جس قبر پر پہنچتے اُسکی حقیقت بیان کردیتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھانولی کے قبرستان مین سے گذر رہے تھے۔ ہمراہیون سے فرمایا کہ مین دیکھ رہا ہون کہ آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ زمین سے نکلکر آسمان تک پہنچگیا ہے اور جب چند قدم آگے بڑھے تو ایک قبر کو دیکھکر فرمایا کہ آگ کا شعلہ اس قبر سے نکل رہا ہے۔ لوگون نے اسکا کھوج لگایا تو معلوم ہوا یہ قبر ایک ایسے شخص کی ہے جو ظلم و فسق کیساتھ متصف تھا۔ اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا اور آپنے اُسکے دل کا حال ظاہر کردیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ مسلوب العقل ہوگئے اور مجذوبون کیطرح بازارون مین پھرنے لگے۔ سید عبدالرحیم کی والدہ اپنے فرزند کا یہ حال دیکھکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئین اور ماجرا تمام عرض کیا کہ عبدالرحیم پر ایسی توجہ فرمایئے کہ اُسکے گئے ہوئے ہوش و حواس بجا ہو جائین فرمایا اُسے چند روز تک ہماری خدمت مین حاضر رہنا چاہیئے۔ چنانچہ لوگون نے سید عبدالرحیم کو زنجیرون مین کسکر چند روز تک آپکی نظر مبارک مین رکھا تھوڑے ہی دنون مین اُن کے ہوش و حواس درست ہوگئے۔

سید ہاشم کی یہ کیفیت تھی کہ جو آسیب زدہ آپکے سامنے لایا جاتا فوراً جن و آسیب کا اثر مریض سے جاتا رہتا۔ ایک عالم آپ کی نظر فیض اثر کی بدولت آسیب جن سے خلاصی پاتا تھا اور جنون کی ایذا سے مریضون

کو صحت و تندرستی حاصل ہوتی تھی۔ شدہ شدہ اُنکو بھی جذب واقع ہوا اور مستانہ وار صحرا و بیابان میں گشت لگانے لگے۔ بیان کیا جاتا ہو کہ سید ہاشم ایک رات ایک ہندو فقیر کے تکیہ مین پہنچے جو اُس زمانہ مین مشہور کامقتدا اور پیشوا تسلیم کیا جاتا تھا اور جسکا جادو دنیا مین مشہور و معروف تھا جسوقت آپ اُس کے تکیہ مین پہنچے ہین تو سحر کیوجہ سے حوض کے دونون کنارون پر خشک کھالون کے سنگریزون پر لڑکھنے کی خوفناک آواز اُن کے کان مین پہنچی۔ لیکن آپنے اُسطرف ذرا التفات نہین کیا ابھی تھوڑی دیر نہوئی تھی کہ ایک مہیب دیو بھینسے کی شکل مین نمودار ہوا۔ جسنے بڑی خونخواری سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ مستانہ وار حق کہتے ہوئے اُسکے پیچھے دوڑے۔ اور وہ آناً فاناً مین غبار بنکر اڑ گیا۔ ہندو نے یہ واقعہ دیکھکر جادو سے توبہ کی اور جھٹ مُسلمان ہوگیا

ایک دفعہ عبد السبحان نامی ایک شخص جناب شیخ محمد صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا آپنے جُون ہی آتے نظر التفات ڈالی۔ فی الحال ایک قسم کی توحید منکشف ہوئی جس سے وہ دیوانہ وار کوچہ و بازار مین پھرنے اور ہر چیز کو خدا کہنے لگا۔ تمام شرعی وعرفی آداب بالائے طاق رکھدیئے اور کسی بات کا پابند نہ رہا۔ اور جب اُسکے تمام حالات وخیالات اور بھی بگڑتے چلے تو لوگ اُسکی اِس آزادی سے تنگ ہو کر دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت مین لائے اور آپنے اُسکی کیفیت جذب کو ایک ہی نظر مین سلب کر دیا اور ایک خاص نظر ڈالی جس سے عبد السبحان بدستور سابق عقل وہوش مین آگیا۔ اور تمام دیوانہ پن جاتا رہا۔

سید عنایت اللہ باشندہ سنبلھیڑہ کو شیخصاحب کی توجہ سے بہت تھوڑے زمانہ مین غیب کی باتون کا کشف حاصل ہوگیا تھا اور وہ صدہا کوس کی باتین فوراً دریافت کر لیتا تھا قریب وجوار کے لوگون کی حرکت وسکون سے واقف ہونا اُسکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی۔ بیان کیاجاتا ہو کہ ایکدفعہ سید عنایت اللہ بیمار پڑے۔ شیخصاحب اُنکی عیادت کیلئے وطن سے چلے۔ سید عنایت اللہ کو اُن کے سوار ہونیسے گھر پہنچنے تک کے سارے حالات منکشف تھے گویا بستر مرض پر پڑے ہوئے آنکھون سے تمام واقعات دیکھ رہے تھے۔ جب شیخصاحب سوار ہوئے تو سید عنایت اللہ نیند سے چونک پڑے اور حاضرین سے کہنے لگے اسوقت شیخ صاحب سوار ہوگئے ہین۔ پھر کہا اب فلان موضع مین پہنچے ہین اور اب فلان مقام پر تشریف رکھتے ہین۔ یہان تک کہ جب شیخصاحب سنبلھیڑہ کے قریب پہنچے تو کہا اب شیخصاحب ہمارے شہر مین آگئے ہین۔ یارو جلد اُٹھو اور بڑے جوش مسرت کیساتھ شیخ کا استقبال کرو

بعد ازان حاضرین کیطرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ مجھے اٹھا بٹھاؤ۔ کیونکہ شیخ اب دروازے پر آپہنچے ہین
سید ملتانی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُنہین آپکے فیض صحبت سے عجیب و غریب غیبت حاصل ہوئی جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ خلائق کا شور و شغب بالکل محسوس نہ کرتے تھے اور عالم پر سکوت و خاموشی کا سناٹا چھایا ہوا معلوم
ہوتا تھا۔ توحید کا غلبہ اِس درجہ تھا کہ جب کسی نے اُن سے توحید کی مثال دریافت کی تو بولے توحید کی مثال بلاتشبیہ
ایسی سمجھنی چاہیئے کہ ایک مٹی کی ٹھلیا کو ریت سے لبریز کرکے پانی سے بھر دیا جائے۔ بعد ازان غور سے دیکھا جائے
تو پانی کا ہر ہر جزو ریت کے ہر جزو مین سرایت کیا ہوا نظر پڑے گا۔ اِسی طرح توحید خداوندی تمام مخلوق مین ساری ہے
محمد محسن جو معقول و منقول مین کامل مہارت رکھتا تھا شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا اور چند روز مین آگاہی کے
شرف سے ممتاز ہوا۔ آخر کار ہمہ ازوست کی معرفت اُسپر غالب ہوئی اور رفتہ رفتہ قیود شرعی سے قدم باہر نکلنے لگی
شیخ نے محمد جعفر کو جو آپ کا مخلص و بے ریا خادم تھا اُسپر متعین کیا کہ مفروضہ نمازین محمد محسن سے فوت نہونے پائین
لیکن پھر تھوڑے عرصے مین اُنکا سکر جاتا رہا۔ اور تمام ہوش و حواس بجا ہوگئے۔ محمد محسن کی توجہ باطنی یہان تک
پہنچگئی تھی کہ ایک جوان صالح کسی عورت کی محبت مین مبتلا ہوگیا تھا اور دیوانونکی طرح ہوش باختہ آہ و زاری کرتا
پھرتا تھا۔ لوگون نے آپسے کہا۔ افسوس ہے کہ ایک ایسا نیکدل اور خدا شناس آدمی یون ہاتھون سے جاتا رہے
محمد محسن نے اُس شخص کو اپنے پاس بُلایا اور ایک نظر خاص ڈالی۔ فوراً اُس کے دل سے عورت کی محبت جاتی رہی اور اُس
بجائے اسکے محبت الٰہی کے نقوش اُسکے لوح دل پر کندہ ہوگئے۔
عبد الهادی جو سماع و وجد کے سخت منکر و مخالف تھے شیخ کی خانقاہ مین آئے اتفاق سے اُس روز آپ مجلس سماع
مین مدعو تھے۔ جب آپ مجلس سماع مین شریک ہونیکے لیئے تشریف لیجانے لگے تو عبد الهادی بھی ساتھ ہولیئے اثنائے
راہ مین شیخ نے فرمایا کیا حالت سماع مین تمپر کبھی وجد بھی طاری ہوا ہے۔ جواب دیا کہ نہین۔ فرمایا تم وجد کرنا
چاہتے ہو عبد الهادی نے آپ کی طرف استعجاب کی نظر سے دیکھا۔ گویا اُنہون نے تعجب کیا کہ لوگون پر کس طرح
اور کیونکر وجد طاری ہوسکتا ہے۔ شیخ صاحب عبد الهادی کا استعجاب دیکھکر خاموش ہوگئے۔ لیکن جب مجلس مین
پہنچے اور محفل سماع گرم ہوئی۔ تو آپنے اُنکی طرف نظر التفات ڈالی اور ایک ایسا روحانی تصرف کیا کہ عبد الهادی
سے حرکات مستانہ ظاہر ہونے لگین اور لحظہ بلحظہ اُس مین ترقی ہوتی گئی۔ کامل دو روز تک بیخود رہے اور ہوش
مین آنے کے بعد سماع و وجد کے قائل ہوگئے۔
ایک دفعہ سنبلہیڑہ کے باشندون نے شیخ سے استدعا کی کہ آپ اُنہین توجہ باطنی اور تاثیر روحانی کا

کرشمہ دکھائین۔ اُسوقت شیخ کی مجلس مین بہت سے آدمی حاضر تھے آپنے فوراً ایک سرسری نظر حاضرین پر ڈالی۔ سترہ آدمی جنمین سید نور علی اور سید ملتانی بھی شریک تھے بیخود ہو گئے اور عرصہ تک عالم بیہوشی مین پڑے رہے۔ ایک مرتبہ شیخ مانکہ باشندۂ قصبہ لاور آپکی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور عرض کیا حضرت! مین آپکی باطنی توجہ و تاثیر کے امتحان کی غرض سے آیا ہون۔ شیخ اُسکی طرف متوجہ ہوے اور وہ اشراق کیوقت سے جمعہ کیوقت تک بیہوش پڑا رہا۔ گو آپنے اُس کے پکڑکر خوب جھنجوڑا اور متنبہ کیا۔ پھر بھی مستانہ وار حرکتین کرنے لگا۔ لیکن عرصہ کے بعد جب ہوش مین آیا تو لوگونے حال دریافت کیا۔ بولا اگر شیخ لحہ بھر اور توجہ فرماتے تو میری روح بدن سے مفارقت کرجاتی۔

الغرض شیخ محمد صاحب کے تصرفات و توجہات کی مثالین اسقدر ہین کہ اگر فیصدی پانچ بھی بیان کیجائین تو بھی اُنکے لیے ایک طولانی دفتر چاہیے۔ اس لیے ہم نے باستثنائے چند آپکے تصرفات کے تمام واقعات نظرانداز کر دیئے ہین۔ معزز ناظرین سے امید ہے کہ وہ ہمین اسکا الزام نہ دینگے۔

شاہ عبیداللہ

جناب شیخ محمد صاحب کے کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب مین شاہ عبیداللہ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین جو عمر مین سب سے بڑے اور عظمت و بزرگی مین سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہین۔ آپ اپنی بے نظیر قابلیت اور عدیم المثال لیاقت کیوجہ سے اسقدر معزز و ممتاز تھے کہ خاندان مغلیہ کے وارثان تخت و تاج باوجود اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کے تعظیم کرتے اور اُس عہد کے مشائخ اپنی آنکھون پر جگہ دیتے تھے۔ شاہ عبیداللہ کی مختصر الفاظ مین یہ تعریف کافی ہے کہ آپ ایک ایسے معزز و ممتاز شیخ کے فرزند رشید ہین جنپر نہ صرف قصبہ پہلت کو بلکہ ہندوستان کے اکثر طبقون کو فخر حاصل ہے۔ قطع نظر اس خاندانی عزت و بزرگی کے آپ کی ذات مین بھی وہ جوہر تابان تھے جنسے ایک عالم منور و روشن تھا۔

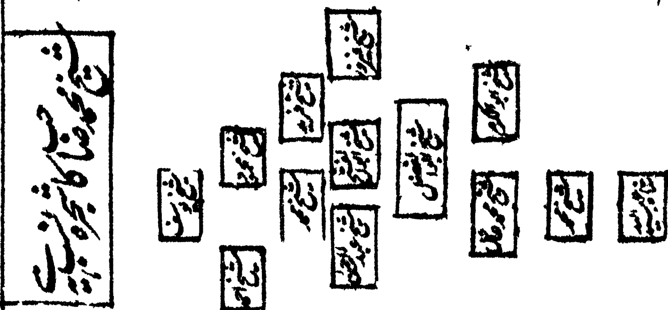
جناب شیخ محمد صاحب خود اپنی زبان سے فرماتے ہین کہ ایک دن خداتعالی نے اس فقیر پر ایک آشنا کی صورت مین تجلی فرمائی یعنے ایک بچہ کی اُنگلی پکڑے ہوے میریطرف بڑھا چلا آرہا ہے جب میرے قریب پہنچا تو ارشاد کیا۔ محمد! مین اس بچہ کو تیرے گھر مین پیدا کرتا ہون۔ فقیر نے کمال لجاجت و الحاح کیساتھ عرض کیا کہ خداوندا یہ تیری مخلوق ہے۔ جہان منظور ہو پیدا کر۔ اس واقعہ کے چند دنون پیچھے شاہ عبیداللہ پیدا ہوئے۔ پس اگر شاہ عبیداللہ کے تمام خاندانی اور ذاتی اعزاز سے قطع نظر کیجائے تو بھی صرف ایک یہی خصوصیت اس قسم کی ہے جسکے مقابلہ مین تمام اور اعزاز و اقتدار پاسنگ کے برابر بھی نظر نہین آتے ہین۔ یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کے حصہ مین تھی کہ خداتعالی آپ کی نسبت ایسا کچھہ فرمائے۔ شاہ عبیداللہ کے لیے خصوصیا

اور تمام خاندان کو عموماً اس سے زیادہ اور کیا ذریعہ فخر ہو سکتا ہے۔

الغرض شیخ محمد صاحب نے ۵۔ جمادی الاولیٰ ۱۱۳۳ھ میں انتقال فرمایا جب آپ مدفون ہو چکے تو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ نے آپکی قبر پر بیٹھکر حاضرین مجلس کو جہری ذکر کا حکم فرمایا اس صحبت کے بعد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے فرمایا کہ شیخ محمد کی روح نے مجھپر ظاہر ہو کر کہا کہ میں اپنے جسم میں متمثل ہو کر تمہارے پاس آنا چاہتا تھا اور یہ قدرت خدا کی طرف سے مجھے عنایت ہو گئی ہے لیکن مصلحت اسمیں ہے کہ مجسم ہو کر تمہارے سامنے نہ آؤں۔

اسیطرح آپکے انتقال کے بعد کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا جو شیخ کی دلی عقیدتمند اور با اخلاص خدمتگزار تھی آپکے انتقال کے بعد تپ لرزہ میں مبتلا ہوئی اور اسقدر ضعیف و ناتوان ہو گئی کہ ایک رات پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کیلئے بیقرار تھی۔ نہ تو کوئی آدمی ہی پاس تھا کہ پانی پلاتا اور لحاف اُڑھاتا نہ اُسمیں اسقدر طاقت ہی تھی کہ خود اُٹھکر اپنے کام کا انجام دیتی۔ ایسے نازک اور بیکسی کیوقت بڑھیا زار قطار روتی جاتی اور شیخ کو یاد کرتی جاتی تھی کہ اتنے میں آپ متمثل ہو کر اُسکے پاس تشریف لائے پانی پلایا لحاف اُڑھایا اور طمینان و تسلی کر کے تشریف لیگئے۔

معزز ناظرین! شیخ محمد صاحب جو دوسرے باب کے معزز و بلند اقبال ہیرو ہیں اُنکے حالات زندگی کی بابت مجھے جو کچھ لکھنا تھا سب لکھ چکا۔ اب میں آپکے سلسلۂ نسب پر ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالتا اور آپکے اجداد عظام اور آبائے کرام میں سے چند مشہور و معروف حضرات کی نہایت مختصر لائف پیش کر کے ختم باب کرتا ہوں



واضح ہو کہ شیخ محمد صاحب کے اجداد عظام نے اول اول مقام سدہور میں جو پورب میں ایک مشہور و معروف شہر ہے سیاست اختیار کی تھی۔ آپکے اکابر و اسلاف رونق افزائے محفل و درس تھے یہانتک کہ شیخ احمد بن شیخ یوسف جنپر اس خاندان کے نامور اور دنیا کے مشہور مشائخ کا سلسلۂ نسب منتہی ہوتا ہے

سلطان سکندر تاجدار ہندوستان کے عالیشان دربار مین پہنچے اور چندہی روز مین اپنی بے نظیر قابلیت سے شاہی دربار مین وہ اعزاز و اعتبار پیدا کر لیا کہ سلطنت کی طرفسے چند قریئے آپکو مدد معاش کیلئے نسلاً بعد نسلٍ عنایت ہوگئے۔ اِس تقریب کیوجہ سے اِس خاندان کے اسلاف نے پہلت مین بساست اختیار کی اور ایک دراز زمانہ تک انکی اولاد و احفاد نے یہان توطن کیا۔ شیخ احمد کے حقیقی بھائی شیخ محمد کے دو فرزند تھے۔ شیخ فرید اور شیخ محمد جو اسی موضع پہلت مین سکونت رکھتے تھے۔ شیخ فرید اپنے آبا ر کرام کے طریقہ و طرز پر الکتابی وہبی فضائل کیساتھ موصوف تھے اور آپکے فضل و کمال کی شہرت قصبہ پہلت کی چاردیواری سے نکلکر دور دور تک پہنچی تھی آپکے انتقال کے بعد آپکے تین فرزند بمثیل یادگار باقی رہے۔ شیخ فیروز شیخ ابوالفتح شیخ عبدالرحمان

شیخ فرید

اِن سب مین شیخ ابوالفتح خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین۔ آپ عنفوان شباب مین علوم کی تحصیل مین مشغول ہوے جب تمام علمی تحقیقات سے فارغ ہوئے اور ہر قسم کے علوم مین کامل دستگاہ حاصل کر چکے تو آپکی عالی ہمتی نے صرف اِن ہی علوم کی تحصیل پر قناعت نہین کی بلکہ ہمت کے شاہین نے تحصیل سلوک کی طرف بال و پر کھولے اور آپ مشائخ کاملین کی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدتون تک اُس زمانہ کے صوفیون کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور مشائخ زمانہ کے فیض صحبت سے سعادت اندوز ہوئے۔ چنانچہ چند مستند شہادتون اور نقل صحیح سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ شیخ عبدالعزیز کی خدمت مین پہنچے اور اُنسے استفاضہ حاصل کیا بعدازان شیخ نظام نارنولی کی صحبت مین آئے جو مشائخ چشتیہ مین سے ایک مشہور و نامور شیخ تھے اور جو خواجہ خانوی گوالیاری کے ممتاز خلیفہ تھے۔ شیخ ابوالفتح کو شیخ نظام کی صحبت نہایت موافق اور بغایت مفید پڑی۔ سالہاسال ریاضات و مجاہدات مین بسر کیئے اور ہر قسم کے فیض سے بہرہ اندوز و کامیاب ہوے۔ آخرکار جب ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور آپکے اقبال و یاوری اور فضل و کمال کے ستارے نے اوج کمال پر قدم رکھا تو پھر وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی اور درس و تدریس وعظ و تلقین مین مصروف ہوگئے۔ یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ گو شیخ نظام علوم مروجہ پر چندان اطلاع نہ رکھتے تھے۔ لیکن تو بھی شیخ ابوالفتح جو تمام علوم و فنون پر کمال اقتدار رکھتے تھے آپ کی صحبت مین فیضیاب تھے۔ شیخ نظام کے خاندان مین جو علوم نے شہرت پائی وہ شیخ ابوالفتح ہی کی علمی فیاضیون کا سبب ہے کیونکہ جس اثنا مین آپ شیخ نظام کی صحبت مین تھے تو اُنہون نے اپنی اولاد کے علوم کی تکمیل اور تربیت کی خدمت جو تعلیم کا دوسرا عنصر ہے آپ ہی کے سپرد کر دی تھی جسے شیخ ابوالفتح نے بڑی قابلیت اور دلسوزی

شیخ ابوالفتح اور انکی تعلیم

کیساتھ ادا کیا اور جسکا یہی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ مین شیخ نظام کی اولاد نہایت قابل و دانشمند اور دنیا مین مشہور و نامور ہوگئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک صاحبدل نے شیخ ابو الفتح کو شیخ نظام کیخدمت مین دیکھکر نہایت استعجاب کے لہجہ مین فرمایا کہ "آفتاب ستارونکی پناہ مین آیا ہے"۔

سنا جاتا ہے کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری نے جو شیخ عبد العزیز دہلوی کے معتقد و خلیفہ تھے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ ابو الفتح پڑھائین جسوقت آپکا انتقال ہوا شیخ ابو الفتح نارنول مین تھے۔ لوگ وضو کرتے جاتے تھے اور شیخ کے انتظار مین کھڑے ہوتے جاتے تھے۔ دفعۃً سامنے سے شیخ نمودار ہوئے اور شیخ ہیبت اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ گویا آپکے دلمین خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ وطن پہنچنا چاہیے۔ یہان پہنچکر معلوم ہوا کہ شیخ ہیبت اللہ انتقال کر گئے اور لوگ انکی وصیت کے مطابق میرا[1] انتظار کر رہے ہین۔

شیخ ابو الفتح کا ازدواج

شیخ ابو الفتح نے خواجہ طیفور کی محترم و باعصمت لڑکی سے نکاح کیا۔ جب مجلس عقد گرم ہوئی تو زمزمہ غنا چھیڑ دیا گیا۔ شیخ ابو الفتح کی حالت ساعت بساعت متغیر ہونے لگی اور شدہ شدہ وجد و رقص کی نوبت پہنچی۔ خواجہ طیفور کے مشرب مین سماع منع تھا اور وہ وجد و رقص کے سخت مخالف تھے لوگون نے جب یہ کیفیت خواجہ کے گوشگزار کی تو آپ مجلس مین تشریف لائے اور شیخ کی یہ حالت دیکھکر فرمایا چونکہ اس عزیز پر وجد حقیقی طاری ہے اسلیئے اسکا انکار کرنا نہین چاہیئے۔

شیخ ابو الفتح کا انتقال

شیخ ابو الفتح کے انتقال کا وقت جب قریب آگیا تو آپنے اپنے بھتیجے شیخ ابو الحسن کو بلا کر فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت میرے سامنے پڑھو۔ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور شیخ ابو الحسن نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کی چند آیتین پڑھین تلاوت سے فارغ ہونیکے بعد شیخ نے فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھائے اور آیہ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ پڑھکر منہ پر ملے کہ آپکا طائر روح قفس جسم سے پرواز کر گیا۔ اوراد و مشائخ مین شیخ ابو الفتح کا ایک رسالہ دنیا مین آپکی محسوس یادگار باقی ہے جو بلحاظ مضامین نہایت لطیف و اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے

شیخ ابو الفضل

شیخ ابو الفتح کے انتقال کے بعد آپکے بڑے فرزند شیخ ابو الفضل سریر آرائی خلافت ہوئے اور افادہ ظاہری و باطنی کی مسند پر جلوس فرمایا۔ آپنے طولانی عمر پائی اور سب کی سب تحصیلات الٰہی ترک دنیا و اہل دنیا درس علوم دینیہ کتب سلوک

[1] یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ہیبت اللہ انصاری اور شیخ ابو الفتح نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم مین جو شخص پہلے انتقال کرے دوسرا اسکے جنازے کی نماز پڑھائے۔ جس زمانہ مین شیخ ہیبت اللہ بیمار پڑے۔ شیخ ابو الفتح نے نارنول کا قصد کیا رخصت کیوقت شیخ ہیبت اللہ نے اس عہد کو یاد دلایا۔ جس کے جواب مین آپنے فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو مین اسے ضرور انجام دونگا۔ چنانچہ اسی مرض مین شیخ ہیبت اللہ نے انتقال فرمایا اور شیخ ابو الفتح نے آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی ۱۲

کی عمل جیسے احیا اور عین العلم[1] مین بسر کی آپ آداب طریقت و شریعت مین نہایت احتیاط کیا تھا اور افراط و تفریط سے دور تھے

جب شیخ ابو الفضل کا جام حیات لبریز ہوکر چھلک پڑا تو آپکے بڑے صاحبزادے شیخ ابو الکرم جو سابق مین شاہی نوکری مین مصروف تھے سجادہ نشینی کے درپے ہوئے اور اس کام کو اپنے ذمہ لینا چاہا شیخ ابو الکرم اگرچہ نہایت ذکی الطبع خوش تقریر فصیح اور قابل تھے اور اسکے ساتھ علوم فقہ و حدیث وغیرہ مین بھی آپکو کامل مہارت حاصل تھی لیکن تن آسانی طلب و راحت پسند تھے اور چونکہ ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک شاہی ملازمت مین زندگی بسر کی تھی اسلیئے ریاضات مجاہدات کی زیادہ محنت و مشقت بھی نہین اٹھائی تھی جناب شیخ ابو الفضل کو بھی دن بدن انکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپنے اس بارہ مین بھی اسبات کا تذکرہ نہین فرمایا کہ میرے بعد سجادہ نشینی کا حق شیخ ابو الکرم کو حاصل ہے لیکن تاہم شیخ ابو الکرم کی ذاتی خوبیون اور شرعی قیود کی پابندیون نے قبیلہ کے تمام لوگون کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا اسلیئے وہ شیخ ابو الکرم کی حمایت مین اٹھہ کھڑے ہوئے اور ان کا استحقاق ثابت کرکے سجادہ نشینی کی مسند پر بٹھا دیا شیخ ابو الفضل کے معتقدون اور مریدون نے ان لوگون کے دباؤ سے شیخ ابو الکرم کی سجادہ نشینی نہایت تحمل کیساتھ تسلیم کی لیکن باایہمہ شیخ مبارک نے جو شیخ ابو الفضل کے جان نثار خادم تھے اس سجادہ نشینی کو تسلیم نہین کیا اور گھبراہٹ و بیچینی کیساتھ شیخ کی روح کیطرف متوجہ ہوئے تاکہ حقیقت حال پر مطلع ہون شیخ ابو الفضل انکے خواب مین تشریف لائے اور صاف لفظون مین فرمایا میری سجادہ نشینی کا استحقاق اس شخص کو حاصل ہے جو کل فلان درخت کے نیچے کھانا تقسیم کریگا جب شیخ مبارک بیدار ہوئے تو تمام لوگون پر اس واقعہ کا اظہار کیا عجیب اتفاقی بات ہے کہ جب سب کو کھانا تقسیم ہونے لگا تو شدہ شدہ کھانیکی تقسیم شیخ ابو الفضل کے بتائے ہوئے درخت کے نیچے شیخ محمد عاقل کے ہاتھہ مین تھی لوگون نے یہ صورت دیکھکر شیخ محمد عاقل کو شیخ مرحوم کا سجادہ نشین تسلیم کیا اور رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہوگئے کہ جنکی وجہ سے شیخ ابو الکرم کی جمعیت متفرق ہوگئی اور وہ اس افلاس و تنگدستی مین جو لازمہ درویشی ہے صبر و تحمل نکرسکے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہون نے سجادہ نشینی سے دست برداری کی اور شیخ محمد عاقل[2] مستقل سجادہ نشین قرار دیئے گئے۔

شیخ ابو الکرم

شیخ محمد عاقل

اگرچہ آپکے کئی صاحبزادے تھے لیکن عمر مین سب سے بڑے اور قدر و منزلت مین سب سے افضل شیخ محمد مین جنکا ذکر قدرے تفصیل کیساتھ مین اوپر کرآیا ہون۔

[1] جناب شاہ ولی اللہ صاحب کتاب عین العلوم پر ریویو کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ یہ کتاب مین نے آنکھہ سے دیکھی ہے۔ اسمین جابجا شیخ ابو الفضل کے نہایت مفید و کارآمد حاشیے خود شیخ کی قلم مبارک سے لکھے ہوئے ہین حقیقت مین یہ حاشیے آب زر سے لکھنے کے قابل اور طالبین سلوک کو دستور العمل بنانے کے لایق ہین جن کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا محشی ہر قسم کے علوم مین کامل تبحر اور پوری دستگاہ رکھتا ہو اور اسکی تحقیق اعلی درجہ کی ہے۔

[2] شیخ محمد عاقل کو ظاہری و باطنی علم کا کافی حصہ قدرت سے عطا ہوا تھا اور روز اول ہی سے اہل اللہ کی فہرست مین آپکا نام نامی درج ہو چکا تھا۔ آپ فقرا اور طالب العلمون کی رعایت مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے اور ہمیشہ خدا ترسون نیک لوگون کی صحبت پسند کرتے تھے۔ اپنی اوقات کا اکثر حصہ تو اوراد و وظائف مین صرف کرتے تھے۔ اور باقی حصہ طلبہ کی درس و تدریس مین۔ جود و سخا اور مہمان نوازی مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ترک دنیا مین آپ اپنے تمام ہمعصرون پر فوقیت لیگئے تھے غرض وہ تمام عام [illegible]

دوسرا حصہ ختم ہوا

تیسرا حصہ

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب

تمہید

حضرت ناظرین! اب مین عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی لائف شروع کرتا ہون۔ ہمین ذرا شبہ نہین کہ مین اس عنوان پر جسکے تفصیلی حالات سے آپکو زمانہ دراز سے ایک خاص دلچسپی اور دلچسپی کیساتھ کمال اشتیاق تھا نیز جسے مجھے سب سے اول و سب سے زیادہ مفصل لکھنا چاہئے تھا بہت دیر مین پہنچا لیکن میرے سلسلۂ بیان مین بھی چند در چند ایسی ضروری اور معقول مزاحمتین واقع ہوئین جنکی وجہ سے مین آپکے اشتیاق کے جلد پورا کرنے مین معذور رہا۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔ اب جبکہ مین پہلے اور دوسرے حصے مین شیخ صاحب کے مقدس اور جلیل القدر خاندان کے مفصل حالات ختم کر چکا تو آپکے حالات زندگی پر قلم اٹھاتا اور جسقدر مفصل حالات مجھے دستیاب ہوسکے ترتیب وار قلمبند کرتا ہون تاکہ آپ کا نام نامی دنیا مین زندہ ہو اور آپکے خاص فضائل و کمالات سے قوم مین ایک غیر معمولی تحریک اور تحریک کیساتھ مبارک جوش پیدا ہو۔ وباللہ التوفیق۔ مین کا اذقۃ التحقیق قبل اسکے کہ مین معزز شیخ کے ان فضل اور آپکے روحانی و ضمیری جوہر اور علمی کارنامون کو ترتیب وار قلمبند کرون جو ضرب المثل کے طور پر آجتک تاریخون مین محسوس یادگار ہین مناسب ہے کہ آپکے حالات زندگی اور فضائل و کمالات کا اجمالی طور پر سرسری خاکا کھینچون تاکہ ناظرین کو آپکے قابل تقلید واقعات دیکھنے کی زیادہ رغبت ہو اور شائقین زیادہ شوق سے پڑھین۔

شیخ ...

واجب الاحترام شیخ عبد الرحیم صاحب دہلی مین ایک ایسے نامور اور مشہور بزرگ گزرے ہین جنکا نام نامی بچہ بچہ کو یاد ہے اور جنسے نہ صرف دہلی ہی کے باشندے روشناس ہین بلکہ تمام ہندوستان اور ہندوستان سے لیکر عرب تک آپکے نام کا امتیازی پھریرا اڑ رہا ہے یہی وہ بزرگوار ہین جنکے وہبی و اکتسابی علوم کا سمندر بڑے زور شور سے چارون طرف ابل رہا ہے اور حدیث و تفسیر کا چمکدار اور نتھرا ہوا چشمہ گلی گلی اور کوچہ کوچہ مین انتہائی پیاری اور دلگیر ادا کے ساتھ بہ رہا ہے جسمین سے بیشمار خوشگوار و شیرین نہرین کٹ کر دور دور بھی چلی گئی ہین اور جنہون نے اپنی شادابی سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا ہے۔ ہجرت کی دسوین صدی مین اس فاضل اجل نے اپنے علم و فضل کے عالیشان جھنڈے تمام عالم مین گاڑ دیئے تھے اور طائر خیال بلند پرواز اسکے مراتب علم اور شان کمال کی رفعت و بلندی کو پا نہین سکتا تھا۔ ہندوستان مین آپ وہ پہلے ہی نامور ہین جنہون نے طالبان علم دین کیلئے صلائے عام دی اور اپنے بینظیر فیضان اور عدیم المثال صحبت سے اہل دنیا کو نہال کر دیا۔ حدیث و فقہ کے مختلف علمی معلومات اور سلوک

ارشاد کی باریکیون اور نازک دقیق مسائل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جسکے فیض سے آجتک ہندوستان کے علمی کارنامون کے چراغ روشن ہین۔

حقیقت مین ہندوستان کے علما پر شیخ کا اسقدر احسان ہے جسکے بار سے سر نہین اٹھا سکتے لیکن تعجب و تعجب کے ساتھ افسوس سے دیکھا جاتا ہی کہ بہت کم ایسے معزز علما ہین جو آپکے تاریخی حالات سے واقف ہین گو ہمین یہ بات عموماً تسلیم کرنی پڑتی ہی کہ نامور و مشہور حضرات کے واقعات کچھ نہ کچھ مشہور ہو جاتے اور خود بخود انکی شہرت خاص خاص لوگون مین پھیل جاتی ہی تاہم یہ ضروری بات ہی کہ ایک نیک نامور اور مشہور شخص کے جہان تک جزوی اور دلچسپ واقعات پر عبور ہوتا ہی وہ اُسیقدر زیادہ مفید و کار آمد ثابت ہوتے ہین جنسے اُسکے خاص فضائل اور کمالات کی وجہ سے قوم مین ایک عجیب و غریب تحریک پیدا ہوتی ہی۔ اور جنکے پڑھنے سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہی کہ اہل کمال کی ترقی کے سامان کیونکر پیدا ہو جاتے ہین اور انسانی کمال جو اُسکا اصلی شریف عنصر ہی وہ کن طریقون سے حاصل ہو سکتا ہی پہلے مین لکھ آیا ہون کہ جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے تین فرزند رشید تھے شیخ عبد الحکیم جو سب مین چھوٹے صاحبزادے تھے اُنکے حالات زندگی چونکہ بالکل تاریکی مین ہین اسلیئے افسوس ہی کہ ہمارا تذکرہ اُن سے خالی رہا جاتا ہی شیخ عبد الرحیم صاحب جناب شیخ وجیہ الدین کے نامور فرزند اگرچہ عمر مین شیخ ابو الرضا محمد سے چھوٹے تھے لیکن علم حدیث و فقہ کی اشاعت دینے مین شیخ ابو الرضا محمد سے افضل تھے گو علمی فیاضیون کی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر تھا باستثنا شیخ عبد الحکیم کے باقی دونون حضرات کے حالات اس حصہ مین لکھے جائینگے اسلیئے اس حصہ کے بھی دو باب مقرر کیئے گئے ہین پہلے باب مین شیخ عبد الرحیم کے حالات زندگی ہونگے اور دوسرے مین شیخ ابو الرضا محمد کے۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم صاحب عجیب غریب قابلیت کے شخص تھے آپکے روحانی و ضمیری جوہر اپنے مین گہری ممتازیت کی تہ رکھتے تھے اور تمام علوم و فنون مین قابل انتخاب تھے آپ جسطرح علم حدیث و تفسیر مین عدیم المثال اور بے نظیر تسلیم کیئے جاتے تھے اُسیطرح فقہ و ادب وغیرہ مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ باوجود ان شرعی علوم و فنون کے وہبی علوم کا کافی حصہ رکھتے تھے جیسا کہ آگے چلکر مفصل طور پر آپکو معلوم ہوگا ہندوستان مین جس معزز اور بزرگوار نے سب سے پیشتر حدیث کے درس تدریس کی بنیاد ڈالی اور جس مشہور محدث نے اس غریب علم کے شائع کرنے اور پھیلانے مین کوشش بلیغ کی وہ شیخ عبد الرحیم صاحب تھے ربانی نکات اور آسمانی اسرار جو قرآن و حدیث کے الفاظ مین خمیر کر دیئے گئے ہین آپ ہی نے انہین ہندوستانیون پر واضح کیا اور جن لوگون کے دلون پر صدیون سے جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی آپ ہی نے اپنے پر اثر وعظ اور غیر معمولی تلقین سے منور کر دیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کو قدرتاً علم سے زیادہ دلچسپی تھی گویا فطرت نے اس مقدس نفس اور پاک طینت کی ذات مین علمی مذاق کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات علوم دینیہ کے مطالعہ اور قرآن شریف کی اشاعت مین مصروف رہتے اور علم سلوک کے رواج دینے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے آپکی محتاط زندگی اتقاء و پرہیزگاری ترک دنیا و اہل دنیا نفس کشی عام اخلاق خداترسی کی بے نظیر شہادت دہلی کی چار دیواری سے نکلکر دور دور تک پھیل گئی تھی۔ اور علم و ہنر فہم و فراست عزم و ثبات نے آپکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی فیاضیون کے مذاے عام نے دلون مین وہ ذوق شوق پیدا کر دیا تھا کہ دور دور کے اہل کمال آپکے درسگاہ مین کھنچے آتے اور پرانی دہلی جمیع علوم و فنون کا مرکز بن گئی تھی۔

قدرت کے نازک اور پیارے ہاتھون نے جس علم و فیض کی قیمتی قبا آپکے موزون قد و قامت پر سجائی تھی وہ دوسرے قد پر مشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی گویا خیاط ازل نے علم اور اسکے ساتھ عمل خلوص کی پوشاک روز اول ہی سے آپکے لیے قطع کی تھی جس سے اسوقت آپنے اپنے جسم کو سجایا۔ آپکی معجزنما کرامات اور روحانی تصرفات و توجہات کا چرچا ایک عالم مین پھیلا ہوا تھا اور آپکی فطری لیاقتون اور ذاتی جوہرون کے ڈنکے تمام دنیا مین بجگئے تھے۔ آپکے مزاج مین استغنا اس درجہ تھی جسکی نظیر سے علماء کاملین کے حلقے خالی نظر آتے ہین گو آپکی طبیعت مین پرلے درجہ کی بے تکلفی تھی لیکن امراء و سلاطین کے مکانون پر کبھی نہین جاتے تھے۔ اور اس دروازے کو کلیۃً بند کر رکھا تھا۔ ہان اگر یہ لوگ آپکی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت متواضعانہ اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے اور معززین قوم کا خصوصیت کیساتھ اعزاز و اکرام فرماتے اگر وہ لوگ نصیحت کیطرف راغب ہوتے تو نہایت نرمی و تلطف سے حق نصیحت ادا کرتے اور امر معروف و نہی منکر کے منصب کو بڑی جرأت و آزادی کیساتھ ادا کرتے۔

سلہ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کا ایک مخلص بے ریا معتقد بادشاہ اورنگ زیب کے سلسلہ خواص مین داخل تھا ایک شب کا ذکر ہے کہ عالمگیر کو پنکھا کر رہا تھا کہ دفعۃً اسپر محویت غالب ہوئی اور پنکھا ہاتھ سے چھوٹ کر اس زور سے عالمگیر پر گرا جس سے وہ فوراً چونک پڑا بیدار ہونے کے بعد دریافت کیا کہ اس بیجا حرکت کے ظہور پذیر ہونیکی کیا وجہ ہے۔ غریب خواص کانپتی اور تھرتھراتی ہوئی آواز سے شیخ صاحب کا کچھ حال اور آپکی طرف اپنے انتساب کا ذکر کیا جسے عالمگیر نے رغبت کے کانون سے سنا اور غائبانہ مشتاق ملاقات ہوکر بولا کہ شیخ کو میرے پاس بلا لا۔ اُسنے نہایت سماجت سے عرض کیا کہ بادشاہون کی محفلون اور امرا کے گھرون مین جانا شیخ کا دستور نہین ہے۔ چونکہ عالمگیر مذہب کا سخت پابند تھا اور مذہبی تقدس کے علاوہ اہل اللہ کا ہمیشہ شائق اور انکے عشق و محبت کا بندہ تھا۔ خواص کی یہ آزادانہ گفتگو سنکر اُسکے اشتیاق کی آگ بھڑک اٹھی اور اپنے دربار کے ایک معتمد علیہ کو جو شیخ سے غایت درجہ کا اتحاد رکھتا تھا آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور اپنے اشتیاق اور استدعاء ملاقات کی کیفیت کہلا بھیجی اُس شخص نے عالمگیر کا پیام دیکر اگرچہ بہت کچھ مبالغہ کیا مگر کچھ بھی مفید نہ پڑا شیخ نے قطعی طور پر انکار کر دیا کہ مین عالمگیر سے ملاقات کرنیکے لیے اُسکے دربار مین نہین جا سکتا۔ عالمگیر کا فرستادہ بالکل

(حیات ولی صفحہ ۱۱۱ ...)

آپ کو جس طرح جہل و جاہلوں سے طبعی نفرت تھی اُسیطرح ہمیشہ علم و علما کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مذہبی عقاید و خیالات میں مستحکم اور مفسدہ المادے کے قطعی دشمن تھے۔ ہر حال میں احادیث نبویہ کا تتبع کرتے اور کوئی جزئی و فروعی بات حدیث کے خلاف نہ کرتے۔ یہ آپ کی استقامت کا ادنیٰ نمونہ ہے کہ عمر بھر میں جماعت سوائے قوی عذر کے فوت نہیں ہوئی بچپن کے زمانہ سے لیکر آخر عمر تک ممنوع باتوں کی طرف کبھی میل نہیں کیا طریقہ محمدیہ کی پیروی آپ کی جبلی عادت تھی۔ باوجود اس فضل و کمال کے مزاج میں غایت درجہ انکسار و تجبر تھا طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے عدیم تھی امور ضروریہ کو خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیع و شرا میں خود تصرف کرتے۔ آپکا لباس۔ نہ تو زاہدان خشک اور فقہاے ظاہری کی سی ہیئت پر ہوتا تھا نہ فقرا آزادی کے طریقہ پر۔ بلکہ مشائخ و صوفیہ کے مطابق ہوتا تھا جسطرح خود بغیر اشد ضرورت کے قرض لینا مکروہ جانتے تھے اسیطرح اُن لوگوں سے بھی ناخوش ہوتے اور ملامت کرتے تھے جو کھانے اور تنعم تنکہ وغیرہ کیلئے قرض لیتے تھے طبی معلومات میں آپکا ذہن نہایت رسا و سلیم تھا۔ اور علمی و عملی تجربات خاص طبقہ پر مشہور تھے۔ آپکا وظیفہ نوافل تہجد تھا۔ جن میں تعداد رکعت کی قید کچھ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ جبتک دلمیں نشاط و رغبت ہوتی تھی نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ اشراق و چاشت کی نماز بلا ناغہ ادا کرتے اور بعد مغرب دو رکعتین نماز اپنے والدین اور برادر کو ثواب پہنچانے کیغرض ادا کیا کرتے۔ عذر کے سوا ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور نہایت خوش الحانی اور قواعد تجوید کی رعایت سے پڑھتے۔ حلقۂ یاروں کے علاوہ قرآن مجید کے دو تین رکوع تدبر معانی کیساتھ پڑھنا آپکا دستور تھا۔ ہزار بار درود اور ہزار دفعہ نفی اثبات نماز فجر سے پیشتر بعض بعض بعض نجی اور بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ہمیشہ ورد کیا کرتے۔ جب جناب شیخ ابو الرضا محمد آپ کے برادر کلاں کا انتقال ہو گیا تو آپنے بعض یاروں کی استدعا و اصرار سے وعظ کہنا شروع کیا۔ کثر مشکوٰۃ شریف کی حدیثیں

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۱ ۔ مایوس ہو گیا تو برلا ایک کاغذ لکھکر دیدیجئے تاکہ بادشاہ میری تقصیر پر محمول نہ کرے آپنے ایک نہایت حقیر اور مبتذل کاغذ جس میں جو تیاں لپسٹی ہوئی تہیں زمین سے اُٹھا کر ذیل کی عبارت لکھی۔ کہ تمام اہل اسلام کی جماعت کا اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے فمتاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔ قرآن مقدس کی اس معنے خیز جملہ پر نظر کرنیسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر تمہیں دنیاوی اعزاز اور حشمت و شوکت نصیب ہے ایک نہایت ہی اقل القلیل جزو ہے۔ اگر میں بفرض محال اس بات کو تسلیم بھی کرلوں کہ تم مجھ سے ملکر خوش ہو گے اور اپنی دنیاوی شوکت حشمت میں سے کچھ میرے حوالہ کرو گے تو اس سے بڑھکر اور کچھ نہیں کہ جزو لا یتجزی دو گے اور میں اس جزو لا یتجزی کے لیئے اپنا نام خدا کے دفتر میں سے نکالنا نہیں چاہتا کیونکہ بزرگان چشتیہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے رجسٹر میں درج ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے دفتر سے اُسکا نام کہرچ ڈالا جاتا ہے یہ عبارت لکھکر آپنے عالمگیر کو بھیجدی۔ عالمگیر نے جب اس رقعہ کو دیکھا تو بڑی غور سے پڑھا۔ بار بار اُس کی پرشوق نظریں عبارت پر پڑتی تہیں اور ہر دفعہ ایک نیا مزہ آتا تھا۔ انجام کار اسنے شیخ کا رقعہ جیب میں ڈال لیا۔ اور مدت تک تعویذ بازو بنا کر رکھا جب نیا خلعت زیب تن کرتا رقعہ جیب سے نکالکر دوسرے جیب میں رکھ لیتا۔ فرصت کیوقت ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا۔ اور زار زار رویا کرتا۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب امرا اور روسا کی صحبت سے کمال متنفر تہے اور دنیا اور اُسکے تجملات کو سخت حقارت اور نفرت انگیز نگاہوں سے دیکھتے تھے ۱۲

نہایت تشریح و توضیح کیساتھ بیان فرمائے اور کچھ تنبیہ الغافلین اور کچھ غنیۃ الطالبین کا حصہ بیان کرنے آخر میں قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنی شروع کی لیکن ہنوز تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ ضعف مرض غالب آیا اور اسی مرض میں انتقال فرما گئے۔

باب اوّل

جناب شیخ عبدالرحیم صاحبؒ کے مفصل حالات

(شیخ کی ولادت و طفولیت تعلیم و تربیت)

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ولادت کی صحیح تاریخ اور سال و دن بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخی کتاب سے اسکا پتہ نہیں چلتا لیکن آپکا سال ولادت سنہ وفات سے جہانتک مطابقت کیا جاتا ہے تو اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ۱۰۵۴ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ غالباً صحیح ہے کیونکہ مستند تواریخ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپنے ستتر برس کی عمر پاکر سنہ ۱۱۳۱ھ میں انتقال فرمایا اور جب ۱۱۳۱ھ میں سے ستتر تفریق کیے جائینگے تو ۱۰۵۴ھ باقی رہے اسلیے آپکا سنہ ولادت شروع ۱۰۵۴ ہجری سمجھنا چاہیے جو حسابی قاعدہ سے نہایت صحیح اور درست ہے۔ شیخ کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی بعض ان پاک نفوس اوصاف باطن حضرات نے جنہیں فطرت ممتازیت کا کافی حصہ ملا تھا اور جنکے دلوں میں ربانی جلال بڑے زور شور سے چمک چکا تھا نیز جنہوں نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی تھی صاف لفظوں میں جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ تمہارے یہان ایک ایسا پاک نفس اور نیک فطرت لڑکا پیدا ہوگا جسکی فرزندی کے انتساب سے نہ صرف تم بلکہ تمہارا سارا خاندان دنیا میں روشناس ہوجائیگا اور ہندوستان سے لیکر عربستان تک اُسکے نام کا امتیازی جھنڈا گڑ جائیگا چنانچہ شیخ رفیع الدین محمد صاحب نے جنکے علمی و عملی کارنامے دنیا میں خاص طور پر مشہور ہو چکے تھے اور جن کا فضل و کمال اعلیٰ درجہ کی وقعت کیساتھ ذکر کیا جاتا تھا صریح لفظوں میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی بابت پیشین گوئی کی تھی جسے میں اس مقام پر مختصراً ذکر کرتا ہوں۔

جب شیخ رفیع الدین محمد (جو آخر میں شیخ عبدالرحیم صاحب کے حقیقی نانا ہوئے اور جنکی لائف میں دوسرے حصہ کے باب اول میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر آیا ہوں) کا جام حیات لبریز ہونیکے قریب ہوا تو ایکدن آپنے اپنا تمام اثاث بیت جمع کیا اور تمام وارثوں کو شرعی حصہ پر تقسیم کر دیا اپنی اولاد میں سے ہر ایک شخص کو اُسکے حسب حال عنایت فرمایا جب آپکی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نوبت پہنچی (جو آئندہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی والدہ

ہوئین) تو آپ نے انہین فوائد طریقت کے چند جزو اور پیرون کا شجرہ عطا کیا شیخ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی ہنوز شادی نہین ہوئی ہے اسکے مناسب حال یہ کاغذ کے چند اوراق نہین ہین بلکہ شادی کے سامان مہیا کرنے ضروری ہین شیخ محمد صاحب نے جواب دیا کہ یہ کاغذ کے چند اجزا ہماری گذشتہ نسلون کی ایک معصوم یادگار اور میراث ہین ہمہین ہم دنیا کے تمام حشمت و شوکت سے افضل او قیمتی سمجھتے ہین اس لڑکی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو بڑا ہوکر اہل اللہ کی جماعت کا سرتاج قرار دیا جائیگا اور عالم کا مقتدا و پیشوا تسلیم ہوگا چونکہ وہ ہماری اس معنوی میراث کا مستحق ہوگا لہذا یہ تمام اوراق اُسکے حوالہ کردینا رہی شادی کے سامان اُن کا ہمین ذرا فکر نہ کرنا چاہیئے خدا تعالی مسبب الاسباب ہی خود مہیا کردیگا چنانچہ جب شیخ عبدالرحیم صاحب پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن رشد کو پہنچے تو آپ کی نانی صاحبہ نے وہ اوراق آپ کے سپرد کردیئے جو آپ کے بہت کام آئے جس مبارک زمانہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت ہوئی اُس وقت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سریر آرائے سلطنت تھا اور آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب سلطنت کی طرف سے ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے قطع نظر اسکے آپ خود بھی دولت و ثروت رکھتے تھے غرضکہ شیخ عبدالرحیم کی اقبال یاوری سے وہ تمام سامان مہیا ہوگئے تھے جو ایک خوش قسمت بچہ کی پرورش کیلیئے درکار ہوتے ہین لہذا نہایت ناز و نعمت کے ساتھ آپ کی پرورش ہوتی تھی آپکے بچپن کا زمانہ حقیقت مین آپ کی آئندہ حالات کا ایک ایسا دیباچہ تھا جسے سرسری طور پر دیکھکر مبصرین صاف کہتے تھے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جس مین یہی نونہال بچہ اپنے مذہبی تقدس اور روحانی تصرفات کی وجہ سے تمام عالم کا ایک معزز و معتقد علیہ فارسی تسلیم کیا جائیگا تمام ملک و قوم اسے نہایت اعزاز کے ساتھ اپنی آنکھون پر جگہ دیگی اور اسکے سامنے سلاطین کی گردنین جھک جائین گی چنانچہ اس قسم کی پیشین گوئیون کے واقعات بہت سے ہین جن مین سے بعض وہ ہین جو خود شیخ عبدالرحیم صاحب کے قلم مبارک کے لکھے ہوئے ہین اور چونکہ وہ زیادہ دلچسپ ہین اسلیئے صرف اُن ہی کے قلمبند کرنے پر اکتفا کرتا ہون۔

(۱) شیخ صاحب فرماتے ہین کہ میرے ماموں شیخ عبدالحی ایک نہایت صالح اور خدا ترس آدمی تھے تقوی پرہیزگاری کے سوا دینا اور اہل دنیا سے طبعی نفرت رکھتے اور بالکل اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلتے تھے گو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت مین بے انتہا کوشش کرتے تھے لیکن خدا کی شان کہ اُن کی طبیعتین متاثر نہ ہوتی تھین اور لکھنے پڑھنے کی طرف ذرا متوجہ نہ تھین جس کی وجہ سے بزرگ شیخ اپنی فلاح اور معرفت

خاندان کے نام کو برقرار رکھنے سے بالکل مایوس و ناامید ہو گئے تھے۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ماں باپ دولتمند ہوں یا مفلس انکی بڑی آرزو میں اپنے ہونہار بچوں کی کوششوں سے وابستہ ہوتی ہیں لیکن جب وہ اپنی اولاد کے اطوار اس قسم کے دیکھتے ہیں جن سے کسی طرح کی امید نہیں بندھتی تو اُن کی مایوسی وشکستہ دلی سخت خطرناک ہوتی ہو ایسی حرمانی اور مایوسی کے وقت اکثر دیکھا گیا ہو کہ لوگ قبل از وقت جان دینے کو مصلحت وعزت سمجھتے ہیں اور بعض مرتے نہیں تو مرنے سے بدتر ہو جاتے ہیں کیونکہ اُن کی زندگی نہایت دردناک طریقہ سے آخر ہوتی ہو۔ بجنسہٖ یہی حالت شیخ عبدالحی صاحب کی تھی آپ کو رہ رہ کر یہی خیال پیدا ہوتا تھا کہ افسوس جو علمی فضیلت ہمارے بزرگوں نے حاصل کی ہو میری اولاد کی بدلیاقتی اُسے دُنیا سے مٹا ڈالے گی یہی ایک خیال تھا جو شیخ کو ہمیشہ مغموم ورنجور رکھتا تھا۔ ایکدفعہ کا ذکر ہو کہ میں بچپنے کی حالت میں سر سے عمامہ اُتار کر زانو پر رکھے ہوئے وضو کر رہا تھا اور جس قدر وضو میں سنن و آداب ہیں سب کی برابر رعایت کرتا جاتا تھا آپنے مجھے اس حالت میں دیکھکر انتہا درجہ کا جوش مسرت ظاہر کیا اور نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا خدا کا شکر ہو کہ میں اپنی اولاد کی ناقابلیت دیکھ دیکھکر ہمیشہ ڈرتا تھا کہ ہمارے اسلاف کا سِرّ ہماری اولاد سے منقطع ہو جائے گا لیکن اب مجھی قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُس سر کا عامل ہمارے خاندان میں موجود ہو گو اپنی نسل میں نہ سہی بہن کی نسل میں موجود ہو۔

(۲) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں ہنوز میں خوردسال بچہ تھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں کے ایک عزیز خواجہ ہاشم نام بخارا سے آئے اور ہمارے محلہ میں سکونت اختیار کی جب مجھے دیکھتے بہ محبت پیش آتے اور بہت ہی توجہ والتفات فرماتے ایکدفعہ فرمایا مجھے ایک درود یاد ہو جسکا عامل ہمیشہ متمول و دولتمند رہتا ہو چونکہ میرا دل اُسوقت دنیا کے تمام تعلقات سے منقطع تھا اسلئے اُن کے جواب میں عرض کیا کہ جب خدا تعالیٰ مجھے بلا واسطہ قوت لایموت پہنچاتا ہو اور میری مایحتاج کا وہ خود متکفل ہو چکا ہو تو اب میں دوسرے سے کوئی حاجت نہیں رکھتا خواجہ ہاشم میری اس برجستہ اور معقول جواب کو سُنکر خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد فرمایا کہ ہمیں ایک ایسی موثر دعا سینہ بسینہ پہنچی ہو کہ اگر مجذوم پر پڑھکر پھونکی جائے تو اُس کا جذام فوراً جاتا رہے میں نے کہا خدا کا شکر ہو کہ میں اِس خبیث اور موذی مرض سے محفوظ ہوں ہاں اگر کوئی مبتلائے جذام میری نظر پڑے گا اُسے خدمت مبارک میں لا حاضر کروں گا آخرکار چند روز کے بعد خواجہ ہاشم نے صاف لفظوں میں کہنا

کہ برخوردار من! اس درود و دعا کے ذکر کرنے سے بھی تمہارا انکار کرنا مقصود تھا کیونکہ تم استعداد عالی رکھتے ہو اب امتحان سے یہ معلوم ہوا کہ تم میرے خیال سے بھی بڑھکر عالی ہمت۔ حوصلہ مند بلند خیال ۔ دقیق النظر ہو میرا دلی مقصد یہ تھا کہ تم اشغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرو میں نے خواجہ کی یہ دلسوزی دیکھکر کہا تو آپ ہی کوئی شغل بتا دیجیے چنانچہ خواجہ نے مجھے اسم ذات کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک کاغذ کے تختہ پر ہمیشہ اسم ذات کو لکھتے رہو یہانتک کہ تمہارے خیال میں بڑی مضبوطی اور استحکام کیساتھ بیٹھ جائے میں نے اس شغل کو اختیار کیا اور چند ہی روز میں اُسکی کیفیت مجھپر غالب ہو گئی اُس زمانہ میں میں شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اور حاشیہ ملا عبدالحکیم کے لکھنے کا ارادہ تھا جب میں نے لکھنا شروع کیا تو ایک جزو کے قریب اسم ذات لکھ گیا اور مجھے بالکل شعور نہوا کہ کیا لکھ رہا ہوں۔

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم کی طفولیت کا زمانہ نہایت ہی مبارک اور مقدس زمانہ تھا جس میں آپکی نہایت ہی ناز و نعمت اور عمدہ طور سے پرورش ہوئی شیخ کے زمانہ طفولیت کے حالات اگرچہ ہمیں کسی ایسے سلسلہ سے نہیں دستیاب ہوئے جن پر ہم بلا تامل بھروسہ کر لیں لیکن تاہم جو ہمیں تحقیق ہوا ہے یہاں قلمبند کرتے ہیں آپکا بچپن فطرت کی اُن عجیب غریب خوبیوں کو لئے ہوئے تھا جنکی نظیر دوسرے بچوں میں مشکل سے پائے جانے کی اُمید ہوسکتی ہے آپ کائنات حسن کے لب لباب دنیا بھر کے حسین نہتے تو بھی آپکے چہرہ میں ایک ایسی قسم کی نمکینی و ملاحت تھی جس سے شان کبریائی کے عجیب غریب نمونے ظاہر ہوتے تھے۔ آپکی صاف اور نکھری پیشانی اپنے میں ایک خاص عالمانہ تزک احتشام کی تابانی رکھتی تھی اور اُس میں ایک عجیب نوعیت کی بزرگانہ متانت کا چمکارا نمودار تھا۔ آپکی دلفریب طفلانہ حرکتوں میں غضب کی کشش تھی جنہوں نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔

بزرگ شیخ کی بچپنے کی سکوت خیز صورت آپکی مزاج کے تحمل و بردباری کی صاف شہادت دیتی تھی اور قیافہ شناس نظریں خوب جانتی تہیں کہ آپکی یہ خاموشی ربانی نکات اور ضمیری جوہروں کی کوئی گٹھری تہ اپنے میں رکھتی ہے وہ ناز بھری اور خوشنما ہٹیں جو عموماً بچے اپنے ناز بردار اور مہربان والدین سے کرتے ہیں آپنے کبھی نہیں کیں ادب کا یہ حال تھا کہ آپنے کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی نگاہیں کرکے بات نہیں کی اور ہر بات پر بجا و درست کہنے اور گردن نیچی کرکے نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی عادت تھی غرضکہ محترم و معزز شیخ کی طفولیت کا زمانہ ایسا عجیب غریب اور

حیرتناک زمانہ تہا جسکی نظیر سے اُس عہد کے تمام بچے خالی تہے۔

شیخ کی تعلیم و تربیت

اگرچہ اس امر مین ہماری واقفیت محدود ہے کہ شیخ کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی لیکن مختلف واقعات اور اس جلیل الشان عظیم القدر خاندان کے دستور پر نظر ڈالنے سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس مزید عصر نے چوتھے سال مین قدم رکہا تہا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے قرآن مجید پڑہانا شروع کیا گر یہ تعجب کے سات دیکہا جاتا تہا کہ اس کم سن بچے نے اس نوعمری مین تعلیم قرآن کیطرف اسقدر توجہ مبذول کی کہ بہت تہوڑے عرصہ مین ختم کر لیا ازان بعد صرف و نحو اور ادب کی کتابین جو دینی علوم کے عنصر ہین پڑہنی شروع کین اور ابہی آپ آٹھ سال کے تھے کہ یہ علوم کچہ ایسے پانی ہوگئے کہ بڑے بڑے تجربہ کار لگا نہ کہاتے تھے اسی زمانہ مین علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل ہوگیا تہا کہ فصاحت و بلاغت اور لغت کے متعلق شعرا اور نثارون کو غلطیان بتا دیتے تھے کہ بیان یون ہونا چاہیے لیکن خود شعر نہ کہتے تھے اور شاعری کو بلحاظ ایک مقتدر علامہ ہونے کے مایۂ فخر نہ سمجہتے تھے جب آپکو نوان یا دسوان سال شروع تہا تو شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑہتے تھے اور معقول کی اکثر کتابین نکال چکے تھے جس زمانہ مین اورنگ زیب اکبرآباد مین جلوس فرما تہا تو آپکے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب بہی وہان موجود تھے اور اس تقریب سے آپ اکبرآباد مین مرزا محمد زاہد ہروی[۱] سے تعلیم پاتے تھے ابتدائی رسائل سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی تک تو آپنے اپنے برادر کلان شیخ ابو الرضا محمد سے نکالے اور شرح مواقف اور تمام کتب کلامیہ

[۱] مرزا محمد زاہد ہروی قاضی اسلم کے فرزند رشید ہین قاضی اسلم جہانگیر کے عہد مین ہرات سے ہندوستان مین آئے اور اپنی ذاتی خوبیون اور علمی قابلیتون کی وجہ سے جہانگیر کو اپنا گرویدہ کر لیا جہانگیر نے جب ان کی لیاقت کا اچھی طرح امتحان کر لیا تو قاضی القضاۃ کے معزز منصب پر ممتاز کیا دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے زیادہ اور کونسا درجہ ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ایسے عہدے پر ممتاز تھے جسکے سامنے خود وارث تخت و تاج کی بہی گردن تسلیم خم ہوتی تہی۔ قاضی اسلم۔ ملا محمد فاضل باشندہ درخشان کے شاگرد رشید تھے جب ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر چکے تو کابل مین پہنچے اور ملا صادق حلوائی کا تلمذ اختیار کیا بعد ازان توران مین گئے اور ملا مرزا جان شیرازی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور وہ مین مرزا جان کے تلمیذ رشید۔ ملا یوسف سے حکمت کے فنون اور طبی معلومات حاصل کین جو اُس عہد کے تمام مشہور اساتذہ مین نہایت امتیازی نظرون سے دیکہے جاتے تھے۔ جب قاضی اسلم ان تمام علوم سے فارغ التحصیل ہوگئے تو لاہور مین تشریف لاتے اور ملا جلال لاہوری سے جو علوم عربیہ مین یگانہ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیا جاتا تہا اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کو جامع و حاوی تہا تفسیر و اصول کا درس لیا مرزا محمد زاہد تیرہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہوگئے تھے آپکے بے نظیر جودت ذہن اور عدیم المثال فہم و فراست سے تمام اجلہ علما کے حلقے خالی تھے حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ شرح تہذیب اور حاشیہ رسالہ تصور و تصدیق آپکی محسوس یادگارین ہین علاوہ ان تصانیف کے آپکی چند اور تصانیف بہی مشہور ہین جیسے حاشیہ شرح تجرید حاشیہ ہیاکل وغیرہ۔ آپ اورنگ زیب کے عہد مین منصب احتساب پر ممتاز تہے ایک عرصہ کے بعد اس عہدے سے مستعفی ہو کر کابل تشریف لیگئے اور عزلت گوشہ

اصولیہ میرزا زاہد ہروی سے پڑھیں جب شرح مواقف پڑھتے تھے تو آپ کے درس میں اور بھی کئی بڑی عمر کے طلبہ شریک تھے لیکن سب کے سب آپ سے ناراض اور کبیدہ تھے کیونکہ آپ شرح مواقف جیسی مشکل کتاب کے کئی کئی صفحے اُستاد سے دریافت کیے بغیر صاف پڑھ جایا کرتے تھے اور کسی مقام پر دم نہ لیتے تھے حالانکہ ہر طالب العلم کتاب کے ایک ایک مقام کو سمجھنا اور اُس پر بحث کرنا چاہتا تھا بھلا یہ بات شیخ صاحب سے کب ممکن تھی یہاں تو خیال و دماغ عقل کامل سے پہلے ہی آراستہ ہو چکا تھا اور یہ معمولی کتابیں آپ کے سامنے بالکل پانی تھیں شیخ حامد جو بڑے طباع اور ذہین شخص تھے اور کتب کلامیہ کی تعلیم میں شیخ کے ہم درس بھی تھے آپ کے اس لگاتار پڑھنے سے اور کسی مقام کو دریافت نہ کرنے سے سخت ناخوش تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ کتاب کا مشکل مقام پڑھ رہے تھے شیخ حامد کو یقین تھا کہ آج یہ اس مقام پر ضرور رکینگے لیکن جب آپ اس مشکل مقام بھی لگاتار پڑھتے چلے گئے تو شیخ حامد بھلا اُٹھے اور آپے سے باہر ہو کے کہنے لگے کہ شیخ صاحب آپ کچھ سمجھتے بھی ہیں یا یوں ہی ورق گردانی کرتے ہیں شیخ نے اپنے دوست کا طیش و غضب دیکھ کر نہایت عجز و انکساری سے کہا شیخ صاحب مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مقام آپ کی سمجھ میں نہیں آیا ہو اگر حقیقت میں یہ مقام بغیر سمجھے رہ گیا ہو تو آپ مجھ سے دریافت کریں شیخ حامد نے سب سے مشکل مقام کی طرف اشارہ کر کے کہا اسی کو سمجھا دیجئے اس وقت خود میرزا محمد زاہد اور آپ کے تمام ہم سبقوں کی پرشوق نظریں شیخ پر برابر اٹھ رہی تھیں اور ہر ایک شخص دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ آج شیخ کی علمی لیاقت کا پورا امتحان ہو جائیگا حقیقت میں ایسے مقام پر جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی جانچ نہایت ہی قابل وقعت تھی آپ نے ایک ایسے سہل اور آسان طریقہ پر اس مشکل مقام کی تقریر کی جس سے تمام حاضرین آپ کے بے مثل جودت ذہن اور عدیم المثال فہم پر عش عش کرنے لگے اور تحیر انگیز صورت سے آپ کے چہرے کو تکنے لگے جس تحیر کے ساتھ آپ نے اُس اشکال کی تقریر کی وہ ایسی معمولی تقریر نہ تھی جس سے لوگوں کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہ ہوتی جماعت طلبہ آپ کے فضل و کمال کے قائل ہو گئے اور جس شہرت کے ساتھ آپ مشہور تھے اب اُس سے بہت زیادہ وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶ شیخ سیاری آپ علم ظاہری کے علاوہ باطنی علم کا بھی حصہ رکھتے تھے اور اکابر صوفیہ میں سے ایک ایسی وجیہ الاحترام بزرگ کی صحبت فیضیاب تھے جس نے روحانی ذریعہ سے تعلیم حاصل کی تھی جیسا کہ آپ کی بعض تصانیف خاص سے معلوم ہوتا ہے آپ نے مبحث وجود۔ اور مبحث علم واجب الوجود میں ایک نہایت نتیجہ خیز تقریر کی ہے چونکہ وہ حضرات صوفیہ کی دلچسپی سے خالی نہیں لہذا میں اس مقام پر اُسے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں آپ مبحث وجود میں لکھتے ہیں والتحقیق ان الوجود بالمعنی المتعدد (۷)

اگرچہ میرزا محمد زاہد پہلے ہی سے شیخ کو ہونہار اور رشدنی جانتے تھے لیکن اسوقت کی علمی قابلیت دیکھکر انہیں یقین ہوگیا کہ عنقریب زمانہ آنے والا ہے جس میں اس نونہال پودے کی خوش آئندہ جھونکے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کرینگے اور یہی ہلال آئندہ زمانہ میں بدر کامل ہو کر ملک میں چمکیگا یہی وجہ تھی کہ میرزا موصوف شیخ پر حد سے زیادہ التفات کرتے اور ہر وقت آپکی دلجوئی و خوشنودی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ خود جناب شیخ عبد الرحیم صاحب مرزا صاحب کے حالات پر مختصر ریمارک کرتے ہوئے آپکی اُن مہربانیوں کا ذکر کرتے ہیں جو ایام درس میں آپ پر مبذول تھیں۔

مرزا محمد زاہد کی مہربانیاں

آپ فرماتے ہیں کہ جناب مرزا محمد زاہد جن سے میں نے تمام کتب کلامیہ و اصولیہ پڑھی ہیں اور جو تمام علوم میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے مجھپر نہایت مہربان تھے اور بڑے ذوق شوق سے میری تعلیم میں شب و روز مصروف رہتے تھے یہانتک کہ جس روز میں کسی قوی عذر کی وجہ سے کتاب کا مطالعہ نکرتا تھا تو آپ فرمایا کرتے تھے فرزندمن! ایک دو ہی سطریں پڑھ لو تاکہ ناغہ نہو عالمگیر بادشاہ آپ کی اسقدر عزت کرتا تھا کہ آپکو ندیموں اور وزرا کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عالمگیر نے آپ کو بلایا اور آپ بہت جلد اُسطرف متوجہ ہوئے جوں ہی آپ دروازہ سے نکلنے لگے میں نے دروازہ کی دونوں بغلیاں مضبوطی سے پکڑ کر کہا تاوقتیکہ آپ میرا فلاں کام سرانجام نہ دینگے میں آپکو نہ چھوڑوں گا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸) اما اعتبار و متحقق فی نفس الامر و معنی ما به الموجودیۃ موجود بنفسہ بل واجب لذاتہ وذلک لان معنی کون الشیء اعتبارا متحققا فی نفس الامر ان یکون موصوفا بحیث یصح انتزاعہ عنہ فهہنا ثلثۃ امور الاول المنتزع عنہ وهو الماهیۃ من حیث هی والثانی المنتزع وهو الوجود والمعنی المصدری والثالث منشأ الانتزاع وهو الوجود بمعنی ما به الموجودیۃ وهو الوجود القائم بنفسہ الواجب لذاتہ لانہ لیس قائما بالماهیۃ لا علی وجہ الانضمام والایلزم تاخرہ عن وجود الموصوف ولا علی وجہ الانتزاع والایلزم حین الانتزاع الوجود المصدری انتزاع آخر فیلزم انتزاعات غیر متناهیۃ۔ اسی طرح آپ علم واجب الوجود کے بحث میں فرماتے ہیں اعلم ان الواجب تعالی علما اجمالیا و علما تفصیلیا اما العلم الاجمالی فهو مبدأ للعلم التفصیلی وخلاق الصورۃ الذهنیۃ والخارجیۃ وهو العلم الحقیقی وهو صفۃ الکمال وعین الذات وتحققہ علی المعنی فی فهمہ ومنہ ان لشکن جهتین جهۃ الوجود والفعلیۃ وجهۃ العدم واللافعلیۃ وهو بحسب الجهۃ الثانیۃ لا یصلح ان یتعلق به العلم فانہ بهذا الجهۃ معدوم محض فالجهۃ التی بحسبها یتعلق به العلم هی الجهۃ الاولی وهی راجعۃ الیہ لان وجود الممکن هو بعینہ وجود الواجب کما ذهب الیہ اهل التحقیق فعلمہ تعالی بالممکنات بنطوی فی علمہ بذاتہ بحیث لا یعزب عنہ شیء منها ویعیننا علی فهم ذلک حال الامور الانتزاعیۃ مع موصوفاتها فان لها وجودا یحذو احذو الوجود الخارجی فی ترتب الآثار وهو منشاء الانتزاع بحسب الاعتبار بینها وبین موصوفاتها واما العلم التفصیلی فهو علم حضوری بالموجودات الخارجیۃ وبالصور الذهنیۃ العلویۃ والسفلیۃ فتامل لعلہ یحتاج الی تجرید الذهن وقد ذکرنا ذلک فی تعلیقات شرح التجرید ۱۲۔

آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور خوش آئندہ تبسم کے ساتھ فرمایا تم بیٹھو مین ابھی آتا ہون اطمینان و دلجمعی سے تمہاری بات سنونگا اور تمہارے کام کو انجام دون گا اسوقت مین متردد ہوتا اور شاہی دربار مین جانے کی غرض سے پا بر کاب ہون مین نے کہا یہ نہین ہوسکتا کہ مین آپکو اپنے کام کی انجام دہی بغیر چھوڑ دون جب آپ نے میرا یہ اصرار ملاحظہ کیا تو واپس پلٹ آئے اور جبتک میرا کام پورا پورا انجام کو نہ پہنچا دیا قدم آگے نہ بڑھایا دوسرے طلبہ جب اس قسم کی مہربانیان مجھ پر دیکھتے تھے تو تعجب کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے مین محسود طلبہ تہا۔

آپ یہ بھی فرماتے ہین کہ میرے اُستاد مرزا محمد زاہد مین سب سے زیادہ قابل تعریف ایک بات تھی کہ جب کسی معاملہ مین آپ سے فروگذاشت ہوجاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو فوراً قبول کر لیتے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہو کہ آپ نے رمضان مین میری دعوت کی مین آپ کے مکان پر موجود تہا اور مغرب کا وقت قریب آگیا تہا اتنے مین ایک کباب فروش آیا اور کباب کا خوان آپ کے سامنے رکھکر عرض کیا کہ یہ آپکی نذر مین مرزا صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عزیز! مین نہ تو تیرا پیر ہی ہون نہ اُستاد ہی نذرانہ کیا معنی؟ معلوم ہوتا ہی کہ اس سے تیری کوئی اور غرض ہی اگرچہ اُسنے اول اول اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے انکار کیا لیکن آپ کے مبالغہ اور اصرار سے معلوم ہوا کہ اُس کی دوکان بر سر راہ واقع ہی اور مرزا کے ماتحت لوگ اُسکی دوکان وہان سے اُٹھانا چاہتے ہین جب یہ کیفیت آپکو معلوم ہوئی تو فرمایا کل مین ایک متدین اور معتبر آدمی بھیجون گا جو نہایت عدل اور انصاف سے فیصلہ کریگا اب تو جا اور اطمینان رکھ۔ کباب فروش نے کہا حضور! یہ کباب مین نے خاص آپکے لیئے تیار کیئے تہے اور اب وقت مین اسقدر گنجایش نہین رہی کہ یہ فروخت ہوسکین آپنے ایک شخص کو جو مرزا موصوف کے بچون کا معلم تہا حکم فرمایا کہ ان کبابون کی قیمت کا اندازہ کر کے گھر سے قیمت دلا دو چنانچہ اُس نے آٹھ آنے دلا دیئے اور کباب آپکے سامنے رکھدیئے مین نے یہ صورت دیکھکر عرض کیا کہ آپکی غرض رشوت سے بچنے کی تھی لیکن افسوس کہ وہ ہنوز حاصل نہین ہوئی کیونکہ ان کبابون کی قیمت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کباب فروش آٹھ آنے پر صرف اس غرض سے راضی ہوگیا کہ اُس سے آپکا کام متعلق ہے آپ فوراً متنبہ ہوئے اور اسیوقت کباب فروش کو بلوا کر دریافت کیا کہ تو نے گوشت کتنے کا خریدا تہا اور مصالح کتنے کا ایندھن مین کیا خرچ ہوا اور نفع کسقدر حاصل ہوتا ہی حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ وہ ساڑھے تین روپے کے کباب تھے آپ نے پورے دام اُسکے حوالہ کئے اور معلم کو بلا کر سخت عتاب

سکے عوض فرمایا کیا تو جانتا تھا کہ مین حرام چیز سے روزہ افطار کرون یہ کونسی عقل اور کونسی دوستی کی بات ہو۔ اسکے بعد آپنے اور آپکے ساتھ مین نے کھانا تناول کیا۔

علمی ترقی

الحاصل جناب شیخ عبدالرحیم صاحب دس سال کی عمر مین صرف نحو ادب کلام اصول معقول حکمت وغیرہ تمام علوم رسمیہ کی تکمیل کر چکے تھے جب آپنے گیارہوین سال مین قدم رکھا تو فقہ و حدیث کی تحصیل مین مصروف ہوئے لیکن کسی تذکرہ اور مستند تاریخ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ان علوم کی خدمت معلمی کن علما کے سپرد تھی البتہ ایک مورخ کے مجمل ریمارک سے اسقدر پتا چلتا ہو کہ صرف فقہ کی تعلیم آپنے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی خدمت مین پائی اور چونکہ شیخ وجیہ الدین صاحب متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے کچھ عجب نہین کہ علم حدیث کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین حاصل ہوئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہو کہ آپ نے اس علم کی دوسرے معلم سے تحصیل کی ہو بہرصورت اس فن شریف کے اساتذہ کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہو تاہم دعوے کیساتھ کہا جاسکتا ہو کہ اس عہد مین علمی روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی اور عالمگیری دربار مین بڑے بڑے علما اور مجتہدین موجود تھے قطع نظر اسکے ابھی تک شیخ کی ننھیال مین اس قسم کے اہل کمال موجود تھے جو یگانہ روزگار اور فرید عصر تسلیم کیے جاتے اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال مین گنے جاتے تھے غرضکہ شیخ نے حدیث و فقہ کی تعلیم اعلے درجہ کی پائی جسمین کسیطرح کا کوئی شک شبہ نہین ہوسکتا اور جب آپکے اس کمال پر نظر ڈالی جاتی ہو جو اس علم مین خصوصیت کے ساتھ آپکو حاصل تھا تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ اس خدمت کو بعض ان حضرات نے انجام دیا ہو جو ساری دنیا مین ممتاز و مشہور ہو چکے تھے یہی وجہ ہو کہ جن لوگون نے آپکے حالات زندگی قلمبند کیے ہین انہون نے آپ کے علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ علم حدیث پر نہایت قیمتی اور وزنی ریویو کیے ہین۔ شاہ ولی اللہ جیسے فاضل اجل شخص ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سے زیادہ فن حدیث مین طاق اور جاننے والا اس عہد مین کوئی نہ تھا اگر مین انصاف سے آپکی نسبت کوئی رائے ظاہر کرون تو بلا تامل اس امر کا اعتراف کرون گا کہ مین نے ان جیسا ایک شخص بھی نہین دیکھا تمام علوم مین عموماً اور حدیث و فقہ مین خصوصاً تبحر رکھتا ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد آپ جیسے محدث و مفسر فقیہ کو ہندوستان کی گود مین پرورش پانا بہت کم نصیب ہوا ہوگا آپکو صحاح کی اکثر حدیثین ازبر تھین اور اس سے بڑھکر یہ کہ تمام حدیثین معہ اسناد کے بلا توقف نقل کرنے مین ملکہ خاص حاصل تھا شاہ ولی اللہ صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے والد بزرگوار کے علم کے آگے دنیا بھر کے

علمائے علوم کو بالکل ایسا دیکھتا ہون جیسے دریا کے مقابلہ مین قطرہ" حقیقت مین شاہ صاحب کی تعریف مبالغہ آمیز اور جھوٹی تعریف نہین ہو بلکہ جس شخص نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تصنیفات اور ان حواشی کو دیکھا ہی جو آپ نے حدیث وفقہ کی کتابون پر چڑھاتے ہین وہ اُن سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے اِس قول کا پورے طور پر اندازہ کر سکتا ہو کہ کہانتک ٹھیک اور درست ہو۔

تکمیل علوم

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم صاحب بارہ سال کے تھے کہ علم حدیث وفقہ کی تکمیل کر چکے تھے اور آپ کو تمام وکمال اُسپر عبور ہو گیا تھا گویا یہی سال آپکے فارغ التحصیل ہونے کا تھا آپکا اِس چھوٹی سی عمر مین تمام درسیہ کتب سے فارغ التحصیل ہو جانا اور پھر ہر مضمون کتاب کو از بر یاد رکھنا نیز ان سے ہزارہا جدید مسائل اور صدہا نکات وباریکیان مستنبط کرنا اگرچہ آپکے جودت ذہن اور بے نظیر فہم ودرایت کی بے مثال دلیل ہے لیکن مبصرین خوب سمجھتے ہین کہ یہ اُن وہبی علوم اور ربانی قابلیتون کا پرتو ہی جو روز ازل سے اُن پاک نفوس حضرات کے حجلۂ دل مین چمک چکا ہی جنہون نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی ہو۔

ابتدائے سلوک

معزز اور واجب الاحترام شیخ جب دینیات سے فارغ التحصیل ہو گئے تو لوگ آپکے پاس تحصیل علوم کی غرض سے جوق جوق آنے لگے اور اسی چھوٹی سی عمر مین سب نے آپکو اپنا سرتاج مان لیا لیکن آپکی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے اِن ہی علوم پر قناعت نہین کی بلکہ ہمت کے بلند پرواز شاہین نے باطنی علوم کی تحصیل کی طرف بال وپر کھولے اور آپ اہل اللہ کی جستجو کے درپے ہوئے اگرچہ یہ شوق آپکو اثنا تحصیل ہی مین دامنگیر تھا اور گاہے گاہے ادہر متوجہ بھی ہوتے تھے مگر اُس کا ظہور کلیۃً فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہوا جیسا ایک جگہ آپ خود اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہین کہ "جب مین بارہ یا تیرہ سال کا تھا تو ایک رات حضرت زکریا علیہ السلام کو خواب مین دیکھا آپنے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور اسم ذات کے شغل کی تلقین فرمائی جس کی تاثیر اِس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ باوجودیکہ مین تحصیل علم مین شب و روز مصروف تھا اور ذکر کی طرف میری توجہ بہت کم مبذول تھی لیکن پھر بھی جو بات اُسوقت مجھکو حاصل تھی اُسکی نظیر سے بڑے بڑے قوی الطلب اہل کمال کے حلقے خالی تھے جب مین دینیات سے فراغت پا چکا تو جناب شیخ عبدالعزیز قدس سرہ[۱] کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین "فرزند من ! تاوقتیکہ خواجہ تہین نظر قبول سے

---

[۱] شیخ عبدالعزیز قدس سرہ۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پرنانا ہین جن کے حالات دوسرے حصہ کے پہلے باب مین لکھے جا چکے ہین ۱۲

نہ دیکھیں اپنی عقیدتمندی کا ہاتھ دوسرے شخص کے ہاتھ میں نہ دینا پھر اسکے بعد تمہیں اختیار ہی" چنانچہ میں نے خواجہ[1] خرد کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور تعبیر دریافت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ چونکہ اس شہر میں آپکے سوا دوسرا شخص خواجہ کے لقب سے نہیں پکارا جاتا اسلیئے معلوم ہوتا ہو کہ مبشرہ آپ ہی ہین خواجہ نے جواب دیا "عزیز من تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہی کہ تمہیں جناب خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی بیعت میسر ہوگی اور اس فقیر کا رتبہ اس سے بہت کم ہے کہ جناب شیخ عبد العزیز جیسے مقتدر بزرگ خواجہ کے ساتھ مجھو تعبیر فرمائیں" چنانچہ میں اسکے بعد بشارت مذکور کا منتظر رہا اور شب و روز درود پڑھنے میں مستغرق رہا ایک رات کا ذکر ہی کہ میں درود پڑھ رہا تھا دفعۃً آسمان پر مہتاب جیسا ایک نور چمکا حالانکہ وہ رات تاریک تھی اور چاند کے طلوع ہونے کا زمانہ نہ تھا غرضکہ وہ نور آہستہ آہستہ زمین پھیلنا شروع ہوا اور آناً فاناً میری طرف بڑھنے لگا یہانتک کہ میری تمام چارپائی اور جسم پر چھا گیا اور میں بالکل نور میں ڈوب گیا جبتک وہ نور سر سے نیچے نیچے رہا میں بڑے ذوق شوق سے درود پڑھتا رہا لیکن جونہی سر پر آیا فوراً بیہوش ہوگیا اور اب مجھے اپنے آپے تک کی خبر نہیں رہی سر سے دال بچھونے سے اٹھو اور ہرچند کہ میری جستجو کی مگر کہیں پتا نہ چلا معلوم

[1] خواجہ خرد جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور طریقہ نقشبندیہ کے دوسرے بازو ہیں ہنوز آپ صغیر سن ہی تھے کہ خواجہ محمد باقی رحلت گزین عالم آخرت ہوئے جب خواجہ خرد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ احمد سرہندی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اخذ طریقہ کیا اور زمانہ دراز تک ان کے بعد اجازت حاصل کرکے وطن مالوف کیطرف مراجعت فرمائی یہاں چند روز رہ کر خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کی صحبت میں حاضر ہوئے جو خواجہ محمد باقی کے تمام خلفا میں نہایت بلند رتبہ تھے خواجہ حسام الدین ابتدائی زمانہ میں ایک سوار اور مشہور امیر تھے اور انکے والد اس ماتین تمام نامدار امرا میں حصہ وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے خواجہ حسام الدین جب خواجہ محمد باقی کی خدمت میں پہنچے اور آپکے روحانی جذبات نے انہیں تاثیر کی تو آپ اپنے تمام عزیز و اقارب مال و دولت کو ترک کرکے گھر سے نکل آئے اور چونکہ آپکے اقربا پیچھا نہ چھوڑتے تھے اور فقرا کے لباس میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اسلیئے آپنے اپنے تئیں دیوانگی میں مبتلا کیا اور وابستہ کپڑوں کو نجاست سے آلودہ کرکے سودائیوں جیسے پھرنے لگے اب آپکے عزیز و اقارب کو مایوسی ہوگئی اور انہوں نے آپکو مطلق العنان کر دیا اسکے بعد خواجہ حسام الدین اطمینان سے جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت میں زندگی بسر کرنے لگے اور انجام کار آپکے فیض صحبت سے بہرہ یاب ہوئے الغرض خواجہ خرد جب خواجہ حسام الدین کی خدمت میں پہنچے تو آپ خاص مراعات سے پیش آئے اور چند ہی روز میں ارشاد و تکمیل رتبہ پر پہنچا دیا خواجہ خرد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر سلوک و تصوف میں ہی لیکن آپ حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم میں بھی مجتہدین فن کہلائے جاتے تھے سب سے بڑا فخر آپکو یہ حاصل ہوا کہ شیخ عبد الرحیم صاحب علامہ آپکے تلامذہ کے حلقے میں داخل تھے جیسا کہ آگے چلکر شیخ صاحب کے اساتذہ کے ذکر میں مفصلاً لکھا جائے گا جب آپ کا جام حیات لبریز ہونے کے قریب ہوا تو آپنے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خواجہ محمد باقی قدس سرہ کے روضہ سے دور ہٹکر اس مقام پر دفن کرنا جہاں زائرین کی جوتیاں اترتی ہیں آپ کی فرزندی کے انتساب کے لحاظ سے مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا کیونکہ میں اس مقام کے لائق نہیں ہوں شیخ نے جواب دیا کہ چونکہ یہ کام آپکے ورثہ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس لیئے ممکن ہی کہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں قاصر رہوں فرمایا تمہارا کام تبلیغ ہے چنانچہ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جب خواجہ کا انتقال ہوا تو میں نے آپ کی وصیت کا اعلان کر دیا اور آپ کی ورثہ کو اس پر متنبہ کر دیا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور خواجہ کی وصیت کے برخلاف مقبرہ کے اندر دفن کیا۔ ۱۲

ہوتا ہے کہ سیرِ ظاہری وجود بھی مفقود ہوگیا تھا الغرض اِسی حالت غیبت ہین مین آسمانون کو یکے بعد دیگرے طے کرتا ہوا اوپر پہنچا اور جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی ملازمت نصیب ہوئی آپنے مجھسے بیعت لی اور نفی اثبات کا طریقہ تلقین فرمایا جب مین ہوش مین آیا تو اپنی حالت کو بالکل بدلا ہوا پایا گویا اب مین ایک دوسرے ہی عالم مین تھا۔ چند روز کے بعد پھر خواجہ خُرد کے پاس گیا اور اپنی گزشتہ کیفیت بیان کرکے التماس کی کہ اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہین فرمایا تمھین ظاہر مین بھی کسی بزرگ سے بیعت کرنا مناسب ہے مینے کہا کہ مین آپ سے زیادہ بزرگ و مقتدر دوسرا شخص نہین پاتا فرمایا چونکہ مین تمھین نہایت عزیز رکھتا ہون اسلیئے اسبات کو پسند نہین کرتا کہ تمھین بیعت کرون عرض کیا مین نہین سمجھ سکا کہ آپ مجھے دوست بھی رکھتے ہین اور پھر بیعت سے انکار بھی کرتے ہین آخر اس کی کچھ وجہ؟ فرمایا حقیقت یہ ہے کہ مین بعض ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہون اور سنت نبویہ کی اتباع مین قدرے تساہل کرتا ہون مین نہین چاہتا کہ میرے ارتباط کی وجہ سے تمھارا قدم راہ شرع سے ڈگمگا جائے لیکن ہان فیض صحبت پہنچانے مین کبھی دریغ نہ کرونگا مین خواجہ کی یہ تقریر جو دلسوزی اور خیر خواہی سے بھری ہوئی تھی سنکر عرض کیا کہ پھر مجھے کس سے بیعت کرنا چاہیئے فرمایا اگر شیخ آدم بنوری قدس سرہ کے نامدار خلفا مین سے کوئی بزرگ ملجائے تو بہت اچھا ہے کیونکہ وہ تشرع تہذیب نفس کی دنیا مین ایسا کمال رکھتے ہین جو دوسرے کو اس زمانہ مین میسر نہین ہے مین نے عرض کیا کہ ہماری پڑوس مین سید عبد اللہ[1] سکونت رکھتے ہین جو شیخ آدم کے ایک معزز خلیفہ ہین فرمایا بہت مغتنم ہین اُن سے بیعت کرنی مناسب ہے چنانچہ مین بزرگ سید کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن چونکہ آپ پر اخفا و خمول غالب تھا اسلیئے پہلی مرتبہ آپنے میری بیعت لینے سے انکار کردیا مگر آخر کار مین آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوا اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ سب کچھ تھا لیکن اسم ذات کا شغل جو مجھے حالت غیبت مین حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا غالب تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو لطف و مزا مجھے اِس مین ملتا تھا دوسرے شغل مین وہ لذت نہ پاتا تھا نفی اثبات کا شغل اوّل تو مجھ سے بن ہی نہ آتا تھا اور اگر طبیعت پر زور ڈالکر کبھی مصروف بھی ہوتا تھا تو مزا نہ آتا تھا اس سے مجھے اِس درجہ شرمندگی و ندامت ہوتی تھی کہ محترم سید کے آگے سر نہ اُٹھا سکتا تھا انجام کار مین نے سید صاحب سے اِسکا علاج دریافت کیا پہلے تو آپنے چند مرتبہ مجھپر نظر خاص ڈالی اور روحانی تصرف کے ساتھ متوجہ ہوئے لیکن جب آپکا تصرف ذرا کارگر نہ ہوا تو فرمایا جس چیز نے انبیا

[1] سید عبد اللہ اصل مین کہیڑی بستی کے رہنے والے تھے اِن کے والد بزرگوار نے اسی بستی مین بساست اختیار کی بقیہ دوسرے صفحہ پر دیکھو

علیہم السلام کے انفاس طیبہ کی توسط سے استقرار پایا ہو ہم اُسے بدل نہین سکتے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کی طرف متوجہ ہوا اسکا علاج وہین سے میسر ہوگا چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا اُس وقت نفی و اثبات کا شغل مجھپر غالب آیا اور اسقدر آسان ہوگیا کہ بارہ یا تیرہ برس کی عمر مین ایک سانس مین دو سو دفعہ بآسانی کہلیتا تہا گو مین اس زمانہ مین بھی تحصیل علوم سے خالی نہ تھا اور بہت سے علائق دنیوی میرے ساتھ وابستہ تھے لیکن باوجود اسکے جو انجذاب و کشش مجھے حاصل تھا دوسرے طالب کو کم نصیب تھا۔

والد ماجد صاحب یہ امر فقیر پر نہایت مہربانیان فرمایا کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے شیخ! تم ہنوز بچے تھے اور اپنے ہمعمرون مین کھیلتے پھرتے تھے کہ ہماری طبیعت تمہاری طرف مائل تھی مین تمہین دیکھکر خدا سے دعا کیا کرتا تہا کہ خداوندا اس بچہ کو اپنے اولیا کے زمرہ مین داخل کرے اور اسکا کمال میرے ہاتھ سے ظاہر کر سو خدا کا شکر ہے کہ اسکا نتیجہ ظہور مین آگیا۔

شیخ کے اساتذہ اور اُنکے اجمالی حالات

شیخ ابوالرضا محمد

ابتدائی زمانہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب کی تعلیم اور تعلیم کا دوسرا جزو تربیت جناب شیخ وجیہ الدین آپکے والد بزرگوار اور شیخ ابوالرضا محمد آپکے برادر مہربان کے ہاتھ مین تہی اور چونکہ یہ دونون اس قدر بلند منزلت کے شخص تھے جنکی علمی و عملی نظیر سے تمام ہندوستان خالی تہا اسلئے تعلیم و تربیت کے اعتبار سے شیخ عبدالرحیم صاحب کو بھی اعلی درجہ کے اہل کمال مین شمار کرنا چاہیئے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلہ مین شیخ عبدالرحیم صاحب نے ان دونون مقدس اور پاک نفوس حضرات سے کون کون کتابین نکالین یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ باوجود تلاش کے اسوقت تک کسی تاریخ و تذکرہ سے اسکا پتا نہین چلتا لیکن تاہم اسقدر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہی کہ آپنے سلسلہ عقاید کے ابتدائی رسالون سے شرح عقاید اور شرح خیالی تک کی تعلیم شیخ ابوالرضا محمد سے پائی چنانچہ خود شیخ عبدالرحیم صاحب اپنے سلسلۂ تعلیم پر ریویو کرتے ہوئے بیان کرتے ہین کہ جس زمانہ مین مین اخی معظم شیخ ابوالرضا محمد سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اُس وقت حاشیہ خیالی پر مین نے ایک اعتراض کیا اور مخدومی اخوی جواب کے درپے ہوئے شدہ شدہ اس مناظرہ کی نوبت یہانتک پہنچی کہ مجھمین اور برادر مہربان مین رنجش پیدا ہوگئی مین نے پڑھنا چھوڑ دیا ایکدفعہ کا ذکر ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴ ہوتی۔ ابھی یہ کم سن ہی تھے کہ والد نے انتقال کیا اور آپ کو اسیوقت خدا طلبی کا داعیہ پیدا ہوا بقیہ صفحہ ۱۲۶ پر دیکھو

کہ ہم دونون خواجہ خرد کی ملاقات کے لیئے گئے آپنے معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ اب تمہاری خیالی نماز پہنچی ہی مین نے عرض کیا کہ حضرت! چند روز سے مین نے اُسے چھوڑ رکھا ہی فرمایا کیون؟ عرض کیا کہ نماز روزے کے ضروری احکام معلوم ہوجانے کے بعد اُسکی چندان ضرورت نہین دیکھی لیکن جب آپنے اصل حقیقت ظاہر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ جا بجا اولیاء اللہ کا کھوج لگاتے پھرے اور اتفاق سے پنجاب کے اطراف مین ایک بزرگ کی خدمت مین پہنچے جو قراءت مین ید طولے رکھتا تہا اور جس نے قواعد تجوید و ترتیل کو معراج کمال تک پہنچا دیا تہا یہ بزرگ دنیا اور اہل دنیا کو خدا حافظ کہکے صحرا کی ایک بستی مین زندگی بسر کرتا اور آدمیون کے اختلاط اور اُن کی آمد شد سے فراغت پاکر توکل و قناعت کے ساتہ موصوف تہا واجب الاحترام سید ایک مدت تک اُنکی خدمت مین رہے اور خدا طلبی کا رستہ دریافت کیا فرمایا کہ تمہارا ارشاد و تلقین تو ایک اور عزیز پر موقوف ہی جسکی خدمت مین انشاء اللہ عنقریب پہنچنے والے ہو لیکن حفظ قرآن مجہسے کرلو چنانچہ آپ قرآن مجید پڑہنے لگے اور اسی اثنا مین اُس عزیز کی صحبت کی برکت سے تجرید و ترک دنیا اور بعض شیطان کی دہوکا دہی سے بچنے کے آداب حاصل کرلیئے۔ بیان کیا جاتا ہی کہ ایک دن سید اور وہ بزرگ باہم قرآن مجید کے دور مین مصروف تہی کہ بہت سے آدمی عربی لباس زیب تن کیئے ہوئے جوق جوق ظاہر ہوئے اُن کا سردار سب سے آگے قریب آیا اور اس بزرگ کی قراءت سنکر فرمانے لگا بارک اللہ ادیت حق القرآن یعنی خدا برکت دے کہ تو نے قرآن کا حق ادا کیا یہ کہا اور واپس چلا گیا اُس عزیز کا دستور تہا کہ قرآن پڑہتے وقت آنکہین بند کرلیتا تہا اور کسی چیز کی طرف ذرا التفات نہ کرتا تہا جب سورت ختم کرچکا تو سید سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ تہے جنکی ہیبت سے میرا دل کانپ رہا تہا ہرچند کہ مین اُٹہنا چاہتا تہا لیکن قرآن کی حرمت کی وجہ سے اُٹہ نہ سکا سید نے جواب دیا کہ عربی شکل و شباہت کے بہت سے آدمی تہے جنکے جسمون کو سبز لباس ڈہانکے ہوئے تہا اُنکا سردار سب سے بڑا تہا یہ سنکے بے اختیارانہ جوش کے ساتہ اُن کی تعظیم مین کہڑا ہوگیا ابہی ان باتون کا سلسلہ ختم نہ ہوا تہا کہ اُسی شکل و شمائل کا ایک شخص آکر بولا کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تہا آپ آج حافظ کی تعریف فرما رہے تہے جو اسی صحرا مین سکونت رکہتا ہی اور یہ بہی فرما رہے تہے کہ کل بہی اسی وقت مین آکے دیکہون گا اور اُس کی قراءت سنون گا اب مین آپ لوگون سے دریافت کرتا ہون کہ حضور تشریف فرما ہوئے تہے یا نہین اگر ہوئے تہے تو کس طرف تشریف لے گئے ان دونون حضرات نے جب اُس کی یہ حیرت انگیز تقریر سنی تو ادہر اُدہر ڈہونڈہنے لگے اور ہرچند تفحص کیا لیکن کہین سراغ نہ پایا الغرض جب بزرگ سید قرآن پڑہ چکے تو اُس عزیز نے انہین رخصت کیا اور کہا کہ اب تم جاؤ اور جس جگہ صاحب ولایت پاؤ اُسکی خدمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو سید عبد اللہ شہر بشہر اور قصبہ بقصبہ گشت لگاتے ہوئے سامانہ مین پہنچے اور شیخ ادریس رحمہ اللہ سامانی کی خدمت مین حاضر ہوئے جو سلسلہ قادریہ کے دوسرے بازو اور سلوک و تصوف مین مشہور زمانہ تہے توکل و قناعت آپ کا اوڑہنا بچہونا تہا اور ریاضت و مجاہدہ لباس۔ آپ آمد و رفت کا دروازہ بند کئے ہوئے محنت و تنگی مین زندگی بسر کرتے اور شدت و عسرت سے لذت اُٹہاتے تہے پہلی دفعہ جب محترم سید نے شیخ ادریس سے ملاقات کی تو آپنے انہین کورا جواب دیا کہ دنیا مین فقیر بے شمار ہین جہان جا ہو جاؤ کیونکہ میرے پاس وہی شخص رہ سکتا جو مردہ کی طرح کہانے پینے لوگون کے ملنے جلنے سے بالکل علیحدگی اختیار کرلے اور حاجت ضروریہ کے سوا میرے دروازہ سے باہر نہ جائے بزرگ سید نے ان تمام شرطون کو منظور کیا اور طریقہ سلوک کی تحصیل مین مصروف ہوئے اولوالعزم اور عالی ہمتون کی طرح سید نے ان جانکاہ محنتون پر جنہین حقیقت مین اختیاری موت کہنا چاہیئے نہ صرف صبر کیا بلکہ بدل راضی رہے شیخ ادریس سید کی یہ جانفشانیان اور کارگزاریان ملاحظہ فرما کر بہت محظوظ ہوئے اور دن بدن اُن کے حال پر توجہ زیادہ مبذول کی اسی اثنا مین شیخ کے فرزند رشید نے سید سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کردیا تہا جس نے شیخ کی توجہ مین ایک اور جلا پیدا کردی تہی القصہ حافظ سید عبد اللہ زمانہ دراز تک شیخ ادریس کی خدمت مین فیضیاب رہے لیکن جب اُن کا انتقال ہوگیا تو شیخ آدم بنوری قدس سرہ کی خدمت مین حاضر ہوئے جو اُس زمانہ مین پیشوائے مذہبی تسلیم کئے جاتے تہے اور سلاطین وقت کی گردنین جنکے سامنے جہکی رہتی تہین سید نے آپکو ایک عالی مقام شیخ متشرع عظیم المعرفت قوی التاثیر پاکر اور کہین جانے کا ارادہ بالکل بقیہ صفحہ ۳ پر

کرنے پر مبالغہ اور مبالغہ کے ساتھ بحید اصرار کیا تو اصلی واقعہ بے کم وکاست بیان کیا گیا خواجہ خرد نے
نہایت مہربانی سے فرمایا کہ اچھا شرح خیالی ہم سے پڑھ لو اور کل صبح کو ضرور آؤ چنانچہ مین دوسرے دن کتاب
لیکر حاضر ہوا اور آپنے تقریر کرنی شروع کی میرے اعتراض کو نہ صرف پسند ہی کیا بلکہ اس کی قوت و
تائید ظاہر کی تین روز تک یہی صحبت رہی اور اس اثنا مین مین نے شرح خیالی کا بہت سا حصہ نکال
لیا چوتھے دن جب مین کتاب لیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوا تو فرمایا چونکہ تمہارا محترم اور بزرگ ناتا
شیخ رفیع الدین محمد نے مجھ کو تین ہی سبق پڑھائے تھے اسلئے مین بھی تمہین تین روز سے زیادہ درس نہین دونگا (شیخ رفیع الدین محمد)
اور اس کا قصہ یہ ہے کہ مین عنفوان شباب مین ظاہری حسن خوبصورتی کو دوست رکھتا تھا شیخ رفیع الدین محمد
صاحب کا ایک فرزند رشید نہایت خوبصورت رکھتا تھا اور اس کے حسن وجمال کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا
تھا مین ایک دن اسے دیکھنے کے قصد سے گیا اور شرح لمعات ساتھ لیتا گیا تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ مین
تصوفی مسائل کی تحقیقات کیلئے آیا ہون کیونکہ شیخ موصوف ہمارے شہر مین مشکلات تصوف کے حل
کرنے مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور علمی فضیلت مین تمام ملک مین مسلم الثبوت تھے جب مین آپکی خدمت مین
پہنچا تو نہایت جوش مسرت سے میرا استقبال کیا اور بڑی مہربانی سے پاس بٹھایا جب مین نے شیخ کے
سامنے کتاب رکھی تو آپنے دو تین جملے سرسری طور پر پڑھکر کتاب بند کر دی اور زیادہ تحقیق نہ فرمائی اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲ فسخ کر دیا اور سالہا سال آپ ہی کی صحبت مین گزار دیے لیکن جب شیخ آدم کا بھی انتقال ہو گیا تو سید عبد اللہ
اپنے عم بزرگوار سید عبد الرحمٰن کے پاس چلے آئے جو شیخ آدم کے ایک مخلص اور بے ریا مرید تھے اور ہمیشہ ان ہی کی صحبت مین رہے
جس زمانہ مین شیخ آدم اور سید عبد الرحمٰن کی باہم خط وکتابت ہوتی تھی تو جو مکتوب شیخ کی طرف سے لکھا جاتا اس مین سید عبد الرحمان کیساتھ
سید عبد اللہ کا نام بھی ہوتا چنانچہ مین اس مقام پر شیخ کے دو مکتوب نقل کرنا مناسب سمجھتا ہون جن سے علاوہ [illegible] محبت
کے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ آدم بزرگ سید کی بہت عزت کرتے تھے مکتوب اول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الاکرمین حضرت اللہ تعالیٰ ورا در دین و دنیا در بحسب مرضات خود موفق بجمعیت خالص مخلص دارد
سے زان یار دلنوازم شکریست سے شکایت + گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت + این سلام نامہ فقیر دو تن برادران معنوی
بنظر انتباہ مطالعہ باد وقت گزران ست کار فردا در عمل فرد المحسوب ست و اللہ ولی التوفیق و منہ الارشاد وعلی الصراط المستقیم بحرمۃ حبیبہ
آلہ واصحابہ وتبعہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام - از ہمہ یاران این جا سلام برادرانہ خوانند مکتوب دوم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین الاکرمین سلام این اخوی معنوی سیادت پناہ توفیق آثار سید عبد اللہ
و حافظ عبد الرحمٰن بعد سلام فقیرانہ مطالعہ فرمایند احوال این محال مستوجب حمد ست سلامت و استقامت برادران
مطلوب است و الاجابۃ من اللہ سبحانہ بقیۃ المرام یک عنایت نامہ گرامی اخلاص مشحون از مقام بارہہ از ایشان و ثانی
از حافظین از مقام اکبرآباد رسیدہ بود الحمد للہ والمنۃ کہ بصحت وسلامت اند و از یاد فقیران غافل نیستند متوقع بہر حال کہ این
اخلاص نتیجہ بخش سعادت دارین باشد بمنہ وفضلہ سبحانہ وتعالیٰ ای برادر وقت گزران است سعی بتضرع در دعا صباح و مساء ضرور یست
کہ حق سبحانہ وتعالیٰ باقی عمر ازین دار فانی ضائع نگذارد ۱۲

ہی اپنے فرزند رشید کو بلا کر فرمایا کہ خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو میں یہ صورت دیکھکر سخت نادم ہوا اور شرمندگی کے مارے شیخ کے سامنے سر نہ اٹھا سکا لیکن چونکہ جوانی کا زمانہ تھا اسپر ذرا بھی التفات نہیں کیا اور دوسرے روز اسی نیت اور اسی اسباب پر حاضر ہوا وہاں جاکر بدستور سابق معاملہ دیکھا تیسرے روز ایک قوی ندامت مجھپر غالب ہوئی اور میں نے اُن خیالات سے جو میرے دل میں جم گئے تھے توبہ کی اُس روز آپ نے نہایت ہی خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور انتہا سے زیادہ ملتفت ہو کر تصوفی تحقیقات کے درپے ہوئے اور خاص خاص علمی نکات بیان فرمائے درس سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر آپ کو اس فن کی تحقیق پیش نظر ہو تو مجھے حکم دیجئے تاکہ روزانہ دولتخانہ پر حاضر ہو کر جو کچھ فقیر کو آتا ہی عرض کروں لیکن میں آپکے یہاں آنے کو تجویز نہیں کرتا کیونکہ آپکی عزت و توقیر کا پایہ اس سے کہیں زیادہ بلند ہی میں نے شیخ کی یہ دلسوزی اور مہربانی سے بھری ہوئی تقریر سنکر التماس کی کہ جب حضرت میری حضوری تجویز نہیں فرماتے ہیں تو میں آپکی اس تکلیف کو کب گوارا کر سکتا ہوں معلوم ہوتا ہی کہ اب یہ سلسلہ بند ہوا چاہتا ہی اور یہ تحقیق عنقریب نیا جنم لیا چاہتی ہے شیخ میرے یہ برجستہ فقرے سنکر نہایت محظوظ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد فیروز شاہ میں تشریف لاکے اور ایک جگہ معین کر کے فرمایا آپکو یہاں بیٹھنا اور تصوف کے مشکل سے مشکل اور مغلق مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیے اگر کوئی مقام مشکل حل ہونے سے باقی رہجائے گا تو اُس کا حل کرنا میرے ذمہ ہے چنانچہ اُس روز سے میری یہ حالت ہوئی کہ جب کبھی کوئی مشکل آن پڑی تو شیخ کے بتائے ہوئے مقام پر جاکر مطالعہ کرتا اور مشکل مقام خود بخود پانی ہو جاتا۔ یہ تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اگر میں اُس معین جگہ سے ایک بالشت کے فاصلہ کا بھی تفاوت کرتا تو وہاں یہ بات میسر نہ ہوتی تھی"۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب خواجہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ یہاں تک پہنچایا تو میں نے عرض کیا معلوم ہوتا ہی کہ ان تین سبقوں پر اکتفا کرنا اسی کرامت کے ساتھ مقید ہی خواجہ بھی اگر اس قسم کا تصرف فرمائیں تو بہت ہی مناسب ہوگا خواجہ نے فرمایا میرے اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہی غرض تھی اور تمہیں اسباب پر برانگیختہ کرنا منظور تھا پس اگر آج سے بعد تمہیں کسی علم میں کوئی ایسی مشکل وقت پیش آئے جو تم سے حل نہو سکے اُسے مجھپر ظاہر کرنا انشاء اللہ حل ہو جائیگی۔

شیخ کا بیان ہی کہ خدا کا شکر ہی اُس روز سے مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی گو میں مرزا محمد زاہد کی خدمت میں تحصیل علوم کرتا تھا لیکن حقیقت میں مجھے ہر کتاب کے مضامین پر تمام و کمال عبور حاصل تھا اکثر ایسا

اتفاق پڑا ہو کہ میں ایک کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھتا اور آخر حصہ کی لوگوں کی تعلیم دیتا تھا۔

واقعہ مذکورہ بالا سے جسطرح یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہو کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی ابتدائی تعلیم جناب شیخ ابوالرضا محمد کے ہاتھ میں تھی اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہو کہ آپکے سلسلۂ اساتذہ میں جناب خواجہ خرد اور میرزا محمد زاہد ہروی بھی داخل ہیں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ شیخ کے اور بھی چند اساتذہ ہیں جن میں شیخ خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی خصوصیت کے ساتھ نہایت بلند رتبہ کے آدمی ہیں اور جنکی شہرت اگرچہ زیادہ تر تصوفی تحقیقات میں ہو لیکن حقیقت میں تمام علوم میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور ہندستان میں مجتہدین فن تسلیم کیئے جاتے تھے خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کے جن اساتذہ کی مختصر فہرست نہایت تلاش و جستجو اور بجنت جانکاہی سے ہمیں دستیاب ہوئی ہو اُن کے نام نامی حسب تفصیل ذیل میں درج ہیں۔

جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب۔ جناب حافظ سید عبداللہ صاحب جناب خواجہ خرد صاحب۔ جناب خواجہ ابوالقاسم صاحب اکبرآبادی قدس اللہ اسرارہم شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے حالات ہم پہلے حصہ میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں اور شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے واقعات اسی حصہ کے دوسرے باب میں درج ہونگے باستثنا ان دونوں حضرات کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات اس موقع پر لکھے جاتے ہیں اُمید ہو کہ معزز ناظرین خاص دلچسپی کیساتھ پڑھینگے۔

حافظ سیّد عبداللہ قدس سرہٗ

جناب سید عبداللہ صاحب اصل قصبۂ کھیتری ضلع بارہہ کے رہنے والے ہیں ابھی آپ نہایت کمسن تھے کہ والدین کا سایۂ عاطفت سر پر سے اُٹھ گیا اور اُس زمانہ میں آپکو داعیۂ خداطلبی پیدا ہوا اولیاءاللہ کی جابجا تلاش کرتے پھرے اور آخرکار ضلع پنجاب میں ایک بزرگ کے پاس پہنچکر قرآن مجید حفظ کیا ازان بعد سامانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ادریس سامانی کی خدمت میں پہنچے اور محنت و خدمت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا سید عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ ادریس کی صحبت میں حاضر تھا میری عادت ہو گئی تھی کہ فقیروں کے استنجے کے لیئے پتھر سے ڈھیلوں کو صاف کیا کرتا تھا ایک دن مجھے اپنی اس خدمت اور کارگذاری پر خوشی اور خوشی کے ساتھ عجب پیدا ہوا لیکن شیخ نے باطنی اشراق سے فوراً معلوم کر کے فرمایا عبداللہ انہیں میرے چہرے اور بدن کچہ کرہیون کے نشانات اور تغیرات

سید عبداللہ کا ابتدائی زمانہ

معلوم ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہان ۔ فرمایا میں خدا طلبی کے ابتدائی زمانہ میں ایک جوگی کی خدمت میں حاضر تہا اور اُن کے استنجے کیلئے اپنے بدن اور چہرے سے ڈہیلے صاف کیا کرتا تہا حقیقت یہ ہو کہ جو لذت مجھے اس مالش میں حاصل ہوتی تہی ابتک اُس کا اثر میرے دل میں باقی ہے یہ جھون کے نشان اُسی مالش کے اثر ہیں ۔

خدمت کا گذرہی

سید عبداللہ فرماتے ہیں کہ شیخ ادریس کے زمانہ خدمت میں ایک یہ کام بھی میں نے اپنے ذمہ کر لیا تہا کہ جمعرات کے روز شیخ اور آپکے گہروالوں کے میلے کپڑے دریا پر لیجاتا اور اپنے ہاتھ سے صاف کر خدمت شیخ میں حاضر کیا کرتا آپ نماز جمعہ اُن ہی سفید کپڑوں کو زیب بدن فرما کر ادا کیا کرتے ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ جمعرات کو فاقہ کی وجہ سے میری بُری حالت تہی اور بھوک کے مارے بیتاب تہا لیکن اسحالت میں بدستور سابق شیخ کے کپڑے لیکر دریا پر پہنچا اور لوگون سے پرے ہٹکر ایک تنہا مقام پر کپڑے دہونے میں مشغول ہوا جون جون آفتاب بلند ہوتا جاتا تہا اور دہوپ میں حرارت و تیزی ترقی کرتی جاتی تہی مجہپر بہوک اور پیاس غالب ہوتی جاتی تہی آخر کار میں بیہوش ہوگیا اور مجھے اپنے آپ تک کی خبر نہین رہی اسی اثنا میں ایک برقع پوش مرد میرے پاس آیا اور نہایت نرمی اور آہستگی سے مجھے بیدار کرکے برقع کے اندر سے گرما گرم روٹی نکال کر دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ کیا تم نے قرآن مجید میں آیۂ۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ نہین پڑہی ہو میں نے باین خوف وہ روٹی قبول نہین کی کہ مبادا یہ شیطان ہو اور مجھے دہوکا دیتا ہو لیکن اُس عزیز نے میری یہ اندرونی خلش خود دریافت کرلی اور ایک نہایت ہی تسلی کے لہجہ میں فرمایا کہ اے شخص تو اِس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اِس روٹی کو غیبی رزق یقین کر چنانچہ اُس کے اِس ارشاد سے میرا دلی کھٹکا جاتا رہا اور میں نے خوب سیر ہوکر روٹی کھائی اسی اثنا میں میں نے دل میں کہا کہ دریا کا پانی گرم ہو کاش سرد پانی یہان ہوتا تو بہت اچھا ہوتا میرے دل میں اس خطرہ کے گذرتے ہی برقع پوش نے مجھے ٹھنڈا پانی دیا جسے میں نے خوب سیر ہوکر پیا اس کے بعد کپڑے دہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے مجھے دیکھتے ہی فرمایا سید! تم نے خضر کے ہاتھ سے روٹی لیکر کھائی بہتر کیا لیکن مہدیوں کو خضر کا احسان اُٹھانا زیبا نہین ہو۔

شیخ آدم کی صحبت وخدمت

الغرض جب شیخ ادریس صاحب کا انتقال ہوگیا تو محترم و بزرگ سید عبداللہ جناب شیخ آدم کی خدمت میں پہنچے اور چونکہ اُن کا طریقہ آپ کو بہت پسند آیا اسلیئے زمانہ دراز تک اُن ہی کی صحبت میں

تہ...گی بسر کی۔ بزرگ سید عبداللہ کے عام اوصاف اور خاص فضائل سے قطع نظر کرکے آپ کی خوش لحنی اور ملکۂ علم تجوید خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کے حصہ مین تھی کہ جب قرآن مجید کی تلاوت مین مشغول ہوتے تو جسقدر چرند پرند اس مقام پر ہوتے آپ کی موسیقی تیز آواز اور لحن داودی کے اثر سے مردون کی طرح گر پڑتے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ سید عبداللہ کچھ ایسے دردانگیز لہجہ مین قرآن مجید پڑھا کرتے تھے کہ تمام حاضرین پر ایک طرح کی محویت طاری ہوجاتی تھی اور جسقدر لوگ مسجد مین موجود ہوتے تھے سب محو سماع ہو جاتے تھے ایک دن کا ذکر ہو کہ دارا شکوہ کے قاریون مین سے مشہور منتخب قاری آپکے امتحان کے لئے آئے جن مین سے ہر ایک شخص قواعد تجوید مین ید طولے رکھتا تہا ان لوگون نے استدعا کی کہ قرآن کا کچھ حصہ ہمارے سامنے پڑھیے سید نے فرمایا کہ اگر تمہین ایک دو رکوع سننے ہین تو مین ابہی پڑہتا ہون اور اگر زیادہ کی رغبت ہو تو تھوڑی دیر توقف کرو چاشت کی نماز کے بعد حسب دستور دو سپارہ پڑہونگا چنانچہ وہ نماز چاشت تک ٹہیرے رہے اور آپنے نماز کے بعد دو سپارہ پڑہے۔ معترضون نے اگرچہ اعتراض کرنے کی بہت کوشش کی لیکن انہین کوئی اعتراض کرتے بن نہ پڑا۔ ان بعد سید نے فرمایا کہ لوگ قرارت سبعہ کو باین طریق پڑہتے ہین کہ ایک ایک لفظ چند طریقون سے تلفظ کرتے ہین مگر یہ طریقہ میرے نزدیک ذرا بہی وقعت نہین رکھتا مین اس طرز کو پسند کرتا ہون کہ ایک دفعہ صرف عاصم کی کسی طریقہ پر تلاوت کی جائے اور اس مین دوسرے طریقہ کا ذرا بہی اختلاط نہو پھر ابو عمرو کے قاعدہ کے مطابق اور اسی طرح ساتون قاریون کے قرارت پڑہے ممتحن لوگ آپکی اس تقریر سے حیرت زدہ ہوگئے اور کسی کو دم مارنے کی گنجایش نرہی۔

سید عبداللہ کی خوش لحنی

سید کی باطنی تصرفات

محترم بزرگ سید کی باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین جنہین مین اس مقام پر ذکر کرکے کتاب کو طول نہین دیتا مختصراً اس قدر عرض کرنا کافی سمجہتا ہون کہ آپ مین درحقیقت وہ تمام خصلتین مجتمع تہین جو ایک پاکباز و متشرع ولی مین ہونا چاہئین اور جنکی نظیر سے اُس عہد کے مشائخ کے حلقے بالکل خالی نظر آتے تھے۔ علوم و فنون اور عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کرکے روحانی قابلیتون اور فطری ضمیری جوہرون نے آپکی شہرت کو اور بہی چمکا دیا تہا اور آپکی معجز نما کرامتون کے ڈنکے ایک عالم مین بجگئے تھے۔ آپ کا انتقال اکبر آباد مین ہوا شیخ عبدالرحیم صاحب خود اپنی قلم سے لکھتے ہین کہ جس زمانہ مین اورنگ زیب اکبر آباد مین جلوس فرما تہا مین اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین حاضر تہا جب

زمانہ مین سید عبداللہ ہی۔ سید عبدالرحمان کے ساتھ اکبر آباد مین تشریف رکھتے تھو وہین آپ بیمار ہوئے اور وہین رحلت فرمائی جب آپکے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آپنے وصیت فرمائی کہ مجھے قبرستان کے ایسے موقع مین دفن کرنا جہان کوئی پہچان نہ سکے چنانچہ لوگون نے ایسا ہی کیا اتفاق وقت سے مین اُسوقت بیمار تھا اور سخت بیمار تھا۔ مرض نے مجھو یہانتک ضعیف و کمزور کر دیا تھا کہ سید عبداللہ کے جنازہ کیساتھ نجا سکا لیکن جب مرض مین تخفیف ہوئی اور کچھ کچھ قوت آ گئی تو مین ایک ایسے شخص کو ہمراہ لیکر روانہ قبرستان ہوا جو بزرگ سید کے دفن مین شریک تھا قبرستان مین پہنچکر جب مین نے سید کے مرقد کی زیارت کرنے کا قصد کیا اور ہمراہی سے دریافت کیا تو وہ سید کی قبر بتا نہ سکا لیکن قیاس سے ایک قبر کی طرف اشارہ کرکے کہا یہ سید کا مزار ہی مین اُس جگہ بیٹھکر قرآن پڑھنے لگا دفعۃً بزرگ سید نے مجھے پس پشت سے آواز دی کہ عبدالرحیم الفقیر کی قبر یہ ہی لیکن جو کچھ تم نے پڑھنا شروع کیا ہی اُسے وہین تمام کرو اور اُسی قبر کی میت کو ثواب پہنچاؤ چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا قرأت سے فارغ ہوکر مین نے اپنے ساتھی سے کہا ذرا غور سے دیکھو کہ جس قبر کی طرف تو نے اشارہ کیا ہی کیا حقیقت مین یہی سید عبداللہ کی قبر ہی یا میرے پس پشت واقع ہی۔ اُس نے جواب دیا کہ مین عرصہ سے اِس مین غور کر رہا ہون لیکن آپکے کہنے سے مجھے یاد آگیا کہ دراصل مجھسے چوک ہوگئی تھی بیشک سید صاحب کی قبر شریف آپ کی پشت ہی کی طرف واقع ہی مین وہان سے اُٹھکر محترم سید کے مزار پر آیا اور قرآن پڑھنے لگا اُسوقت مجھے غم واندوہ کی وجہ سے کچھ ایسی برخاستگی طبع حاصل ہوئی کہ قرارت کے قواعد کی رعایت بخوبی نہین کر سکا دفعۃً قبر کے اندر سے آواز آئی کہ عبدالرحیم تم نے فلان فلان مقام پر ساہلہ کیا۔ حالانکہ قرارت کے بارہ مین تا بہ امکان احتیاط کرنی چاہیئے۔

خواجۂ خرد قدس سرہ

خواجہ خرد کے ابتدائی واقعات

خواجہ خرد۔ جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور اہل کمال مین بڑے پایہ کے شخص ہین ہنوز آپ صغیر اور کمسن ہی تے کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی رہگرائے سفر آخرت ہوگئے تھے جب آپنے عمر کے ابتدائی مراحل طے کرکے سن رشد مین قدم رکھا تو شیخ احمد سہرندی کی خدمت مین پہنچے اور زمانہ دراز تک اُنکی خدمت مین فیضیاب رہی بعد ازان آپ خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کے پاس تشریف لائے جو خواجہ محمد باقی کے مشہور و ممتاز خلیفے تھے یہان سے آپنے اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی اور

درس وتدریس کا دروازہ کھولا۔

خواجہ خرد کے اگرچہ ایک اور بھائی بھی تھے جو عمر مین بڑے اور علم وفضل مین آپ سے افضل تھے لیکن باطنی تصرفات اور روحانی توجہات مین جو شہرت آپکو حاصل تھی وہ خواجہ کلان کو میسر نہ تھی۔ خواجہ کلان اپنی خاص صفت مین آپ کی ہمسری اور برابری کا دعوے نہ کرسکتے تھے آپ کے باطنی علم نے تمام ملک مین شہرت عام پیدا کردیتی تھی اور طالبان حق دور دور دراز ملکون سے خطرناک اور دشوار گزار راہین طے کرکے خدمت مین حاضر ہوتے تھے علما فضلا مشایخ کا مجمع ہمیشہ آپکی درگاہ مین رہتا تھا اور سینکڑون طالبہ کامیاب اور بامراد ہوکر جاتے تھے آپکی کرامات کے واقعات نہایت دلچسپ ہین منجملہ اُن کے دو ایک واقعات یہجگہ قلمبند کیئے جاتے ہین۔

(۱) شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ ایکدفعہ مین اور میرے ساتھ مخدومی شیخ ابوالرضا محمد خواجہ خرد کیخدمت مین حاضر تھے اُس وقت آپ طالبہ کو سبق پڑھا رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے نہایت بیتاب تھے رفتہ رفتہ بھوک یہانتک غالب ہوئی کہ آپ سبق پڑھانے سے ایک شخص کو گھر بھیجا کہ کہانے کی کوئی چیز ہو تو لے آیئے لیکن گھر والون نے صاف جواب دیدیا کہ ہمارے پاس بجز دو ایک لقمون کے جو بچے کیواسطے رکھے ہین اور کچھ نہین ہی خادم نے عرض کیا کہ گھر مین دو ایک لقمون کے سوا اور کچھ کھانا نہین ہے اور وہ بھی بچے کے لئے رکھا ہوا ہی فرمایا اُس مین سے تھوڑا سا لے آؤ چنانچہ خادم دوبارہ گیا اور ایک چھوٹی تشتری مین تھوڑا سا کھانا لے آیا آپنے ہاتھ دہوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بھی فقیر کے ساتھ کھانے مین شریک ہوجاؤ اس بات کا خیال نہ کرو کہ کھانا تھوڑا ہی خدا برکت دیگا اور تم سب سیر ہوکر کھالوگے حاضرین کو آپکے اِس ارشاد سے تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی خواجہ نے ہم دونون بھائیون کو خصوصیت کے ساتھ مکرر فرمایا اور اِس وجہ سے ہمین آپکے ساتھ ضرور شریک ہونا پڑا انجام کا ہم تینون شخصون نے خوب سیر ہوکر کھا اور تشتری مین اُسیقدر کھانا بچ رہا جس قدر خادم گھر سے لایا تھا آپنے تشتری خادم کے حوالہ کی اور فرمایا یہ بچے کیلئے لیجاؤ۔

(۲) ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ خُرد کے پاس ایک شخص نے آکر التماس کی کہ بادشاہ مجھے ایک مہم سر کرنے کی غرض سے ایک بہت دور مقام پر بھیجتا ہے اول تو وہ ملک ہی نہایت دور ہی دوسرے دشمن تعداد مین کثیر اور اسباب جنگ مین ید طولے رکھتے ہین بخلاف اِسکے نہ تو میرے پاس اسقدر جنگی سامان

ن ہو نہ جنگی فوج ہی اور سب سے زیادہ مصیبت کی یہ بات ہو کہ بادشاہ سے کسی طرح عذر نہین کر سکتا۔ آپ مجھپر توجہ کیجیے اور اس نازک اور خطرناک موقع پر امداد فرمایئے خواجہ نے بطریق خوش طبعی فرمایا کہ کچھ نقدی پیش کرو تاکہ ہماری خاطر تمہاری طرف متوجہ ہو اس کے بعد آپنے فرمایا کہ تم فلان روز جنگ کرنا اور اپنی قلت اور دشمنون کی کثرت سے ذرا بھی خوف نہ کرنا انشاء اللہ فتحیاب ہو گے شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ شخص چلا گیا تو آپنے فرمایا کہ جو دن مین نے اس شخص کیلئے مقرر کیا ہے اُسے یاد رکھنا اور جب وہ وقت آجائے تو مجھے یاد دلادینا چنانچہ جب وہ وقت ہوا تو مین نے خواجہ کو یاد دلایا آپ حجرے مین تشریف لے گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا کر فرما گئے کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ آپ شادان و فرحان حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ مین ابھی معرکہ جنگ مین پہنچا حقیقت مین دشمنون کی تعداد بکثرت تھی اور یہ لوگ نہایت ہی قلیل تھے اول مرتبہ اگرچہ ان تھوڑے آدمیون کو شکست ہوئی لیکن اُس عزیز نے نہایت ثابت قدمی کی اور اپنی جگہ سے تل بھر نہ ہٹا اسی اثنا مین معرکہ جنگ مین پہنچا اور خدا کے فضل سے اُس عزیز کی فتح ہوئی بہت سے دشمن قتل کیے گئے جو بقیۃ السیف تھے شکست کھا کر بھاگ گئے مین نے اس تمام واقعہ کو ایک کاغذ پر لکھا اور وہ دن تاریخ وغیرہ ثبت کرکے اپنے پاس رکھا ایک عرصہ کے بعد اُس شخص کا خط آیا اور جو کچھ خواجہ نے بیان فرمایا تھا بجنسہ وہی باتین خط مین مندرج تھین۔

(۳) خواجہ خرد نزد کوشک کے محلہ مین تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر التماس کی کہ حضور مجھپر کوئی ایسی توجہ فرمائی کہ تحصیل علم سے فراغت پا جاؤن فرمایا کہ مین تمہارے اس سوال کا عنقریب جواب دونگا اور جواب شافی دونگا وہ شخص تو اپنے گھر چلا آیا اور خواجہ نے اُس کے عقب مین ایک شخص روانہ کیا اور ایک رقعہ اُسکے ہاتھ لکھکر بھیجا جس مین لکھا تھا کہ کل انشاء اللہ تم تمام علوم سے فارغ التحصیل ہو جاؤگے وہ شخص یہ غیر مترقبہ بشارت سنکر نہایت متعجب ہوا دوسرے روز اتفاق سے یہ شخص سو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس جہان کو رخصت کر گیا۔

باوجود اس عظمت وجودت اور باطنی وظاہری کمالات کے خواجہ خرد کے مزاج مین حد سے زیادہ عاجزی وانکساری تھی آپ ہر شخص کے ساتھ اپنے عام متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اہل علم کے اعزاز و وقعت مین پہلے درجہ کی کوشش کرتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالرحیم صاحب آپکی درگاہ مین تشریف لے گئے اُس وقت خواجہ تو چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام طلبہ بوریہ پر بیٹھے ہوئے تھے ہی

شیخ صاحب درگاہ مین داخل ہوئے خواجہ نے انتہا سے زیادہ تعظیم کی خود پائینتی اور شیخ کو سراہنے کی جانب بیٹھایا ہرچند شیخ صاحب نے مقام صدر مین بیٹھنے کو بے ادبی سمجہا اور بہت کچھ معذرت کی لیکن خواجہ نے باصرار تمام آپ کو مقام صدر مین بیٹھنے پر مجبور کیا اس تعجب خیز معاملے سے تمام حاضرین دریاے تحیر مین غرق ہوگئے انجام کار خواجہ رحمت اللہ آپکے فرزند رشید نے اُٹھکر التماس کی کہ حضرت! اس مجلس مین بعض لوگ ایسے بھی موجود ہین جو عمر مین سب سے بڑے اور فضل و علم مین سب سے افضل ہین اور اسوجہ سے تعظیم و تکریم کے قابل بہی ہو سکتے ہین باوجود سکے آپ نے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اس اعزاز کیساتھ خاص کرنے مین کیا نکتہ ہو خواجہ نے فرمایا شیخ عبدالرحیم کی خصوصیت کے ساتھ تعظیم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگون کو مجھے یہ بات دکہانی مقصود تھی کہ جو وقعت و بزرگی اس محترم اور جلیل القدر خاندان کی میرے دل مین ہو تم اسے محسوس کر کے اس معاملہ مین میری تقلید کرو اور جس طرح مین اُن کی تعظیم و توقیر کرتا ہون اُسی طرح تم بہی اُنہین نگاہ وقعت سے دیکھو جس زمانہ مین مین انکے جد امجد شیخ رفیع الدین صاحب کی خدمت مین حاضر تہا اور اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تہا تو شیخ صاحب کا دستور تہا کہ جب مین حاضر ہوتا تہا اسی تواضع سے پیش آتے تھے باوجودیکہ وہ میرے اُستاد تھے اور مین نے اُن کی خدمت مین بہت کچھ فیض حاصل کیا تہا علیٰ ہذا القیاس جناب شیخ رفیع الدین صاحب جب ہمارے والد بزرگوار خواجہ باقی باللہ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے تو وہ بہی آپ کے ساتھ یون ہی پیش آتے تھے حالانکہ شیخ صاحب خواجہ کے مشہور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے چونکہ سلوک کے ابتدائی زمانہ مین شیخ قطب العالم جناب شیخ رفیع الدین صاحب کے والد بزرگوار کی خدمت مین تحصیل علوم کی تھی اور اُن سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا اِن لحاظ مین اپنے اس محسن خاندان سے اسطرح کا سلوک کرنا زیبا ہو۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہو کہ ایک دن خواجہ خُرد کے خدام مین سے ایک خادم شراب کے نشہ مین مست تہا ایسے موقع پر مجھے اُسکے ساتھ بحث کرنے کا اتفاق پڑا چونکہ وہ مخمور تہا اور میری ہربات کا جواب نامعقول دیتا تہا اسلیے میری طبیعت منغص ہوگئی اور اب مین نے عزم بالجزم کر دیا کہ اسکے بعد یہان کبھی نہین آؤنگا ابھی دو تین ہی روز گزرے تھے کہ خود خواجہ تشریف لاے اور میرے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہوکر ایک بڑھیا سے میرا پتا پوچھا اُس نے جواب دیا کہ عبدالرحیم اسوقت سوتا ہو فرمایا جب وہ بیدار ہو تو کہدینا خرد تمہین ڈھونڈتا آیا تہا اور اب وہ تمکو مسجد مین ملے گا چنانچہ جب مین بیدار

ہوا تو بڑھیا نے سارا ماجرا مجھ سے بیان کیا ہے۔ فوراً اُس مسجد میں پہنچا خواجہ خرد اپنا عمامہ سر کے نیچے رکھے ہوئے بے تکلف سوئے تھے میں جا کر بیٹھ گیا اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی خواجہ اُٹھے اور نہایت مہربانی کیساتھ پیش آئے معمولی مزاج پرسی کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے اور انتہا سے زیادہ سیری و دلجوئی کی۔

خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی قدس سرہ

خلیفہ ابو القاسم ملا عمر کے داماد تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور و معتبر علما میں ایک منتخب اور ممتاز عالم و فاضل گنے جاتے تھے شرح ملا پر جو ایک بسیط اور نہایت مفید و کار آمد حاشیہ ہے وہ ملا عمر کی خداداد قابلیت اور ذہانت کا بدیہی نتیجہ ہے خلیفہ ابو القاسم ملا ولی محمد کے شاگرد رشید ہیں جو اعیان دولت اور رؤسا شہر میں شمار کیے جاتے اور حضرت امیر[1] کے ممتاز و معزز علما میں گنے جاتے تھے حضرت امیر کے خلفا میں آپ بالکل وہی نسبت رکھتے تھے جو نسبت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہٗ کو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین صاحب قدس سرہٗ کے اصحاب میں حاصل تھی خلیفہ ابو القاسم نے تمام علوم کی تحصیل ملا ولی محمد سے کی اور اُن ہی کی خدمت میں علم باطنی حاصل کر کے بیعت کی آپ ہمیشہ گمنامی اور عزلت نشینی کو دوست رکھتے تھے اور یہی

---

[1] حضرت امیر ابو العلے کے والد بزرگوار میر ابو الوفا اور دادا امیر عبد السلام ہیں۔ میر ابو الوفا خواجہ ابو الفیض بن خواجہ عبد الہادی بن خواجہ احرار کی اولاد میں ہیں حضرت امیر ابو العلے والد کی طرف سے حسینی سید اور میر تقی الدین کرمانی کی اولاد میں سے ہیں جس زمانہ میں ان کے والد ماجد اور جد امجد سمرقند کو چھوڑ کر ہندوستان کو عبور کرتے ہوئے مکہ معظمہ جا رہے تھے یہ اُس زمانہ میں حالت سفر میں پیدا ہوئے ان کے والد اور دادا ارض حجاز میں ہی انتقال کر گئے تھے اُن کی وفات کے بعد آپ نے خواجہ فیضی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی جو اُس زمانہ میں مان سنگھ پورب کے گورنر کی رفاقت میں ایک معزز و ممتاز عہدہ رکھتے تھے۔ جب میر ابو العلے ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچے اور عالم شباب میں قدم رکھا تو خواجہ فیضی کا سایہ بھی آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ فیضی کے انتقال کے بعد آپ چند روز تک نوکر پیشہ رہے اور سپاہیانہ طریق پر زندگی بسر کی اسی اثنا میں ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ تین بزرگ کھڑے فرماتے ہیں کہ ابو العلے تم نے یہ کیا وضع اختیار کر رکھی ہے تم وہی وضع رکھو جس وضع میں ہمیں دیکھ رہے ہو اور اسباب معاش کی طرف سے ذرا بھی متفکر نہ ہو کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نور السموٰت والارض ازاں بعد اُن بزرگوں میں سے ایک نے اُسترہ نکالا کہ میر ابو العلے کا سر مونڈا اور دوسرے نے اپنا قمیص اُنکے زیب بدن کیا تیسرے نے اپنی دستار عنایت کی۔ میر ابو العلی یہ دیکھکر بڑی بیتابی کے ساتھ چونک پڑے اور اُسیوقت سے اُن کے دل میں ایک طرح کا قلق و اضطراب پیدا ہوا ہر چند چاہا کہ نوکری کو بالائے طاق رکھیں لیکن مان سنگھ مانع آیا اور آپکا استعفا منظور نہیں کیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہو گئے جن سے طوعاً و کرہاً میر ابو العلی کو ملازمت ترک کرنی پڑی ملازمت کے تعلق سے سبکدوش ہوتے ہی آپ ہمہ تن خدا طلبی میں مصروف ہو گئے اغلب اوقات خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار کیطرف متوجہ ہوتے اور وہاں سے قسم قسم کے فیوض سے بہرہ ور ہوئے ازاں بعد آپ نے امیر عبد اللہ سے بیعت کی جو آپ کے عم بزرگوار اور بڑے محترم و معزز شخص تھے گو یا آپ بظاہر نوکری پیشہ تھے لیکن حقیقت میں ولایت کے آثار اُن کی تابان پیشانی سے صاف عیاں تھے حضرت امیر العلی پر ایک دفعہ فالج گرا جس سے آپکو سخت تکلیف ہوئی لیکن آپ نے اِسوقت بھی محنت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ

طریقہ آپ پر غالب تھا لوگون سے ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا تھا اور ابنائے ملوک کی صحبت اپنے حق مین سم قاتل سمجھتے تھے آپکا مشرب ترک اکساب اور توکل کلی تھا یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات آپکی زبان پر جاری رہتا تھا کہ ولی کے تین نشان لوگون مین مشہور ہین لیکن چوتھا نشان یہ ہے کہ خداوند تعالی بدون کسی واسطہ کے اُس کی معیشت کا متکفل اور ذمہ وار ہو جائے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین حقیقت مین جناب خلیفہ ابوالقاسم کے توکل کی نظیر دنیا مین کہین نہین مل سکتی او چونکہ آپکو حقیقی توکل حاصل تھا۔ اس لیے خداتعالے آپ کی تمام ضرورتون اور حاجتون کا خود کفیل ہو گیا تھا اگرچہ آپ معاش کا کوئی سبب او وسیلہ نہ رکھتے تھے لیکن ہمیشہ خوشحالی اور نہایت آسودگی کی حالت مین زندگی بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپکے گھر مین گھی ہو چکا اور دوسرا گھی کہین سے نہ آیا خلیفہ متحیر تھے او بغیر گھی کے کھانا تناول فرماتے تھے ایکروز کسی تقریب سے آپ گھر مین تشریف لیگئے اور بالا بالا گھر کی تلاشی لی معلوم ہوا کہ گھی کی ایک ٹھلیا کسی نے مخفی کرکے رکھدی ہے اسوقت آپنے فرمایا کہ گھی نہ آنے کا یہی سبب تھا چنانچہ خلیفہ نے اُسے فورًا خرچ کرڈالا اور اُسی اثنا مین بہت سا گھی ہدیۃً آگیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶ اُٹھا نہ رکھا گو آپ کو طہارت و وضو کے وقت بہت ہی مشقت اُٹھانی پڑتی تھی مگر توبھی کبھی بے وضو نہ رہتے تھے ایکدن آپ یہ بیت پڑھ رہے تھے ؎ دردم ازیارست و درمان نیز ہم ٭ دل فدائے اوشد و جان نیز ہم۔ اسی بیت کو پڑھتے تھے آپ پر ایک قوی وجد طاری ہوا جسکی حرارت سے تمام اعضا کھل گئے اور انہین اصلی قوت عود کر آئی آپ کو وہ قوی جذب اور باطنی تصرف حاصل تھا کہ جس شخص پر نظر خاص ڈالتے بیخود ہوکر مردہ کی طرح گر پڑتا۔ آپکا طریقہ بجز اتباع شریعت نبوی اور پیروی جادہ محمدی کے اور کچھ نہ تھا شرعی احکام سے کبھی سرمو انحراف نہ کرتے بلکہ آپکے تمام اقوال و افعال شریعت کے مطابق ہوتے اول اول آپکے تمام تلامذہ اور مرید جیسے ملا ولی محمد وغیرہ بالکل آپ ہی کے قدم بقدم چلتے تھے اور آپکے طریقہ و روش سے ذرا بھی مخالف نہ تھے لیکن انکے بعد ایک قوم پیدا ہوئی جنہون نے بحکم ؎ بدنام کنندہ نکونامی چند سے نفسانی خواہشون کی پیروی اختیار کی اور عقاید فاسدہ پر کاربند ہوکر آیہ ومن ذریتہما محسن وظالم لنفسہ مبین کے مصداق قرار دیے گئے۔ حضرت امیر ابوالعلی کا دامن اس قسم کے گندگیون سے بالکل پاک اور ستھرا ہے چنانچہ ملا لطف اللہ جامع مقامات مین حضرت امیر نے اِس امر کو اپنی تالیف مین خوب واضح کرکے بیان کیا ہے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہین کہ مین حضرت ابوالعلی کے فرزند رشید امیر نورالعلی سے ملا حقیقت مین جن کمالات کیساتھ آپ موصوف تھے دوسرے لوگون مین اُن کی نظیر بمشکل پائی جا سکتی تھی جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تمجید آپ مین پائی جاتی تھی وہ آپ کی راستبازی اور صادق القولی تھی مینے جہانتک لوگون پر خیال دوڑایا کوئی شخص آپسے زیادہ راستباز اور سچا نہین پایا مینے ایک دن اُن سے ملکر پوچھا لوگ کہتے ہین کہ میر ابوالعلی سماع کیطرف بہت راغب تھے فرمایا مجھے یاد نہین پڑتا کہ آپنے کبھی راگ سنا ہو ہان چندبار ایسا ہوا ہے کہ آپکے حضور مین کسی نے کوئی غزل یا قصیدہ پڑھا اور آپنے اُسپر انکار نہین کیا دوبارہ مینے دریافت کیا لوگ کہتے ہین کہ امیر ابوالعلی جس شخص پر نظر خاص ڈالتے یا اپنے مُنہ کا چبا ہوا پان کسی کے منہ مین ڈال دیتے تو وہ بیہوش ہو جاتا تھا فرمایا کلیۃً یہ بات نہ تھی البتہ کاہے کاہے ایسا ہوا تھا خود مین نے ہزارہا دفعہ آپ کے مُنہ کا پان کھایا ہے لیکن کبھی بیہوش نہین ہوا۔ امیر نورالعلی بہت روز آپ کی خدمت مین رہے ہین اور امیر ابوالعلی سے کلاہ اور خرقہ پایا ہے ۱۲

خلیفہ ابو القاسم جب علوم دینی کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ارشاد و تکمیل کے درجہ کو پہنچگئے نیز طالبان حق کی گودیان فوائد و فیوض سے لبریز کرچکے تو آپکو سفر حج کی عزیمت پیدا ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے اور بغیر ترتیب زاد و راحلہ اور بدون گھر والون سے ملے چلے عرب کی طرف توجہ مبذول فرمائی رستہ مین آپکے بعض مخلص اور بے ریا معتقدین بھی آپکی ہمراہی مین ہو لئے لیکن آپنے مجرد اور تنہا لوگون کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی اور جو لوگ اہل و عیال رکھتے تھے انہین واپس کردیا اور فرمایا چونکہ ہمنے ایک دور و دراز سفر کا قصد کیا ہے اور سامان سفر سے خالی ہاتھ ہین اسلیئے عجب نہین کہ ارض حجاز اور اسکے اطراف مین ہمین ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تم لوگ اہل و عیال رکھتے ہو لہذا مین تمہارا اہل و عیال ہی مین رہنا پسند کرتا ہون ازان بعد آپ متوجہ ارض حجاز ہوگئے اور اسی بے سر و سامانی کی حالت سے مکہ معظمہ پہنچگئے ایک مدت تک حجاز مین رہے اور پھر صحیح و سالم اپنے وطن مین تشریف لائے اس سفر مین بہت سی خوارق عادات باتین اور تعجبناک واقعات آپسے ظہور مین آئے جن مین سے بعض واقعات خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہین ۔

خوارق عادات

ازانجملہ یہ کہ خلیفہ کے یارون مین یہ بات مشہور تھی کہ جس وقت آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہین تو آپ کی جیب مین بجز ایک پاؤلی کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ آپ اس دور و دراز سفر مین کبھی اور کسی مقام پر محتاج نہین ہوئے یہانتک کہ جب سفر سے مراجعت فرما کر گھر تشریف لائے تو ہنوز وہ پاؤلی جیب خاص مین تھی شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہین کہ جب مین نے اس واقعہ کی شہرت سنی تو خلیفہ سے اسکی بابت دریافت کیا فرمایا عبد الرحیم! ابتک کسی نے مجھ سے اس واقعہ کو دریافت نہین کیا نہ مین نے اسکا بھید کسی پر ظاہر کیا اصل قصہ یہ ہے کہ جب مین حج کے ارادہ سے شہر سے نکلا تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا اور ایک پاؤلی بطریق نیاز پیش کی مین نے اس سے لیکر جیب مین ڈال لی پھر خدا تعالی نے خود بخود سامان مہیا کردیئے اور مجھے اس پاؤلی کے خرچ کرنے کی حاجت نہین پڑی اسیطرح جب مین نے میلے کپڑے اُتار کر اجلے کپڑے پہنے تو یارون نے میرے میلے کپڑے لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیئے اور خدا تعالے نے مجھے دوسرے کپڑے عنایت فرمائے غرضکہ اس سفر مین نہ مجھے کپڑون کی ضرورت پڑی اور نہ اس پاؤلی کی حاجت ہوئی جب مین گھر آیا تو وہ کپڑے اور پاؤلی برآمد ہوئی اور لوگون مین یہ بات شہرت پکڑ گئی ۔

از انجملہ یہ کہ ایک دن آپ جہاز مین بیٹھے ہوئے اپنے یاردوستون سے اولیا اللہ کے مقامات
کرامات کا ذکر چھیڑ دیا تھا اور بیان کا سلسلہ یہان تک پہنچا یا تھا کہ خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے دور دور
دراز مسافت کو چشم زدن مین طے کر لیتے اور پانی کی سطح پر اسیطرح دوڑتے ہین جیسے زمین کی سطح پر نا خدائے
آپ کی یہ تقریر سنکر کہا کہ اس قسم کے جھوٹے قصے اور بناوٹی کہانیان بہت سنی گئی ہین مین نے تو کسی کو
بھی ایسا نہین دیکھا خلیفہ نے جون ہی نا خدا کا یہ مضحکا آمیز قول سنا آپکی غیرت کی رگ حرکت مین آئی فورًا
سمندر مین کود پڑے اور بلا تکلف پانی ہی سطح پر چلنے لگے جہاز والون نے ناخدا کو سخت ملامت کی اور وہ
بھی نادم و پشیمان ہوا کہ ایک فقیر میرے مجادلہ کے سبب سے معرض ہلاکت مین پڑا ادہر آپکے بے ریا معتقد
آپکی مفارقت کے رنج مین سخت محزون و متالم ہوئے کہ دفعۃً خلیفہ نے باواز بلند فرمایا کہ لوگو امین بخیریت
ہون اور سطح آب پر بلا تکلف سیر کر رہا ہون تم ذرا رنج نکرو یہ صورت دیکھکر نا خدا اور تمام اہل جہاز نے توبہ کی
اور نیازمندی و عاجزی کا اظہار کر کے خلیفہ کو سمندر سے جہاز مین لائے اور خاطر و مدارات کا کوئی دقیقہ
اُٹھا نرکھا۔

از انجملہ یہ کہ حرمین مین ایک بزرگ متوطن تھے جنہون نے اپنے آبا و اجداد سے نسلًا بعد نسل حضرت غوث الاعظم
کی کلاہ شریف تبرکًا حاصل کی تھی اور جو ارض حجاز اور اُسکے اطراف مین ایک معزز و ممتاز شخص شمار کیا جاتے
تھے جب بزرگ خلیفہ ابوالقاسم مکہ معظمہ مین پہنچے تو ایک رات حضرت غوث الاعظم نے اُس شخص کے
خواب مین تشریف لاکر فرمایا کہ یہ کلاہ جو تمہارے پاس بطریق امانت ہی خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کے
حوالہ کر دو صبح کو جب یہ بزرگ اُٹھے تو انہین خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظم نے جو خلیفہ ابوالقاسم کو
خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہی تو اس تخصیص مین کوئی خاص حصہ مضمر ہی چنانچہ اُنہون نے خلیفہ کے
امتحان کی غرض سے ایک قیمتی اور وزنی جبہ کلاہ کے ساتھ منضم کیا اور پوچھتے پوچھتے خلیفہ کی خدمت
مین پہنچے اور عرض کیا یہ دونون تبرک حضرت غوث الاعظم کے ہین جنکی بابت مجھے خواب مین ارشاد ہوا
ہی کہ ان امانتون کو آپکے سپرد کر دون خلیفہ نے کلاہ اور کلاہ کے ساتھ جبہ کو قبول کیا اور نہایت
مسرور و شادان ہوئے زان بعد اُس بزرگ نے کہا چونکہ یہ تبرک خدا کی ایک نعمت عظیم ہی اسلئے آپکو
اُسکے شکریہ مین بہت سا کھانا پکا کر شہر کے رؤسا کو مدعو کرنا چاہیئے خلیفہ نے فرمایا تم ہی رؤسا شہر کی
دعوت کر دو اور کل سب کو لیکر آجاؤ ہم وافر کھانا تیار کر دینگے چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ

بزرگ رؤسا شہر کو ساتھ لیکر آیا اور سیر ہو کر کھانا تناول کیا جب کھانا کھا چکے اور فاتحہ سے فارغ ہو گئے تو اُس بزرگ نے خلیفہ سے کہا کہ جب آپ متوکل ہین اور معاش کے ظاہری اسباب نہین رکھتے ہین تو فرمایئے کہ اسقدر کھانا کہان سے مہیا ہوا آپنے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ہمنے جبہ کو فروخت کر کے کھانے کا سامان مہیا کیا یہ کہنا تھا کہ اُس عزیز نے ایک شور مچایا اور زاری و فریاد شروع کی کہ مین نے اس فقیر کو اہل دل خیال کیا تہا لیکن افسوس میرا خیال بالکل غلط ثابت ہوا اور یہ شخص نہایت نا قابل ظاہر ہوا حقیقت مین یہ ایک مکار شخص ہے جو فقیرون کے لباس مین لوگون کو دھوکا دیتا پھرتا ہی حیف اِسنے اُن عظیم الشان تبرکات کی کچھ قدر و منزلت نہ کی اور چند حقیر دامون پر فروخت کر دیا۔ خلیفہ ابوالقاسم نے ایک نہایت تندی اور تیزی کے لہجہ مین فرمایا کہ بس خاموش رہ زیادہ ڈونڈ مچا جو تبرک تھا اُسے ہم نے تعویذ بازو بنا کر رکھا ہی اور جو در اصل تبرک نہ تھا بلکہ ہمارے امتحان کی غرض سے تو نے پیش کیا تھا اُسے ہم نے فروخت کر ڈالا اور حقیقی تبرک کے شکرانہ مین صرف کر دیا۔ یہ سُنکر وہ بزرگ متنبہ ہوا اور تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کیا۔ حاضرین مجلس کی زبان سے ایک بیخقیانہ جوش کے ساتھ نکلا کہ الحمد للہ یہ تبرک ایک ایسے شخص کو پہنچا جو اُسکا اہل اور مستحق تھا

خلیفہ ابوالقاسم اگرچہ امیر ابوالعلی کی صحبت مین بھی پہنچے ہین اور اُنکی خدمت سے بھی بے انتہا فوائد اُٹھائے ہین لیکن ارتباط استفاضہ اور بیعت ملا ولی محمد ہی کی خدمت مین رکھتے تھے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امیر نے خلیفہ سے فرمایا کہ تم ہم سے بیعت کیون نہین کرتے جواب دیا کہ چونکہ ملا ولی محمد خود حضرت امیر کی خدمت سے فیضیاب ہین اور اِس عاجز نے تمام علوم کی تحصیل اُن ہی کی خدمت مین کی ہے اور اُن ہی کی جناب مین الفت تمام رکھتا ہی اس لیے ارتباط بیعت بھی اُن ہی کے حضور مین بہتر و مناسب دیکھا حضرت امیر ابوالعلی نے آپ کی یہ شستہ تقریر سُنکر تبسم کیا اور مرحبا کہکر دعائین دین آپ کا انتقال اکبر آباد مین ہوا اور وہین دفن کیے گئے۔

اجازت عامہ

ہمین اُن حضرات کی تعداد صحیح اندازے کیساتھ بتانا سخت مشکل ہی جن سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اجازت عامہ حاصل کی کیونکہ باوجود ہزار تلاش و تتبع کے ہنوز کوئی ایسی مفصل فہرست

دستیاب نہیں ہوئی جس سے اس بات کا پتہ چل سکے لیکن قیاس اس بات کو چاہتا ہی کہ آپ کو مختلف اشخاص اور متعدد اساتذہ سے اجازت عامہ حاصل ہوئی ہو کیونکہ آپ جن حضرات کی خدمت مین استفادہ کیلئے حاضر ہوئے اور جس علم کی تحصیل مین مشغول ہوئے اُسے بالضرور تکمیل کے مرتبہ پر پہنچایا اور جب آپ ہر شخص کی درس گاہ سے فارغ التحصیل اور کامل ہوکر باشخصہ ہوئے تو کیا عجب کہ ہر شخص سے اجازت اور عام سند حاصل کی ہو لیکن جہانتک تاریخ سے پتہ چلتا ہے اُس سے اس قدر یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہی کہ سید عبداللہ اور خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی اور سید عظمت اللہ جیسے مجتہدین فن اور اہل کمالات کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے جناب شیخ عبدالرحیم کو تمام دینی فنون اور وہبی علوم مین کامل کردیا تھا اور آپ مین ہر قسم کی اہلیت و قابلیت پاکر اجازت عامہ سے ممتاز و سرافراز فرمایا تھا چنانچہ ہم اس امر کے ثبوت مین خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ہی کے بیان کو پیش کرتے ہین جس سے بڑھکر کوئی اور مستند شہادت ہو نہین سکتی۔

خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی کی اجازت

آپ فرماتے ہین کہ جب خلیفہ ابوالقاسم نے مجھے تکمیل وارشاد کی اجازت سے سرفراز فرمانا چاہا تو آپنے ایک مخلص اور بے ریا عقیدتمند مرید کو حکم فرمایا کہ ہمارے تمام شناساؤن اور مریدون کی دعوت کرو اور کافی مقدار کھانا مہیا کرو چنانچہ اُس نے آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل کی جب کھانا پک کر تیار ہوا اور تمام دعوتی جمع ہوگئے تو آپ نے فقیر کو طلب کیا میرے سر پر دستار باندھی اور ایک اجازت نامہ لکھکر عنایت فرمایا اُسوقت مین نے التماس کی کہ حضور! مین اس عظیم الشان اور جلیل القدر کی قابلیت نہین رکھتا اور ان حقوق کی تحمل و برداشت کی اپنے مین طاقت نہین دیکھتا فرمایا کوئی مضائقہ نہین آخر تم نے دوسری جگہ سے بھی اجازت عامہ حاصل کی ہو بھلا بتاؤ سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کس طرح تھا مین نے عرض کیا اُنہون نے اپنے تمام حقوق مجھے معاف کردیئے تھے فرمایا مین نے بھی اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق تمہین معاف کردیئے عبدالرحیم! یہ فرقہ جو کام کرتا ہے اُسکا انجام پہلے ہی سے پیش نظر رکھ لیتا ہے۔

سید عبداللہ کی اجازت

جب یہ سب کچھ ہوچکا تو آپنے مجھے طالبان حق کی رہنمائی اور دینی علوم کی اشاعت و درس کی اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اب اگر تم مناسب سمجھو تو دہلی مین جاکر رہو اور وہان کے باشندون مین دینیات کی اشاعت دو لیکن مین نے عرض کیا کہ ابھی چند روز تک مین آپ ہی کے قدمون مین

رہنا پسند کرتا ہون چنانچہ آپ اِس سے بہت خوش ہوئے اور روز بروز زیادہ توجہ مبذول فرماتے رہے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحیم! تم شہر مین گشت لگایا کرو اور درویشون کی زیارت کیا کرو لیکن فقیر اِس وجہ سے تعلل کیا کرتا تھا کہ اِس کی خاطر کلی صرف خلیفہ ہی کی طرف منجذب تھی جب آپ نے میری یہ حالت دیکھی تو ایکدفعہ بتاکید فرمایا اور ایک خادم کو میرے ہمراہ کر کے ارشاد کیا کہ انہین سید عظمت اللہ[۱] کے پاس لیجاؤ انہیں ہمارا سلام پہنچا کر کہنا کہ آپ کی ملاقات کیلیئے اِس عزیز کو بھیجا ہے چنانچہ مین خلیفہ کے خادم کے ساتھ سید عظمت اللہ کی ملاقات کیلیئے چلا لیکن جب ہم دونون بزرگ و محترم سید کے محلہ مین پہنچے تو خادم اُن کا گھر بھول گیا اتفاق سے اُسی مقام پر محلے کے بچے کھیل رہے تھے اُن مین سے ایک ہونہار بچے پر میری نظر پڑی مین نے خادم سے کہا یہ لڑکا بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے اِس سے سید کا مکان پوچھنا چاہیئے استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سید عظمت اللہ کا فرزند رشید ہے ہمین مکان پر لے گیا اور سید کو ہمارا پیام پہنچایا اُس زمانہ مین سید عظمت اللہ بیمار تھے اور ضعف کی وجہ سے باہر نہ آسکتے تھے اندر سے کہلا بھیجا مجھے افسوس ہے کہ مین مرض کی اشتداد کے سبب سے صاحب فراش ہون اور ذرا بھی جنبش کرنے کی طاقت نہین رکھتا اور چونکہ اسوقت قبیلہ کی مستورات کا ہجوم ہے اِسلیئے پردہ کرانا بھی ناممکن ہے مین اُمید کرتا ہون کہ آپ میری معذرت کو نگاہ قبول سے دیکھینگے چنانچہ سید کے فرزند نے ہم سے یہ تمام باتین بیان کین لیکن ہنوز اُس کی تقریر کا سلسلہ ختم نہوا تھا کہ سید نے ایک اور شخص کو بھیجا کہ خلیفہ کے فرستادون کو ٹھہراؤ اور خدام سے فرمایا کہ جس چارپائی پر مین لیٹا ہون یون ہی اُٹھا کر دروازہ کے قریب لیچلو چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپنے نہایت خندہ پیشانی سے مجھسے ملاقات کر کے فرمایا مین معذور تھا اِسلیئے آپ کی خدمت مین معذرت کہلا بھیجی تھی لیکن پھر فوراً مجھے خیال ہوا کہ خلیفہ کا ایک عزیز کو میری ملاقات کیلیئے بھیجنا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہوگا لہذا خود حاضر خدمت ہوا ازان بعد سید صاحب نے میرا نام نسب اور وطن دریافت کیا اور خوب کرید کرید پوچھا۔ مین نے اپنا نام و نسب وطن سب کچھ بتادیا

[۱] سید عظمت اللہ بن عبداللطیف بن بدرالدین بن سید جلال قادری متوکل اکبرآبادی۔ سادات حسینی سے تھے آپ اکبرآباد مین پیدا ہوا اور وہین سکونت اختیار کی اُس زمانہ مین آپکا وجود باوجود نہایت مغتنم تھا مزاج مین اسقدر استغنا تھا کہ فقرا اور اغنیا مین سے کسی کے مکان پر کبھی تشریف نہیجاتے تھے اور گوشۂ قناعت مین زندگی بسر کرتے تھے مشائخ چشتیہ مین ایک مشہور و معزز شخص گنے جاتے تھے اور سلسلہ چشتیہ سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے لیکن لوگون کو عام طور پر سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ و نقشبندیہ مین مرید کیا کرتے تھے آپنے ۱۰۹۴ھ مین چوتھی ربیع الاول کو ۷۰ سال کی عمر مین بمقام اکبرآباد انتقال کیا اور جس محلہ مین سکونت رکھتے تھے وہین مدفون ہوئے ۱۲

لیکن شیخ عبدالعزیز کی نسبت کو مخفی رکھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ سید کا سلسلہ دادا تک پہنچتا ہو جب آپ سنینگے کہ شیخ عبدالعزیز میرے جدامجد ہوئے ہیں تو ضرور تواضع سے پیش آئینگے جو ایسے نازک اور خطرناک موقع پر نہ صرف تکلیف کا موجب ہو بلکہ تشدد و مرض کا سخت خوف ہو اگرچہ مین نے اس نسبت کو ہر چند چھپایا لیکن بزرگ سید نے خداداد فراست سے خود دریافت کر لیا اُن بعد ایک اشکال کی تقریر کی اور مجھسے جواب کے طالب ہوئے مین نے عرض کیا کہ حضرت! مین استفادہ کیلئے حاضر ہوا ہون نہ افادہ کے واسطے فرمایا ہم یون ہی مامور ہین۔ الغرض بہت سی رد وکد کے بعد جو کچھ اسوقت مجھسے بن آیا بزرگ سید کے اشکال کا جواب دیا جسے آپ سنکر نہایت شاد ہوئے اسپنے تیئن چارپائی سے نیچے ڈالدیا اور بیحد تواضع سے پیش آئے اور ساتھ ہی فرمایا کہ مین اپنی تقصیر کی معافی چاہتا ہون کہ آپ کو پہلے سے مین نے معلوم نہین کیا اُن بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز قدس سرہ نے ہمارے جدامجد کو وصیت کی تہی کہ اگر ہماری اولاد مین سے کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کی بابت وضع تقریر کرے تو اُسے ہماری یہ امانت یعنی طریقہ کی اجازت اور کچھ تبرکات حوالے کر دینا۔ میرے بزرگوار دادا اپنے زمانہ حیات مین اس امر کے متلاشی رہے مگر کوئی شخص اس قدر و منزلت کا نہ پایا چنانچہ جب اُن کا جام زندگی لبریز ہوکر چھلکنے لگا تو اُنہون نے میرے والد بزرگوار کو یہی وصیت فرمائی والد ماجد نے ہر چند تفحص کیا لیکن وہ بھی ناکام رہے انجام کار میری نوبت پہنچی مین اُس وقت سے اس زمانہ تک برابر اسی کھوج مین لگا ہوا تھا لیکن بجز آپکے اور کسی شخص کو نہ پایا چونکہ مین اسوقت پابرکاب تھا اور کوئی ایسا فرزند ہو اس عظیم الشان منصب کی قابلیت رکھتا ہو نہ دیکھتا تھا اسلیئے شب و روز افسوس کرتا تھا الحمد للہ کہ آج میری اُمید کا پژمردہ درخت سرسبز و شاداب ہوکر پہلا پہولا اور مین اُس بار امانت سے سبکدوش ہوا یہ کہکر سید نے عمامہ میرے سر پر باندھا اور اجازت عامہ عنایت فرمائی۔ کثیر المقدار شیرینی اور کچھ نقدی میرے ساتھ کی اور بڑی خوشی کے ساتھ رخصت کیا۔ جب مین وہان سے واپس ہوکر خلیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپنے جوش مسرت کے ساتھ میرا استقبال کیا اور بیساختہ آپکی زبان سے نکلا کہ آج تم بھرپور ہوکر آئے ہو مین نے وہ تمام عطیات آپکے سامنے رکھدیئے فرمایا عبدالرحیم! نقدی ظاہری جمعیت کی طرف اشارہ ہی اور عمامہ اجازت عامہ اور باطنی جمعیت کی طرف مشیر ہے ان دونون باتون مین کوئی دوسرا شخص شریک نہین ہوسکتا البتہ شیرینی ایک ایسی چیز ہی جس مین ہم بہی شریک ہونا جائز ہی چنانچہ تہوڑی سی شیرینی آپ نے قبول کی اور باقی درویشون کو تقسیم کردی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ملاقات اہل اللہ اور مجذوبوں سے

جناب شیخ عبدالرحیم کے اہل اللہ اور مجاذیب سے ملاقات کرنے کے اس قدر واقعات ہیں کہ اگر ہم فیصدی دس کا بھی انتخاب کریں تو بھی حیات ولی کی وسعت اُنکے لئے ناکافی ہوتا ہم چند ایسے واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں جو خاص دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں۔ اور جن سے شیخ عبدالرحیم صاحب کے خاص فضائل اور عظمت و شوکت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اور جنہیں خود شیخ صاحب نے اپنی پر زور قلم سے تحریر کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کے وقت اکبر آباد کا گشت لگا رہا تھا ایک موقع پر مجذوب درویش میری نظر پڑا جو دنیا کے مجذوبوں کا نام شمار میں لا رہا اور کہہ رہا تھا کہ ملک شام میں فلاں مجذوب ہے اور روم میں فلاں اُسوقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش ہندوستانی مجذوبوں کی نسبت کچھ کہتا تو لطف سے خالی نہ ہوتا بہرحال اس خطرہ کے درویش نے ہندوستان کے مجذوبوں کے نام لینے شروع کئے اور بیان کرتے کرتے یہاں تک پہنچا کہ یہ کامجذوب خوب ہے اور پیرابراہیم مجذوب ہے اسی اثنا میں مجھے یہ خلش پیدا ہوا کہ اگر ہندوستان کے سالکوں کا ذکر کرے تو مزید اطلاع کا باعث ہو درویش میرے اس خطرہ پر بھی آگاہ ہو گیا اور ایک تند و تیز لہجہ میں کہا کہ خلیفہ ابوالقاسم خاص فضائل و کمالات میں ایسا معزز و ممتاز شخص ہے جسکی نظیر سے سارا اکبر آباد خالی ہے یہ کہکر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم یہاں کیوں کھڑے ہو جاؤ اور اپنے کام میں مصروف ہو۔ چنانچہ میں چلا آیا۔

شیخ کا بیان ہے کہ میں سونی پت میں کسی تقریب سے گیا اتفاقاً دل میں آیا کہ منور مجذوب کو دیکھنا چاہیے چنانچہ میں اُس کے مقام پر گیا جب میں وہاں پہنچا ہوں تو وہ سوتا تھا جوں ہی میری حرکت محسوس کی اپنی گدڑی چاروں طرف سے سمیٹکر اُس میں لپٹ گیا اور ہوش و حواس بجا کرکے بیٹھ گیا میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور جب دیکھا کہ کوئی بات نہیں کرتا ہے تو خود میں نے کلام کی سلسلہ جنبانی کی اور کہا مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔ اگر تم عقل و ہوشیاری کے ساتھ جواب دو تو بہتر ورنہ خیر جواب دیا کہ میں جواب دینے میں تا بامکان احتیاط کروں گا میں نے کہا صرف اتنا بتادو کہ تمہیں ایسی کونسی چیز حاصل ہوئی ہے جسنے تمہاری ساری عقل و تمیز کو کھو دیا ہے اور ہوش و حواس سلب کر لئے ہیں اُس نے میری بات سُنکر اول تو کچھ سکوت کیا گویا کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا لیکن پھر سر اُٹھا کر بولا عزیز من یہ ایک ایسا نازک اور باریک سوال ہے

جس کا جواب عبارت کے قالب مین ڈالنا اور الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ناممکن ہی مگر ایک مثال کے پیرایہ مین اُسکی کیفیت تم پر ظاہر کرتا ہون ۔ سنو! جس چیز نے ہماری عقل و تمیز کو سلب کر کے مجنونون اور دیوانون کے زمرہ مین داخل کیا ہی وہ ایک ایسی کیفیت سے تعبیر کیجا سکتی ہی کہ ایک شخص نے مقدار سے زیادہ گرمی پائی اور عرق مین غرق ہوگیا دفعۃً ایک نہایت سرد اور خوش آیندہ ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہوئے جن سے اُسے راحت کلی حاصل ہوئی بس یہی کیفیت ہم لوگون پر طاری ہو کر اسدرجہ کو پہنچا دیتی ہے مین نے کہا آپ سے بہتر کیفیت تو سالکون کو حاصل ہوتی ہی مگر پھر بھی اُن کی عقل بجا اور ہوش و حواس قایم رہتے ہین جواب دیا کہ عزیز من! یہ داشت الٰہی ہی جس شخص کو جیسا چاہتے ہین رکھتے ہین ۔

واجب الاحترام اور معزز شیخ فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار دور دراز سفر سے مراجعت فرمائے وطن ہوے لیکن آپکا قصد تہا کہ شہر مین داخل نہ ہون اور بالا بالا دوسرے سفر کی جانب عنان توجہ مبذول فرمائین اسلیئے مجھے آپ بلا بھیجا ۔ مین والد ماجد کی زیارت کیلئے شہر کے باہر گیا اثنا راہ مین میرا گذر ایک باغ پر ہوا جو نہایت شاداب و پر رونق تہا اور جسکی انتہا سے بڑھی ہوئی زینت اور سرسبزی نے مجھے بے اختیار اپنی طرف مائل کرلیا ۔ مین اُسکی خوبصورت روشون اور لہلہاتے پودون کی سیر کرتا ہوا ایک ایسے گنجان درخت کے قریب پہنچا جسکی نرم و نازک شاخین جھوم جھوم کر زمین کا بوسہ لے رہی تہین اُنکی آڑ مین ایک مجذوب مغل صورت بیٹھا ہوا تہا مجھے دیکھتے ہی غل مچا کر کہا ای عزیز! ادہر آ اور تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ جا چنانچہ مین اُسکے پاس جا بیٹھا اور وہ اپنے سلوک و ریاضتون کی حکایتین بیان کرنے لگا ازان بعد بولا ہمارے پاس فلان قسم کا کھانا ہے قدرے میرے لیئے منگاؤ مین نے فوراً اپنے آدمی کو آواز دی اور کھانا اُسکے سامنے پیش کیا پہر بولا کہ تمہاری جیب مین اسقدر پیسے ہین مین صرف ایک پیسہ کا محتاج ہون کہ حجام کو دیکر سر اور ڈاڑہی درست کراؤن مین نے چند پیسے اُسکے سامنے رکھے لیکن اُس نے بجز ایک پیسے کے اور کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا ۔

شیخ صاحب لکھتے ہین کہ موضع میرواڑہ مین ایک مجذوب تہا جسکی شہرت تمام اطراف مین پھیلی ہوئی تہی اُسکا عام دستور تہا کہ کبھی مسجد مین قدم نہ رکھتا اور جب اُس سے دریافت کرتے تو کہتا ہم نجس و ناپاک ہین اور مسجد مین داخل ہونیکو اپنے مناسب حال نہین دیکھتے اسیطرح اسکا یہ بھی داب تہا کہ وہان زمیندارون کا کھانا نہ کھاتا تہا کہ اس کھانے مین بستگی ہی جب میرا اُس موضع مین جانے کا اتفاق ہوا

تو میری ملاقات کے لئے مسجد میں آیا اور میرے ہی ساتھ کھانا تناول کیا لوگوں نے اسکی وجہ دریافت کی تو بولا اس عزیز کی وجہ سے میری نجاست جاتی رہی اور تمہارے کھانے سے تشنگی دور ہوگئی۔

آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ صوفیہ کے لباس میں مقید رہنا بہرحال تکلف سے خالی نہیں ہے اور اس خیال نے مجھ پر اسدرجہ ہجوم کیا کہ میں نے فوراً وہ لباس اتار پھینکا سپاہیانہ طور پر عمامہ باندھا کمر میں تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک مجذوب سامنے سے آکر کہنے لگا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص چاند کو پیالے سے چھپائے ہرگز نہیں عزیز من تیرے معبود کی قسم کہ یہ لباس تیری شان کے سزاوار و لائق نہیں اسے اُتار ڈال اور لباس صوفیہ زیب بدن کر چنانچہ اُسوقت سے میں نے لباس صوفیہ کو بالالتزام اختیار کیا اور اسکے علاوہ کسی اور قسم کا لباس پہننا پسند نہیں کیا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر میں ایک نہایت صالح و نیک شخص سکونت رکھتا تھا جو علم و فضل کے علاوہ توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اُسکے مزاج میں اسدرجہ خداداد استغنائی تھی جسنے تمام چیزوں سے اُسے بے تعلق و بے پروا کر دیا تھا۔ سعد اللہ خان کے بعض خواجہ سرا ان سے تحصیل علوم کرتے تھے اور وہی ان کی خدمت میں مصروف رہا کرتے تھے ہرچند کہ سعد اللہ خان نے کئی دفعہ انہیں بلایا اور ایک دو دفعہ خود ہی ملاقات کے لئے در دولت پر حاضر ہوا لیکن آپنے اُس سے ملنا پسند نہیں کیا اتفاق وقت سے ایکدن میں بھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اُس زمانہ میں میں نہایت کم سن تھا اور علم نحو میں کافیہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک خواجہ سرا نے بحث منادی کا ایک جزئی مسئلہ مجھسے دریافت کیا جسکا معقول جواب اُس وقت مجھسے بن نہ پڑا اس سے مجھے نہایت قلق و رنج ہوا اور میں اپنے دل ہی دل میں سخت شرمندہ ہوا لیکن وہ عزیز میری تغیر حالت کو فوراً تاڑ گیا اور میرے حزن و رنج کا سبب معلوم کر کے ایک نہایت برہمی کے لہجہ میں خواجہ سرا کو عتاب کیا اور کہا تو اس لڑکے کو نہیں جانتا کہ کون ہے اور کس قدر قیمتی جوہر اپنے میں مضمر رکھتا ہے۔ عنقریب وہ زمانہ چلا آتا ہے کہ یہی لڑکا جو ہنوز ہلال کی صورت میں نظر آتا ہے ملک پر بدر کامل ہو کر چمکیگا اور ایک عالم کو اپنے علمی نور سے روشن و منور کریگا کوئی دن جاتا ہے کہ اس بچے کی پاپوش تیرے آقا کے سر پر کے جانے سے سخت ننگ و عار کرے گی بڑے بڑے باشان و شوکت حکمران اسکے قدموں کو بوسہ دینگے اور اس کی قدمبوسی کو ذریعہ فخر سمجھینگے۔

شیخ کی عام اخلاق و عادات اور فضل و کمال

شیخ عبدالرحیم صاحب کے اِن خاص فضائل اور معاملات کو نظر انداز کرکے اب ہم آپکے علمی فضائل و کمال اور عام اخلاق و عادات قلمبند کرتے ہیں کیونکہ انسان کے حالات زندگی میں یہی وہ صاف آئینہ ہے جس میں مختلف حیثیتوں کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں شیخ کے علمی فضل و کمال کا بیان مختصراً لکھا جا چکا اس سے زیادہ تشریح و تفصیل کی اس موقع پر ضرورت نہیں سمجھتے لیکن تاہم اُن علوم کی نسبت اجمالی طور پر ریمارک کرنا مناسب سمجھتے ہیں جن میں بزرگ شیخ کو کامل مہارت اور پوری دستگاہ تھی اور جنہیں آپنے خداداد قابلیت اور فطری بخشش کی بدولت اسقدر جلد حاصل کرلیا تھا کہ اس سے جلد تکمیل کے درجہ کو پہنچنا کسی بشر کا کام نہیں ہے۔

صرف ونحو — صرف ونحو جو علوم عربیہ کے عنصر ہیں اُن میں شیخ کو اسقدر کمال تھا کہ موجدین فن میں آپکا شمار ہوتا تھا آپ طلبہ کے درس کے وقت اس خاص فن میں ایسے ایسے نکات اور باریکیاں بیان کرتے تھے جنہیں سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن دنگ رہجاتے تھے یہی وجہ تھی کہ شیخ کا شہرہ اس علم میں یہانتک ہوا کہ آپ علماً و عملاً مسلم الثبوت اُستاد تسلیم کیے گئے مجتہدین فن دور دور سے تعلیم کے لیئے حاضر ہوتے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر جانتے۔

حدیث وفقه — حدیث و فقہ میں آپ کو وہ کمال تھا جسکی نظیر اس عہد میں موجود نہ تھی علم حدیث کے ماہرین آپکو شیخ المحدیث کا خطاب دیا تھا اور فقیہی لوگ فقہ کا دوسرا بازو سمجھتے تھے آپکو حدیث و فقہ کی ہزاروں جزئیات ازبر تھیں اور بہت سی حدیثیں مع اسناد نوک زبان تھیں آپ کو دیگر مشاغل علمیہ میں التفات تھا لیکن جسقدر علم حدیث میں انہماک و استغراق تھا کسی اور علم میں نہ تھا آپ کی صحبت میں ہمیشہ اسی علم کا چرچا رہتا تھا اور اس سبب سے ہر وقت آپ کی درسگاہ میں طالبان حدیث کا ایک جم غفیر اور مجمع کثیر لگا رہتا جو آپکے بیانات شافیہ سے اپنی معلومات بڑھاتے اور فیض علم سے بہرہ ور اور کامیاب ہوکر جاتے غرضکہ شیخ کی فقہ و حدیث میں اسقدر شہرت تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ اس فن خاص کے جولانگاہ کے شہسوار مشہور ہوگئے تھے اور اُن معتقد لوگوں کے معتقد علیہ مانے گئے تھے جو خود امام وقت اور مجتہد فن کہلائے جاتے تھے

تفسیر — پھر جیسا آپکو فقہ و حدیث میں کمال تھا ویسے ہی علم تفسیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ الہامی نکات

اور ربانی اسرار جو قرآن مجید کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین آپ ایسے تبحر کے ساتھ بیان کرتے جسے سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن حیرت زدہ ہوجاتے جب آپ قرآن کی تفسیر بیان کرنے لگجاتے تو سامعین کو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے حقیقت مین یہ شیخ صاحب ہی کا بیج ڈالا ہوا ہے جو اسوقت تک حدیث وتفسیر کا درخت پھلا پھولا اور لہلہاتا نظر آتا ہے اور یہ احسان ہندوستان پر عموماً دہلی پر خصوصاً آپ ہی کا ہے جسکے بارے یہ اسکا سر اوپر نہین اٹھ سکتا کیونکہ اس سے پیشتر تمام ہندوستان مین جہل وبدعت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور کوئی شخص حدیث وتفسیر سے واقف نہ تھا۔ ایک فاضل اجل ہمعصر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات پر ریو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب جنہون نے پہلی ضرورت ہندی مسلمانون مین علم نبوی کی اشاعت دیکھی واقعی ایک برتر الہامی خیال تھا جو بجلی کی طرح آپکے دماغ مین کوندا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے ایک مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی اور اس مین علم حدیث کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس تعلیم نے چند سال مین اپنا قیمتی اثر مسلمانون پر ڈالا اور اب جوق جوق طلبہ آپسے حدیث سیکھنے کیلیے آنے لگے گویا اسی تاریخ سے مذہب بدعت وشرک کے ساکن سمندر مین ایک تحریک سی پیدا ہونے لگی مگر یہ خفیف تحریک ایسی نہ تھی کہ ایسے بڑے عظیم الشان مین کچھ معلوم ہوتی اور ایک تموج خیز طوفان اس مین پیدا ہوتا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب قوانین فطرت کی باریکیون اور مفہوم کو خوب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ معمولی تختہ پر جب تک کہ اسے خیر اد نہ کیا جائے اور اسپر ملتانی نہ پھیری جائے کبھی صفائی اور آسانی سے لکھا نہین جاسکتا اسلیے انہون نے اپنی کوششون کو بظاہر ناکامی کا جامہ پہنے ہوئے دیکھکر کچھ ہراس نہین کیا اور ہمیشہ دل مین یہ یقین رکھا کہ یہ ناکامیان خوش آئندہ مین کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ مرض ہر طرح برا ہوتا ہے لیکن اُس مرض کو مبارک کہنا چاہیئے جسکا انجام صحت ہو۔

غرضکہ یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ تفسیر واحادیث کی اشاعت مین جو سرگرمی اور کوشش شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمائی اس مین متقدمین ومتاخرین مین سے کوئی شخص آپ کا دعویدار نہین ہوسکتا اور اگر دعوے کرے بھی تو اسکا یہ دعویٰ چل نہین سکتا بھلا ایسے شخص کی کون برابری کرسکتا ہے جسے خود فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہو اور ایسی لیاقت وقابلیت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے جو پہلے ہی سے ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کی گئی ہو۔

اگرچہ شیخ کو علم حدیث وتفسیر کے مشاغل مین زیادہ تر انہماک تھا لیکن باوجود ان مشاغل کے

علم ادب اور مناظرہ کا بھی چرچا رہتا تھا اور ان علوم سے آپکو غفلت نہتھی علم ادب مین آپکو وہ کمال حاصل تھا جو اس وقت تک ماہرین فن کو تسلیم ہو آپکے علمی مناظروں پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور جاہلیت کے شاعرون کے اشعار بکثرت یاد تھے جنہین سند کے ہر ہر مقام پر بیساختہ پیش کرتے تھے۔ شاعری جسے علم ادب کا بہت بڑا جوہر کہنا چاہیئے اس مین بھی شیخ کو مہارت تامہ حاصل تھی لیکن آپکے اشعار ہمیشہ مبالغہ آمیز باتون اور فضول و بیہودہ عبارتون سے خالی ہوتے اور پند و نصائح کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہوتے تھے ذیل کی رباعی آپ ہی کی موزون طبیعت کا دیبی نتیجہ ہے ؎ اے کہ

نعمتہاے تو از عد فزون ❊ شکر نعمتہاے تو از حد برون ❊ عجز از شکر تو باشد شکر ما ❊ گر بود فضل تو ما را رہنمون

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار نماز ظہر کے متصل دفعۃً میری طرف متوجہ ہوے اور برجستہ یہ دو شعر فرمائے رباعی گر تو راہ حق بجوہی اے پسر ❊ خاطر کس را مرنجان الحذر ❊ در طریقت رکن اعظم رحمت ہست ❊ این چنین فرمود آن خیر البشر۔ یہ رباعی پڑھکر فرمایا ولی اللہ! دوات قلم لاکر اس رباعی کو قید کتابت مین لے آو۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے دفعۃً میرے دل مین اس مضمون کو باینغرض القا فرمایا ہے کہ تمہین وصیت کرون۔

ان رباعیات سے عمدگی مضامین کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ شیخ کو نظم پر کسقدر اقتدار تھا اور وہ کس مرتبہ کے شاعر تھے۔ شیخ کی علمی سوسائٹی اور آپکے مناظرہ کے حالات اس مین شک نہین کہ متشرعین و متصوفین کی روح و جان ہین لیکن افسوس ہو کہ آپکے خاص خاص مناظرے اور علمی بحثین جس سے آپکی جودت طبع ذہانت وسعت نظر اور زور تقریر کا حال معلوم ہوسکے ہمین دستیاب نہین ہوئین البتہ کسیقدر علمی کمالات کے حالات کا آپکے ملفوظات سے پتا چلتا ہی جنہین ہم آگے چلکر جدا عنوان سے بیان کرینگے شیخ کی ذہانت و طباعی مین بہت سے دلچسپ واقعات مشہور ہین لیکن ہم اسموقع پر صرف وہی ایک واقعہ لکھتے ہین جسکا جناب شاہ ولی اللہ صاحب آپکے فرزند رشید نے اکثر مقامات مین ذکر کیا ہی۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی میرے والد بزرگوار اکبر آباد مین تھے کہ حضرت سید عبد اللہ کا انتقال ہوگیا اس وجہ سے آپکو سخت اندوہ و رنج ہوا اور کسی عزیز کی صحبت کے طالب ہوئے اسی اثنا مین حضرت خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی کے فضائل و مناقب جستہ جستہ آپکے کان مین پہنچے اور آپ غائبانہ اُنکے گرویدہ ہوکر ایک شخص کی ہمراہی مین خلیفہ کی خدمت مین پہنچے دیکھا تو وہ اپنے مکان کی تعمیر مین مشغول تھے اور نظر کیا

سمار کو سالکان کے مقامات بتاتے رہتے تھے اسی اثنا میں آپکی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئے ؎
هر کرا ذرهٔ وجود بود * پیش هر ذره در سجود بود * فقیر کے والد بزرگوار نے فوراً بیت مذکور کا اس طرح اعادہ
کیا ؎ هر کرا ذرهٔ شهود بود * پیش هر ذره در سجود بود - خلیفہ نے اس بیت کو سنتے ہی شیخ صاحب کی طرف التفات
کرکے فرمایا میں نے ایک معتبر و مستند نسخہ میں لفظ وجود ہی لکھا دیکھا ہے شیخ نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں لیکن میری
نظر سے بھی ایک صحیح نسخہ گذرا ہے جس میں لفظ شہود لکھا ہوا ہے اگرچہ تھوڑی دیر تک دونوں حضرات میں مناظرہ رہا
لیکن باوجود رد و قدح کے مسئلہ متنازعہ فیہ طے نہیں ہوا اسی اثنا میں خلیفہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم علوم
و فنون کا کافی حصہ رکھتے ہو شیخ نے فرمایا اگر یہ علم راہ حق میں مضر ہو تو میں توبہ کرتا ہوں فرمایا علم بجائے خود
کوئی مضر چیز نہیں لیکن یہ دل و دماغ کی خوبی ہے کہ علم ضرر اور ہلاک پہنچاتا ہے اسلئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ علم نہ تو ہر شخص
کیلئے مضر ہی ہے نہ ہر شخص کیلئے مفید و نافع ہی - ازاں بعد آپنے استدلالاً یہ بیت پڑھی ؎ علم را بر تن زنی ماری بود *
علم را بر دل زنی یاری بود * الغرض چونکہ اس مناظرہ کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا اسلئے شیخ صاحب خلیفہ کی مجلس
اٹھکر چلے آئے لیکن دوسرے روز یہ خیال کہ خلیفہ عبادت میں مشغول تھے زیادہ تحقیق نکر سکے اور بات کی تحقیق
نہیں ہوئی پھر تشریف لیگئے جب آپ وہاں پہنچے تو خلیفہ نے بڑے جوش و مسرت سے استقبال کیا اور فرمایا کل
میں عبادت میں مشغول تھا اسلئے بات ناتمام رہ گئی تھی اب کہیے نسخہ شہود کی کیا توجیہ ہے شیخ نے فرمایا اسکی
توجیہ ظاہر ہے کہ جس شخص کی نظر میں حق تعالیٰ کا شہود ذرات عالم میں سما جاتا ہے وہ بالضرور ہر ذرہ کے آگے مسجود
ہوتا ہے لیکن جو شخص جمع کے مرتبہ میں مستغرق رہتا ہے جسے وجود سے تعبیر کرتے ہیں وہ سجدہ سے فارغ ہوجاتا
ہے - ازاں بعد خلیفہ نے فرمایا کہ اچھا جس صحیح نسخہ میں لفظ وجود لکھا ہوا دیکھا گیا ہے اس کی توجیہ کیا ہے شیخ نے
فرمایا کچھ عجب نہیں کہ وجود بمعنی وجدان ہو اور یہ وجود شہود کے معنی کے قریب ہے شیخ کی اس علمی تقریر سے
بزرگ خلیفہ بہت خوش ہوئے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے رہے -

شیخ کے تصرف و کشف کے حالات کتابوں میں جستہ جستہ مذکور ہیں چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جنہیں مستند
و معتبر لوگوں سے شیخ کے حالات میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ ایوب مراد آبادی
واجب الاحترام شیخ کی ملاقات کیلئے آئے اور امتحان کے قصد سے اپنے لوگوں اور اسباب کو کسی دوسرے
مقام پر چھوڑ کر تنہا آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے اسوقت بزرگ شیخ تیراندازی کی مشق میں مصروف
تھے شیخ ایوب کو دیکھتے ہی آپنے کمان زمین پر ڈالدی اور جوش مسرت کے ساتھ خیر مقدم ادا کیا معمولی

مزاج پرسی کے بعد اہل و عیال کی خیریت دریافت کی شیخ ایوب نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ کترین کو اس سے بیشتر قدمبوسی کا اعزاز حاصل نہیں ہوا ہی تعجب ہی کہ محترم شیخ مجھے روشناس ہیں فرمایا تمہارا نام ایوب ہی شیخ ایوب کہتے ہیں کہ واجب الاحترام شیخ کے اس فقرہ نے مجھ اور بھی تعجب و حیرت میں ڈالدیا اور میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہی استنے میں شیخ نے فرمایا انہیں میری خیر و عافیت دریافت کرنے سے تعجب ہوا ہوگا پھر تمہارا نام لینا اور بھی حیرت و استعجاب کا باعث ہوا ہوگا میں نے عرض کیا کہ بیشک میرے ایسے ہی خیالات تھے لہذا یہ تو فرمائیے کہ آپ نے کس طرح معلوم کیا کہ میرا نام ایوب ہی فرمایا تمہاری صورت دیکھتے ہی دل نے گواہی دی کہ تمہارا نام ایوب ہی۔ اس کے بعد شیخ ایوب نے کہا مجھ اطلاع دیجیئے کہ جس کام کے لئے میں لشکر میں جاتا ہوں اس میں کامیاب ہوں گا کہ نہیں فرمایا نہیں۔ شیخ ایوب کہتے ہیں کہ چند مجبوریاں اس قسم کی پیش آئیں جن سے مجھے لشکر میں جانا پڑا اور ہر چند کہ اپنی کامیابیوں میں صدہا کوششیں کیں لیکن سب کی سب بے سود اور رائگاں گئیں۔

ایک ذی وجاہت اور باحشمت و شوکت امیر محمد فاضل کے پڑوس میں سکونت رکھتا تھا جو شاہی طرز کی عمارت بنانا چاہتا تھا جب اس نے سلسلہ تعمیر جاری کرنا چاہا تو حویلی کے ایک موضع میں کچھ تنگی امیر چاہتا تھا کہ دو چند یا سہ چند یا جس قیمت پر محمد فاضل راضی ہو جائے قدرے زمین خرید کرکے اپنی حویلی میں ملحق کرلے لیکن فاضل نے دو چند سہ چند قیمت کو بھی نگاہ قبول سے نہیں دیکھا اور باہمی رد و قدح کی یہانتک نوبت پہنچی کہ دونوں میں سخت رنجش و عداوت ہوگئی انتہائی غیظ میں امیر کے منہ سے نکل گیا کہ میں صبح کو بادشاہ سے شکایت کرونگا کہ یہ شاہی زمین ہی جسپر محمد فاضل نے غاصبانہ تصرف کر رکھا ہی غرضکہ جہانتک بن پڑیگا اس زمین کو لئے بغیر نہ چھوڑونگا گو لاکھ روپیہ تک خرچ کیوں نہو جائیں۔ جب رات ہوئی تو محمد فاضل شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے اُسے متفکر و اداس دیکھکر اس کا سبب دریافت کیا۔ عرض کیا کہ آج صبح سے میں متفکر ہوں کیونکہ مکان کی ایک زمین کی بابت فلاں امیر سے مناقشہ ہو گیا ہی اور وہ بادشاہ سے شکایت کرنے پر آمادہ ہی شیخ نے فرمایا تم مطمئن ہو اُسے بادشاہ سے ملاقات ہی نصیب نہو گی۔ چنانچہ صبح کو جب وہ درباری لباس پہنکر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کے قصد سے نکلا تو رستہ میں چند شاہی افسروں نے اُسے بادشاہ کا پیام دیا کہ فلاں مہم کی انجام دہی میں اسیوقت کوچ کرنا چاہئے اگرچہ اس امیر نے بہت اصرار کیا کہ میں بالمشافہ رخصت ہونا چاہتا اور بعض ضروری مطالب شہنشاہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن شاہی افسروں نے اُسکی ایک

نسی اوجہ اُسے شہر سے باہر نکال دیا اور اتفاق سے اُسکا وہین انتقال ہو گیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب۔ ایک دفعہ شیخ عبدالاحد کے مکان پر گئے اُنہون نے اپنے لڑکے سے کہا جاؤ اور شیخ کے لئے گلاب کا شیشہ لے آو۔ شیخ عبدالاحد کے مکان مین گلاب کے دو شیشے وہرے تھے لڑکا چھوٹا شیشہ اُٹھالایا شیخ نے مسکرا کر فرمایا برخوردار مین بڑا گلاب کا شیشہ کیون چھوڑ آئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ جب شیخ عبدالاحد صاحب بیمار پڑے تو جناب والد بزرگوار ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اُسوقت اتفاق وقت سے فقیر بھی حاضر خدمت تھا شیخ عبدالاحد کے اقربا نے آپسے استدعا کی کہ مریض کیلئے دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ شفا عاجل عطا کرے لیکن آپنے بجز سکوت کے اور کوئی جواب نہین دیا اسپر شیخ کے اقربا نے بعض سخت الفاظ کے ساتھ اصرار کیا اور بجز خاموشی کے کوئی جواب نہین پایا دفعۃً شیخ عبدالاحد نے آپکا مافی الضمیر دریافت کر اقربا کو مبالغہ سے منع کیا اور فرمایا لوگو! اولیاء اللہ کی جناب مین کسی امر کی نسبت مبالغہ کرنا نہ صرف بے ادبی و گستاخی ہی ہے بلکہ سخت ممنوع ہے والد بزرگوار جب اُس مجلس سے اُٹھے تو فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے چونکہ شیخ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اُن کی زندگی کا یہ اخیر مرحلہ ہے جو طے ہونے کو باقی ہے اسلئے ایسے وقت مین دعا کرنا بے سود تھا اور میری خاموشی کی بھی یہی وجہ تھی چنانچہ اس کے چند روز بعد شیخ عبدالاحد کا انتقال ہو گیا۔

ایک دفعہ محمد قلی اورنگ زیب کے لشکر مین کسی سمت کو روانہ ہوا تھا چونکہ زمانہ دراز تک اُسکی کوئی خبر عزیز و اقارب کو نہین ملی اسلئے اُسکی اس مفقود الخبری نے بالخصوص اُسکے برادر محمد سلطان کو سخت بےچین کر دیا اور جب وہ بہت ہی بیتاب ہوا تو شیخ کی خدمت مین حاضر ہو کر التجا کی کہ اُس گم گشتہ کی خبر دین شیخ صاحب فرماتے ہین کہ مین نے توجہ کی اور ہر چند کہ اُسے لشکر کے ایک ایک خیمہ مین ڈھونڈا لیکن کہین سراغ نہ چلا اموات کے زمرہ مین تلاش کیا وہان بھی پتا نہ لگا ازان بعد مین نے لشکر کے اردگرد غور مین ڈوبی ہوئی نظرون سے دیکھا معلوم ہوا کہ غسل صحت پا کر شتری رنگ کا لباس زیب بدن کئے ہوئے ایک کرسی پر جلوہ افزا ہے اور وطن مالوف مین آنے کا تہیہ کر رہا ہے چنانچہ مین نے اُس کے بھائی سے بیان کیا کہ محمد قلی زندہ ہے اور دو تین مہینہ مین آیا چاہتا ہے چنانچہ جب وہ آیا تو بجنسہٖ یہی قصہ بیان کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دفعہ خواجہ محمد سلطان نے ایک خوبصورت گھوڑا خرید کیا اور میرے والد بزرگوار کو دکھانا چاہا آپنے اُنہین خلوت مین طلب کیا اتفاق سے یہ فقیر بھی موجود تھا جب محمد سلطان حاضر ہوئے تو آپنے

فرمایا عزیز مین اتنا ہارا گھوڑا ہو تو بہت اچھا لیکن اُسکی عمر کم ہو۔ خواجہ محمد سلطان کی بی بی نہایت زبان دراز اور بدخو تھی اُسکی بدزبانی سے یہ عزیز بہت ہی عاجز تھا شیخ کی یہ تقریر سنکر بولا کاش میری عورت اس گھوڑے کا فدیہ ہو جائے آپنے مسکرا کر فرمایا گھبراؤ نہین ایسا ہی ہو گا۔ خدا کی قدرت ابھی تین مہینے بھی نگزرے تھے کہ اُسکی عورت مرگئی اور گھوڑا اچھی قیمت پر فروخت ہوا جسمین اُسے خاطرخواہ نفع ہوا۔

شیخ کی حذاقت

شیخ کی حذاقت بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے یون تو اس معزز اور جلیل القدر خاندان کی حذاقت اور جودت ذہن عموماً تمام دنیا کو تسلیم ہے لیکن شیخ عبدالرحیم صاحب کی حذاقت وجودت ذہن کا عام طبقہ کے لوگون کو خصوصاً ادبی اعتراف ہے۔ اعلےٰ درجہ کے ادبیات اور فقہ وحدیث کے نکات و باریکیون او منطقی ابحاث کلام کے مشکل مقامات مین آپکی معلومات انتہائی درجہ پر تھی باوجود ان تمام کمالات کے آپکے باطنی علم کا نمبر سب سے بڑا ہوا تھا سچ تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان شیخ کے کمالات پر فخر کرے تو کچھ نازیبا نہین ہے۔ مین اس مقام پر آپکی حذاقت کا صرف ایک دو واقعہ لکھتا ہون جس سے شیخ کے کمالات کا ان کیچ و چرا اعتراف ہونا پڑتا ہے۔

عالمگیر چونکہ علم و فضل کا حامی و مددگار تھا اسلئے اُسکے دربار کو ماہرین علوم اور مجتہدین فنون سے زیادہ تر رونق تھی اور جیسا خود اعلےٰ درجہ کا فاضل اور بے نظیر عالم تھا ویسے ہی اُسکے دربار کے رکن علم باکمال تھے جس زمانہ مین کتاب فتاوی عالمگیری اُسکے حکم سے مدون ہو رہی تھی اور اُسکی نظر ثانی کیجا رہی تھی تو اسکا اہتمام شیخ حامد کے سپرد تھا جو مرزا محمد زاہد ہروی کی درسگاہ مین ہمارے معزز و ممتاز شیخ کا ہم سبق تھا۔ شیخ حامد ایکدن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر آپ اس کام مین میری مدد کرینگے تو اسکے صلہ مین ایک معقول رقم روزانہ آپکے لئے مقرر ہو جائے گی لیکن شیخ کے مزاج مین قدرتی طور پر وہ استغنا تھی کہ آپنے شیخ حامد کی اس التماس کو رغبت کے کانون سے نہین سنا اور نہایت بے توجہی سے ٹالدیا۔ اتفاق سے شیخ کی محترم والدہ کے کان مین اس قصہ کی بھنک پہنچگئی اور اُنہون نے اس شغل کے قبول کرلینے پر یہانتک اصرار و مبالغہ کیا کہ شیخ بالکل مجبور ہو گئے اور فتاوی عالمگیری کی نظر ثانی کو اپنے ہاتھ مین لے لیا ایکدن کا ذکر ہے کہ آپ فتاوی عالمگیری کے ایک مقام کی جانچ پڑتال کر رہے تھے کہ ایک ایسی نا موجہ عبارت آپکی نظر پڑی جسمین اختلال کلی تھا اور اس اختلال کی وجہ سے مسئلہ کی صورت بگڑ گئی تھی آپنے فوراً شیخ حامد کو فتاوی عالمگیری کے مؤلف کی اس لغزش پر تنبیہ کی اور فرمایا میرے نزدیک عبارت

مخل ہو اور اصل مسئلہ یون معلوم ہوتا ہی لیکن شیخ حامد نے اسپر بالکل توجہ نہین کی اور مولف کتاب کی وسیع و عمیق نظر پر بھروسہ کرکے شیخ کے اس اعتراض کو نگاہ وقعت سے نہین دیکھا مگر شیخ نے اپنے خیال کی تائید و توثیق کیلئے جب اُس مسئلہ کے ماخذ کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ دو کتابون مین مختلف عبارتون کے ساتھ لکھا گیا ہی چونکہ فتاوی عالمگیری کے مؤلف نے دونون عبارتون کو بلا امتیاز ایک جگہ جمع کردیا ہی اسوجہ سے صورت اختلال ظاہر ہوئی ہی لہذا شیخ نے کتاب کے حاشیہ پر حسب ذیل کی عبارت لکھدی من لم یتفقہ فی الدین قد حنف فیہ ھذا غلط وصوابہ کذا۔ اُن دنون عالمگیر کو اس کتاب کی تدوین و تصنیف کے بارہ مین بہت کچھ اہتمام تھا اور ملا نظام جسے فقہ مین مجتہدانہ کمال حاصل تھا روزمرہ ایک دو صفحہ بادشاہ کے سامنے پڑھا کرتا تھا چونکہ عالمگیر کو اس علم سے خاص دلچسپی تھی اسلیئے وہ فتاوی عالمگیری کے ایک ایک مسئلہ کو غور مین ڈوبی ہوئی نظر سے دیکھتا تھا اور کاتبون کی بعض بعض غلطیان خود بتاتا تھا جب ملا نظام اُس مقام پر پہنچا جسپر شیخ نے مختصر ریمارک کیا تھا تو اتفاق سے اس نے حاشیہ کو متن کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا عالمگیر اس عبارت کے سنتے ہی فوراً کھٹک گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ ملا نظام اس موقع پر نہین رُکتا تو خود ٹوک کر کہا یہ عبارت کیسی ہی ذرا پھر کے پڑھو ملا دوسری دفعہ بھی یون ہی کہگیا تب عالمگیر نے اُسے متنبہ کیا لیکن ملا نظام کو فی الوقت کوئی جواب بن نہ پڑا بلکہ بطریق دفع عرض کیا کہ اسکا مین نے مطالعہ نہین کیا ہی کل مفصل عرض کرونگا چنانچہ جب ملا نظام شاہی دربار سے واپس آیا تو شیخ حامد کو تحت عتاب کے بعد فرمایا افسوس اس جلد کو مین نے تمہارے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا مگر تم نے ذرا بھی غور نہین کیا اور مجھے بادشاہ کے سامنے انتہا سے زیادہ خفیف و شرمندہ کرایا شیخ حامد نے اُسوقت کوئی جواب نہین دیا اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر تمام قصہ دوہرایا آپنے وہ دونون کتابین جو اس مسئلہ کی ماخذ تھین شیخ حامد کے سامنے دہر دین اور عبارت کی پریشانی و اختلال ایسے طریق پر واضح کیا جسے سنکر تمام لوگ دنگ رہگئے اور شیخ کی ذہانت و حذاقت پر عش عش کرنے لگے اور اسی وجہ سے آپ محسود علما ہوگئے۔

شیخ کی پیشین گوئی

ایکدفعہ محمد فاضل نے اپنے فرزند رشید کو اجمیر بھیجنا چاہا لیکن چونکہ سفر دور دراز اور خطرناک تھا اسلیئے خود بھی اُسکے ہمراہ جانیکا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے گیا تو آپنے فرمایا تمہارے جانیکی چندان ضرورت نہین لڑکا بخیر و عافیت واپس آجائیگا اور رستہ مین کسی طرح کی زحمت و تکلیف نہ پہنچیگی البتہ

اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ہان کے ڈاکو قافلہ کو لوٹینگے لیکن تم مطمئن رہو اسکی مال و جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہی۔ ہان لڑکے سے اتنا کہدو کہ اسوقت اپنی سواری کو یکسو کرے جبکہ ڈاکو حملہ آور ہون شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخ صاحب متوجہ ہوئے اور اس توجہ مین حزن و ملال کے آثار آپکے چہرے سے ظاہر ہوئے لوگون نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مسافت چندروزہ طے کرنے کے سبب سے کچھ ماندگی عارض ہوگئی ہی چنانچہ جب محمد فاضل کا لڑکا وطن کو واپس آیا تو اس نے بیان کیا کہ اجمیر سے لوٹتے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤن نے حملہ کیا ہم نے اپنی سواری رستہ سے یکطرف کرلی اسی اثنا مین جناب شیخ صاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی ڈاکوؤن نے اگرچہ بڑی بے دردی او ظلم سے تمام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کرننگا کر دیا لیکن ہماری سواری انکی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔

رستم اور اسد اللہ جو عالمگیر کے نہایت جنگجو اور کینہ ور صوبے تھے باشندگان پہلت کو ہمیشہ ستایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ انہون نے ساکنان پہلت کے ہلاک کرنے کا قصد کیا اور ایک نہایت خونخوار و خونریز فوج سے حملہ کرنا پہلت کے باشندے بیچین و مضطرب ہوکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بصد الحاح و عاجزی التجا کی شیخ نے فرمایا گھبراؤ نہین آخر کار تمہیر فتحیاب ہوگے مخالفت کی فوج کو شکست فاش ہوگی اور رستم و اسد اللہ عنقریب پابزنجیر ہوکر بری حالت مین مرینگے چنانچہ مقابلہ کے دن بمضمون آیۂ کریمہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ساکنان پہلت کی فتح ہوئی اور مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھاکر بھاگے زان بعد تھوڑے دن نہ گذرے تھے کہ اورنگزیب کے دربار مین ایک شکایت آمیز عرضی باین مضمون پہنچی کہ رستم و اسد اللہ نے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کیا ہے اور خلق اللہ کو اپنی جابرانہ کارروائیون سے سخت پریشان کر رکھا ہی اگرچہ عالمگیر ان لوگون کی طرف سے پہلے ہی بدظن ہوچکا تھا اور بہت سے برے خیالات اسکے دل مین جمگئے تھے لیکن اس شکایت آمیز عرضی اور چند خطوط نے اسکے ظن کو اور بھی مستحکم کردیا اب اسکا جوش بڑھ گیا اور رستم و اسد اللہ کے قتل پر متوجہ ہوگیا سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر ان کا استیصال کرنا چاہا اور دربار شاہی سے فرمان جاری ہوا کہ رستم و اسد اللہ کو پابزنجیر کرکے حاضر دربار کیا جائے چنانچہ اس طرف کے حاکم نے ان دونون ظالمون کو قید کرکے روانہ دربار کیا اور یہ دونون ستمگار بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کرڈالے گئے

شیخ کی فراست

شیخ صاحب ایکدفعہ اتفاقاً ایک گاؤن مین تشریف لے گئے وہان کے لوگون نے ایک ضعیف العمر مریض کا قارورہ دکہایا جو بہت تلخ گھونٹ پی رہا تہا آپنے فوراً نسخہ لکھکر حوالہ کیا اسی مجلس مین ایک طبیب بہی حاضر تہا شیخ کی یہ کیفیت دیکھکر بولا کہ حضور نے مریض کی بیماری کی تشخیص کی ہو کہ نہین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ ایک عورت کا قارورہ تہا جسکا نام یہ ہے اور جسکے اخلاق و عادات اس قسم کے ہین اور فلان مرض مین مبتلا ہے پہر اُسکے تمام افعال و احوال ایک ایک کر کے معلوم ہین طبیب بولا کہ حضرت یہ مسئلہ طب مین کہان لکھا ہے فرمایا اسے طب نہین کہتے بلکہ اسکا نام فراست صادقہ ہے۔

شیخ کے عام اخلاق

شیخ کے علمی فضایل و کمالات کی نسبت جو کچھ ہمین لکھنا تہا مختصراً لکھ چکے اب آپکے اخلاق و عادات کا ایک سرسری اور اجمالی خاکا کھینچتے ہین۔ شیخ کے حالات زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بڑے درجہ کے مستغنی المزاج تہے یہی وجہ تہی کہ امرا و زرا سے ملنا پسند نکرتے تہے اور انکی مجلسون مین شریک ہونے کو معیوب سمجہتے تہے لیکن باوجود اسکے اگر کوئی امیر دولتمند آپکی مجلس مین آنکلتا تو نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے اور شریف القوم کی خصوصیت کے ساتہ زیادہ عزت کرتے آپکے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے غرور و نخوت ترفع و کم بینی نام تک کو نہ تہی گو آپ کسی بات مین کسیکے محتاج نہ تہے لیکن پہر بہی مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تہا ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی قدر و منزلت کا آدمی

طرز معاشرت

ہوتا خوش اخلاقی اور فیاض طبعی سے پیش آتے۔ علما کی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے درویشون اور صالحون سے اُنکے مکان پر جا کر ملاقاتین کرتے اگر کسیکی بیماری کا حال سنتے تو فوراً اسکی عیادت کو تشریف لیجاتے آپکا عام طرز معاشرت ہر طرح کی بناوٹ و تکلف سے خالی اور قابل تقلید تہا جو سامنے آیا تناول کر لیا اور جو میسر ہوا پہن لیا اپنے زمانہ کے ہمعصرون سے دوستانہ ملتے تہے اور کبہی کسی کیطرف سے ذرا کدورت نہیں رکھتے تھے بزرگان دین سے عام قسم کا تعلق تہا اور صوفیائے کرام سے دلی عقیدتمندی تہی۔ خویش و

فیاضی

اقارب سے حسن سلوک۔ غربا کی امداد۔ مہمانون کی خاطر و مدارات عام و خاص مین مشہور تہی اور اس کا چرچا اس قدر پہیل گیا تہا کہ آپ تمام ہندوستان مین روشناس ہوگئے تھے غریبون اور بیکسون کے حال پر شفقت کرتے اور در پردہ اُن کی خبرگیری کرتے رہنے کے بہت سے واقعات مشہور ہین جن مین سے بعض واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہین۔ کیا زمانہ بچپن اور کیا عالم شباب مین کسی ممنوع فعل کے مرتکب نہین ہوئے بلکہ ہمیشہ طریقہ محمدیہ کے قدم بقدم چلتے رہے گویا اتباع شریعت آپکا جبلی خلق تہا رات کا اکثر حصہ تہجد گذاری

مین صرف کرتے اور اوقات نماز مین بکثرت نوافل پڑہا کرتے۔ باوجود پابندی شریعت اور ان فضایل کے شیخ زاہد خشک ہی نہ تھے بلکہ ہربات مین توسط او میانہ روی کو دوست رکہتے تھے نہ راہبون کی طرح رہبانیت کے تنگ و تاریک کوچہ مین قدم فرماتے نہ مطلق العنانون جیسے مداہنت و تہاون کیطرف مائل تھے۔ ہمیشہ وہ شریفانہ لباس زیب بدن فرمایا کرتے جسمین کسی طرح کا تکلف کرنا نہ پڑتا نرم و سخت کا اعتبار نہ کرتے بلکہ بس صفت کا میسر ہوجاتا بڑی خوشی کے ساتھ قبول فرماتے لیکن خدا تعالی آپکو اچہا اور نرم ہی لباس بغیر آپکے اختیار کے عطا فرمایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ ایک فاخر او قیمتی لباس زیب جسم کئے ہوئے تہو کہ ایک خشک صوفی نے اِس مین بحث چہیڑ دی شیخ نے فرمایا کہ میرے لباس کا ایک ایک تار اگرچہ شال در شال اور نہایت قیمتی ہو لیکن حقیقت مین محبت الٓہی کا کمند ہو کیونکہ میری کوشش وسعی کے بغیر خداوندی دربار سے عنایت ہوا ہے اور تیرے لباس کا ہر ہر تار اگرچہ ایک بڑہوٹا ٹاٹ ہی مگر در اصل وہ ایک نہایت زہریلا اژدہا ہی کیلئے کہ تو نے اپنی کوشش اور ارادہ سے بہم پہنچایا ہی فی الواقع شیخ کا یہ حکیمانہ قول نہایت ہی قیمتی او، آپ زرسے لکہنے کے قابل ہی خلاسفر شیرازی نے کیاخوب کہا ہی ؎ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار ۔

طرز لباس

شیخ خود فرمایا کرتے تہو کہ جب سے مین نے دنیا کو ترک کیا ہی اسوقت تک اپنے لئے بازار سے نہ تو کسی قسم کا لباس ہی خرید کیا ہی نہ عمامہ و جوتا ہی بلکہ جب جس چیز کی ضرورت پڑی خدا تعالی نے اپنی قدرت سے فوراً مہیا کر دی۔ الغرض شیخ کے تمام اخلاق و عادات ایسے شائستہ و پسندیدہ تہو جنکی نظیر دنیا مین ڈہونڈے نہین ملتی تہی اور آپ مین وہ تمام خصلتین مجتمع تہین جو ایک پاکباز دیندار ولی کامل مین ہونا چاہئین۔ علم و فضل۔ فہم و فراست۔ عزم و ثبات۔ سخاوت و شجاعت۔ عقل و تدبیر۔ فکر و اصابت رائے۔ عالی دماغی۔ حوصلہ مندی۔ اتقاء و پرہیزگاری۔ نفس کشی و وفا شعاری۔ راستبازی و خدا ترسی۔ بےطمعی۔ عاجزی و انکساری حلم و بردباری وغیرہ وغیرہ شریفانہ اخلاق مین سب سے مستثنیٰ و ممتاز تہو۔ باوجود ایسے عظیم الشان عالم و فاضل ہونیکے تکلف و تعصب مزاج مین نام کو نہ تہا اکثر امور مین تو آپ حنفی مذہب ہی کے مطابق عمل کرتے اور حنفی فقہ کے مسائل پیش نظر رکہتے تہو لیکن بعض وہ مسئلے جنہین حدیث نبوی یا وجدان کی روسے دیگر مذاہب مین ترجیح حاصل ہو بغیر تردد و انکار عمل مین لاتے تہو منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہو کہ آپ نماز مین امام کے پیچہے سورہ فاتحہ پڑہا کرتے تہو اسیطرح جنازہ کی نماز مین بہی سورہ فاتحہ ترک نکرتے

شیخ کا تعامل

اگرچہ اس عہد میں اِس حد تک تامل کا نام و نشان تک نہ تھا جو آج ہمارے زمانہ میں حنفی و شافعی اور مالکی و حنبلی کے گھروں میں دیکھی جاتی ہو بلکہ ہر فرقہ کے علیحدہ پیشوا بلا تامل ایک دوسرے کے پیچھے نماز میں پڑھتے تھے اور باہم ایک دوسرے سے دوستانہ برتاو برتتے تھے کوئی کسی پر طعن و طنز نہ کرتا تھا لیکن پھر بھی ایک دن شیخ عبدالاحد قدس سرہ نے اس مسئلہ میں بحث چھیڑ دی اور اپنے اسلاف کی ایک متواتر نقل با ین مضمون پیش کی کہ نماز جماعت بالکل اس درباری جماعت کے مشابہ ہو جو ایک اولوالعزم اور پر شوکت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض احوال کرے اور یہ ظاہر بات ہو کر بادشاہ کو درباری ادب اسی امر کا متقاضی ہو کہ تمام لوگ ایک زبان ہو کر اپنی حاجتیں عرض کریں نہ یہ کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ بولے شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے سنفی مذہب کی تائید میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہی محض قیاس ہو اور قیاس بھی مع الفارق کیونکہ حقیقت میں دعا اور خضوع کے ساتھہ مناجات کرنا اور نفس کو تہذیب و تزکیہ سے آراستہ کرنا نماز ہو جیسا کہ حدیث نبوی لاصلاۃ لمن لم یقرأ بام الکتب اس دعوے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہو اور یہ امر اظہر من الشمس ہو کہ خدا تعالی سمیع ہو اگر تمام دنیا جہان کے لوگ ایک میدان میں صف آرا ہوں اور ہر شخص ایک جدا لغت اور نئے الفاظ میں مناجات کرے تو وہ ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ مناجات سن سکتا ہو اور ایک شخص کی مناجات دوسرے کی مناجات میں خلل انداز نہیں ہو سکتی ہو اس مناظرہ کی ذیل میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر آیۂ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون کو استدلال پیش کرتے ہیں ان کا یہ استدلال نہایت ضعیف و کمزور ہو کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہو کہ آیۂ مذکور صرف نماز جہریہ پر دلالت کرتی ہو اور اسکی تاویلات تفاسیر معتبرہ میں بشرح و بسط مذکور ہیں۔

شیخ کے تصرفات و کرامات اور دعا کی مقبولیت وغیرہ

شیخ کے تصرفات

شیخ کے کشف و تفرس کے واقعات اِس سے پیشتر کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں اب آپکے تصرفات و کرامات کے چند واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک باشندہ سہرند کو اولیاء اللہ کے تصرفات کا بالطبع انکار تھا لیکن تاہم ایک عزیز کے سلسلہ میں داخل تھا اور اُس سے بیعت کر چکا تھا اتفاقاً عید کے روز محترم و بزرگ شیخ احمد سہرندی کے فرزند رشید شیخ محمد معصوم

سے مصافحہ کیا آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور معمولی مزاج پرسی کے بعد فرمایا تم کہاں تھے بہت روز کے بعد ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد معصوم کی مہربانی نے اُسے اپنا گرویدہ بنالیا اور اُس کا دل خود بخود آپ کی خدمت کی طرف مائل ہو گیا اُسکا شوق جوں جوں شیخ محمد معصوم کی خدمت میں بڑھتا جاتا تھا دوں دوں اُس عزیز کی خدمت میں قصور و کمی واقع ہوتی جاتی تھی جس سے یہ پیشتر بیعت کر چکا تھا لیکن جب وہ عزیز اس قصہ سے آگاہ ہوا تو غصہ کے مارے جھلا اُٹھا اور شیخ محمد معصوم کے ہلاک کرنے پر ہمت مقرر کی شیخ نے بھی اُسکی مدافعت پر کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی شر خود اُسی پر اُلٹ پڑی اور ہلاک ہو گیا اب یہ شخص اگرچہ پہلے بہل یکسو و یکجہت ہو کر شیخ کی خدمت میں مصروف رہا مگر ایک مدت کے بعد شک و اضطراب میں پڑ گیا اور فسخ بیعت کر کے کسی اور درویش کی خدمت میں پہنچا غرضکہ بہت سے درویشوں کی خدمت میں یوں ہی پھرتا رہا اور اپنے جبلی انکار کی وجہ سے کہیں سے متمتع نہیں ہوا شدہ شدہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور کہنے لگا یا تو دنیا میں کوئی صاحب تصرف ہی نہیں یا ہے میری نظر میں نہیں پڑا۔ شیخ نے فوراً اُس کی طرف متوجہ ہو کر ایک خاص نظر ڈالی جس سے وہ بیخود ہو گیا اور حالت غیبت میں ایک عجیب و غریب واقعہ نظر پڑا کہ گویا سبز لباس عطا کیا گیا ہے جب ہوش و حواس میں آیا تو شیخ صاحب نے اس واقعہ کی اطلاع دی اُس نے دل سے اعتراف کیا اور زاں بعد اہل اللہ کے تصرف و کرامت میں کبھی شک نہیں کیا۔

ایک دفعہ محمد مظفر نامی شخص نے شیخ کو ایک خط لکھا اور ایک شخص کی معرفت روانہ خدمت کیا اُس میں لکھا تھا کہ حامل رقیمہ اولیاء اللہ کی توجہ و تاثیر کا منکر ہے اگر آپ نظر خاص سے اس پر متوجہ ہونگے تو قوی اُمید ہے کہ یہ راہ راست پر آجائے گا شیخ نے خط کا مطالعہ کرتے ہی ایک سرسری نظر سے اُسے دیکھا فوراً بیہوش ہو گیا اور غیبت کلی حاصل ہوئی۔ ہوش میں آنے کے بعد اپنے عقیدہ فاسد سے توبہ کی اور سخت نادم و پشیمان ہوا۔

شیخ کی کرامت

شیخ عبدالاحد سہرندی کی مجلس میں اکثر اوقات علمی چھیڑ چھاڑ رہا کرتی تھی اور اہل اللہ کے تصرفات و کرامات کا ذکر ہوا کرتا تھا ایک دن ایک شخص بول اُٹھا کہ اس زمانہ میں میری نظر میں تو کوئی صاحب کرامت گزرا ہی نہیں شیخ عبدالاحد نے اُسکے عقیدہ کی درستی کے لئے سات روپے اُسکے سامنے رکھے اور فرمایا دیکھو یہ سات روپے میں نے شیخ عبدالرحیم کے نذرانہ کیلئے رکھے ہیں لیکن جب وہ تشریف لائینگے تو میں

صرف پانچ روپے پیش کرونگا اسپر دیکھو وہ کیا لکھتے ہین اسکے بعد شیخ عبدالاحد نے ایک شخص کو شیخ کی خدمت مین بھیجا کہ انھین ہمراہ لے آئے چنانچہ جب شیخ تشریف لائے تو پانچ روپے نذر کئے گئے اور ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ آپکا نذرانہ ہو براہ عنایت قبول فرمائین شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرا نذرانہ تو سات روپے ہین پانچ کیون دیئے جاتے ہین چنانچہ شیخ عبدالاحد نے دو روپے اور ان مین شامل کر دیئے نذان بعد شیخ نے ہنسی سے فرمایا کہ اس امتحان کا کفارہ بھی دلوا دیئے شیخ عبدالاحد نے ان مین دو روپے اور اضافہ کئے اور بمنت عرض کیا کہ اس سے میری غرض آپکا امتحان لینا نہ تھا بلکہ اس شخص کے عقیدہ کی اصلاح منظور تھی وہ شخص شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور اہل اللہ کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

جب اورنگ زیب دنیا سے کوچ کر گیا اور اسکی اولاد مین باہمی خانہ جنگیان ہوٹ نکلین اور محمد معظم نے بھائی محمد معظم پر ایک خونخوار لشکر کے ساتھ اکبر آباد پر حملہ آور ہوا تو بعض لوگون نے شیخ سے دریافت کیا کہ ان دونون مین کسے فتح نصیب ہوگی فرمایا مین دیکھتا ہون کہ کبھی سات بندوقین محمد اعظم پر چھائی ہوئی ہین بھلا اس صورت مین محمد اعظم کس طرح جانبر ہو سکتا ہو چنانچہ اس جنگ کا خاتمہ محمد اعظم کے قتل پر ہوا۔

اسیطرح جب معزالدین تخت پر جلوس فرما ہوا اور فرخ سیر نے پورب کی طرف سے خروج کیا تو معزالدین سخت متوحش اور بیچین ہو کر بیسیون درویشون کی خدمت مین حاضر ہوا اور فتح کی بشارت و دعا کی درخوست کی اسی اثنا مین کسی نے شیخ سے بھی نقل کیا کہ معزالدین بادشاہ خدمت اقدس مین حاضر ہونا چاہتا ہو فرمایا کہ یہان آنا مناسب نہین ہو کیونکہ اگر مین نفس الامری واقعہ بیان کرون گا تو سخت ناخوش و بددل ہوگا اور اگر اُسکے خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولونگا تو فقیرون کی شان کیلئے جھوٹ بولنا اور نفس الامری بات کو چھپانا ہرگز زیبا نہین۔ چنانچہ جب معزالدین اور فرخ سیر کا مقابلہ ہوا تو انجام کار فرخ سیر کو فتح نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ شیخ کے بڑے صاحبزادے صلاح الدین کسی مہلک اور خطرناک مرض مین مبتلا ہوگئے اور بیماری نے یہانتک طول پکڑا کہ زندگی کی اُمید بالکل منقطع ہوگئی اور شیخ صاحب کو یقین ہو گیا کہ انکا جام حیات لبریز ہو کر چھلک گیا چنانچہ اس واقعہ کو خود شیخ صاحب یون بیان کرتے ہین کہ جب مین نے دیکھا کہ صلاح الدین کی زندگی کی رگ کٹ چکی تو لوگون کو کفن خرید کرلانے اور قبر تیار کرنے کا حکم دیا لیکن اسکے ساتھ ہی فوراً میرے دل مین ایک جوش اُٹھا اور ایک تنہا گوشہ مین بیٹھکر دست بدعا ہوا جب میری الحاح عاجزی حد سے متجاوز ہوگئی تو ایک فرشتہ حاضر ہوا و صلاح الدین کے حیات وصحت کی بشارت دی اسی اثنا مین شیخ

شیخ صلاح الدین کو چھینک آئی اور کروٹ بدلکر کھڑے ہوگئے ایک صاحب دعوت شخص روم سے
ایران میں اور ایران سے ہندوستان میں آیا جسے عبداللہ چلپی کہکر پکارتے تھے اور جسکے عجیب و
غریب مشاہدات لوگوں سے محسوس کیئے تھے اُسکی نسبت ایک یہ بات بھی مشہور تھی کہ پورے چالیس روز
بے آب ودانہ حجرہ میں معتکف رہتا ہے لوگ حجرے کا دروازہ بند کردیتے ہیں اور چالیس دن بعد صحیح
سالم نکل آتا ہے یہ بھی سنا جاتا تھا کہ اندھیرے میں بیٹھکر قرآن مجید لکھتا اکثر ایسا ہوتا کہ زمین میں گھس
جاتا اور جہاں چاہتا نکل آتا رفتہ رفتہ لوگوں میں اُسکی یہ باتیں مشہور ہوگئیں اور وہ اولیاء اللہ اور
کرامتیوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اُسکے یہ کمالات وفضائل سُنکر میرے
دل میں بڑی اشتیاق ملاقات کی آگ بھڑک اُٹھی اور اُس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا ان دنوں عبداللہ
چلپی بادشاہ سے مخفی ہوکر ایرانیوں کے مکان پر قیام پذیر تھا یہاں مجھے ایرانی روافض کا سامنا کرنا پڑا
اور متنازعہ فیہ مسائل میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی اگرچہ میں اُن جہلاء کو منہ لگانا نہیں چاہتا اور اُن سے
مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا لیکن اتفاق سے مجھمیں اور اُن میں مناظرہ شروع ہوگیا اور چونکہ میں نے
اپنے تئیں ابتداً اُسنی ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ دریافت کرنے پر اپنا مذہب خذ ما صفا ودع ما کدر بتایا تھا
اسلئے وہ چنداں تعصب سے پیش نہ آئے - مناظرہ شروع ہونے سے پیشتر بارہ مسئلے متعین ہوگئے۔
جنہیں میں نے ترتیب وار ایک ایک مسئلہ کرکے بیان کیا اور برہانی وخطابی دلائل سے برابر الزامی جوابات
دیتا رہا سب ملزم ہوئے اور کسیکو محل انکار نہیں رہا۔ آخر کار سب متفق ہوکر بول اُٹھے انصاف یہ ہے جس پہلو
پر آپ نے ان مسائل کی توضیح کی ہے ہمیں اُسمیں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے آپ کی تقریر میں اس بلا کا
جادو ہے جسکا اثر ہمارے دلوں میں برقی قوت بنکر دوڑ گیا ہے اور ہم ذرا بھی تاب جواب نہیں رکھتے -
الغرض جب اس مناظرہ کا خاتمہ ہوگیا تو میں نے عبداللہ سے ملاقات کی لیکن سچ پوچھئے تو میری نگاہ
عبداللہ کے استقبال کو جسطرح بڑی بیتابی کے شوق سے بڑہی تہی اُسکی صورت دیکھکر اُس سے زیادہ نفرت
وبدمزگی کے ساتھ ہٹی کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں معلوم کرلیا کہ وہ اولیاء اللہ کے طریق سے بالکل بے بہرہ
ہے چنانچہ میں نے اُسکی تعظیم سے پہلوتہی کی اور نہایت مکدر ہوکر واپس آنے لگا میرے چہرہ کا یہ فوری
تغیر دیکھکر ایک ایرانی بولا یہ کیا وجہ ہے کہ جس شوق ذوق سے آپ عبداللہ کی ملاقات کو تشریف لائے
تھے اُس سے زیادہ آپ نے اُسے دیکھکر اعراض وپہلوتہی کی میں نے جواب دیا کہ میں عبداللہ کو ولی خیال

کرتا تھا لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ولی نہیں ہی بلکہ صاحب دعوت ہی عبداللہ نے جب میری یہ تقریر سُنی تو کہنے لگا انصاف یہی ہی جو شیخ صاحب فرماتے ہین زمان بعد عبداللہ نے دعاء سیفی پڑھنی شروع کی اور پڑھتے پڑھتے ایک ایسے موقع پر پہنچا جہان اگرچہ بلحاظ قواعد نحویہ اعراب مین دو وجہ کا احتمال تھا لیکن باعتبار وجدان صرف ایک ہی وجہ متعین تھی اور عبداللہ نے دوسری وجہ کو اختیار کیا تھا اِس پر مین بول اُٹھا کہ عبداللہ! تم نے اعراب مین غلطی کی ہی اِس کے جواب مین اُس نے زور سے کہا کہ نہین مین نے غلطی نہین کی بلکہ غلطی پر تم ہو اِس باب مین مناظرہ شروع ہو گیا اور دعاء سیفی کے وہ نسخے فراہم کئے گئے جو اُستادون سے پہنچے تھے اتفاق کی بات ہی کہ مختلف اُستادون کے بارہ نسخون مین عبداللہ ہی کے مطابق نکلا لیکن تیرہوان نسخہ جو شیخ احمد جام کے تبرکات مین سے تھا اور جو سب نسخون سے زیادہ معتبر و مستند تسلیم کیا جاتا تھا بعض امرا کے کتب خانہ سے تلاش کر کے موجود کیا گیا اُس مین وہی لکھا تھا جیسا کہ مین کہتا تھا۔ عبداللہ نے اعتراف کیا اور اِس تلاش و تتبع پر عشعش کرنے لگا زان بعد یار انہون کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تم جانتے ہو کہ مین نے اِس بارہ مین اِسقدر موشگافی اور حجان بین کیون کی؟ اِس وجہ سے کہ جب مین اِس مقام پر پہنچتا تھا تو ایک ظلمت خیز تاریکی دیکھتا تھا۔ انجام کار عبداللہ چلپی نے شیخ کی ارادت کا حلقہ کان مین ڈالا اور آپ سے بیعت کر کے طریقۂ قادریہ مین داخل ہو گیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی کہ شیخ صاحب اِس فقیر کو عجیب و غریب معارف کی تعلیم کیا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہی کہ آپنے حدیث اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ کی تفصیل و توضیح فرمائی اور اسکی شرح مین دو قصے نقل کئے ایک شیخ رفیع الدین صاحب کی فراستہ کا قصہ دوسری اپنی فراستہ کا واقعہ آپ فرمانے لگے کہ ایکدفعہ ایک فقیر وضع شخص سر سے پاؤن تک برقع مین لپٹا ہوا آیا جو نہایت سوز و گداز سے ہر وقت وہر لحظہ عاشقانہ اشعار پڑھتا اور گریہ وزاری کیا کرتا تھا مجھسے بیعت کرنی چاہی اور قیام کے لئے ایک گوشہ کی درخواست کی مگر مین نے اُس سے طبعی نفرت اور بے توجہی ظاہر کی جب وہ باہر چلا گیا تو مین نے حاضرین کو متنبہ کیا کہ یہ ایک نہایت زہریلا سانپ ہے تا بامکان اِس سے محترز و مجتنب رہنا چاہیئے لیکن حاضرین نے میری اِس تقریر کو رغبت کے کانون سے نہین سنا اور دل مین انکار کیا۔ مگر تھوڑی مدت نہ گذری تھی کہ وہی شخص عورت کا روپ بھر کر عاقل خان کے گھر مین خیرات کی تقریب مین گھس گیا (عاقل خان اُس زمانہ مین دہلی کا صوبہ اور عالمگیری دربار کا ایک معزز و ممتاز گورنر تھا) جب وہان سے پلٹ کر آنے لگا تو دربان

سنے اُس کی ہیئت رفتار کو نگاہ تعجب سے دیکھا اور دل میں یہ خیال کرکے کہ عورتوں کی رفتار سے اسکی رفتار بالکل جدا ہے درپے تجسس ہوا اور جب حقیقت امر واضح ہوا تو گرفتار کر لیا گیا استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کسی شریف عورت کو ورغلا کر بھگا لایا تھا اور اُسکی برقع پوشی اور گوشہ نشینی کی علت غائی یہی تھی۔

شیخ کی قبولیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارش بند ہوگئی اور قحط سالی کے آثار تمام اطراف میں چھا گئے عام لوگوں میں ایک طرح کی بے چینی پھیل گئی اور جب بیقراری حد اعتدال سے بڑھ گئی تو شیخ کی خدمت میں رجوع کر کے دعا کے خواستگار ہوئے شیخ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ دعا کا ہنوز خاتمہ بھی نہوا تھا کہ ایک گہرا ابر نمودار ہوا اور خفیف سی ترشح ہونے لگی زاں بعد شیخ نے فرمایا کہ کثرت بارش ہماری خام اور کچی دیواروں کی پوشش پر موقوف ہے غیبی تدبیر ہمارے مکان کی دیواروں کے ڈھانے اور مسمار کرنے سے احتراز کرتی ہے آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ لوگوں نے ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ بانس اور گھانس فراہم کر دی اور شیخ کے مکان کی دیواروں کو گھانس سے پاٹ دیا پھر جو موسلا دھار پانی پڑنا شروع ہوا تو تمام خشک چشمے اور سوکھی نہریں اُبل پڑیں اور ایک مدت تک لوگوں کو بارش کی حاجت نہیں رہی۔

شیخ پر لوگوں کا حسد

ادنے سے اعلےٰ درجہ تک کے لوگوں کو یہ بات تسلیم ہے کہ دنیا میں کوئی کیسا ہی صاحب اقبال و زاہد دنیا سے بے تعلق کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی کر سکے شیخ کے فضل و کمال کا ستارہ جب عروج پر پہنچا اور آپکے کشف و کرامات کا چرچا گھر گھر پھیل گیا تو آپکے اقبال اور رواج حشم کو دیکھکر بعض لوگ حاسد و دشمن پیدا ہوگئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی خدا کا فضل و کرم ہر وقت آپکے شامل حال رہا اور کسی دشمن کا مکر و فریب ذرا چل نہ سکا چنانچہ خود شیخ صاحب اس قسم کے چند واقعات اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہین آپ لکھتے ہین کہ جب میں ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر رہا تھا تو اُس وقت یہ کیفیت تھی کہ جسپر نگاہ قبول سے دیکھتا تھا وہ مجھپر فریفتہ و شیدا ہو جاتا تھا اسی وجہ سے میں کسی کی طرف التفات نکرتا تھا اور محمد فاضل کے بالاخانہ پر تنہا جا بیٹھتا تھا جب لوگوں کی آمد و رفت کا وقت ہوتا تو مین ایک چادر سے اپنے تمام جسم کو چھپا لیتا۔ اتفاقاً ایک روز ہدایت اللہ بیگ اُس قرابت کی وجہ سے جو ان دونوں میں متحقق تھی آیا اور میرا اُسکا سامنا ہوگیا مجھے دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا اور بیعت کی استدعا کی چونکہ میں نے پہلے سے سُن رکھا تھا کہ وہ ایک نقشبندی عزیز کے ساتھ ربط بیعت رکھتا ہے اس لئے مینے کہا کہ تمام فقراذات واحد کے منزلے مین ہین اور جب یہ ہے تو اُسی عزیز کا حق مقدم ہے جس سے تم پہلے بیعت کر چکے ہو لیکن جب اُس نے انتہا سے زیادہ مبالغہ کیا اور اسکی فریفتگی و شیفتگی حد سے متجاوز ہوگئی تو مجبوراً

مین نے اُس سے بیعت لیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ اُس عزیز کی خدمت میں قصور نکرنا اور تا بامکان اس جدید بیعت کا اظہار نہ کرنا مگر شدہ شدہ اُس عزیز کے کان تک یہ خبر پہنچ گئی غصہ میں جھلا اُٹھا اور ہدایت اللہ بیگ کی معرفت مجھے کہلا بھیجا کہ ابھی تمہاری جوانی کا زمانہ ہے اور تم طلب کا درجہ رکھتے ہو نہ ارشاد کا میں نے اُسکے جواب میں کہلا بھیجا کہ فطرت کی بخششیں اور حق تعالی کے عطیے کبر سنی پر موقوف نہیں ہیں نیز بقول ایک فلسفی کے بزرگی بعقل است نہ بسال فضیلت و بزرگی کا تاج اُسی سر پر منحصر نہیں ہے جو عمر میں بڑا ہو۔ جب میرا یہ پیام سنا تو غصے میں سرخ ہو گیا اور دوبارہ بھیجا کہ میرے انتقام سے غفلت میں نہ رہنا چاہئے میں نے کہلا یحیق المکر السیئ الا باھلہ تم جو کر سکتے ہو کر گزرو انشاء اللہ اُسکا وبال تم ہی پر پڑے گا چنانچہ اُسنے میری ایذا پر کمر ہمت باندہی اور میں بھی رافعت میں مشغول ہوا نوبت یہانتک پہنچی کہ اُس عزیز کو ظاہر ہوا کہ سینہ میں خنجر لگا اور جام حیات لبریز ہو گیا۔ آدہی رات کا وقت تہا کہ اُسنے ہدایت اللہ بیگ کو بلا کر معذرت کی اور نیازمندی ظاہر کر کے کہا یہ تو مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اب میں کسی طرح جانبر نہین ہو سکونگا لیکن میں چاہتا ہون کہ شیخ میرے ایمان کو تباہ و برباد نکریں مین نے کہا اگر تم میری ایذا کے درپے نہوتے اور اس بارہ مین پہل نکرتے تو یہانتک نوبت کیون پہنچتی الحمد للہ کہ تمہارے ایمان مین کسی قسم کا ضرر رجوع نکریگا چنانچہ اُسی شب کو وہ عزیز عالم آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے اہل محلہ نے مجھپر جادو کیا ایک رات کوئیں جائے ضرور گیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جوگی کا روپ بھرے ہوئے کھڑا ہے میں چند قدم اُسکی طرف بڑہا اور پاؤں سے جوتا اُتار کر خوب پیٹا فوراً ایک دہواں ظاہر ہوا اور دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا ایک اور مرتبہ مخالفوں نے سحر کر کے اپنا دلی بخار نکالنا چاہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آگ کا پتلا آتشین گھوڑے پر سوار اور آتشین نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے مجھپر پلا آتا ہے اسی حالت میں مینے ایک نرسر کا ٹکڑا ہاتھ میں لیا اور قرآن کی کوئی سورت پڑھکر پہیا کا نہ اُسپر حملہ کیا نرسر کی ضرب کہاتے ہی سوار نیز اُسکا گھوڑا و نیزہ بجھا ہوا کوئلہ ہو کر گر پڑا صبح کو منہ کی شیخ ابوالرضا محمد کے سامنے میں اس واقعہ کو بیان کر رہا تہا کہ ایک بلّی کا بچہ میرے سامنے سے گزرا جونہی میں نے اُسپر ہاتھ رکھا فوراً ایک جبت کی جبت کے ساتھ ہی اُسکے مُنہ سے خون بہنے لگا اور موت کے گھونٹ پیکر راہ فنا پر گامزن ہوا۔ ایک اور مرتبہ لوگوں نے مجھپر سحر کیا جسکی وجہ سے سخت بیمار ہو گیا ہر چند کہ علاج کیا گیا اور ازالۂ مرض کی تدبیریں پے درپے کی گئیں لیکن کوئی تدبیر موثر نہ پڑی اسی اثنا مین مین نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کھڑے فرما رہے ہیں کہ تمپر سحر کیا گیا ہے قرآن کی فلاں فلاں آیتیں پڑہو۔ ایک دفعہ حاسد وں نے

مجھپر ایک طوفان اُٹھایا اور قاضی کی عدالت مین جا استغاثہ دائر کیا طلبی کی بعد مجھے بھی عدالت میں جانا پڑا خدا کی قدرت کہ گواہون کے منہ کالے پڑ گئے اور زبانیں گنگ ہوگئیں۔ بھری عدالت میں اُنکی دروغگوئی ظاہر ہوئی اور مدعی سخت شرمندہ ہوئے ہر چند کہ قاضی نے اُنکی تشہیر کرنی چاہی لیکن میں نے اصرار کیا کہ ان کے لئے یہی فضیحت و ذلت کافی ہے۔

شیخ کی صحبت کا اثر

اثر صحبت

شیخ کے علمی کمال کا پایہ اس قدر رفیع و اعلی تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت مین دلی عقیدتمندی کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اُسمین ایک ایسا عجیب و غریب اثر سرایت کرجاتا تھا جس کے نظیر سے بڑے بڑے کاملین کے حلقے خالی ہوتے تھے اور بعض بعض آپ کے صحبت یافتہ ایسے مقتدر و معزز تھے جو خود کاملین وقت اور مجتہدین فن مین شمار کئے جاتے تھے۔ محمد فاضل کی لڑکی جسکا نام شریفہ تھا اور جس نے باوجود صغر سنی کے شیخ کی انعکاسی شعاع کو قبول کرلیا تھا اُسپر بہت سے امور منکشف ہوگئے تھے اور اپنے عہد میں ولیہ و صدیقہ کے ممتاز القاب سے پکاری جاتی تھی اُسکے کشف کی یہ حالت تھی کہ ایک رات واجب الاحترام شیخ تسبیح ہاتھ مین لئے ہوئے محمد فاضل کے مکان کی طرف تشریف لئے جاتے تھے اتفاق سے تسبیح آپ کے ہاتھ سے گر پڑی جب آپ مکان مین تشریف لائے تو شریفہ بولی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تسبیح فلان مقام پر پڑی ہوئی ہے لوگون نے جب اُس مقام کو شمع سے دیکھا تو حقیقت مین تسبیح اسیجگہ پڑی ہوئی تھی۔ ایکدن شریفہ گھر مین موجود تھی کہ دفعۃً کہنے لگی شیخ ہمارے مکان پر آتے ہین اور اسوقت آپ کو فلان کھانے کی طرف رغبت ہے گھر والون نے شریفہ کا بتایا ہوا کھانا طیار کیا چنانچہ شیخ تشریف لائے اور اُسی کھانے کی رغبت ظاہر فرمائی۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ شریفہ اپنے گھر مین بیٹھی تھی اور اتفاق سے شیخ بھی وہین تشریف رکھتے تھی شیخ سے متوجہ ہوکر بولی کہ شیخ فتح محمد نے ہمارے مکان کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے تھوڑی دیر کے بعد اسوقت شیخ فتح محمد ایک شخص سے باتین کرنے کھڑے ہوگئے ہین اور ایسے مقام پر کھڑے ہوئے ہین کہ خود تو دھوپ مین ہین اور وہ شخص سایہ مین نان بعد بولی کہ شیخ نے بازار سے تین نارنگیان خریدی ہین دو اپنے لڑکون کے واسطے اور ایک آپ کے لئے پھر کہا اب شیخ کی نیت بدل گئی ہے کیونکہ دو نارنگیان تو آپ کے لئے مقرر کی ہین اور ایک دونون فرزندون کے واسطے۔ اس کے بعد کہا اب شیخ ہمارے

دروازہ پر آ کھڑے ہوئے ہیں چنانچہ جب شیخ فتح محمد سے یہ تمام باتیں دریافت کی گئیں تو انہوں نے بے کم و کاست ویسی ہی بیان کیں جس طرح شریفہ نے کہا تھا۔

محمد غوث پھلتی کا بیان ہے کہ ایک دن شیخ حجرہ میں تنہا سوتے تھے میں آپ کی زیارت کے لئے گیا لیکن آپ کے بعض مخلص و بے ریا معتقدین نے مجھے اندر جانیسے منع کیا اور کہا شیخ آرام میں ہیں اسوقت حجرہ میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں مجبور ہوکر دروازہ پر ٹھیر گیا اسی اثنا میں حجرہ کے اندر سے ایک روشنی کی آواز میرے کان میں پہنچی جس نے مجھے سخت بیچین کر دیا اور میں ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ بغیر اجازت حجرہ میں گھس گیا حجرہ کے اندر قدم رکھتے ہی بہت سی غیبی چیزیں مجھ پر منکشف ہو گئیں اور ان دیکھی چیزوں کو نظروں کے سامنے پانے لگا منجملہ اُن کے ایک یہ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرہاد خاں باشندہ حسین پور شیخ کی زیارت کے قصد سے آ رہا ہے الغرض جب میں شیخ کے قریب پہنچا تو آپنے پاؤں مبارک میری طرف پھیلا دئے اور میں آہستہ آہستہ پاؤں دبانے میں مشغول ہوا اُس وقت میرے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا ایک دوسرا جمال ہوتا ہے جو عوام اشخاص کی نظروں سے مستور و مخفی رہا کرتا ہے وہ جمال کیسا ہوتا ہے اب جو میں آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں تو شیخ کے چہرہ مبارک سے ایک حجاب آہستہ آہستہ اُٹھتا جاتا ہے گویا ایک ابر کا ٹکڑا بدر کامل کے حلقہ سے علیحدہ اور جدا ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ جب وہ پردہ ذقن مبارک تک مرتفع ہو گیا تو ایک ایسی آنکھوں میں خیرگی اور چکاچوند پیدا کر دینے والی روشنی ظاہر ہوئی کہ میں بیہوش ہو کر گرنے لگا شیخ صاحب میری یہ حالت دیکھکر فوراً اُٹھ بیٹھے اور وضو کرنے میں مصروف ہو گئے میں یہ تمام واقعہ عرض کرنے کی غرض سے آپکے پاس گیا فرمایا بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں فرہاد خاں بھی آیا چاہتا ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد فرہاد خاں خدمت شیخ میں مشرف و ممتاز ہوا۔

شیخ کے ملفوظات

چونکہ اب شیخ کے علمی کارناموں کا خاتمہ ہے اس لئے یہاں آپکے بعض حکیمانہ اقوال اور دلآویز فقرے نقل کئے جاتے ہیں جن سے شیخ کی بیدار مغزی اور فضل و کمال اور مختلف خیالات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اس فقیر کو مجلس صحبت میں اکثر اوقات حکمت عملی اور آداب معاملہ کے متعلق بہت کچھ تعلیم فرمایا کرتے تھے اُن میں سے بعض باتیں فقیر کو محفوظ ہیں معرض بیان میں لاتا ہے

(۱) آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس میں کبھی کسی قوم کو برائی سے یاد نہ کرو مثلاً یوں نہ کہو کہ اہل پورب ایسے ہیں اور باشندہ پنجاب اس قسم کے ہیں افغان ایسے اور مغل ویسے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اُس قوم کا مجلس میں موجود ہو اور اپنی قوم کی برائی سُن کر اُس کی حمیت کی رگ حرکت میں آئے اور صحبت درہم وبرہم ہو جائے۔

(۲) عام مجلس میں جمہور کے مخالف ہرگز کوئی بات زبان پر نہ لاؤ گو فی نفسہ صحیح اور درست ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ عام لوگ جب اُسے انکار کے کانوں سے سُنیں گے تو ضرور ہی بیدل ہو نگے اور صحبت مشغص وپریشان ہو جائے گی۔

(۳) اگر تمہیں کسی شخص کی طرف کوئی ضرورت پڑے تو اول اُس کے سامنے ایک شائستہ اور معنی خیز تمہید پیش کرو اور حاجت طلبی میں نہایت سہولت و تدریج سے کام لو یہ نہیں کہ پتھر کی طرح بات کو پھینک مارو اور موقع ومحل نہ دیکھکر بات کو ضائع وبرباد کردو۔

(۴) مرد کو وہ لباس وعادت اختیار کرنا چاہیئے جو اُس کی صفت کمال کا نمونہ ہو مثلاً جو شخص دانشمند ہو اُسے چاہیئے کہ دانشمندوں جیسا لباس زیب جسم کرے اور دانشمندانہ طریقہ سے زندگی بسر کرے اور جو شخص فقیر ہو اُسے فقیرانہ لباس سے تن پوشی کرنا چاہیے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنا مناسب ہی۔

(۵) جب بزرگ اور معزز لوگوں سے ہمکلام ہو تو بیدار اور مختصر تقریر کرو بلکہ یہاں تک ہو سکے صاف صاف لفظوں میں توضیح مطلب کرو اور اُس کے ساتھ ہی کسی قدر آواز بھی بلند واونچی کرو کیونکہ مغلق اور پیچیدہ باتیں بزرگوں کے سامنے پیش کرنا نہایت گستاخی وبے ادبی ہی۔

(۶) مریض کی عیادت سے بڑا مقصود اُسکی رضامندی ہی نہ صرف کیفیت مزاج کی اطلاع۔ یہی کیفیت تعزیت اور سفارش کی سمجھنا چاہیئے پس جوان تمام باتوں کو بجالایا اور صاحب معاملہ کو اپنی محنت پر مطلع نہیں کیا گویا اُس نے اپنی محنت کو ضایع وبرباد کر ڈالا۔

(۷) جب شیخ صاحب یاروں کو رخصت کرتے تو محل وصیت اور مقام تودیع پر یہ بیت اکثر پڑھا کرتے

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف نست | با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

(۸) جو لوگ قدر و منزلت میں تم سے کم درجہ رکھتے ہیں اگر وہ تمہیں ابتدأً سلام کریں تو اسے خداوندی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرو اور اسکا شکریہ بجالاؤ اُنسے نہایت خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ سے

ملاقات کرو اور جوش مسرت کے ساتھ مزاج پرسی کرو کیس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ ادنے التفات سے جبکی وقعت وقدر تمہاری نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوتی حد سے زیادہ خوش ہو جاتے اور قدر وقعت سے دیکھتے ہیں اور اگر تمہاری طرف سے بے التفاتی دیکھتے ہیں تو محزون و غمگین ہو جاتے ہیں ؎

صد ملک دل بہ نیم نگہ میتوان خرید　　خوبان درین معاملہ تقصیر میکنند

(۹) بعض آشنا ذاتی محبت رکھتے ہین کہ اگر تمہاری محبت تدریجاً اُنکے دل مین مستقر ہوتی ہے تو پھر کسی حالت مین کیا خوشی و فراخی کے زمانہ مین اور کیا تنگی وسختی کے وقت مین کبھی اُن کے دل سے نہین جاتی ایسے لوگوں کی محبت بہت غنیمت شمار کرنا اور اُنہیں پیارے فرزندوں سے بھی عزیز تر رکھنا چاہیئے اور بعض آشنا اس قسم کے ہوتے ہیں جنکی آشنائی کا سبب ظہور فضیلت کا نشان ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی حاجت کی وجہ سے تمہارے آشنا بنجاتے ہین تمہین ہر شخص کو جاننا اور ہر ایک کو اُسکی منزلت وقدر میں رکھنا چاہیئے اور کسی پر اُسکے مرتبہ سے بڑھکر اعتماد کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۱۰) عقلاء وحکما کا کام نہیں ہے کہ کسی کام میں صرف استیفائے لذت مقصود ہو بلکہ چاہیئے کہ اُسکے ضمن میں دفع حاجت یا اقامت فضیلت یا اداء سنت واقع ہو۔

(۱۱) بات کرنے رستہ چلنے نشست وبرخاست کرنے میں طاقتوروں کی رسم اور اُنکی عادات استعمال مین لاؤ اگرچہ فی نفسہ ضعیف و ناتوان کیوں نہو اور اگر اتفاقیہ کوئی عیب یا خیانت تم سے ظہور مین آئے تو اُسکے پوشیدہ کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کرو اور تا بہ امکان شرمندہ و خجل رہو بلکہ اپنے تئیں صفت مقابل پر بہ تکلف مستعد وآمادہ کرو تاکہ نفس اُس سے خوگیر نہ ہو۔

(۱۲) ایک مرتبہ کسی شخص نے مخدومی شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ خدا تعالی کا رستہ کیونکر طے کرنا چاہیئے اور کیمیا کا حقیقت مین وجود ہے کہ نہین شیخ ابوالرضا محمد نے یہ خط جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حوالہ کردیا آپ نے اُسکے جواب مین لکھا اِذَا تَرَوَّحَتِ الْاَجْسَادُ وَتَجَسَّدَتِ الْاَرْوَاحُ حَصَلَ الْمَقْصُوْدُ۔

(۱۳) ایک دفعہ شیخ کے ایک مخلص و بے ریا معتقد نے سوال کیا کہ ابنائے روزگار مین کسطرح زندگی بسر کرنا چاہیئے فرمایا کن فی الناس کاحد من الناس پھر اُسنے دریافت کیا کہ حضرت حق تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے فرمایا رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله

(۱۴) ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے اور ہمراہی لوگ نوبت بہ نوبت بہلی پر سوار ہوتے چلے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی باری سے زیادہ سوار ہوتے شیخ صاحب نے اُن لوگوں سے متوجہ ہوکر فرمایا جو بہلی میں سوار تھے کہ آیہ اعدلوا ھو اقرب للتقوی کون سے سیپارہ میں ہے شیخ بدرالحق فوراً اس رمز کو تاڑ گئے اور بہلی سے نیچے اُتر کر کہنے لگے کہ حضرت یعتذرون کا پارہ اس آیت کے پیچھے

(۱۵) شیخ امان اللہ جب کابل کی طرف متوجہ ہونے لگے تو جناب شیخ صاحب سے رخصت ہونے آئے اور دعا کے مستدعی ہوئے فرمایا جس مقام میں قیام پذیر ہو اہل اللہ کے کھوج میں لگے رہو اور جس سالک و مجذوب سے اس معنی کی بو سونگھو اُسکی صحبت کو مغتنم سمجھو چنانچہ شیخ امان اللہ کابل کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے فرمان کے بموجب اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے لیکن جب واپس آئے تو شیخ کے سامنے کھڑے ہوکر یہ بیت بآواز بلند پڑھی ع آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام + بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

(۱۶) شیخ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق مسئلہ معیت سے حظ اُٹھایا اور اپنے ذوق کے مطابق اُس سے حصۂ خاص لیا ہے جو گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے علم قدرت سمع و بصر کے ساتھ سب کو محیط ہے اُنکی دلیل یہ ہے ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم الخ ایک فریق کا اِس پر اعتقاد ہے کہ ہر فعل و انفعال اور ہر حرکت و صفت جو عالم میں ظہور پذیر ہے سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اُسکی دلیل ایک تو یہ آیت ہے قل کل من عند اللہ دوسری یہ آیت وما بکم من نعمۃ فمن اللہ اور ایک جماعت ہمہ اوست کی قائل ہے اُن کی دلیلیں یہ ہین کل شیئ ھالک الا وجہہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن اور ایک فریق حق کو حق مین دیکھتا ہے لیکن اس مقام کی اظہار حقیقت سے عبارت محض قاصر و عاجز ہے۔

(۱۷) لوگ جانتے ہین کہ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا ایک نہایت دشوار و سخت بات ہے کیونکہ جس قدر اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کیا جائے گا ہنوز تھوڑا ہے لیکن مین کہتا ہوں کہ بر والدین بہت ہی سہل و آسان امر ہے کس لئے کہ والدین اپنی اُس پہلے درجہ کی شفقت و مہربانی کیوجہ سے جو اُنہین قدرتی طور پر اولاد سے ہوتی ہے ادنیٰ درجہ کی دلجوئی سے رضامند ہو جاتے اور تھوڑی سی چیز کو بہت شمار کرتے ہین۔

(۱۸) جب خدا تعالیٰ کسیکو کوئی کیفیت و حالت عنایت فرمائے تو تا بہ امکان اُسکی کافی طور پر نگہداشت کرے اور اُسکی نگہداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تئین کسی چیز مین مشغول نہ کرے اور جس متبرک جگہ سے کہ یہ کیفیت

حاصل ہوئی ہے اُسے چھوڑے علیٰ ہذا القیاس جس ہیئت پر نشست رکھتا ہے اُسے جہانتک بن سکے بدلے اور بجز اس کے تمام باتون کو یکلخت ترک کر بیٹھے جیسا کہ حافظ شیرازی کہتے ہین ؎

اینجا فنون شیخ نیرزد بہ نیم جو   دل را بدست آر ہمین مشرب است بس

(۱۹) ایک مرتبہ تمباکو کی نسبت ذکر چھڑ گیا شیخ نے گو اسکی حرمت کی توضیح و تفسیر نہین فرمائی لیکن قباحت و شناعت کے بہت سے شواہد ذکر کئے منجملہ اُن کے ایک یہ قصہ نقل کیا کہ لاہور مین دو عزیز سکونت رکھتے تھے ایک انتہا درجہ کا فاضل اور جامع کمالات تھا نیز علوم وہبی و کسبی مین کلو پورا اقتدار رکھتا تھا لیکن تمباکو سے احتراز نکرتا تھا۔ دوسرا اگرچہ محض اَن پڑھ اور عامی درویش تھا مگر تمباکو سے ہمیشہ محترز رہتا تھا ایک رات دونون نے اپنی اپنی جگہ واقعہ مین دیکھا کہ گویا یہ درویش عامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس مین نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے اور اُس فاضل کو مجلس نبوی مین بیٹھنے کی اجازت نہین ملتی ہے آخرکار اسی عامی نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ اس فاضل درویش کو مجلس مین آنے کی اجازت کیون نہین دیجاتی جواب دیا کہ چونکہ یہ شخص تمباکو پیتا ہے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کراہت رکھتے ہین اسوجہ سے اُسکی شرکت اس مجلس مین پسند نہین فرماتے جب صبح ہوئی تو اس عامی نے بمقتضائے ہمدردی رات کے واقعہ کی تبلیغ کرنی چاہی لیکن جون ہی اُس فاضل کے گھر مین داخل ہوا دیکھا کہ وہ پُرنم آنکھون سے آنسوون کی ندیان بہا رہا ہے اور ایک سخت رنج والم مین بھرا بیٹھا ہے جب اس نے اس روتے اور اندوہ وغم کا سبب دریافت کیا تو ہی مجلس نبوی مین شریک ہونے کی عدم اجازت بیان کی اس نے کہا عزیز من! تمہین خوش ہونا چاہئے کیونکہ مین نے اہل مجلس سے اسکا سبب دریافت کر لیا ہے اور وہ تمباکو کا پینا ہے فاضل درویش نے یہ تقریر سنتے ہی حقہ اور نَے کو چور چور کر ڈالا اور حقہ کشی سے توبۂ نصوح کر لی۔ آنے والی شب کو پھر دونون نے ایک ہی ساعت مین خواب دیکھا کہ گویا فاضل آنحضرت کی مجلس مین موجود ہے اور تمام لوگون سے آگے آنحضرت کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا ہے آپ نہایت مہربانی کے ساتھ اُسکی طرف ملتفت ہین اور بیحد عنایتین فرما رہے ہین۔

(۲۰) شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے دوستون مین ایک عزیز گو تمباکو سے احتراز کرتا تھا لیکن مہمانون کے پینے کے لئے حقہ و نَے گھر مین رکھتا تھا ایک مرتبہ اُس نے خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے مکان مین تشریف لائے ہین لیکن مکان مین داخل ہونے کے بعد ہی ایک نفرت و کراہت کے ساتھ مراجعت

فرمائی یہ شخص آنحضرت کی یہ نفرت دیکھکر آپ کے عقب مین دوڑا اور نفرت و کراہت کا سبب دریافت کیا فرمایا تیرے گھر مین حقہ نے چلم موجود ہے اور ہمین ان چیزون سے سخت نفرت ہی۔

(۲۱) فرماتے ہین کہ ہمارے محلہ مین ایک خیاط سکونت رکھتا تھا ایک دن مین نے ایک آدمی بھیجکر اُسے بلایا معلوم ہوا کہ وہ دفعۃً مرگیا ہے اور اُسکے متعلقین گریہ وزاری مین مصروف ہین لوگ غسل وکفن کا انتظام کر رہے ہین۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے جامع مسجد کی طرف جانے کا اتفاق ہوا دیکھتا ہون کہ وہی درزی بازار مین کھڑا باتین کر رہا ہے مجھے اسوقت نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی اور جب اُسکا واقعہ سُنا تو اور بھی تحیر ہوا اُسنے بیان کیا کہ مین اسی محلہ کے ایک تنگ گلی مین چلا جاتا تھا کہ دیکھتا ہوں ڈراونی شکل کے دو آدمی نہایت غیظ وغضب مین بھرے ہوئے میری طرف بڑھے چلے آرہے ہین جنکی ہیبت و رعب میرے دل مین اسقدر بیٹھ گیا کہ سر سے پاؤن تک تھر تھر کانپنے لگا اُن مین سے ایک شخص نے آگے بڑھکر میرے اس زور سے طمانچہ مارا کہ مین بیہوش ہوکر گر پڑا گویا بظاہر مین مرگیا تھا لوگ مجھے بمشکل گھر لائے اور تجہیز و تکفین کی تیاریان کرنے لگے لیکن مین اسی اثنا مین دیکھتا ہون کہ وہ دونون پُرشوکت و ہیبت شخص مجھے لئے جاتے ہین یہانتک کہ مین ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہان بہت سے لوگون کے جمگھٹے لگے ہوئے تھے اور جنکی شکل وشمائل او رہیئت وصورت بنی آدم کی صورت سے بالکل علیحدہ اور ممتاز تھی لوگون کے غول اور جمگھٹے کے بیچ میں ایک نہایت مکلف تخت تہا جسپر ایک سردار بڑی شان وشوکت سے بیٹھا ہوا تہا۔ ان دونون شخصون نے مجھے اُس سردار کے سامنے پیش کیا لیکن اُسنے میری صورت دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہ شخص نہین ہے جسے مین نے بلایا تہا اسے وہین پہنچا آؤ جہان سے لائے ہو وہ لوگ مجھے ہمراہ لیکر واپس آتے ہی تھے کہ عقب سے کسی نے باواز بلند پکارا اس شخص کو یہان لاؤ یہ حقہ پیتا ہے چنانچہ وہ دونون شخص مجھے پہر اُس رئیس کے سامنے لیگئے اور لوہا آگ مین لال کرکے میرے گھٹنے کو داغ دیا جس کی تکلیف سے مین چونک پڑا آنکھ کھولکر دیکھتا ہون تو عزیز و اقارب مجھے غسل دیکر کفن مین لپیٹنا چاہتے ہین۔

(۲۲) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ ایک دن شیخ صاحب مجھسے بیان فرمانے لگے کہ سید علیم اللہ نے جو شیخ آدم قدس سرہ کے اکابر اصحاب مین ایک نہایت ہی مقتدر اور جلیل القدر شخص ہین اور جن کے فضل وکمال اور علمی کارنامون کو شہرت عام نے ضرب المثل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ قوم کے

اکثر معززین اُن کے ایک ایک بات کو فخریہ استعمال کرتے ہین تمباکو کی حرمت مین ایک نہایت پُر زور اور جوشیلا رسالہ لکھا اور دو افغانیون کی معرفت علماء دہلی کے پاس روانہ کیا سب سے پیشتر وہ رسالہ میرے سامنے پیش کیا گیا جس مین آیہ یوم تاتی السماء بدخان مبین اور ان ہی جیسے اور چند دلائل سے تمباکو کی تحریم مین استدلال کیا گیا تھا مین نے اُن دونون شخصون کو جواب صاف دیدیا کہ جس قدر استدلالات مین نہایت کمزور ضعیف ہین ایسی سخیف اور بودے استدلالات سے کچھ کام نہین چلتا ازان بعد مین نے اُن بے سروپا اور غلط روایتون کی نہایت تفصیل کے ساتھ تردید کی اور آیت کی تفسیر مین وہ اقوال پیش کئے جو معتبر و مستند مفسرین نے بیان کئے ہین اگرچہ میری یہ تمام تقریر دلسوزی اور خیر خواہی سے لبریز تھی لیکن اُن دونون افغانیون نے رغبت کے کانون سے نہین سُنی اور ناخوش ہوکر مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ملا یعقوب کے درسگاہ مین پہنچے جو دہلی کے فضلا مین اگرچہ ایک مشہور اور مسلم الثبوت فاضل تھا مگر تمباکو پینے کا سخت عادی تھا یہ لوگ جب اُن کی مجلس مین پہنچے اور اُسے برسر مجلس حقہ پیتے دیکھا تو انکار و اعتراض سے پیش آئے ملا یعقوب نے کہا کہ مین حقہ برسر مجلس اسی لئے پیتا ہون کہ لوگون کو اسکی اباحت معلوم ہو جائے اور اگر کسی کو حقہ کے مباح ہونے مین شبہ ہو تو بسم اللہ پیش کرے سید علیم اللہ کے فرستادون نے نہایت جرأت و بیباکی سے کہا کہ چونکہ اس مسئلہ کا ماخذ موجود ہے اس لئے اسکا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اصول روایت و درایت دونون سے حل ہو سکتا ہے چنانچہ اسکے بعد اُنھون نے رسالہ کی چند فقہی روایتین اور حدیثین پیش کین جنہین ملا یعقوب نے ادنے توجہ کے ساتھ رد کردیا دونون مغموم و محزون ہوکر پھر میرے پاس آئے اور مناظرہ کی ساری کیفیت دوہرائی مین نے کہا عزیزان من! تمہارا دعوئے تحریم پھر اسپر ان بے سروپا اور ضعیف روایات سے استدلال کرنا حقیقت مین اسی قابل تھا جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔ لیکن اب تم ملا یعقوب کے پاس جاؤ اور آیہ یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک کا شان نزول دریافت کرو جب تم یہ سوال پیش کروگے تو ملا یعقوب فوراً جواب دیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محترمہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے گھر مین شربت شہد تناول فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے حضرت زینب سے رشک کرکے اس بات پر باہم مشورہ کیا کہ آج جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف لائین وہ ایک افسوسناک لہجے مین عرض کرے کہ حضور کے مُنہ مبارک سے گندنے کی بو آتی ہے چنانچہ تمام محترم بی بیون نے متفق ہوکر یہی بات کہی جس کے جواب مین حضرت نے فرمایا مین نے گندنا تو نہین

کھایا ہے البتہ شہد کا شربت پیا ہے۔ اسپر بی بیون نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھی گندنے کے درخت پر بیٹھی ہوگی اسپر آنحضرت نے اپنے حق مین شہد حرام ٹھرا لیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب ملا یعقوب آیت کے شان نزول کی بابت یہ تقریر کر چکے تو تم دریافت کرنا کہ آخر اس کی علت کراہت کیا تھی ملا یعقوب بجز اس کے اور کچھ کہہ ہی نہ سکے گا کہ علت کراہت بدبو تھی اسوقت تم پوچھنا کہ حدیث شریف مین جو تواتر آیا ہے کہ من اکل ھاتین الشجرتین فلا یقرب مسجدنا تو یہان علت نہی کون چیز ہے اسکے جواب مین ہی ملا یعقوب یہی کہے گا کہ بو سے بد اسپر تم بے دھڑک ہوکر پوچھنا کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ حضرت خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت رکھتے تھے۔ صحیح ہے کہ نہین اگر صحیح ہے تو ہم پوچھتے ہین کہ تمباکو مین بدبو ہے کہ نہین ملا یعقوب اگر اس سے انکار کر جائے اور کہہ بیٹھے کہ تمباکو مین بدبو نہین ہے تو تم کہنا کہ جن لوگون نے مدت العمر تمباکو نہین پیا ہے اُن سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اُسکی بو دماغ کو اچھی معلوم ہوتی ہے یا بُری اور جب یہین ہوئے بد ہوتا ثابت ہوتا ہے تو محتاط اور اہل ورع وتقوی کے مناسب حال یہی ہے کہ تمباکو پینا ترک کردین چنانچہ یہ دونون شخص ملا یعقوب کے پاس گئے اور تقریر کا سلسلہ اُسی اسلوب پر چھیڑا جس طرح کہ واجب الاحترام شیخ نے تعلیم کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا یعقوب کو ان باتون کا اعتراف کرنا پڑا فوراً چلم و نَے کو چور چور کر ڈالا اور ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

شیخ کے مکتوبات

شیخ کے ملفوظات اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہین اُن سے آپ کے علم وفضل وبزرگی اور علمی کمالات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے شیخ کے حکیمانہ اقوال اور دل آویز مقولون کی فہرست اگرچہ ایک نہایت طول طویل فہرست ہی لیکن ہم نے آپ کے صرف اُنہین نتیجہ بخش اور حکمت آمیز فقرون کو قابل انتخاب سمجھا ہے جنسے عام لوگ زیادہ متمتع ہو سکتے ہین۔ آپ کے مکتوبات بھی نہایت مفید اور کارآمد ہین مگر چونکہ وہ بالکل ادبی ہین اسلئے اردو زبان مین اُنکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہین اور نمونے کے طور پر کسی مکتوب کو اردو کے قالب مین ڈھال کر ناظرین کے سامنے پیش کیا بھی جائے تو افسوس ہے کہ عام لوگ اُس سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھا سکین گے اسوجہ سے ہم نے اُنہین دانستہ انتخاب کے قابل نہین سمجھا امید کہ معزز ناظرین ہمین اس بات کا الزام نہ دینگے کہ ہم نے شیخ کے مکتوبات کیون نہین قلمبند کئے۔ علاوہ ازین آپ کے نصائح خیز وعظ اور عبرت انگیز کلمات کتابون مین اِس کثرت سے پائے جاتے ہین کہ ہم فیصدی پانچ کے انتخاب کی بھی گنجایش نہین دیکھتے یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے موثر وعظ سے قوم کو بہت کچھ فائدہ

پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ ہم اس موقع پر اسبابت کچھ بھی نہین لکھ سکتے وجہ یہ کہ کتاب ضخیم ہوئی جاتی ہے اور ہنوز ہمین اس کے متعلق بہت کچھ لکھنا باقی ہے چنانچہ ہم شیخ کی ازدواج و اولاد کا ذکر کر کے اس عنوان کو ختم کرتے ہین۔

شیخ کی ازدواج

محترم و بزرگ شیخ کے دو نکاح ہوئے تھے اور غالبًا پہلا نکاح آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے زمانۂ زندگی مین ہوا تھا۔ اگرچہ اسبارہ مین ہماری واقفیت بالکل محدود ہے کہ جن محترم اور عمدہ بی بی سے آپکا پہلا نکاح ہوا وہ کس خاندان کی چشم و چراغ تہین اور اُن کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا لیکن نکاح ثانی کی نسبت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ جناب مخدومی شیخ محمد قدس سرہ کی محترم و معزز صاحبزادی تہین جیسا کہ خود شیخ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مرقد منور کی زیارت کے لئے گیا۔ مین ایک اونچے چبوترہ پر کھڑا ہوا تہا جو آپ کے مزار کے بہت ہی متصل تہا کہ دفعۃً خواجہ کی روح پاک ظاہر ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے ہان ایک ہونہار لڑکا پیدا ہوگا تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا لیکن چونکہ میری بی بی سن ایاس کو پہنچ چکی تہین اور عادتًا ایسے وقت مین اولاد کا ہونا تعجب تہا اسوجہ سے مین خواجہ کا یہ ارشاد سُنکر حیران ہوگیا کبھی تو مین اپنی بی بی کی حالت کو دیکھتا تھا اور کبھی خواجہ کے ارشاد پر غور کرتا تھا آخر مین نے اپنے دل مین فیصلہ کیا کہ اس لڑکے سے خواجہ کی مراد پوتا ہوگا جون ہی میرے دل مین یہ خیال گذرا خواجہ نے فورًا تاڑ لیا اور فرمایا جو تم نے خیال کیا ہے میری مراد یہ نہین ہے بلکہ خاص تمہارے صلب سے لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ اسکے تھوڑے دنون بعد میرے دل مین دوسرے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی اور ولی اللہ لڑکا متولد ہوا اگرچہ اول اول یہ واقعہ مجھے بالکل نسیًا منسیًا ہوگیا اور اسی وجہ سے اُسکا نام تمام خاندان مین ولی اللہ مشہور ہوگیا لیکن کچھ زمانہ گذر جانے کے بعد جب مجھے یاد آیا تو مین نے اُس کا نام بدلکر قطب الدین احمد رکھا۔

اسی واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب بہ تبدیلی چند الفاظ اسطرح قلمبند فرماتے ہین کہ جب میرے والد ماجد زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو آپ پر منکشف ہوا کہ ایک اور لڑکا میرے ہان پیدا ہوگا چنانچہ آپ کے دل مین نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ مخدومی شیخ محمد قدس سرہ نے یہ ماجرا معلوم کیا تو باوجودیکہ اپنی محترم و عزیز لڑکی کو آپ کے نکاح مین دینا سرمایۂ فخر سمجھا کہ وہ فخر خاندان و قوم لڑکا میرے ہی پارہ جگر کے

بطن سے پیدا ہو لیکن جب یہ کد خدائی متحقق ہو چکی تو بعض سوختہ جگر نفاق پیشہ لوگوں نے بطریق طعن کہا کہ شیخ کو اس سن وسال میں کد خدائی مناسب نہ تھی۔ شدہ شدہ یہ باتیں آپ کے کان تک پہنچیں فرمایا ان لوگوں سے کہدینا چاہئے کہ ابھی میری زندگی کا زمانہ بہت کچھ باقی ہے اور کئی فرزند جو دنیا میں آنیوالے ہیں چنانچہ اس شادی کے بعد آپ سترہ سال تک زندہ رہے اور دو فرزند پیدا ہوئے۔

شیخ کے حالات زندگی میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن سے کہیں اسبات کا پتہ نہیں چلتا کہ آپکی پہلی بی بی کے بطن سے کے اولادیں پیدا ہوئیں لیکن اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحبزادے صلاح الدین نام پیدا ہوئے تھے جو بڑے ہو کر فوت ہو گئے اور جوانی لڈ ... کے پورے فوٹو تھے۔ دوسری ممتاز و محبوب بی بی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے جناب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ جنکی فرزندی کے انتساب نے نہ صرف جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلکہ تمام خاندان کو دنیا میں روشناس کر دیا ہے اور جن کے فضل وکمال کی شہرت نے اُس روشناسی کو اور بھی چمکا دیا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اس عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کا اعزاز و اقتدار ان ہی کے نام سے قائم ہے جو آجتک دونوں کو زندہ کئے ہوئے ہے اور بلحاظ اُس پیشین گوئی کے جو ایک موقعہ پر شیخ عبدالرحیم صاحبنے ایک طولانی دعا کے وقت کی تھی عجب نہیں کہ قیامت تک زندہ رہے اُسکا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں "مجھے الہام ہوا ہے کہ تیرا سلسلہ دنیا میں قیامت تک باقی رہے گا اور اُس میں کبھی انقطاع واقع نہ ہوگا"

شیخ کے لائف کے متعلق جس قدر ضروری حالات ہمیں اس مقام پر نقل کرنے تھے مختصراً ذکر کر آئے لیکن آپ کے بعض حالات ایسے بھی ہیں جو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے واقعات سے وابستہ ہیں لہذا اب ہم شیخ کی سوانح عمری آپ کے انتقال اور بعض اسباب انتقال پر ختم کرتے ہیں اور بعض وہ حالات جو اس باب میں تحریر ہونے سے رہگئے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف میں معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کرینگے۔

شیخ کا انتقال

محترم و بزرگ شیخ نے جس وقت اِس ناپائدار اور بے ثبات دنیا سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا ہے

ابتدائے مرض

اس وقت زندگی کے بیشتر مرحلے طے کر چکے تھے۔ آپکے ابتداء مرض کی کیفیت یون بیان کی گئی ہے کہ پہلے پہل خفیف سی تبخیر ہوئی اسی اثنا مین رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور آپ نے بدستور سابق صیام وقیام کو بڑی جرأت وآزادی کے ساتھ ادا کرنا شروع کیا مگر جون جون زمانہ گذرتا گیا مرض اشتداد پکڑتا گیا یہانتک کہ اچھی خاصی تپ ہوگئی۔ یہ امر نہ صرف تعجب بلکہ نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہی کہ شیخ کی مرض مین اگرچہ شدت بڑہتی جاتی اور کرب وبیچینی المضاعف ہوتی جاتی تہی لیکن آپکا صیام وقیام پر وہی اہتمام تہا جو حالت تندرستی مین ہر چند کہ قانون شریعت نے افطار کی اجازت پہلے ہی سے دیدی ہی کیونکہ آپ شیخ فانی تھے اور روزہ کی بالکل طاقت نہ رکھتے تھے قطع نظر اس کے مریض بھی تھے مگر آپ کی شب بیداری اور روزہ مین کسی قدر بھی فرق نہ پڑتا تہا جب آپکے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ اور دیگر معززان اہل بیت آپ سے دریافت کرتے کہ حضرت! باوجود شرعی رخصت کے اس قدر سختیون اور رنج وتکلیفون کے جھیلنے کا سبب کیا ہے تو فرماتے کہ روزہ رکھنے کی حالت مین اس سے بڑھکر اور کچھ نہین کہ مین ضعف کی وجہ سے بیہوش ہو جاؤن اور چونکہ بیہوشی کی مجھ مین پہلے ہی عادت ہی اس لئے مین ایک خفیف سی تکلیف کے مقابلہ مین عظیم الشان ثواب سے محروم رہنا پسند نہین کرتا لیکن جب شوال کا مہینا آیا تو دفعۃً اشتہا ساقط ہوگئی اور انتہا درجہ کا ضعف غالب ہوا ہیضہ کے آثار نمودار ہوئے اور امید زیست بالکل منقطع ہوگئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہی کہ ان ایام مین مین آپکے پاس ہر وقت حاضر رہتا تہا ایسے نازک اور خطرناک اور نہایت کرب وبیچینی کے وقت مین بہی علے الاتصال آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم مگر پہر چند روز ہی مین آپکی طبیعت مین ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا جس سے کسی قدر صحت کی امید ہوگئی اور فی الجملہ مرض مین تخفیف حاصل ہوئی یہانتک کہ صفر المظفر کے ابتدائی تاریخون مین پہر مرض نے معاودت کی اور مرض کی بیچینی واضطراب کی یہانتک نوبت پہنچی کہ آپ کو کسی پہلو اور کسی کروٹ چین ہی نہ پڑتا

انتقال

تہا اور آناً فاناً آپ کے چہرے پر آثار تغیر نمایان ہوتے تھے صبح کی پو پھٹنے سے پہلے آپ پر موت کے آثار نمودار ہوئے لیکن اس شدت اور کرب کے وقت بھی آپ کی ہمت عالی اسطرف مائل تھی کہ نماز فجر فوت نہو چنانچہ اُسی عالم بیہوشی مین چند مرتبے آپنے حاضرین سے دریافت کیا کہ صبح صادق ہوگئی ہے کہ نہین حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ ہوا ہی چاہتی ہے لیکن جب آپ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوکر چھلکنے

لگا تو آپ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر ہنوز تمہاری نماز کا وقت نہیں آیا تو نہ سہی ہماری نماز کا وقت آپہنچا ہے اسوقت آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے مجھے قبلہ رخ کر دو چنانچہ لوگوں نے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل کی۔ اگرچہ وقت میں شبہ تھا لیکن آپ نے اشاروں سے نماز فجر ادا کی اور اسکے بعد اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوئے اور اسی حالت میں ودیعت حیات کارکنان قضا کے ہاتھوں سپرد کی۔

بارہویں صفر روز چہارشنبہ ۱۱۳۱ ہجری عہد فرخ سیر میں ۷۷ سال کی عمر میں بمقام دہلی فوت ہوئے اور مہندیوں میں دفن کئے گئے۔ آپکے انتقال کے پچاس روز بعد فرخ سیر گرفتار ہوا اور دہلی میں ایک عام ہیجان اور عظیم الشان تہلکہ پڑ گیا۔ آپکو فتح چتوڑ کا قصہ اور مسجد جامع دہلی کی تعمیر کا زمانہ اچھی طرح یاد تھا

باب دوم
شیخ ابو الرضا محمد

شیخ ابو الرضا محمد۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے فرزند رشید اور حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے بڑے بھائی ہیں۔ ابتداء میں شیخ عبد الرحیم صاحب کی اتالیقی آپ ہی کے سپرد تھی جسے آپ نے نہایت قابلیت اور دلسوزی کے ساتھ ادا کیا شیخ عبد الرحیم صاحب نے جسطرح آپکے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی اسیطرح عام اخلاق و عادات اور مجلسی کمالات بھی حاصل کئے اگرچہ شیخ عبد الرحیم کی تعلیم پر دیگر ماہرین فن بھی چار سال کی عمر سے مقرر تھے اور آپکے اطوار و عادات کی عمدہ طور پر نگرانی بھی کرتے تھے لیکن پوری پوری خدمت تربیت شیخ ابو الرضا محمد ہی کے ہاتھ میں تھی اور آپکو بچپن ہی کے زمانہ سے شیخ عبد الرحیم پر خاص توجہ تھی بمقابلہ شیخ عبد الحکیم اور اس خاندان کے دیگر صاحبزادوں کے جو علمی کمالات شیخ عبد الرحیم صاحب کو حاصل ہوئے سچ پوچھئے تو اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا جو شیخ ابو الرضا محمد کے سایہ عاطفت میں حاصل ہوئی

شیخ ابو الرضا محمد کی ولادت طفولیت سن رشد تعلیم تربیت حلیہ وغیرہ

ولادت

شیخ وجیہ الدین شہید کے نامور اور بلند اقبال صاحب زادے شیخ ابو الرضا محمد کا سن ولادت بجز کسی تذکرہ خاص یا آپ کے زندگی کے حالات و واقعات سے معلوم

نہین ہوا[51] لیکن مستند کتابون سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہو کہ آپنے محرم کی تیرہ تاریخ سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین اس جہان سے رخصت ہو کر سفر آخرت قبول کیا اور یہ بہی تحقیق ہو کہ جس عہد مین ابو المظفر شہاب الدین محمد شاہجہان ہندوستان کے وارث تخت و تاج کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تہا اور سلطنت کا عروج معراج کمال پر پہنچا ہوا تہا اُس زمانہ مین شیخ ابو الرضا محمد پیدا ہوئے جس زمانہ مین شیخ ابو الرضا پیدا ہوئے اُسوقت آپکے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی معمولی حالت تہی کیونکہ شاہی دربار سے اُس وقت تک آپکو کوئی معزز و ممتاز منصب حاصل نہین ہوا تہا اسلئے کہا جا سکتا ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد کا زمانہ طفولیت معمولی حالت مین تہا لیکن اسکے چند برس بعد جو زمانہ آیا وہ شیخ ابو الرضا محمد کے حق مین نہایت برکت اور خوشی کا زمانہ تہا کیونکہ جب شاہجہان بادشاہ کا اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈہلتا ہوا سورج تہا۔ اور اورنگ زیب کی بلند اقبالی کا آفتاب نصف النہار تک پہنچگیا تہا تو جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کو شاہی دربار مین بہت بڑا اعزاز و اقتدار حاصل ہو گیا تہا۔

تعلیم و تربیت

شیخ ابو الرضا محمد کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی اور خدمات اتالیقی کن علمار کے حوالہ کیگئی یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہو کیونکہ کسی تذکرہ اور تاریخ سے اِسکا پتہ نہین چلتا لیکن تاہم شوارق المعرفۃ کے ایک مختصر نوٹ سے اِسقدر ضرور پتا لگتا ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد نے تمام ظاہری علوم حافظ بصیر سے حاصل کئے جو عہد شاہجہان مین ایک بڑے نامور اور مشہور فاضل تھے اور حقیقت مین جامع علوم و فنون تھے حافظ بصیر کے علاوہ اُس زمانہ مین دیگر ماہرین فن اور اہل کمال بہی موجود تھے جنکی علمی روشنی نے شاہجہان آباد کو اِس سرے سے لیکر اُس سرے تک چمکا دیا تہا ممکن ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد نے دیگر مجتہدین فن سے بہی علمی سرمایہ حاصل کیا ہو بہر صورت آپکی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی کیونکہ آپکی حالت زندگی پر جہانتک نظر ڈالی جاتی ہو اُن سے تمام علوم و فنون مین آپکا اعلےٰ درجہ کا کمال ظاہر ہوتا ہو۔ شوارق المعرفۃ مین لکہا ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد متعدد علوم مین اعلےٰ درجہ کا کمال رکہتے تہے اور اِسے فطرت کی بخشش و عنایت سمجہنا چاہئے کہ آپکا ذہن و حافظہ اِس بلا کا تہا کہ ایک ہی زمانہ مین مختلف علوم تحصیل کرتے تہے' جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہو کہ شیخ ابو الرضا محمد کے تمام علوم و فنون حقیقت مین وہبی علوم تہے اور قدرتاً آپ مین جملہ علمی کمالات پہلے ہی سے موجود تھے لیکن چونکہ آسمانی قوانین تحصیل صوری پر جاری ہین اِسلئے آپنے بظاہر علمار کی خدمت مین حاضر ہو کر علوم کی تحصیل کی اور چند روز کے عرصہ مین اہل کمال

[51] مگر آپکے واقعات انتقال پر نظر ڈالنے اور اُن حالات کے پڑہنے سے صاف معلوم ہوتا ہو جو آپکے مرض موت کے متعلق بیان کئے گئے ہین کہ آپ سنہ ۱۰۴۸ ہجری مین پیدا ہوئے کیونکہ آپکا انتقال محرم کی ۱۳ تاریخ سنہ ۱۱۰۱ ہجری مین ہوا اور انتقال کیوقت آپکی عمر ٹہیک ترپن برس کی تہی حسابی قاعدہ سے جب ترپن سال سنہ ۱۱۰۱ سے تفریق کئے جاتے ہین تو سنہ ۱۰۴۸ باقی رہتے ہین اسلئے آپکا سن ولادت ٹہیک سنہ ۱۰۴۸ ہجری ہوا ۱۲ منہ

کے زمرہ میں شمار کئے جانے لگے۔

علوم باطنی

الغرض جب آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر چکے اور علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوگئے تو حضرت خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید جناب خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمالات باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ اول اول اگرچہ آپ بصوابدید والد بزرگوار اس زمانہ کے امرا سے ملتے جلتے تھے اور شاہی دربار سے ایک معزز و ممتاز عہدہ بھی آپکے نامزد ہو گیا تھا لیکن دفعۃً آپکی فطری استعداد ظہور پذیر ہوئی اور آپنے عزلت نشینی۔ تجرید تام۔ توکل کلی ہر حال میں سنت نبوی پر عمل کرنا اختیار کیا اور یکلخت ابنائے دنیا حتی کہ عزیز و اقارب سے بھی ملنا جلنا ترک کر دیا۔ ایک مشہور روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جب آپنے تمام دنیاوی تعلقات سے دست برداری کی تو اپنی محترم بی بی سے فرمایا کہ مونس من! جس رستہ کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ ایک نہایت ہی خطرناک اور دشوار گذار رستہ ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ جو سختیاں اور شدتیں ہمیں اس راہ میں جھیلنی پڑینگی وہ سخت جگر خراش اور جانگزا ہونگی پھر باوجود کثرت شدائد و متاعب کے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس راہ کو چھوڑ کر کوئی اور راہ چلیں پس اگر تم اس دردناک مصائب اور المناک مشقتوں کو اختیار کرتی اور لذیذ و مزیدار غذاؤں قیمتی اور فاخر لباس سے پہلو تہی کرنا چاہتی نیز قبائل و عشائر سے قطع تعلق کرنا چاہتی ہو تو ہماری رفاقت میں رہ سکتی ہو ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ ممتاز و محترم بی بی نے آپکی یہ تقریر سنکر تمام زیورات اور کپڑے جسم سے علیحدہ کر دیئے اور ایک نیلی پیرہن زیب بدن کر کے آپکی رفاقت کی اور دنیا کی آسائش و راحت اور تجملات پر لات مار کے راہ مولا میں قدم فرسائی شروع کر دی۔

عزلت نشینی

شیخ ابوالرضا محمد نے جب اپنی مونس و غمگسار بی بی کو اس حالت میں بھی اپنا مونس و غمخوار پایا تو خالی ہاتھ والدین کے گھر سے نکلے اور فیروز آباد کی مسجد کے متصل ہی ایک تیرہ و تنگ حجرہ مرتب کر کے سکونت اختیار کی اس زمانہ میں اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ آپ پر تین تین فاقے متواتر گزر جاتے تھے اور اگر کبھی سد رمق میسر بھی ہوتا تھا تو جو کی روٹی اور چھاچھ کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا جو کبھی کبھی محمد جان یا اور کوئی نیازمند خدمت اقدس میں حاضر کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ ہمیشہ نہایت قلیل مقدار اس میں سے تناول کرتے اور باقی فقرا کو علے السویہ تقسیم فرما دیتے۔ آپکے مکان میں چولہا چکی ہنڈیہ وغیرہ کوئی چیز نہ تھی اور نہ آپنے ان چیزوں کے فراہم کرنے میں کبھی کوشش کی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خدا تعالی نے بغیر کسی سبب و ذریعہ کے اپنی برکت ظاہر فرمائی اور اپنے بندوں کے دلوں کو آپکی طرف متوجہ کر دیا دیکھتے دیکھتے

ایک نہایت خوشنا اور عالیشان حویلی بڑی شان و شوکت سے آپکے لئے طیار کی گئی اور معاش میں تمام کمال توسیع ہوئی۔

شیخ ابو الرضا محمد خود اپنا ایک ابتدائی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر تھا کہ شیخ تاج سنبلی کے اصحاب میں سے ایک فقیر آیا جو تجرید و بے اسبابی میں انتہا درجہ کا کمال رکھتا تھا شیخ تاج حضرت خواجہ محمد باقی کے معزز و مقتدر خلیفہ تھے) چونکہ آپ پر غیبت قوی غالب تھی اسوجہ سے جو بات خواجہ خرد اُس سے دریافت کرتے تھے اُس کا جواب بہت ہی رُک رُک کے دیتا تھا اسی اثنا میں خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ جو شخص معرفت خدا کا طالب ہو اُسے اِس جوانمرد کی صحبت اختیار کرنا چاہیے خواجہ کی یہ تقریر سنتے ہی اُس فقیر سے اخذ طریقت کرنے اور بیعت کرنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور ایک بے اختیاری جوش کے ساتھ میں اُسکی طرف بڑھا لیکن اِس کے ساتھ ہی میں نے احتیاطاً اپنے فوری جوش کو دبایا اور استخارہ کر کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہوا خواب میں مجھے دکھائی دیا کہ گویا حضرت غوث الاعظم ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا کی سیر کر رہے ہیں اور میں دریا کے کنارہ پر آپکی پس پشت کھڑا ہوا ہوں ایکا ایکی آپ میری طرف متوجہ ہوئے چونکہ آپکے ایک ایک بال سے شعاعیں بڑی تیزی کے ساتھ چمک رہی تھیں اسلیئے نظروں میں خیرگی اور چکا چوند پیدا ہوتی تھی حضور نے خود مجھے پکارا کہ شیخ ابو الرضا محمد یہاں آؤ۔ یہاں تک پہنچکر مجھے ہول ہو گیا اور میں نہیں کہسکتا کہ اسکے بعد کیا ہوا لیکن اسقدر اثر میں نے اپنے دل میں ضرور پایا کہ اُس فقیر کی محبت میرے دل میں نام کو باقی نہیں رہی اور خود حضرت غوث الاعظم کی جناب سے استفادہ کا دروازہ مفتوح ہوا۔

فرماتے ہیں ایک اور مرتبہ میں نے جناب غوث الاعظم کو خواب میں دیکھکر عرض کیا سیدی میں ایک ایسے شخص سے بیعت کرنا چاہتا ہوں جس نے آپسے اخذ طریقت کیا ہو۔ فرمائیے کہ کون شخص اسبات کے قابل ہو فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب تمہیں جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سعادت بیعت حاصل ہونے والی ہو چنانچہ مجھے اُس موقع کا بہت تھوڑا انتظار کرنا پڑا کہ ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا میں ایک ایسے رستہ پر جا رہا ہوں جہاں کوئی دوسرا آمد و رفت کرنے والا نہیں ہو لیکن ہاں گذرنے والوں کے قدم کے نشانات برابر محسوس ہوتے ہیں چنانچہ میں انہیں قدموں کے آثار پر رستہ طے کرنے لگا تھوڑی دور جا کر دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت صبیح و ملیح شخص جسکی صاف و ستھری پیشانی میں ستارۂ اقبال

چمک رہا ہے رستہ کے عین وسط میں بیٹھا ہوا اور باشان وشوکت بیٹھا ہے میں نے جب اس سے دریافت کیا تو
ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میری طرف چلے آؤ ان کا یہ دل آویز فقرہ سنتے ہی میں نہایت انبساط ہوا اور
آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا ازان بعد فرمایا اے آہستہ رو میں علی ہوں اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے اس غرض سے بھیجا ہے کہ تمہیں ان کی خدمت میں لیجا حاضر کروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
ہمراہی میں دوڑتا چلا یہاں تک کہ جناب رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوا جناب علی کرم اللہ وجہہ نے میرا ہاتھ
اپنے ہاتھ کے نیچے رکھکر اپنا ہاتھ آنحضرت کے دست مبارک میں دیدیا اور فرمایا یا رسول اللہ ھذا ابنی ابوالرضا محمد
جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرالمومنین سے بیعت لی اسوقت میرے دل میں خطرہ گذرا کہ کیا
آنحضرت کے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے یا کوئی اور حضرت علی نے اس خطرہ پر فوراً مشرف ہوکر فرمایا کہ تمام اولیا
اللہ کے ضمن ایسطرح ویسا بیعت میں ہی ہوتا ہوں ازان بعد آپ نے اشغال اذکار اور اسرار کی تلقین سے سرفراز فرمایا
اور خطاب وتوجہ سے عزت افزائی کی اس زمانہ سے میں ذکر قلبی وہبی میں مشغول ہوا اور تمام اشغال وظائف
مجھپر نہایت سہل وآسان ہوگئے ۔

حلیہ — آپکا قد لمبا بدن چھریرا تھا ۔ رنگ میں سرخی وسپیدی کے ساتھ ایک قسم کی ملاحت تھی ڈاڑھی ہلکی اور
کسیقدر دراز تھی ۔ رخساروں پر اسقدر گوشت کم تھا کہ چہرہ کی تمام باریک رگیں ابھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں
اور سرخ وسپید رنگ میں سبزی لیے ہوئے رگیں بالکل وہی لطف دکھاتی تھیں جو گل سرخ میں سبز پتیاں
دکھاتی ہیں ۔

شیخ ابوالرضا محمد کا فضل وکمال علمی ذوق علوم کی اشاعت مجالس علمیہ وغیرہ

فضل وکمال — فضل وکمال کے اعتبار سے شیخ ابوالرضا محمد جس درجے کے آدمی تھے اسکی نظیر سے ہندوستان کی تمام
علمی مجلسیں خالی تھیں وہ کونسا علم تھا جس میں آپکو تجربہ نہ تھا علوم نقلی وعقلی پر آپکو تمام وکمال عبور تھا ادبیہ
فنون آپکے آگے بالکل پانی تھے اگرچہ آپ بیشتر اوقات کلام صوفیہ کے متعلقات حل کرنے اور علم سلوک
کی نکات وباریکیوں کے استنباط کرنے میں منہمک رہتے اور روزانہ اوقات اشغال واذکار میں صرف ہوتے تھے
ذوق علمی — تاہم یہ تمام منصبی فرائض آپکے علمی ذوق کے ماتحت رہتے تھے ان اہم اور فرائض امور کے بعد جس قدر فرصت
ملتی تھی وہ علمی مباحث میں صرف ہوتی تھی اول اول آپ طلبہ کو ہر قسم کے علوم وفنون کا درس دیتے تھے

اور مختلف علوم کے شائقین جوق جوق آپکی خدمت مین تحصیل کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن آخر مین بجز تفسیر بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف کے اور کسی علم کا درس دینا پسند نکرتے تھے کیونکہ اس زمانہ مین آپکی طبیعت تمام علوم رسمیہ سے ہٹکر صرف قرآن و حدیث ہی کیطرف مایل تھی اور انہین دونون علمون سے خاص دلچسپی تھی یہی وجہ تھی کہ آپکا ہر وعظ بہی رنگ مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا آپکا دستور تہا کہ نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ وعظ فرمایا کرتے تھے ابتدائے قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت پڑھکر تین حدیثین نہایت ترتیل و آہستگی کے ساتھ دردبھرے لہجہ مین اثر بر پڑھتے اور اس خوش لہجگی اور دلیرانہ آوازین پڑھتے کہ لوگ غول کے غول آکے جمع ہوتے اور ہر درجے اور ہر مرتبے کے آدمی جن مین طالب العلم علما فضلا صوفیہ رئیس شہزادے وغیرہ ہوتے تو سب آکے جمع ہوجاتے تھے اور تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہوکر آپکا وعظ سنتے تھے آپکے لہجہ مین اس بلا کا درد اور اثر تہا کہ قرآنی الفاظ زبان مبارک سے نکلتے ہی سامعین کے دلونپر ایک چوٹ سی لگجاتی اور سب کے دل کانپ اٹھتے تھے اور اسکے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت مین اس شدت سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ سکوت و خاموشی کی پُر امن حالت مین زلزلہ پڑجاتا تہا۔ بالغرض جب تمام سامعین آپکی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجاتے تھے تو آپ اُس قرآنی آیت اور حدیثون کا فارسی زبان مین ترجمہ فرماتے جس سے سامعین کے کلیجے ہلجاتے اور اب ہر شخص آپکے اور بہی وعظ کو رغبت کے کانون سے سننے کا مشتاق بنجاتا شیخ ابوالرضا محمد صاحب اسکے بعد تہوڑا سکوت کرکے اردو زبان مین احادیث کا ترجمہ اور انکے متعلقات کو اس شیوا بیانی اور دلکش پیرایہ مین بیان کرتے تہے کہ خدا رسول کی محبت کا جوش سامعین کی رگ رگ مین خون کی طرح دوڑ جاتا اور خدا کے سچے جلال کا پرتو صاف باطنون کے حجلۂ دل پر پڑجاتا تہا۔ وعظ

آپکی تقریر کا سلسلہ آناً فاناً بڑہتا چلا جاتا تہا اور تقریر کے وقت کسی موقع پر نہ رکتے تھے سلسلہ کلام مین الفاظ و معنی کی تکرار نہ ہوتی تہی غیر معتبر اور بے سروپا روایتون کا تو ذکر ہی کیا تہا جس فن پر آپ بحث شروع کرتے تھے تا وقتیکہ اُس سلسلہ کا خاتمہ نہوجاتا تہا دوسری بحث کا پہلو اختیار نکرتے تہے اور جب ایک تقریر کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد دوسری گفتگو شروع کرتے تہے تو بعد کی تقریر پہلی تقریر سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی یہ سب کچھ تہا لیکن آپکی تقریر ہر حالت مین حد اعتدال سے تجاوز نہوتی تہی اور ہمیشہ رنگ آمیزی اور مبالغہ سے خالی اور بیرنگ ہوتی تہی۔ سنگدلون کو نرم دل کردینا اور عباد و زہاد کے دلون کا مالک بنجانا شیخ کے نزدیک کوئی بات ہی نہ تہی۔ فصاحت و بلاغت

علمی مجلسیں

آپکی تقریر میں اس بلا کا جادو تھا کہ اُسکا اثر ایک عظیم الشان مجلس پر برابر پڑتا تھا اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوتی تھی چنانچہ ایک تمثیلی حکایت سے اسکا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ محمد عاشق نے جو ماہرین فن اور اہل کمالات کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ جنکا علمی تبحر اور فضل و کمال اُس عہد کے تمام لوگوں کو تسلیم تھا۔ ملا یعقوب سے بھی تحصیل علوم کی تھی اور جناب شیخ ابو الرضا محمد کی خدمت سے بھی فیضیاب تھے۔ ان کو مسئلہ توحید میں ایک گونہ تردد تھا جسکی نسبت یہ اکثر ملا یعقوب اور نیز شیخ صاحب سے دریافت کرتے رہتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی ملا یعقوب کے جوابات شیخ کی خدمت میں اور شیخ کی گفتگو ملا یعقوب کے پاس دہرایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اسکی نوبت یہانتک پہنچی کہ دونوں حضرات میں تحریری مباحثہ شروع ہو گیا اور بہت دنوں تک اسکا سلسلہ ختم نہیں ہوا آخر کار ملا یعقوب نے کہا کہ میں خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارہ میں بالمشافہ مناظرہ کرونگا اور دو بدو اس مسئلہ کا ابطال کرونگا چنانچہ ایک دن خدمت شیخ میں حاضر ہوئے اور آپکی زور تقریر کو دیکھکر بالکل خاموش و ساکت بیٹھے رہے جب مجلس برخواست ہوئی اور ملا یعقوب اٹھکر باہر آئے تو لوگوں نے اس سکوت کا سبب دریافت کیا کہا جوں ہی میں شیخ کے سامنے گیا میرے تمام علوم مسلوب ہو گئے اور آپکی تقریر کا مجھپر ایسا اثر پڑا کہ بات تک منہ سے نہ نکلی۔

ذکاوت

اس تمثیلی واقعہ سے جسطرح شیخ کی زور تقریر کا حال معلوم ہوتا ہے اُسیطرح آپکی ذکاوت ذہنی اور وسعت علم کا بھی اچھی طرح ثبوت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کے علمی فضائل و مراتب کے واقعات و حکایات کتابوں میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں جنکا ضبط و انحصار ناممکن نہیں تو قریب قریب محال ضرور ہے۔ طائر خیال بلند پرواز اُنکے مراتب علم اور شان کمال کی بلندی کو پا نہیں سکتا اور قلم کا مسافر اس دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹی میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اگر کسی کو آپکے علمی کارناموں کے دیکھنے کی خواہش ہو تو کتاب شوارق المعرفۃ کا مطالعہ کرے۔

شیخ ابو الرضا محمد کی اخلاق و عادات

اخلاق

شوارق المعرفۃ کے مؤلف نے شیخ ابو الرضا محمد کی قابلیت پر جو مختصر ریویو کیا ہے اُسکے الفاظ یہ ہیں کہ جناب شیخ ابو الرضا محمد نہایت دقیق النظر عالی ہمت۔ بلند حوصلہ۔ قوی تعلم۔ فصیح اللسان عظیم الورع۔ وسیع المعرفت شجاع و فیاض شخص تھے۔ آپکی ذاتی خوبیوں اور عام اخلاق نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا آپکے حسن اخلاق

معراج کمال تک پہنچگئے تھے اور اپنے ہمعصرون مین باعتبار بعض بعض خوبیون کے سب سے فائق تھے مگر آپکے مزاج
مین پلے درجے کا عجز و انکسار تھا اور ہر ایک شخص سے خوش خلاقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے مگر سلاطین اغنیا
اور دولتمندون سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب بادشاہ نے چندمرتبہ درخواست کی کہ اگر اجازت
ہو تو در دولت پر حاضر ہوکر سعادت قدمبوسی حاصل کرون لیکن آپنے اس کی التماس کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا
اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ امرا اور متمول لوگون کو آپ ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے اور کبھی انکی طرف
التفات نکرتے اگر وہ تحائف و ہدایا بھیجتے تو آپ کبھی قبول نفرماتے البتہ اگر کوئی غریب مسلمان اور مخلص نیازمند
چار پانچ پیسے ہدیۃً خدمت اقدس مین پیش کرتا تو اُسے بڑی مسرت اور تازگی کے ساتھ اپنے دست مبارک مین
لیتے اور اُسکے حق مین دعاے برکت فرماتے آپکا قاعدہ تھا کہ تھوڑی اور حقیر چیز کو جس خوشی اور رغبت کے ساتھ
قبول کرتے کثیر اور قیمتی چیز کو اس خوشی اور تازگی کیساتھ نہ لیتے۔

جسطرح آپکو مالدارون سے نفرت تھی اور انسے میل جول ناپسند تھا اُسیطرح آپ ضرورت کے علاوہ کسی کے
مکان پر بطریق ضیافت بھی تشریف لیجانا اچھا نہ جانتے تھے چنانچہ شیخ معظم پھلتی کا بیان ہے کہ جس زمانہ مین شیخ
ابوالرضا محمد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہے تھے اُسوقت آپ نہایت تنگی و عسرت کی حالت مین زندگی بسر کرتے
تھے اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپکو دو دو تین تین روز بغیر کھائے گذر گئے ہین اور کہین سے سد رمق تک میسر نہین ہوا
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ پر متواتر تین فاقے گذر گئے اور کھانے کی کوئی چیز دستیاب نہین ہوئی اُسوقت
آپکا ایک مخلص نیازمند آیا اور عرض کیا کہ میرے گھر مین کھانا موجود ہے آپ وہانتک قدم رنجہ فرمایئے اور اس
نیازمند کی مہمانی قبول فرماکر عزت افزائی کیجیے آپ اُٹھکر اُسکے گھر کی طرف متوجہ ہوے جب مکان پر پہنچے
تو وہ شخص آپکو مکان کے دروازہ پر کھڑا کرکے اندر گیا کہ مستورات کو یکسو کرے خدا کی شان کہ دروازہ پر
ایک چارپائی کھڑی تھی دفعۃً اُسمے حرکت ہوئی اور شیخ پر گر پڑی جس سے آپکو اسدرجہ صدمہ پہنچا کہ بیہوش ہوگئے
اور چند منٹ تک آپ عالم بیہوشی ہی مین پڑے رہے لیکن جب ہوش مین آئے تو اُٹھکر اپنے مکان پر
تشریف لائے اور فرمایا یہ خدا تعالے کی طرف سے ایک تنبیہ تھی کہ بار دیگر امر معاش مین کوشش و
تلاش نکی جائے چنانچہ اسکے بعد پھر کبھی کسی کے مکان پر بطریق ضیافت تشریف نہین لے گئے
الا عند الضرورۃ۔

شیخ ابوالرضا محمد کے حالات زندگی مین جو بات سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید ہے وہ آپکی

بے تکلفی مزاج

استقلال

بے نظیر ثابت قدمی اور عدیم المثال استقلال ہے ہر چند کہ ابتدائے زمانہ میں آپکو نہایت جگر خراش مصائب اور جانگزا تکالیف جھیلنی پڑیں لیکن کبھی حزن و ملال اور اندوہ و غم کے آثار آپکے چہرہ پر محسوس نہیں ہوئے بلکہ جسطرح خوشی اور شادمانی کے زمانہ میں آپ شاداں و فرحاں اور خوش دیکھے گئے اُسیطرح تکالیف و مصائب کے زمانہ میں خوش و خرم دیکھے جاتے تھے شیخ مظفر رہتکی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھپر ایک ایسے رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جس سے میں بے اختیار روتا پھرتا اور ہائے ہائے کے نعرے بلند کرتا تھا جناب شیخ صاحب نے میرے اِس مضطربانہ حال پر واقف ہو کر فرمایا عزیز من! خدا تعالیٰ نے اپنے طالبوں کی دو قسمیں کی ہیں ایک کی قسمت میں فرحت و شادمانی مقدر کی ہے اور دوسرے کی قسمت میں اندوہ و ملال اور جب یہ دہشت ازلی ہے تو پھر ملال و رنج کرنے کے کیا معنی؟۔

تورع و احتیاط ابتدا میں شیخ کا تورع و احتیاط حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اور اسیوجہ سے آپ کسیکا تحفہ و ہدیہ قبول نہ فرماتے تھے چنانچہ شیخ مظفر رہتکی کا بیان ہے کہ جب میں رہتک سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو مصری کے کوزے آپکے لئے لایا کرتا تھا لیکن آپ اُنہیں نگاہ قبول سے نہ دیکھتے اور فرماتے کہ گاؤں اور قصبوں کے روٴسا کی بیع و شرا شرعی قانون کے مطابق نہیں ہوتی ہے اسوجہ سے میں اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا۔ چنانچہ میں نے اس رسم کو موقوف کر دیا لیکن اب میں بجائے اِسکے کہ شیخ کیلئے کوئی ہدیہ و تحفہ لاؤں قند مصری آپکے صاحبزادوں کو برسم ہدیہ دیدیا کرتا تھا۔ جب اِسکو ایک دراز زمانہ گذر گیا تو میں ایک دفعہ رہتک سے آیا اور مصری کے دس کوزے شیخ کے بچوں کے پیشکش کئے وہ اُنہیں لیکر شیخ کی خدمت میں آئے آپنے اُنمیں سے تھوڑی سی مصری لیکر تناول کی اِسکے بعد ایکدن میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شیخ مظفر ہم نے تمہاری لائی ہوئی مصری تناول کی واقعی بات یہ ہے کہ عجیب غریب چیز تھی یہ کہکر فرمانے لگے کہ اب ہم نے تورعات زائدہ کو خدا حافظ کہا اور جس چیز کا ظاہر شرع حکم کرتی ہے اُسے عمل میں لاتے ہیں۔

سنت کی رعایت اسیطرح آپ سنت نبوی کی رعایت و اہتمام میں انتہا سے زیادہ احتیاط کرتے اور کبھی کسی سنت کو ترک نہیں کرتے تھے یہانتک کہ جب مسجد میں تشریف لاتے تو دروازہ پر تھوڑی دیر خاموشی کیساتھ توقف کرتے اور بایاں قدم جوتے سے نکالکر اُسپر رکھ لیتے اِسکے بعد دایاں قدم مسجد میں داخل کرتے اور اِس صورت سے مقصود یہ تھا کہ ذیل کی دونوں حدیثوں پر عمل جمع ہو حدیث اوّل لیکن الیمنی اولھما تنعل و آخرھما تنزع حدیث دوم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کلہ۔ اِس سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مین دینداری اور مذہبی جوش اسدرجہ تہا کہ آپ اوسنے اسی ادئے سنت کو کمال احتیاط و اہتمام سے ادا کیا کرتے تھے اور سنت نبوی کو کسی حال مین ترک نہین کرتے تھے۔

شیخ ابوالرضا محمد کا تصرف و کشف وغیرہ

شیخ کے کشف و تصرف کے واقعات اس کثرت سے شوارق المعرفت مین لکھے گئے ہین جن مین سے ہم فیصدی دس کا بہی انتخاب نہین کرسکتے کیونکہ یہ چند مختصر صفحات اُن کیلئے کسی طرح کافی نہین ہوسکتے لیکن بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے چند وہ واقعات اس مقام پر درج کئے جاتے ہین جنہین مستند و معتبر لوگون نے نقل کیا ہے شیخ معظم ہلیجی نقل کرتے ہین کہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت مین سنتامی کے کفار نے ایک مقام پر قبضہ کرلیا تہا جنکے مقابلہ مین مسلمانون کی افواج دارالخلافہ ہندوستان سے روانہ کی گئی اور ایک نہایت عظیم الشان و خونخوار جنگ واقع ہوئی لیکن ساتہ ہی مشہور ہوگیا کہ لشکر کفار سے ایک شخص بہی نہین قتل کیا گیا اور مسلمانون کی فوج کو انتہا سے زیادہ نقصان پہنچا اس سے خود بادشاہ اور ارکان دولت کو سخت اضطراب ہوا اور عام بےچینی و کرب پھیل گیا شیخ کی بعض رفقا اس بارہ مین دعا کے مستدعی ہوئے چنانچہ آپنے دعا کی اور فرمایا کہ خداوندی دربار مین میری دعا نے قبولیت کا جامہ پہنا اس کے بعد ہنوز زمانہ نہ گذرا تہا کہ شیخ نے نہایت جوش مسرت اور تازگی سے فرمایا الحمدللہ مسلمانون کی فتح ہوگئی اور لشکر کفار شکست کہاکر بہاگ گیا۔ آپکے رفقا جب مجلس اقدس سے اُٹھے تو شہر کے تمام کوچہ و بازار مین اس خبر کی اشاعت کی اور رفتہ رفتہ اورنگ زیب کے کانون تک پہنچی جسے وہ سنکر حیرت زدہ ہوگیا اور کہا یہ معاملہ کیا ہے باوجود کہ تاکید و تشدد کے ہنوز مخبرون نے اسبارہ مین کوئی خبر نہین دی سخت تعجب ہے کہ لوگون کو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی چنانچہ اُس نے اسمین تفحص و تجسس شروع کیا اور انجام کار معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد نے بطریق کشف یہ خبر دی ہے فوراً دربار کے ایک معتمد علیہ کو شیخ کی خدمت مین روانہ کیا اور شیخ نے اُسے جنگ کے مفصل واقعات سے مطلع کیا۔ چند روز کے بعد جب یہ خبر شاہی دربار مین موصول ہوئی تو اس مین اور شیخ کے بیان مین کچہہ بہی تفاوت نہ تہا۔

ایک اور مرتبے کا ذکر ہے کہ آپکے دل مین آیا کہ ایک ایسا دبیز اور مضبوط لباس تیار کرانا چاہیئے جو ایک دو سال تک کفایت کرسکے اور احتیاط و ورع اور رفع خاطر کیلیئے بہی یہی لباس سزاوار و شایان

چنانچہ آپ نے ایک باشندہ کشمیر کو یہ خدمت سپرد کی اور اُس نے ایک پشمینی لباس نہایت درست و سخت حاضر خدمت کیا جسے شیخ نے بڑی خوشی سے زیب بدن فرمایا اور شبانہ روز پہنے رہے دوسرے روز آپ نماز چاشت مین مصروف تھے تمام مجلس پر خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور سکوت خیز چادر اس سرے سے لیکر اُس سرے تک تنی ہوئی تھی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد آپنے ایک نہایت خوش آئندہ تبسم کیا شیخ محمد پھلتی نے قوانین آداب ظاہر کرکے عرض کیا کہ حضرت اِس موقع پر آپکے تبسم کرنے کا کیا سبب ہے فرمایا حق تعالےٰ نے میرے دل مین القا کیا کہ کیا ہمارے خزانے مین کچھ کمی تھی جو تم نے یہ لباس اختیار کیا ہم ہر حال مین تمہارے کفیل و کارساز ہین۔ ہم تمہین دنیا مین بھی ناز و نعمت سے رکھنا چاہتے ہین۔ تم بھی اِس لباس کو اُتار ڈالو ہم عنقریب تمہاری شان کے لائق لباس بھیجتے ہین۔ یہ کہکر آپنے فوراً موجودہ لباس اُتار دیا اور موعودہ لباس کے انتظار مین بیٹھ گئے شیخ معظم کہتے ہین ہمین اسبارہ مین بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ ایک ضعیف عورت نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی شیخ نے میری جانب متوجہ ہوکر فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ اور دیکھو اگر لباس شال اور شال اِس رنگ ڈھنگ کا ہو اور اُس پر اِسطرح کے گل بوٹے پڑے ہوے ہون تو لیلو اور کہو تیرا نذرانہ مقبول ہو۔ ورنہ واپس کردو مین دروازہ پر گیا دیکھتا ہون کہ ایک ضعیف عورت پرانی چادر اُوڑھے ہوے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے اور اسکے ہاتھون مین ایک آراستہ اور مکلف لباس بالکل اُسی رنگ ڈھنگ کا ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا مین یہ دیکھکر دنگ رہگیا اور شیخ کے اِس کشف پر مجھے نہایت تعجب ہوا الغرض شیخ نے وہ خلعت فاخرہ پہنا اور خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا پھر تو آپکا یہ قاعدہ تھا کہ ہمیشہ تنعمانہ لباس بغیر قصد و اختیار زیب بدن فرماتے اور شاہانہ پوشاک پہنکر مکان سے نکلتے تھے۔

شیخ مظفر رہتکی کہتے ہین کہ درگداس کے واقعہ مین جب رہتک مین فتنہ و فساد شروع ہوا اور اُسکے تمام اطراف و اضلاع تاراج کرڈالے گئے تو مین اپنے قبایل و عشائر کو ساتھ لیکر دہلی مین آنے لگا اُس وقت تمام دہقانی درندون کی طرح آدمیون کے خون کے پیاسے تھے اور وحشیون جیسے لوگون پر حملہ آور ہوتے تھے۔ میرے ساتھ باوجود کثرت قبائل اور مستورات مکے اسباب و دام بھی بہت سے بوجھ تھے جنھین مین اسوقت وبال جان سمجھتا تھا لیکن بفضل خدا سے ہم تمام راہ مین محفوظ رہے اور امن و امان کے ساتھ وہ دشوار گذار اور سنگلاخ گھاٹیان طے کرچکے مگر ایک مقام پر دہقانیون کا

ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا اور غارتگری کے ارادہ سے ہماری طرف بڑھا میں نے نہایت تیزی کے ساتھ ترکش سے تیر کھینچکر کمان پر رکھا اور بڑی چیرہ دستی کیساتھ اُن پر حملہ کیا۔ وحشیانوں کا غول فوراً منتشر ہوگیا اور سب مرعوب و خوفزدہ ہوکر چھپ گئے اور جھاڑیوں کے پیچھے جا چھپے مجھے تعجب تھا کہ باوجود اس کثرت کے ان کا اس درجہ مرعوب ہونے اور خوف کھا کر چھپنے کی کیا وجہ ہے لیکن جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ عقدہ تمام و کمال حل ہوا شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اس سفر میں تمہارے ساتھ تھے اور منزل بمنزل تمہاری حفاظت و نگرانی کرتے چلے آئے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب وحشیانوں نے تم پر حملہ کرنا چاہا اور تم بالکل تنہا تھے اور اس وجہ سے اُن کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے ہم نے انہیں متفرق و پریشان کردیا اور وہ مرعوب ہوکر جھاڑیوں کے پیچھے جا چھپے۔

ایک دفعہ باشندگان رہتک کی ایک جماعت کسی تقریب کی وجہ سے دہلی میں آئی اور سب ملکر شیخ کی زیارت کیلئے چلے رستہ میں ایک شخص نے فی البدیہ یہ کہا کہ حقیقت میں شیخ کے کرامات و تصرفات کے حالات میں نے بہت سنے ہیں اور اس قسم کی حکایات اکثر لوگ نقل کرتے ہیں لیکن میں اُن حالات و تعہات کی اُسوقت تصدیق کرسکتا ہوں کہ خود آنکھوں سے دیکھ لوں خیر اور کچھ نہیں تو آج صرف اسقدر چاہتا ہوں کہ شیخ مجھے خصوصیت کیساتھ حلوا روٹی کھلائیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ملاقات کی تو آپنے اپنی عادت کیموافق ہر ایک شخص کا حال دریافت کیا اور تلطف و مہربانی سے پیش آئے ان بعد گھر سے حلوا روٹی منگا کر اُس شخص کے آگے رکھا جس نے بطریق امتحان رستہ میں اسکی خواہش ظاہر کی تھی اور فرمایا کہ یہ خاصکر اسی کا حصہ ہو اسکے بعد رستہ کی باہمی تقریر بجنسہ نقل کی جس سے وہ شخص نہایت شرمندہ و خجل ہوا۔

سید عمر متوطن حصار کا بیان ہو کہ ایک دفعہ شیخ صاحب ایک خوبصورت رنگی ہوئی چادر سے اپنا جسم چھپائے ہوئے تھے اور ہرن کی خوشنما دلگیر پوست پر بیٹھے ہوئے وظیفہ میں مصروف تھے اُس وقت مجھے آپکی چادر اور ہرن کی کھال بہت ہی مرغوب اور پسند آئی میرا میلان طبع اسطرف تھا اگر ممکن ہو تو ایسی ہی چادر اور اسی قسم کی ہرن کی کھال تلاش کرنا چاہیے اور بنے تو شیخ سے یادگار کے طور پر یہی لے لینا چاہیے لیکن پاس آداب کے لحاظ سے میں شیخ سے اسبابت کچھ عرض نہ کرسکا اور ہرچند کہ اس خطرہ کو دل سے دور کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر وہ رہ رہکر عود کرتا تھا۔ اتنے میں شیخ صاحب مجلس سے اٹھے اور مجھے فرمانے لگے تم ذرا

شہر سے رہنا مجھے ایک کام ہے آپ پانی کے سقایہ کی طرف تشریف لیگئے اور چادرین جو شیر نری کا دہبہ لگا ہوا تھا اپنے ہاتھ سے دہو یا ازان بعد چادر اور ہرن کی کھال دونون کو تہ کرکے مجھو عنایت فرمایا اور ارشاد کیا کرادلیا، اللہ کے سامنے اِس قسم کے خطرات کو دل مین راہ دینا نچاہیئے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ مسجد مین ایکدفعہ ایک عورت کا جنازہ لایا گیا اور شیخ سے استدعا کی گئی کہ آپ نماز جنازہ کے امام ہون فرمایا ہنوز یہ عورت زندہ ہے۔ اور روح نے جسم سے مفارقت نہین کی ہے اِس صورت مین اُس پر نماز پڑہنا جائز نہین ہے۔ عورت کے ورثہ نے مبالغہ کیا کہ حضرت! یہ عورت یقینی طور پر مرچکی ہے اور تجربے کے بعد ایسا کیا گیا ہے فرمایا تمہارے تجربے نے غلطی کی ہو حقیقت مین عورت زندہ ہی انجام کار جب جنازہ کو کہول کر دیکہا گیا تو عورت زندہ تہی لوگون کو تعجب اور تعجب کے ساتہ سخت حیرت ہوئی جنازہ کو اُٹہا کر لیگئے اور اسکے ایک روز بعد عورت مرگئی۔ اگرچہ شیخ ابو الرضا محمد کے باطنی تصرف وکشف کی یہ ظاہر مثالین ہین لیکن جب غور سے دیکہا جاتا ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سن رشد کے زمانہ سے عہد انتقال تک جو بات بہی آپکی زبان مبارک سے نکلی وہ بجائے خود ایک سچا کشف اور معجزنما کرامت تہی۔ گو ان ظاہری مثالون اور تمثیلی حکایتون سے شیخ کا تصرف وکرامت بہت کچھ ثابت ہوتا ہے لیکن اِس سے اعلیٰ درجہ کی مثال ایک وہ عینی واقعہ ہے جسے حافظ عنایت اللہ نے بڑے وثوق کے ساتہ بیان کیا ہی۔

حافظ عنایت اللہ کہتے ہین کہ علمی سوسائٹی کا ایک منتخب اور سندیافتہ شخص جو فضل وکمال مین بہت بڑی شہرت رکہتا تہا اور فضلاء زمانہ مین امتیازیہ نظرون سے دیکہا جاتا تہا جیسے ملا حقیقت مین اُس کی وسعت نظر اور ذکاوت ذہنی اور زور تقریر اعلے درجہ کی تہی اور اُسکی علمی کمالات کا ہر شخص کو اعتراف تہا۔ اُس نے خاصکر مناظرہ ومباحثہ کی تعلیم مین زیادہ محنت کی تہی اور اِس مقصد مین کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی سوسائٹی قایم کر رکہی تہی جسکا خود ہی سکرٹری تہا اور جسمین شب وروز علمی بحثین بڑے زور شور سے ہوا کرتی تہین یہ اُسی سوسائٹی کی مشق کا نتیجہ تہا کہ اِس کی زبان کسی موقع ومحل پر نہ رُکتی تہی اور برجستہ جواب دیتا تہا الغرض یہ شخص مجھسے ملکر کہنے لگا کہ اِس شہر مین کوئی ایسا عالم وفاضل باقی نہین رہا جو علمی بحث مین مجھسے مغلوب نہین ہوا مین نے اُسکی یہ لن ترانی سنکر جواب دیا کہ کبہی تم شیخ ابو الرضا محمد کی مجلس مین بہی گئے اور اُن کی زیارت سے مشرف ہوئے ہو بولا مین نے سنا ہو کہ مرام کو ضمیر حسینی کا وعظ سنانے مین دراصل انہین کسیطرح کا علم وفضل حاصل نہین ہوا اور علمی فضائل سے محض بے بہرہ ہین اُس کی اِس گستاخی

پر بے سخت طیش آیا اور غصہ کے لہجہ میں کہا کہ اس سے زیادہ بیہودہ گوئی مت کرو اُنکی مجلس میں جاؤ کمال علم کا اندازہ کرو چنانچہ جمعہ کے وعظ میں وہ شخص حاضر ہوا اور بحث کا پہلو سوچتا رہا شیخ نے اپنے باطنی تصرف سے اُس کی یہ طغیان معلوم کر کے ایک ایسا زبردست تصرف کیا کہ اُس کا سارا علم سلب کر لیا حتیٰ کہ صرف و نحو کا ایک قاعدہ تک اُسکے حافظہ میں نہیں رہا دوسرے علوم کا تو کیا ذکر ہے اُس نے اپنی حالت میں یہ فوری تغیر و تبدل دیکھکر معلوم کر لیا کہ یہ شیخ کے تصرف کا اثر ہے فوراً نادم ہوا اور علی رؤس الاشہاد اپنی لن ترانیوں سے توبہ کی اور شیخ کی خدمت میں بے درجہ کی تضرع و عاجزی پیش کی آپ کو اُسکی حالت پر رحم آیا اور اُسے اُس کا علم عطا فرما کر اصلی حالت پر لے آئے دو دن بعد اُس نے اور بھی عاجزی و نیازمندی ظاہر کی اور سخت عاجزی و انکسار سے پیش آیا شیخ نے فرمایا بیشک میں عالم و فاضل نہیں ہوں اور عوام الناس کو تفسیر حسینی کا وعظ سناتا ہوں آپکی یہ دل آویز اور تواضع سے بھری ہوئی تقریر سنکر اُسے اپنی گستاخی و بے ادبی پر تنبیہ ہوئی اور اب اُس نے دوبارہ اظہار نیازمندی کر کے توبہ کی اور کہا کہ میں آپسے بیعت کرنا چاہتا ہوں شیخ نے اُسکی بیعت قبول نہیں کی اور فرمایا منقش و نگارین الواح کسی کام کی نہیں ہوتیں

الحاصل شیخ ابوالرضا محمد کے اس قسم کے واقعات اسدرجہ مشہور ہیں کہ تذکرہ مشائخ خاصکر اُن کتابوں میں جو اِس واجب الاحترام اور معزز خاندان کے حالات میں لکھی گئی ہیں بکثرت پائی جاتی ہیں اسی لئے میں صرف ایک اور واقعہ جو سابق کے واقعات سے بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

رحمت اللہ کفش دوز کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں شیخ ابوالرضا محمد فیروز آباد کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اُس زمانہ میں میں بھی وہیں موجود تھا ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ میں درخت کے سایہ میں آپکے سامنے کھڑا ہوا تھا اسی اثنا میں حاضرین میں سے ایک شخص بول اُٹھا کہ سنا جاتا ہے شیخ بایزید بسطامی بعض اوقات ایک شخص پر نظر خاص ڈالتے تھے اور وہ شیخ کی قوت جذب اور حدت نظر سے مرجاتا تھا آج اس زمانہ میں اگرچہ شیوخ کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور ہر طرف سے یہی صدا کانوں میں برابر پہنچ رہی ہے کہ فلاں شیخ اِس قدر و منزلت کا ہے اور فلاں اس رتبے کا لیکن کسی میں اُن جیسی باطنی قوت نہیں پائی جاتی۔ یہ سنکر شیخ کی غیرت کی رگ حرکت میں آئی اور آپنے بے اختیاری جوش کے ساتھ فرمایا کہ بیشبہ بایزید بسطامی ارواح کو جذب کر لیتے تھے لیکن انہیں ارواح کو دوبارہ جسموں میں ڈالنے کی

قوت نہ تھی میرے دل نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے وہ تربیت حاصل کی ہے اور حضور سے ہی وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو کسی کی روح جذب کر لوں اور اسکے ساتھ ہی چاہوں تو واپس کر دوں - یہ کہکر شیخ نے مجھپر نظر خاص ڈالی اور بڑی عجلت کے ساتھ میری روح کو جذب کیا میں مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا اسوقت مجھے علم نہ تھا اور کسی بات کا شعور نہ تھا کہ اپنے تئین ایک عمیق اور گہرے دریا میں ڈوبتا دیکھتا تھا - جب میری یہ کیفیت ہوئی تو شیخ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ اس نے غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا اور ایک ایک عضو کو ٹٹولکے عرض کیا کہ بالکل مردہ ہے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اسے اسی حالت پر چھوڑ دوں اور چاہو تو دوبارہ اسکے قالب میں روح واپس کر دوں سائل نے لرزتے ہوئے عرض کیا کہ اگر زندہ ہو جائے تو کمال رحمت و عنایت ہو چنانچہ آپنے دوبارہ توجہ کی اور میں زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا - تمام حضار مجلس شیخ کی قوت دیکھکر دنگ رہگئے اور اس واقعہ کو یاد کر کے عشعش کرنے لگے ۔

شیخ ابو الرضا محمدؒ کے مکتوبات و ملفوظات و مسودات وغیرہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنی ایک عمدہ اور نہایت قیمتی تصنیف میں شیخ ابو الرضا محمد کے بہت سے مکتوبات جمع کئے ہیں جو بالخصوص حضرات صوفیہ اور علم سلوک کی سنگلاخ گھاٹیوں کے طے کرنیوالوں کے لئے ازبس مفید ہیں اور جن سے شیخ کے علمی کمالات کا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے لیکن چونکہ سب کے سب بالکل ادبی اور عوام کی دلچسپی سے خالی ہیں نیز اول تو ان کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں اور اگر نمونۃً کسی مکتوب کا ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس اس سے لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے لہذا ہم ان میں سے بعض مکتوب جو نہایت ہی مفید اور سہل ہیں اور جن سے شیخ کی خداداد ذہانت اور زور قلم ثابت ہوتا ہے بطور نمونہ معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں امید ہے کہ شائقین بڑے ذوق شوق سے پڑہیں گے ۔

شیخ عبدالاحدؒ

ایک دفعہ شیخ احمد سرہندی کے بلند اقبال اور نامور پوتے شیخ عبدالاحد نے جو اس زمانہ کے مشاہیر مشائخ کے زمرہ میں ایک نہایت معزز و ممتاز فاضل شمار کئے جاتے تھے اور جنکا علمی تبحر و کمال بڑے بڑے مشائخ وقت کو تسلیم تھا شیخ کی خدمت میں ایک خط لکھا جسکے اخیر حصہ میں یہ عبارت تحریر تھی ثم المرجو

مکارمکم الشریفۃ ان لا تنسونا من دعوا تکم الصالحۃ فی اوقاتکم المرجوۃ فان الامر صعب فی الطریق صعب وہ عب قال علیہ السلام وان امامکم عقبۃ کؤدا ؎ کیف الوصول الی سعاد و دونہا + قلل الجبال و دونہن حتوف + الرجل حافیۃ ومالی مرکب + والکف صفر والطریق مخوف + عزیزمن! اشفق من: آنچہ سخن حق است درگفت نیاید و آنچہ از غیر حق است چندان گفت را نشاید پس سخن کوتاہ باید والسلام۔

شیخ کا جواب جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب نے شیخ عبدالاحد کے اس خط کا یوں جواب تحریر فرمایا۔

عنایت نامہ و شفقت نامہ رسیدہ رابطہ معارفت و یکتائی استحکام پذیرفت جن اکرم اللہ سبحانا عن اکرا مکم و اوصلکم اللہ عز شانہ مرامکم۔ مرقوم بود کیف الوصول الی سعاد و دونہا + قلل الجبال و دونہن حتوف + والرجل حافیۃ ومالی مرکب + والکف صفر والطریق مخوف + انتہی الحق کہ وصول سعاد ذاتیہ مطلقہ بالاطلاق الحقیقی بسیر مستطیل کہ مبنے بر عبور شواہق جبال اعتبارات محضۂ اضافات وہمیہ صرفیہ عالم خلق و امر است ہمچنین صعب الحصول است زیراکہ سالک حقیقت خود را بدان مخوف گردانیدہ است مشاعر و مدارک خویش بدان منقشی ساختہ والا فالحق سبحانہ فی الحقیقۃ من الوجہ الخاص اقرب الی العبد من حبل الورید لا ثمہ طریق موصوف لا مامون ولا مخوف لا یسمع ثمہ رجل حافیۃ ولا مرکب ولا کف حافیۃ ای خالیۃ اذ ممکن لیس لہ ظہور فی الناس فسبحان من احتجب باشراق نورہ واختفی باستغراق ظہورہ ؎ توھمت قدماء ان لیلے تبرقعت + وان لنا فی البین بالمنع اللثما + فلاحت فلا واللہ ماثم مانع + سوی ان عینے کان من حسنہا اعمے + ؎ پردہ برخاست یا بدیدستم + دست با دوست کردہ در آغوش + آن شناسد حدیث این دل ست + کہ ازین بادہ کردہ باشد نوش + ؎ وغنی بی منی قلبی فغنیت کما غنے + وکنا حیثما کانوا وکانوا حیثما کنا + **رباعی** روزان بتو بودم و ندانستم + شب باتو غنودم و ندانستم + ظن بود بمن کہ من جملہ منم + من جملہ تو بودم و بمیدانستم + نوشتہ بود کہ "آنچہ سخن حق است درگفت نیاید" ظاہر مراد آنست کہ در گفت نیاید بجہت قصور افہام مستمعین وگرنہ سخن اگر لفظی است عین گفت ست واگر نفسی است فامن عیان الادلہیان **دوہرہ** کبیرا کا گہر سکھرہی جہان سلسلے سبیل اکث با نومیپل سوا وکون لاوے بیل + والسلام علی اھل اللہ الکرام۔

ایک اور مرتبہ شیخ عبدالاحد نے آپکو یہ خط لکھا۔ الحمد للہ الذی اوجدناہ فوجدناہ واخرجنا من الظلمات الی النور فعرفناہ۔ ارسل الینا بشیرا ونذیرا فاتبعناہ۔ انزل علینا کتابا۔ تہوملتہ تا

فجلی لنا بجلاله وجماله وعززنا بنواله ووصاله فهو على تلال وجوم نا فجعلها دكا وظهر على معالم فقوتنا ابقى ما عيناً ولا اثر امرا اذا عظمته فحير نا زمانا ه سقينا خمرته فحملنا بها حيارى رأيناه بعين المكاشفة فصغنا شاهدنا بسر المعاشرة فشفعناه وعرج بنا من صفاته الى حضرة ذاته وعامل معنا بما يجري لكمالاته وكمالاته ثم ما لا يعبر بعبارة ولا يشار باشارة ومن بعد هذا ما ذقت صفاته واكتمه احفظ لرتبة اجمل هذا وما العطش فما ق ثم ما لم يلتف الساق بالساق ويتم الميثاق وينتهي المساق فيومئذ ينعدم الفراق ويخلفه لذة شرب نا الرحاق ثم انا يا مولانا نستغفر الله على مقولنا ذلكم وعلى جميع ضيفنا بوسيلتكم عباد الله

جواب — شیخ عبد الاحد کے اس خط کے جواب میں جناب شیخ ابو الرضا محمد نے یوں تحریر فرمایا۔ بقاء العطش دلیل بقاء العطشان ويدل على بقاء عين المهجور بقاء اثر الهجران فوجود الفراق على معالم القبق سقوف وثبوت العطش عند قال الوجود وقوف فكما لا يتصور مع الوقوف على معالم القبق اطلاق كذلك لا يتصور مع وصال المحبوب فراق فمع بقاء صفات المحدث الحميم لا يمكن العروج الى صفات المحدث القديم فضلا عن العروج الى حضرة ذاته الواجب الكريم ثم التعاف الساق وانتهاء المساق في حق بعض موعود وفي حق بعض موجود قال الله تعالى كلا (اي حقا) اذا بلغت التراقي (اي اذا بلغت النفس الانسانية اعالي محلها يعني نهايتها وهي النقطة الاخيرة من عالم الامر باشتياقها الى مشاهدة الجمال الالهي) وقيل من راق (اي نودي من باطنها من يرقني ويشفني من سم الفراق والم الاشتياق ؎ لسعت حية الهوى كبدي ✽ فلا طبيب لها ولا راق الا الحبيب الذي شغفت به ✽ انه رقيتي وترياق ✽ وظن انه الفراق (اي وظن المتعطش الى لقاء حبيب ان ما تنزل به من القلق والاضطراب بسبب الفراق عن جميع ما سوى المحبوب) والتفت الساق بالساق (اي لما اجتمعت ساق عالم الاكوان مع ساق عالم الرحمن يعني يشاهدهما جميعا وهذا هو مقام المشاهدة) الى ربك يومئذ المساق (اي يوم اذ كان كذا يساق الى صرف العالم الالهي فيسقى ثم بالماء الزلال فلا عطش لاحد في الوصال فلا يبقى عين ولا اثر وليس ثمه مخبر ولا خبر ويسعد بالسعادة السرمدية ولا يطرد بعد الاصطفاء من الحضرة الالهية) ؎ آسوده بکام خویش از وصل حبیب ✽ نه بیم فراق است ونه تشویش رقیب ✽

مرزا محمد سرہندی کا جواب — مرزا محمد سرہندی نے ایک دفعہ شیخ کی خدمت میں بطریق اشارت ذیل کے الفاظ لکھے کہ "بلیلہ اسہال برائے حصول بالی بکار برده آخر الامر دستے اسہال حلل روئے نداده" جسکا جواب آپ نے اس طرز پہ تحریر فرمایا "بخاطر فاطر درد اندکی بروی جخستہ اثر صفراوی مزاج است حاریابس کہ سلوک طریق حق را در خور آمد اما بسبب بعضی مسموعات

رسمیہ و مقایسات فاسدہ عقلیہ اخلاط سوداویہ غیر طبیعیہ کہ سالک را از وصول بمنزل مقصود باز دارد غالب آید حکیم حاذق نبود تشخیص مرض ننمود بجائے ہلیلۂ اسود ہلیلۂ اصفر بداد خلط صفرا نکرد و معاونت سودا نمود کار بعکس افتاد حال المزاج انجامید و حاذقان طریقت و ماہران حقیقت بحکمت نظری و عملی باشربہ حارہ یابسہ بتوفیق اللہ تعالی تبدیل مزاج کنند چہ حق تعالی ظاہر ست کہ ہیچ ظاہری حجاب وی نیست و او باطن ہست کہ ہیچ چیزے چیزے در باطن نیست قال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی مناجاتہ اللھم انت الظاھر لا ظاھر فوقک وانت الباطن لا باطن دونک ؎ نوھمت قدماء ان لیلی تبرقعت + وان لنا فی البین ما یمنع اللثما + فلاحت فلا واللہ ما ثم مانع + سوی ان عینی کان من حسنھا اعمی + گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + کحال ان حقیقت کحل عنایت در چشم کشند و نابینایان را چشم بخشند انی ابرئ الاکمہ والابرص کحل عنایت جز بلسان طیور نسخہ نکنند فھم من فھم ومن لم یفھم لم یفھم بینو لیسیم واللہ الھادی کحل عنایت مرکب است از دو جزو ترقیق و تحقیق۔ ترقیق آنست کہ قلم اعلی بحروف عالیات بشگافت و وزبان شد ظاہر الوجود و باطن الوجود۔ باطن بدو راہ رفت امر و خلق پدید آمد۔ انجامش مشغوعہ ہرکس بخشید ؎ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم + مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما + و تحقیق آن باشد کہ ادانی در اقاصی و اسافل در اعالی تحقیق کشند و در چشم کشند بروق شہود بدرخشد و اراضی قلوب بنور جمال مطلق منور گردد واشرقت الارض بنور ربھا سطوت احدیۃ ذات ہستی طالب را در عالم نیستی برد ہر کل شیٔ ھالک الا وجھہ بظہور پیوندد و این ہنگام ہر کسے از مرزائی خود آگاہی یابد محمد مرزا۔ مرزا محمد گردد۔

ایک اور مکتوب

ایک اور خط میں شیخ نے اپنے پرزور قلم سے مرزا موصوف کو یہ مضمون تحریر کیا۔ ھو الحی القیوم یا مرزائی ویا جلالی تطلب وحدانیتی وانت تشرک انا نیتک بانانیتی۔ ان ھذ الاشراک جلی لا شرک خفی۔ افلا تخاف من عزتی۔ ولا تستحی من فردانیتی۔ یا مرحوم انت الموھوم۔ وانا المعلوم۔ انا النور۔ وانت الظھور انا الحق **والحقیقۃ** وانت المجاز والطریقۃ ان کنت ترید ان تکون مجذوبًا موحدًا فادفع الموھوم واتم المعلوم وقل بقلبک السلیم وبسرک القدیم بلا عیب ولا ریب فی کل زمان وفی کل مکان۔ لا ھو الا انا ولا انا الا ھو فاذا رفعت البین وصلت بالعین فان شککت فیہ فانت معلول وان ارتبت فانت معزول وان قبلت بایمانک وایقانک فانت مقبول فلا تکونن من الممترین المردودین۔ اجبت سؤالک برحمتی ولکن لا تغفل عن عظمتی وعلیک ان لا تظھرھا القیت علیک عند غیر اہلہ

لا مرحوم الا العاطل۔ ولا مرحوم الا الواصل ان فہمت کلامی فعلیک رحمتی و سلامی۔

ایک اور خط

دوسری مرتبہ آپنے باین مضمون خط لکھا۔ بسم اللہ الواحد الاحد قال لی الحق والملک المطلق یا قرۃ عینی ورضائی بعزتی وبقائی کنت احدا ولم یکن شئ ورائی واکون شیئا سوائی اظہرت بذاتی من ذاتی شیونی وصفاتی وظہر الخلق والخلیقۃ وانا الحق والحقیقۃ وانا الذات لکل شئ وانا الحیوۃ لکل حی فالخلق کلہم قدرتی والخلیقۃ کلہا امری من اراد بقائی فلیراقب جلائی ولیذکر بذکر لاھوتی ولا جبروتی ولا ملکوتی وھو لا ھو الا ھو من فہم کلامی فعلیہ رحمتی و سلامی۔

شیخ عبدالحفیظ کے نام

شیخ عبدالحفیظ کو جو آپکے خاص اصحاب مین ایک معزز و ممتاز دوست تھے اور جن کی رعایت شیخ کو ہمیشہ ملحوظ نظر رہتی تھی ایک مرتبہ یون تحریر فرمایا۔ بفہم کہ از دریائے نور نورانی حبابے اکثر بشتابی و ازین حباب بشتابی خود را دریاء ہمان نور یابی و این فہم را بقصد و توجہ دل برخود نگاہداری کہ قصد و توجہ را در استیفار حالات قلبیہ اثر تمام ہست۔ چون قصد شکستہ گردد و خطرۂ غیر راہ یابد فی الحال بخیال باز شتابد با ضدادِ وداد نور اسم ذات با اسم متکلم درجائے تنہا و تاریک بدل حاضر فی الغدو والاصال علی التوالی و الاتصال بگوید بحدیکہ از خود و از ہمہ بے خبر شود و روزن دل کشادہ گردد۔ ارواح جملہ فرشتگان و پیغمبران را در بیداری بیند و فواید عظیمہ از ایشان گیرد ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۵

چشم دل چون باز شد معشوق را در خویش دید ہ عین دریا گشت چون بیدار شد چشم حباب ✦

دوسرا خط شیخ عبدالحفیظ کے نام

اس کے بعد شیخ عبدالحفیظ نے اُس حدیث قدسی کے معنی دریافت کیے جو قصۂ معراج مین وارد ہوئی ہے اور لکھا کہ اس جملہ قف یا محمد فان اللہ یصلی کی توضیح ارشاد کیجیے آپنے برداشتہ قلم یہ مضمون تحریر فرمایا۔ بخاطر فاتر و داوند کہ چون آن سیمرغ قاف معرفت بر ہوائے عالم خلق و امر پرواز نمود بسر حد نقطہ اخیرہ عالم کثرت و امکان رسیدہ ہوائے دلکشائے عالم قدس حضرت الٰہی در نظر آمد از بس علو ہمت کہ داشت خواست کہ دران عالم نیز طیران نماید خطاب مستطاب در رسید کہ قف یا محمد یعنی علی النقطۃ الاخیرۃ من عالم الامر فانہا حد العبودیۃ مع مشاھدۃ الربوبیۃ فان اللہ یصلی ای یرید ان یرحم بک علی العٰلمین بالنبوۃ والرسالۃ ویجب ان یقف الرسول فی ھذا البرزخ حتی یستفیض المعارف والاحکام من الحضرۃ الالٰہیۃ ویفیض علی عالم خلقہ وامرہ وقیامک بمرادی اجلب رحمتی علیک من قیامک بمراد نفسک ارید وصالہ ویرید ہجری فاترک ما ارید لما یرید فانی فی الوصول عبیدۃ نفسی و فی الہجران مولی للموالی وانسب

بعلو ہمت حضرت علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام آنست کہ بعد از طیران در ہوائے عالم آلہی درین برزخ باز آوردہ خطاب فرمودہ باشند و معانی دیگر مستبعد کہ فراخور مذاق مقلدان بعضے صوفیان متاخرانست دوبارہ شیخصاحب حدیث مذکورۂ بالا کی یہ تفسیر لکھکر شیخ عبدالحفیظ کو روانہ کی۔ کہ چون آن شہباز از ہوائے کثرت اسمائے وصفات آلہیہ درگزشتہ بقصوی برزخیہ کبرےٰ کہ اول مراتب تعینات آنست و بحقیقت محمدیہ مسماۃ است دم گرفت کہ بعالم حقیقت ذات مجرد پرواز نماید خطاب رسید کہ قف یا محمد علی ھذا البرزخیۃ الکبریٰ التی ھی منتہی مقامات العارفین فان اللہ یصلی ای یرحم علی کمل عبادہ فی ھذہ المرتبۃ العلیا والمنزلۃ الزلفی او یرحم علی عبادہ بالامر بالوقوف فان التشوق الی حضرتہ ورائہا تضییع الوقت وطلب لما لا یمکن تحصیلہ او المعنی فان اللہ یصلی ای یعبد نفسہ یعنی یثنی علی کمالاتہ الذاتیۃ و یتوجہ الیہا غنی عن العلمین لا مجال الی جد فی شق عزتہ وحرم نفسہ سبحانہ تعالی العشق عن ہم الوبال وعن وصف التفرق والوصال ، متی ما جل شئ عن خیال ، یجل عن الاحاطۃ والمثال ؛

یہانتک مولٰنا شیخ ابو الرضا محمد صاحب کے خطوط جسقدر مجھے لکھنے تھے نقل کر چکا۔ اگرچہ میرے پاس شیخ کے خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اور اس قسم کا سرمایہ بہت کچھ موجود تھا جو مجھے اس بارہ میں کافی مدد دیسکتا تھا۔ مگر مین نے انھین اسوجہ سے نظر انداز کر دیا کہ عام لوگون کی دلچسپی سے خالی تھے۔ صرف بعض خطوط قلمبند کیے گئے جو معزز ناظرین کی دلچسپی کے باعث تھے۔ شیخ کے وہ تمام خطوط جو آپنے مختلف مشائخ صوفیہ اور علماء فضلا کی طرف لکھے ہین۔ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک جگہ جمع کر دیے جو سنہ ۱۳۱۵ ہجری مین کتابی صورت مین طبع بھی ہو چکے ہین شائقین کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اسکے بعد مین شیخ کے مسودات مین سے بعض وہ باتین بعینہ قید کتابت مین لانا چاہتا ہون جو نہایت ہی مفید اور قابل انتخاب ہین اور جنسے آپ کی عملی زندگی کا اقتدار اور علم و فضل کا اصل جاہ و جلال اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔

(۱) آپ رسالہ اصول الولایۃ مین آیہ یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی بحث مین فرماتے ہین کہ ۔ انقض ولایت کبرے شش است چہار شرط بترتیب نص۔ اول ایمان بتصدیق دل و اقرار زبان دوم تقیہ باکتساب ماموارت و اجتناب محظورات۔ سوم طلب شیخ طریقت کہ وسیلہ عبارت از وست در راہ وصول بدوست از و عیان است چہارم جہاد بارشاد در افنائے انانیت و اثبات ہویت او و در کون از خود شیخ کے بعض مسودات

رستگاری و بمقدار شہود دوست گرفتاری کہ فلاح عبارت ازان است و ولایت کبرے ہمین است۔

اسی رسالہ مین آپ یہ بھی لکھتے ہین۔ چون مرید صادق در خلوت درآید اول ہمگی از ملک خود برآید غسل کامل نماید مصلے وجامہ پاک باید تا خدمت پاکی را شاید در روے بجدا آرد و دو رکعت بہ نیت توبہ گزارد و نجات خود در ادائے حقوق خلق وخالق بیند بتضرع وزاری در موضع خلوت نشیند۔ بتکبیر تحریمہ جمعہ جماعت وپایم بعد از خلوت شتابد از ہمراہ حذر نماید چپ و راست نظر نکند از نظر خلق پرہیزد۔ از لذت نفس گریزد۔ در آمد شد غفلت نورزد۔ خلوت کہ چنین نباشد بہیچ نیرزد۔ کار بذکر و مراقبہ و دوام طہارت وانکسار محکم گیرد و نزد کسل خود را نماز نفل وتلاوت و درود و استغفار خالی نپذیرد و اگر لال یابد تجدید وضو شتابد۔ اگر غلبہ بود بجز ابتہ تا نفس حدیث نگوید و براہ معصیت نپوید ثلث لیل بخواب باید تا جسد را اضطراب نباشد شش ساعت در شب و دو ساعت در روز در ہر دو جانب بقدر درازی وکوتاہی روز و شب کم و زیادہ کند و نقصان از ثلث بتدریج حاصل کند پیش از غروب آفتاب بکمال طہارت بر مصلی رو بقبلہ بذکر و مراقبہ انتظار نماز مغرب کشد و میان مغرب وعشا بذکر و مراقبہ و نماز مواصلہ نماید کہ در تنویر قلب تاثیر تمام دارد و چون صبح طلوع نماید این چہار دعا بخواند اللّٰهم یارب انت اللہ عالم وانا عبد جاھل اسألك ان ترزقنی علما نافعا حتی اعبدك ولا اھلکت۔ یارب انت اللہ غنی وانا عبد فقیر اسألك ان تحفظنی حتی لا اسأل من سواك کفاف الدنیا والا اھلکت۔ یارب انت اللہ قوی وانا عبد ضعیف اسألك ان تعیننی حتی اغلب الشیطان بقوتك والا اھلکت۔ یارب انت اللہ قادر وانا عبد عاجز اسألك ان تجعلنی جابرا علی نفس حتی اقھرھا بقدرتك والا اھلکت۔ پس دو رکعت سنت درخانہ گزارد۔ پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر کہ میان سنت و فرض فجر چہل و یکبار بخواند یاحی یاقیوم یاحنان یامنان بدیع السموات والارض یاذا الجلال والاکرام لا الہ الا انت اسألك ان تحیی قلبی بنور معرفتك یا اللہ یا اللہ یا اللہ اگر ہمہ دلہا بمیرند دلش نمیرد وایمان بسلامت برد چون بقصد جماعت از خانہ برآید گوید بسم اللہ وباللہ والی اللہ والتکلان علی اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ چون بدر مسجد رسد گوید اللھم عبدك ببابك من نہك ببابك توجہ الیك عمن سواك یستغفرك ویطلب رضاءك ان لم تفتح باب فضلك فای باب سعی ببابك پاے راست در مسجد نہد گوید بسم اللہ الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وچون درآید بگوید اعوذ باللہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم از شر شیطان در امان باشد و چون اندرون مسجد رود سلام گوید و اگر کسی نباشد یا مشغول

بنماز باشد بگوید السلام علینا و علی عباد الله الصالحین بعد از ادائے جماعت بجائے خود رو بقبلہ نشستہ بذکر و مراقبہ بجد تمام اشتغال نماید کہ خواب درین وقت سخت مکروہ است اگر خواب غلبہ نماید ذکر گویان با نشستن وقع نماید تا چون آفتاب یک دو نیزہ بلند گردد دو رکعت بہ نیت شکر ادا نماید پس ازان ہر جا کہ جمعیت خاطر باید در مسجد یا در خلوت بذکر و مراقبہ اشتغال نماید تا ربع روز آنگاہ چہار رکعت نماز چاشت گزارد و اگر تعلیم و تعلم یا کارے ضروری داشتہ باشد بقدر حاجت بکار خود مشغول گردد والا تجدید وضو بذکر و مراقبہ بنشیند۔ اگر خوردنی موجود باشد بخورد و در وقت خوردن بزبان ذاکر و بدل نیک حاضر باشد بعد ازان بہ تجدید وضو بذکر در قیلولہ رود چنانکہ بیداری پیش از زوال آفتاب غنیمت شمرد تا در وقت زوال آفتاب بطہارت کاملہ رو بقبلہ بر سجادہ ذاکر و مراقب نشستہ باشد چون آفتاب برگردد۔ چہار رکعت صلوۃ زوال ادا نماید۔ بعد از ادائے نماز ظہر اگر امرے ضروری از زیارت و عیادت و تعلیم عیال و پرسش احوال شان داشتہ باشد بقدر ضرورت اشتغال نماید و شتاب از نزد ایشان برخیزد و استغفار کند حسنات الابرار سیات المقربین۔ پس ازان تکمیل طہارت تہیہ نماز عصر کند و میان عصر و مغرب بذکر و مراقبہ مواظبت نماید ؎ عمر برف است و آفتاب تموز ✦ اندکی ماند خواجہ غرہ ہنوز ✦ دل گفت مرا علم لدنی ہوس است تعلیم کن وگرت بدین دسترس است ✦ گفتم کہ الف گفت دگر ہیچ مگو ✦ در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

شیخ ممدوح کی ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ شب و روز طاعت خداوندی مین غرق رہتے تھے اور ان منصبی فرائض اور اہم معاملات مین جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ ذکر و علیہ مین صرف ہوتا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عملی زندگی احکام شریعت کے دائرہ مین بسر کرنے کا خیال بدرجہ غایت رہتا تھا اور آپ کون کون سے افعال کو جائز اور کن کن باتوں کو ناجائز قرار دیتے تھے مجتہد و بزرگ شیخ کے حالات زندگی پڑھنے والے خود بخود اس بات کی بخوبی جانچ کر سکتے ہین کہ عہد طفولیت سے لیکر زمانہ انتقال تک جس شخص کی زندگی بالکل آسمانی شریعت کی پابندی اور نبی معصوم کے احکام کی متابعت مین گزری وہ شیخ ابوالرضا محمد جناب شیخ وجیہ الدین کے فرزند رشید اور مولٰنا شیخ عبد الرحیم صاحب کے برادر کلان تھے قطع نظر ان تمام باتوں کے عبارات مذکورہ سے شیخ کی انشا پردازی اور زور قلم کا کمال بھی بخوبی واضح ہوتا ہے۔ آپنے ان طولانی مضامین اور غیر محدود مباحث کو جنکے لیے صدہا اجزا سیاہ کیے گئے ہین اور بڑی بڑی ضخیم کتابین لکھی گئی ہین نہایت مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملون

مین کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ پیرایہ عبارت کا طرز جیسا دلکش اور موثر ہے اظہر من الشمس ہے اسلئے کہ نکوست از بہارش پیداست ۔

علاوہ ازین شیخ کے مسودات مین ہمین بعض وہ عبارتین بھی دستیاب ہوئی ہین جو تصوفی تحقیقات مین اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہین اور صوفیائے کرام کی موجودہ اور آئیندہ نسلون کیواسطے ایسی ہی ضروری اور لازمی ہین جیسے جسم کیلئے روح یا آنکھون کیواسطے نور چنانچہ بطور نمونہ چند عبارتین نقل کیجاتی ہین آپ لکھتے ہین کہ الفناء فقدان لوازم البشریة اما ذهولا عن علمها او علما بالعدامها احالا لاحقيقيا وللفناء تسع مراتب۔ الاولى الذهول وهو عبارة عن عدم شعور العبد بنفسه عند الاستغراق فى ذكر الحق لاهل الحجاب او عند ورود انوار الجمال لاهل الكشف۔ الثانية الذهاب وهو فناء العبد عن افعاله بشهود افعال الحق كالقلم بين الكاتب وقد يطلق على الترقى۔ الثالثة السلب وهو عبارة عن فناء صفات الخلق بظهور صفات الحق۔ الرابع الاصطلام وهو فناء العبد عن ذاته بوجود ذات الحق۔ الخامسة الانعدام وهو فناء العبد عن فناءه فلا يبقى عنده شعور بانه فانى السادسة السحق وهو زوال الحسن من نفس العبد فتقبل الصفات الالهية من غير تأمل كما تقبل صفات نفسه فهو اول مقامات التحقق بالله السابعة المحق وهو زوال الحصر والحد من جسمانية العبد وروحانيته الثامنة الطمس وهو ذهاب احكام البشرية من طبعه وعادته فظاهره وباطنه فلا يغيره الجوع المفرط والسهر الدائم وغيرها التاسعة المحو وهو كمال الزوال بباش آثار الخليقة بظهور آثار الحقيقة فالمراتب الخمس الاول مخصوصة باهل الفناء والاربعة الاخيرة باهل البقاء والبقاء صفة الهية يتصف بها العبد بعد فناءه عن نفسه

محترم شیخ کے ایک مسودہ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر بھی ہمین نظر پڑ گئی ہے چونکہ نہایت دلچسپ ہے اور ایک نرالے ڈھنگ کی تفسیر ہے قطع نظر اسکے دلکش اور موثر بھی ہے اسلئے ہدیہ ناظرین کرتے ہین ؂

بسم اللہ الرحمن الرحیم **الباء** متعلقة بمقدر دعام هو الوجود **الاسم** هو تجلى الذات بصفة من الصفات **والله** علم لذات واجب الوجود الموجود بنفسه المستجمع بجميع صفات الكمال المتقدس عن جميع جهات النقصان و **الرحمن الرحيم** هو اسمان من الرحمة بمعنى التفضل والاحسان والاول باعتبار الفيض الاقدس الذى يحصل به الصور العظيمة المسماة بالحقائق والماهيات مع استعداداتها

والثانی باعتبار الفیض المقدس الذی یحصل بہ تلک الماھیات فی الخارج مع لوازمہا وتوابعہا والمعنی فیاض الحقائق والماھیات فی الحضرۃ العلمیۃ اولا ونقیض الوجود علیہا فی الخارج ثانیا فہما صفتان للاسم اذ بدلان منہ او بیانان لہ او خبران لمقدر عائد الیہ او مفعولان لاعنی بیانا لہ ولیسا بمتعلقین بالجلالۃ لانہ لیس الذات الرحمن الرحیم سواھما والمعنی ان وجود کل شیٔ بظہور ذات الواجب تعالیٰ فی حضرۃ الغیب والشہادۃ

اس دلچسپ اور لطیف تفسیر سے و ا ب ب الاعتصام مفسر کا جس درجہ علمی تبحر ثابت ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسکی نظیر بہت مشکل سے مل سکتی ہے جو لوگ آپکے حالات زندگی پڑھینگے اور آپکے مکتوبات و مسودات بامعان نظر دیکھینگے انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ آپ کس قدر و منزلت کے شخص تھے اور آپ کا علمی کمال کس درجہ پر پہنچ گیا تھا آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بہ بیان ست۔ ہم مولنا شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے علمی حالات اور مکتوبات و مسودات کے موثر و دلکش مضامین نقل کر چکے اب آپکے کچھ حکیمانہ اقوال اور عبرت خیز [illegible] میں ڈوبے ہوئے مقولے لکھتے ہیں جن سے آپکے فضل و علم کی شان معلوم ہوتی اور علمی تبحر اور بھی ثابت ہوتا ہے۔ شیخ کے ملفوظات

حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمین جناب شیخ ابوالرضا محمد کے بیشمار دل آویز مقولے جمع کئے ہیں [illegible] اگرچہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے لیکن تصوف و مسائل سے لبریز ہے جس مقام کو پڑھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ معنی خیز مضامین کا دریا نہایت زور شور سے لہرین لے رہا ہے۔ الفاظ کی بندش عبارت کی چستی اس غضب کی ہے جسے دیکھکر بڑے بڑے فاضل دنگ رہجاتے ہیں اس کی عبارت سے بزرگ شیخ کا فاضلانہ اور عالمانہ پن برستا ہے اسیطرح مطالب کی خوبی اور عمدگی آپکے علوشان و بے نظیر تبحر کو ثابت کرتی ہے میں اس مقام پر اسی رسالہ میں چند مفید اور نصائح سے بھرے ہوئے مقولے انتخاب کرکے اپنی ناچیز تالیف مین درج کرتا ہون۔

(۱) شیخ فرماتے ہین کہ ایمان کی ایک معلوم و معین حد ہے کہ جب وہ اُس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کبھی اُسکا زوال نہین ہوتا۔ اسیطرح اعمال کے لیے بھی ایک مقرر حد ہے کہ جب وہان عروج کر جاتے ہین تو پھر مردود نہین ہوتے۔ ایمان کی اوسط درجہ کی حد یہ ہے کہ ایماندار کے سینے مین ایک محسوس نور ظاہر ہو جائے جس کی روشنی اور چمک سے اُسپر اُسکے باطنی آثار اچھی طرح نمودار ہو جاتے ہین اُسوقت آپنے

ارشاد کیا کہ میں نے ایک رات اپنے سینہ میں ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح دہک رہا تھا اور جس کی روشنی میں مجھے گھر کے تمام اطراف اور اثاث بیت اچھی طرح نظر پڑتے تھے اسی اثنا میں خدا تعالیٰ نے مجھ پر الہام فرمایا کہ ادنے درجہ کا ایمان جو میری جناب میں مقبول ہی اسی نور کے مانند ہے جسے میں ایماندار سے سلب نہیں کرتا۔ اس کے ذیل میں جناب مولینا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ کی مراد نور ایمان سے طہارت وطاعت کا نور ہی جیسا کہ میں نے حسب موقع بیان کیا ہی۔"

(۲) فرماتے ہیں کہ انسان فلاح دارین اسوقت حاصل کر سکتا ہی جبکہ عقاید میں انبیا علیہم السلام کی تقلید کرے اور بغیر کم وبیشی کے تقلید کرے جیسا کہ قدما اہل سنت کا مذہب ہے لیکن شرط یہ ہی کہ کسی صاحب کشف سے ملاقات کرے جو ان عقاید کی تفصیل وتحقیق پر کماینبغی تنبیہ حاصل کرئے۔

(۳) آدمی قبیح و ناشائستہ صفات ترک کردینے اور اخلاق کو مہذب آراستہ کرنے کی وجہ سے گو فرشتہ ہی کیون نہ بنجائے لیکن پھر بھی ولایت خاصہ کے کمال کے مقابلہ مین یہ کچھ بھی کمال نہین ہی وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ فرشتون کی حکایت نقل فرماتا ہے کہ وما منا الا له مقام معلوم اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ملائکہ کے مقامات معلوم المقادیر ہین اور صاحب ولائت خاصہ کا مرتبہ جو تجلی ذات کے شرف سے معزز وممتاز ہوچکا ہی کوئی حد اور نہایت نہین رکھتا البتہ ایسا شخص خداوندی عنایتون کا مورد اور خوارق وکرامات کا مصدر ضرور ہوتا ہی کیونکہ کرامت کا صدور اوصاف ذمیمہ کے ترک کردینے اور انوار طاعات سے معمور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہی یہ سب کچھ ہی لیکن شخص موصوف حقیقت مین طریقہ ولایت مین داخل نہین ہی کیونکہ ہنوز خودداری اور تن آراستگی مین مصروف اور جب یہ ہی تو اولیا کے زمرہ مین شمار نہین کیا جاسکتا۔

(۴) تمام ریاضات مین عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہی کہ آدمی دائمی توجہ کیساتھ کھانے پینے مین درمیانی راہ اور متوسط درجہ اختیار کرے۔ افراط وتفریط سے ہمیشہ مجتنب ومحترز رہی۔

(۵) جب حضور دلمین مضبوطی اور استحکام کیساتھ جگہ کرلیتا ہی تو پھر کسی چیز کی طرف ملتفت ہونے اور باتین کرنے سے زوال پذیر نہین ہوتا البتہ غامض ودقیق علوم کی تعلیم وتعلم مین مشغول ہونے کی سبب سے خفیف سا حجاب واقع ہوجاتا ہی لیکن جسے ملکہ حضور ویسا ہی ذہن نشین ہوجاتا ہی جیسے آنکھ مین بینائی تو اب کوئی چیز بھی اسکے لیے حاجب نہین ہوسکتی۔

(۶) اہل سنت اور معتزلہ وشیعہ جو وجود ارادہ الٰہی مین نزاع کرتے ہین تو یہ صرف لفظی نزاع ہی کیونکہ معتزلہ وشیعہ بھی

سے انکار کرتے ہین کہ رویتِ خداوندی جہت کا تقاضا کرتی ہے اور خدا تعالی جہت سے پاک و منزہ ہے اسکے ساتھ ہی وہ انکشاف اتم برفع حجب کو ثابت کرتے ہین۔ مگر اہل سنت اسبات کے قایل ہین کہ دیدار آلہی بے کیف و جہت ہوگا اور یہی عین انکشاف اتم ہے۔

(۷) جو چیز عام لوگون کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہ اولیاء اللہ کو دنیا مین میسر ہو جاتی ہے چنانچہ وہ دنیا ہی مین خداوندی دیدار سے مشرف ہو جاتے ہین اور اسکی ذات مقدس اشکال سے منزہ دیکھتے ہین پھر اسبارہ مین وہ مختلف الحالات ہوتے ہین بعضون کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بجلی کہ ادہر سے کوندکر ادہر چلی گئی اور بعضون کو اس سے کسیقدر زائد لیکن جو حضرات کاملین ہین اور اُن کا رتبہ ولایت معراج کمال کو پہنچگیا ہے وہ ہمیشہ دیدار آلہی مین محو رہتے ہین جیسا کہ حضرت امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ لم اعبد اھا حتی لم ادہ۔

(۸) اولیاء اللہ کے سلسلے اور اُنکے طریقہ مین داخل ہونیکے یہ معنی ہین کہ اس پاک و برتر نفوس قوم کی ریاضیات پرعمل ہو۔ اور اسکے باجاہ و جلال اور نتھرے ہوئے مشارب کو قبول کرے جو شخص ان باتون کو پیش نظر نہ رکھے اور ان رنگون مین رنگین نہ ہو اُسے اس برگزیدہ اور معزز و مقتدر قوم کے سلسلہ مین داخل نہ سمجھنا چاہیے اگرچہ بظاہر کسی ولی سے ارتباط کیون نہ پیدا کیا ہو۔

(۹) ہمارے عرفاء زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہین ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و اقارب کی حصول اغراض کے لیے سلاطین کے محتاج نہوتے۔

(۱۰) عارف کو اسبارہ مین جرأت کرنا نہایت ہی نامناسب ہے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنا گرویدہ بنائے۔ اور اسے اپنے طریقہ کی طرف مائل کرکے اُسکی اُس توجہ مین شورش ڈالدے جو شیخ اول سے حاصل ہے اگر کوئی شخص باصرار پیش آئے اور اسکے طریقہ مین داخل ہونا چاہے تو اسوقت بھی اُسے یہی مناسب ہے کہ اُسکے شیخ کے حوالہ کردے اور اسے اپنے سلسلہ مین داخل نہ کرے البتہ اگر اُسکے شیخ نے سفر آخرت قبول کرلیا ہو یا کسی دوسرے شہر مین چلاگیا ہو تو مضائقہ نہین ہے۔

(۱۱) جسکو ذوق مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہین ہوتا۔

(۱۲) ولی۔ دنیا مین آگ سے جلایا جاتا اور تلوار سے مارڈالا جاتا ہے کیونکہ اسکے عناصر روح پر غالب ہوجاتے ہین اور نشاۂ اخرویہ مین اسکے برعکس حالت پیش آتی ہے لیکن یہ اُنھین اہل کمال کو نصیب ہوتی ہے جنسے

حجب امکانیہ اُٹھ جاتے ہیں۔

(۱۳) شیخ فرماتے ہیں کہ ایک فاضل نے کسی صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیائے کرام اسقدر ریاضات و مجاہدات کی سختیاں اور تکلیفیں کیوں جھیلتے ہیں۔ جواب دیا کہ اگر تجھے اسبات کی اُمید دلائی جائے کہ فلاں شخص مشقت کی برداشت کریگا تو حکومت کی باگ تیرے ہاتھ میں دیدیجائے گی یا بادشاہ کی گردن تیرے آگے جھک جائیگی تبا اسوقت تو یہ تمام مشقتیں اور مصیبتیں گوارا کریگا کہ نہیں وہ بولا کہ ضرور میں ہی بلکہ جس شخص کو ان باتوں کا متوقع کیا جائیگا نہایت خوشی اور ذوق شوق سے بڑی بڑی سختیاں جھیلنے کو تیار ہو جائیگا اسپر صوفی نے کہا کہ ہماری ان جانفرسا ریاضات اور جگرخراش مجاہدات کی یہی وجہ ہو کہ خدا تعالیٰ اپنی عظمت وجبروت اور اپنے جاہ و جلال کیساتھ ہمارے خانۂ دل میں جلوہ فرما ہوتا ہی۔

(۱۴) ایکدفعہ جملہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور آپکے پیش نظر تھا جسکی تفسیر و توضیح آپنے یوں فرمائی کہ اصحاب قبور سے مدد چاہنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حالات یاد کرکے عبرت پذیر ہو کیونکہ مردوں کے حالات یاد کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنیسے دنیاوی امور کے تعلقات کی رگ کٹجاتی اور فکر معاش مضمحل ہو جاتا ہی۔

(۱۵) حدیث ان الدنیا اشبہ من جیفۃ منتنۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے مانع آتی ہی کیونکہ انسان کا دلی تعلق اسکے ساتھ وابستہ ہوتا ہی بخلاف مردار کے کہ اسمیں یہ صفت پائی نہیں جاتی اسلئے دنیا مردار سے زیادہ قبیح شنیع ٹھری۔

(۱۶) فرماتے تھے مخالف شریعت کوئی بات منہ سے نکالنا کذب فی الاقوال ہی اور شریعت کے برخلاف کوئی کام کرنا کذب فی الافعال اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے۔

(۱۷) آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ اہل شہود حسین اور خوبصورت عورتیں اور بے ڈاڑھی مونچھ کے نازک اندام لڑکوں کی طرف بالکل التفات نہیں کیا کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر ان لوگوں سے تجاوز کرکے منتہا حقیقی پر پڑتی ہی البتہ جو لوگ نعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب ہوتے ہیں وہ خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتے اور بدصورت عورت سے اعراض کرتے ہیں لیکن عارف کے نزدیک دونوں مساوی حکم رکھتی ہیں اسیطرح اہل شہود راگ سننے سے متلذذ نہیں ہوتے کیونکہ راگ کی صرف اسیقدر کائنات ہوتی ہی کہ گویے

کے مُنہ سے نکلکر سننے والیکے کان تک پہنچتی ہو اور اگر گویا شدید الصوت ہے تو غایت مافی الباب یہ کہ پچاس یا سو قدم تک پہنچتی ہو اور اس اولوالعزم اور خوش نصیب قوم کے ذوق شوق کی کوئی انتہا ہی نہین ہے ۔

(۱۸) عارف کامل کبھی انجام اور خاتمہ پر نظر نہین ڈالتا کیونکہ یہ اُسکے حق مین نقصان صریح ہو اگر فرضاً اُسکے یہ دل کے ہلا دینے والی ندا سنتا ہو کہ ہم نے تجھے بدبخت اور شقی کیا ہو یا یہ خوشخبری کان مین پہنچتی ہو کہ تیرا انجام بخیر ہے پھر تقدیر اِن دونون باتون کیطرف التفات و توجہ نہین کرتا ہے اور اس عاجل نفع کو جو اُسے نقد وقت حاصل ہو یعنی جمال محبوب کا مطالعہ رجاء آجل کے حصول مین نہین چھوڑتا ہو ۔

(۱۹) اہل شہود سانپ بچھو اور شیر چیتے اور چورون ڈاکوون سے کبھی خائف نہین ہوتے یہی وجہ ہو کہ بعض اکابر نے امتحان کی غرض سے اپنے نفوس کو ان خطرناک اور وحشت انگیز مقامات مین ڈالدیا ہو جو درندون اور زہریلے جانورون کے بن کہے جاتے تھے اور جہان آب و دانہ کا نام و نشان تک نہین پایا جاتا تھا لیکن پھر بھی جب اُنکے دلون مین کسی قسم کا خوف و خطر پیدا نہین ہوا تو معلوم کرلیا کہ اب ہم مین کمال پیدا ہوگیا ہو اور ہماری عملی زندگی ایک بڑے عروج پر پہنچگئی ہو ۔

(۲۰) خالدبن سنان کا جو یہ قصہ مشہور ہے کہ انہون نے انتقال کیوقت لوگون کو تاکیدی حکم کیا تھا کہ مجھے چالیس روز کے بعد قبر سے نکال لینا تاکہ مین عالم برزخ کے تمام احوال تم پر ظاہر کرون اور جو چیزین وہان موجود ہین اُن کی ٹھیک ٹھیک خبر دون" اسکے بارہ مین آپ نے فرمایا کہ جو شخص عالم دنیا سے سفر کرکے عالم برزخ مین پہنچ گیا پھر اُسکا بدن ناسوتی کے ساتھ جو تجزی و تبعیض اور خرق والتیام کے قابل ہو دنیا مین معاودت کرنا ناممکن ہو لیکن جسم مثالی کیساتھ جو تجزی اور خرق والتیام کے قابل نہین ہو رجوع کرنا جائز ہے جیسے حضرت جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے تھے اسی طرح انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مقدس و پاک روحین اجسام مثالیہ مین متشکل ہوتی ہین ہمین ذرا شک نہین کہ نفوس کاملہ تا وقتیکہ دنیا مین موجود ہین مختلف شکلون مین متشکل ہو سکتے اور خدا کیطرف سے انہین وہ قوت عنایت ہوتی ہو کہ جو شکل و صورت چاہین اختیار کرلین لیکن عالم برزخ مین داخل ہونے کے بعد ناسوتی جسم اختیار نہین کرسکتے پس خالدبن سنان کی مراد یہی تھی کہ مین بدن مثالی ساتھ دنیا مین رجوع کرونگا نہ جسم عنصری کیساتھ ۔

یہان تک مین نے شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے ملفوظات نقل کیے جنسے آپ کا کمال علم اور تبحر ناظرین سوانح کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو گا ان کے علاوہ اور بھی بہت سے عالمانہ مقولے کتابون مین لکھے ہوئے ہین جنکے درج کتاب کرنے سے مجھے تطویل کا خوف ہو ناظرین کتاب شوارق المعرفۃ کی سیر کرین اور آپکے دل آویز اقوال اور حکیمانہ مقولون سے لطف اٹھائین - اب مین اس باب کو آپکے حالات انتقال پر ختم کرتا اور معزز ناظرین کو چوتھے باب کی حیرت انگیز سین کی سیر کراتا ہون -

شیخ کا انتقال

شیخ محمد ظفر کشکی کا بیان ہو کہ جناب شیخ صاحب ابتدائی زمانہ مین اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہماری عمر پچاس ساٹھ سال کے درمیان ہوگی اور ان دونون عددون کے مابین ہماری زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک جائیگا چنانچہ جب آپنے اپنی عمر کے پچاس مرحلے طے کر کے آگے قدم رکھا تو مجھے شیخ کلوہ ارشاد یاد آیا اور ہمیشہ یہی خطرہ پیش نظر رہا لیکن اتفاق وقت سے جب آپ پچپن سال کی عمر کو پہنچے تو مجھے ایک ایسی تقریب پیش آئی جس کی وجہ سے مجبورًا رہتک جانا پڑا - رخصتانہ ملاقات کے وقت مین نے شیخ سے اسبارہ مین دریافت کیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو مین اس سفر کو ملتوی کر کے کسی اور زمانہ کیلئے اٹھار کھون آپنے ایک خوش آئندہ تبسم اور نہایت ہی دلگیر مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور اس امر کے اظہار کرنیسے اعراض فرمایا مابعد ارشاد کیا کہ نہین تمہین وطن ضرور جانا چاہئیے اور اسبات کا باکل خیال کرنا نہین چاہئیے - گویا یہ آخری کلمات تھے جو محترم و بزرگ شیخ کی زبان مبارک سے نکلکر میرے کانون مین پہنچے جب مجھے وطن مین شیخ کے انتقال کی خبر پہنچی تو اپنی بدقسمتی اور محرومی پر سخت افسوس ہوا اور ذیل کا شعر ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ میری زبان پر جاری ہو گیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

الغرض گلشن شاعر جو شیخ کے انتقال کیوقت آپکی مجلس مین موجود تھا مین اسکے پاس گیا اور انتقال کی کیفیت دریافت کی اس نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ بیان کیا کہ جب شیخ کے انتقال کا وقت قریب ہوا اور آپ زندگی کے تمام مرحلے طے کر چکے تو شیخ عبدالاحد ایک دن آپکی زیارت کیلئے تشریف لیگئے اسوقت مین بھی شیخ کے ہمراہ تھا جب شیخ عبدالاحد اور انکے ساتھ مین آپکی خدمت مین پہنچے تو اسوقت

آپ اپنی عادت کے برخلاف چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام اصحاب فرش زمین پر سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے اُسوقت مجلس کا عجب عالم تھا چارون طرف سکوت و خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور حاضرین مجلس حالت بیخودی مین محو تھے شیخ نے مولٰنا عبد الاحد کو دیکھتے ہی ایک خوش آئندہ تبسم کیا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرکے اُسی چارپائی پر اپنے برابر بٹھا لیا جس پر خود تشریف رکھتے تھے اگرچہ ایک عرصہ تک یہ صحبت رہی مگر باہم کسی قسم کی گفتگو اور کلمہ و کلام نہین ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپکا دل تمام تعلقات سے وارستہ ہوگیا تھا اور ایک بے خودی کی حالت طاری ہوگئی تھی اور اسی بیخودی اور فرطِ رسیدگی کی وجہ سے آپ مکالمہ مین مشغول نہین ہو سکتے تھے تھوڑی دیر یہی حالت رہی ازان بعد آپ چارپائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپکے اہل خانہ شیخ عبد الاحد صاحب سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے اسلیئے شیخ کو اپنے ساتھ گھر مین لیگئے اور اُسی اسلوب کے ساتھ بے گفت و شنید تھوڑے عرصہ تک صحبت رہی۔ اسی اثنا مین آفتاب مغربی گھاٹیون مین ڈبک ڈبک کر غروب ہوگیا اور موذن نے اذان مغرب دی۔ اُسوقت شیخ فخر عالم نے جو بزرگ شیخ کے فرزند رشید تھے اور عمر مین سب سے بڑے علم و فضل مین سب سے افضل تھے عرض کیا کہ جناب! اذان ہوگئی ہے باہر تشریف لیچلیے۔ شیخ نے اوپر کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا کہ بابا! کیا ابھی تک اندر و باہر مین فرق و امتیاز باقی ہے یہ کہکر آپ اُٹھے اور مسجد مین پہنچکر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس صحبت کے منقضی ہونیکے بعد شیخ عبد الاحد صاحب نے فرمایا کہ محترم شیخ گویا اسی ہیئت پر بیٹھنے کے ساتھ مامور ہین اور گویا آپکے انتقال کا زمانہ قریب ہی آپہنچا ہے اور رفیق اعلےٰ کی طلب آپ پر بہمہ وجوہ غالب آگئی ہے چنانچہ اسکے بہت تھوڑے عرصہ بعد آپکا انتقال ہوگیا۔ انتقال

شیخ کے اصحاب کی ایک جماعت نے جو ہمیشہ خدمت اقدس مین حاضر رہتی تھی آپ کے وفات انتقال کی بابت یون تحریر کیا ہے کہ ابتدا مین آپکو کچھہ یون ہی کسل و تکان عارض ہوا اسی اثنا مین آپنے متواتر تین روز تک کھانے کی طرف رغبت نہین کی نہ کسی سے زیادہ بات کی بلکہ آپکے دل مبارک مین انتہا درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوئی یہان تک کہ کسی شخص اور کسی چیز کی طرف مطلق التفات و توجہ نہین کی جب تین روز اسی حالت مین گذر گئے تو آپکے متعلقین و خدام مین ایک طرح کی عام بیچینی پھیل گئی اور نہایت کرب و اضطراب واقع ہوا اس وقت یہی آپ کسی پر ملتفت نہین ہوئے

لیکن جب نماز عصر کا وقت ہوا اور آپنے مسجد مین آنا چاہا تو گھر کے لوگون کو رخصت کیا اور چند الوداعی کلمے زبان مبارک پر جاری ہوئے جنسے ایک نہایت غمناک اثر آپکے متعلقین پر پڑا۔ حاضرین جلسہ کا اُس وقت بُرا حال تھا اور سب زار وقطار رو رہے تھے۔ الغرض شیخ گھر والون سے رخصت ہوکر اور صبر و استقلال کی فہمائش کرکے مسجد مین تشریف لائے اور بہت ہی عاجزی و انکسار کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپنے مقامات حضرت خواجہ نقشبند طلب فرمائے اور تھوڑے تھوڑے کہین کہین سے پڑھا اسی اثنا مین ایک مخلص بے ریا معتقد نے پان حاضر کیے اور آپنے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور نہایت فرحان و شادان اُس تکیہ پر سہارا دیکر بیٹھگئے جو آپکے پہلو مین لگا ہوا تھا تکیے پر سہارا دیتے ہی آپ کی روح بدن سے مفارقت کرگئی اور شیخ نے سفر آخرت قبول کیا۔

جس وقت شیخ کی روح جسم عنصری سے مفارقت کرنے لگی اور آپ نے معلوم کیا کہ اب سفر کا آخری وقت ہو تو جناب مخدومنا سیدنا حضرت شیخ عبدالرحیم کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا کہ گویا آپ اُنھین اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اتفاق سے اِس وقت شیخ عبدالرحیم گھر مین موجود تھے اور بعض حاضرین مجلس تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تلاش مین گئے اور اُدھر بعض یارون نے بایںخیال کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی ہے آپ کو گودی مین اُٹھاکر گھر کے دروازہ پر پہنچایا اِستنے مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب تشریف لے آئے اور دیکھا تو روح جسم سے پرواز کرچکی تھی آپ کے پرنم آنکھون فوراً آنسو ڈبڈبا آئے اور کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیه رَاجِعُوْنَ پڑھا شیخ عبدالرحیم صاحب کی یہ کیفیت دیکھکر تمام حاضرین نے اِس زور سے کلمہ الترجاع کہا کہ ساری مسجد گونج اُٹھی اور گھر مین ایک تہلکہ پڑ گیا شیخ کے انتقال کا نہ صرف آپ کے متعلقین اور معتقدین ہی کو افسوس ہوا بلکہ تمام ملک و قوم کو انتہا سے زیادہ رنج و افسوس تھا ساری دہلی آپ کے واقعات و حالات سنکر غم کے آنسو بہاتی تھی اور یاد کر کرکے بے قرار ہوتی تھی خاصکر جو لوگ آپ کے دلدادہ اور آپ کی فیض صحبت سے عروج کمال پر پہنچ گئے تھے وہ بہت ہی بے چین اور مضطرب تھے اور ایک مدت کے بعد بھی ہنوز یہ واقعات اُنکے دلون مین تازہ تھے۔

تاریخ کا انتقال

شیخ کا انتقال ۱۷۔ تاریخ محرم سنہ ۱۱ ہجری مین ہوا آپ کے بعض مخلصون نے

فی البدیہ آپ کی وفات "**آفتاب حقیقت**" بحساب ابجد نکالی ہے رضی اللہ عنہ وارضاہ و جعل اعلیٰ الفردوس مثواہ آمین۔

شیخ کی عمر کا ٹھیک اندازہ بتانا بہت مشکل ہے کیونکہ آپ کی ولادت کے سنہ و تاریخ کا پتہ باوجودیکہ تحقیقات کے کہیں سے دستیاب نہیں ہوا البتہ مختلف تذکروں سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت عہد ابوالمظفر محمد شاہجہان بادشاہ میں ہوئی۔

اسیطرح شیخ کی اولاد کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ میں نے اس بارہ میں جسقدر کوشش کی ہندی مورخوں کی بے توجہی سے اُتنا ہی ناکامیاب رہا متعدد کتابوں کے پڑھنے اور مختلف تذکروں کے دیکھنے سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد کے ایک صاحبزادے نہایت برگزیدہ اور ستودہ صفات شخص تھے جو شیخ فخرالعالم کے ساتھ شہرت رکھتے تھے اس دنیا کے مشہور و نامور عالم کا اُسوقت انتقال ہوا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عمر کے چودہ مرحلے طے کرکے پندرھویں میں قدم رکھا تھا لیکن میں صرف اس قدر کہنا بھی کافی نہیں ہوسکتا ممکن ہے کہ شیخ کی اور بھی اولاد ہو جو مورخوں کی بے توجہی یا معمولی واقعات کے لحاظ سے نظر انداز کی گئی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیخ کی اولاد کا کسی مقام پر تذکرہ ہو اور تتبع کیوقت میری نظر قصور کرگئی ہو بہرحال خواہ اسے میری قصور نظر پر محمول کیا جائے یا ہندی تذکروں کے مؤلفوں کی بے توجہی خیال کی جائے میں اس کہنے سے کبھی خوف نہ کروں گا کہ مجھے شیخ کی اولاد کی بابت کچھ معلوم نہیں کہ کسقدر تھی اور کس کس نام سے شہرت رکھتی تھی

⁂

چوتھا حصّہ

عارف باللہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ

تمہید

معزز ناظرین! حیات ولی کے تین حصے ختم ہو چکے جنمین آپنے شاہ صاحب موصوف کی عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کے ممتاز و منتخب حضرات کے حالات زندگی کی اچھی طرح سیر کی اور اُن کی سوانح عمریاں شوق دیکے پڑھین۔ اب چوتھے حصہ کا آغاز ہے۔ جسمین ہم اس اولوالعزم اور قابل انتخاب خاندان کے چشم و چراغ یعنے عارف باللہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف بیان کرین گے یہ وہ نامور و بلند اقبال اور مشہور شخص ہین جنہوں نے اپنے علمی تبحر اور فضل و کمال کی وجہ سے اس معزز و بزرگ خاندان کو ساری دنیا مین روشناس کردیا ہے۔ اور جنکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لے کر عرب تک بڑے زور شور سے اڑرہا ہے۔

شاہ صاحب کے علمی تبحر اور فضل و کمال کی جہان تک سچی تعریف کیجائے وہ بہت کم ہو کیونکہ اس محترم خاندان مین ایسے حضرات بہت کم گزرے ہین جنمین وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا آپکی ذات والاصفات مین پائے جاتے تھے جس شخص نے اپنے خاندان کے گزشتہ لوگون کے اعزاز و اقتدار قایم رکھے بلکہ اُنپر ایک نئی جلا پیدا کر کے اور بھی چمکادیا۔ اور جسنے اپنی آیندہ نسلون کی کامیابی کیواسطے ایک ایسا بیج بویا جو بعد اذان اُنکی اَن تھک کوششون سے پھلا پھولا اور لہلمایا وہ یہی شاہ صاحب ہین۔ آپ کی خداداد قابلیت اور حسن لیاقت کا اندازہ صرف اسی سے نہین ہوسکتا کہ خود بہت بڑے فاضل اور عالم اور خواص و عوام کے مقتدا و معتقد علیہ تھے اور پبلک سے اجتہاد و امامت کا معزز خطاب حاصل کرچکے تھے بلکہ اپنی اولاد اور ملک و قوم کو عروج پر پہنچا دیا تھا جو آج تک دونون کو زندہ کیئے ہوئے ہی۔

اسمین ذرا شک نہین کہ یہ ممتاز خاندان جس کی نسبت مین چند جملے تحریر کرچکا ہون اور جسکے مفصل حالات آپ پہلے دوسرے تیسرے حصے مین پڑھ چکے ہین۔ اپنی خاص نوعیت اور خاص فضائل اور عام نفع رسانی مین ہندوستان مین لاثانی اور بےنظیر تھا۔ اور علم و فضل اور شہرت عام کے لحاظ سے اپنا ثانی نہین رکھتا تھا نیز اسکا ہر ایک ممبر آسمان علم کا مہر جہان تاب تھا لیکن حقیقت مین شاہ ولی اللہ صاحب

نے علمی کمالات مین جو اقتدار و اعزاز حاصل کیا وہ اس خاندان کیلئے بہت بڑا ذریعہ افتخار تھا۔ اور اگر سچ پوچھئے تو اس خاندان کو سب سے زیادہ جس شخص نے تاریخ مین بقائے دوام کا اعزاز بخشا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہی ہین بلکہ میرا یہ کہنا بیجا نہوگا کہ اس خاندان کو علمی حیثیت سے جو فضیلت و ترجیح دوسرے علمی خاندانون پر حاصل ہے وہ آپ ہی کے طفیل سے حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ لکھنا واقعہ نفس الامر ہے کہ جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب بلحاظ شہرت عام اور دیگر فضائل کے الولد سر لابیہ کے پورے نمونے تھے۔ اور نہ صرف نمونہ ہی تھے بلکہ اُسے جلا اور چمکا دینے والے تھے۔

چونکہ شاہ صاحب کے مراتب علم اور شان کمال کا انحصار کرنا مشکل اور سخت مشکل ہے اس لئے نہایت مختصر الفاظ مین آپکی تعریف یہ ہے۔ کہ علم حدیث و تفسیر کی ترویج و اشاعت مین آپ پہلے شخص ہین جنھون نے ہندوستان مین ان مقدس علوم کو رواج دیا اور طالبان علم کو ندائے عام دی لپنے فیضان سے دنیا کو سیراب کیا۔ اور اسلامی علوم کے باریک و دقیق مسائل کو دنیا والون کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ ہی کا فیض عام ہے جس سے آجتک حدیث و تفسیر کا چراغ روشن ہے۔

معزز ناظرین! قبل اسکے کہ مین جناب خاتم المحدثین امام المفسرین فاضل اجل عالم باعمل عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تاریخی زندگی کے مفصل حالات و واقعات جداجدا عنوان سے بیان کرون اور آپکے اخلاق و عادات پر تفصیل کیساتھ ریویو کرون مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت مختصر اور اجمالی طور پر آپکے علمی مذاق اور فضل و کمال کا خاکہ کھینچون۔ اور اسکے ساتھ سرسری طور پر آپکی اُس خداداد شہرت کا ذکر کرون جو قریب قریب کل ہندوستان اور عرب دونون مین آجتک پھیلی ہوئی ہے۔ شاہ صاحب کے حالات پر سرسری نظر

جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب ایشیائی دنیا بالخصوص دنیائے اسلام کے مشرقی حصون خاصکر اسلامی قومون مین ایسے نامور اور باجاہ و جلال اور ذی عظمت شان بزرگ ہو گزرے ہین جنکا نامی ایسا نہین ہے جس سے کوئی شخص آگاہ نہو۔ ہندوستان کے عام طبقات مین کوئی شاذ و نادر ہی ایسا اسلامی طبقہ ہوگا جو آپکے مبارک نام اور آپکے مقتدر و معزز خاندان سے ناواقف ہوگا۔ خاص دہلی اور اس کے اطراف و اضلاع مین کوئی ایسا گھر نہین جسکے بچہ بچہ کی زبان پر آپ کا نام نہایت عظمت و وقار اور اعزاز و احترام کیساتھ جاری نہوگا۔

یہ بات نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت سے دیکھی جاتی ہے کہ عام طور پر اسلام کی مختلف شاخون کے

تمام موافق و مخالف فرقے حتی کہ مخالفین اسلام بھی اس عزیز الوجود اور خلیق و رحمدل خداپرست و برگزیدہ ولی کے فضائل و کمالات کے بدل معترف ہین اور سب متفق ہوکر اس امر کی باآواز بلند شہادت دیتے ہین کہ حقیقت مین یہ پاکباز اور خدا کا پیارا بندہ علمی حیثیت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے اپنے زمانہ کا فرد اور فضل و کمال کے جولانگاہ کا پورا شہسوار ہے۔ قیافہ شناس نظرین آپکی دلفریب طفلانہ حرکتون سے پہلی ہی خوب سمجھ گئی تہین کہ اس شریف و نجیب خاندان کے بانیون کی ڈالی ہوئی بنیادین اس مبارک بچے ہی کی ان تھک کوششون سے ایک زمانہ مین آسمان سے باتین کرنے لگین گی۔ اور آئندہ نسلون کے عروج و استحکام کا سبب بھی یہی بچہ ہوگا۔

اس مقدس بزرگوار کے علم و فضل کی نسبت علماے مورخین نے بیسے جیسے وزنی اور قیمتی ریویو کیے ہین۔ اور اُسکی خداداد قابلیت پر متفقہ الفاظ مین قابل وقعت اور پرزور ریمارک کیے ہین حقیقت مین وہ اسکے مراتب کمال اور علمی تبحر کیواسطے اعلیٰ درجہ کے سارٹیفکٹ ہین جنسے اسکی اُس شان و عظمت اور اعزاز و اقتدار کا کافی ثبوت ملتا ہے جو آجتک علما کے دلمین باقی ہے اور گو اُسے سفر آخرت کیے ہوے زمانہ دراز گزر چکا ہے لیکن اُسکی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کے آثار ہنوز تازہ ہین۔

ایک قابل مصنف کا ریویو

سیر الاخبار کے مؤلف نے شاہ صاحب کی لیاقت پر ایک مختصر ریمارک کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہین کہ حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب اپنے زمانہ کے تمام علما پر کھلی اور واضح فضیلت رکھتے تھے دنیا کے اس کونے سے لیکر اُس کونے تک ایک شخص بھی ایسا نہ تہا جو علمی کمالات اور اخلاقی فضائل مین آپکا دعویدار ہوتا اور بفرض محال اگر کسی صفت مین کوئی شریک ہو بھی تو یہ دعوے ہرگز نہین کیا جا سکتا ہے کہ باطنی تصرف مین بھی آپسے افضل ہوا ہو حقیقت مین آپ جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھے۔ حقائق و معارف سے پوری آگاہی و واقفیت رکھتے تھے اور تصوفانہ تحقیقات مین بھی آپکو کمال دستگاہ حاصل تہی۔ مریدون کی پرنور اور عقیدتمندانہ بصارت سے لبریز آنکھین آپکے جمال کی تابانی و درخشانی سے ہر وقت روشن و منور رہتی تہین۔ اور عقیدت کیش علما اور سلیم الطبع فضلا کا جمگھٹا ہمیشہ آپکے درسگاہ مین لگا رہتا تہا۔ آپ حدیث و تفسیر و فقہ کے علوم کے درس و تدریس مین ہمیشہ مستغرق رہتے تھے اور اسمین نہایت عزت و وقعت کیساتھ شہرت و ناموری پیدا کر لی تہی۔ آپ نہ صرف علم و عمل کے لحاظ سے فرید عصر اور یگانہ روزگار تھے بلکہ مجتہدین فن اور ماہرین کمال کے زمرہ مین شمار کیے جاتے تھے اور ایک انتہا درجہ

کے جید محدث تھے۔ معمولی تعلیم کے بعد آپ کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی نے صرف اپنے وقت کے علماء پر قناعت کرنا پسند نہین کیا بلکہ ہمت و استقلال کے شاہین بلند پرواز نے سفر کیلئے بال و پر کھولے اور صرف احادیث کی سند حاصل کرنیکے لیے عربستان تشریف لیگئے حرمین محترمین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک معتدبہ زمانہ تک وہان قیام کیا۔ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی وغیرہ مشائخ حرمین محترمین سے سند حدیث حاصل کی اور خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا۔ نئے نئے خیالات کے لوگون سے مباحثے کیئے اور مختلف عقائد کے اصول و فروع کے اصلی پہلوؤن پر دقیق اور غور مین ڈوبی ہوئی نظرین دوڑائین کیونکہ عرب اسوقت مختلف عقاید و مذاہب کا بازیگاہ بنا ہوا تہا۔

جب آپکو اس صورت سے کچھ دن عرب مین گزر چکے اور دلی مقاصد کی پورے طور پر تکمیل ہوگئی تو اب وہان سے وطن مالوف کی طرف مراجعت کرنے کا قصد کیا اور دو ڈہائی سال کے عرصہ مین ہندستان کیطرف رجوع ہوئے۔ یہان آکر پرانی دہلی مین اپنے قدیم مکان مین سکونت اختیار کی اور علمی اشغال مین مصروف ہوئے۔ شہر کے عموماً باشندے خاصکر اطراف و جوانب کے نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر ہوکر سند حدیث حاصل کرتے اور آپکے پر اثر وعظ اور عبرت انگیز نصائح کی دولت سے گودیان لبریز کرکے جاتے اسمین ذرا شک نہین کہ جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی بڑے پایہ کے شخص تھے اُس عہد مین سب سے زیادہ جس چیز نے آپکو تمام دنیا مین مشہور کردیا تہا وہ آپکے علمی کارنامے اور حدیث و تفسیر کا درس تہا۔ بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ صفحات تواریخ کو آجتک آپکے نام نامی سے زینت حاصل ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ علم حدیث مین جس اولیت کا تمغہ اُس زمانہ کے مورخون نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کیلیے تجویز کیا ہے اُس کے مستحق جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ کیونکہ علم حدیث کی عمارت کے بانی اگرچہ جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی تھے لیکن جنہون نے اس عمارت کا نقشہ تیار کیا اور پھر اشاعت و رواج کے مرقعون سے اسکی در و دیوار کو سجایا وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہین۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادین آپہی کی ان تھک کوششون سے بلند ہوئین اور اس عروج کو پہنچین کہ تہوڑے دنون مین آسمان سے باتین کرنے لگین۔ اس بنا پر مین کہہ سکتا ہون کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسا محدث مفسر فقیہہ ہندوستان کو اپنی آغوش مین پالنا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ بلکہ آپ جیسا طباع خوش فہم نکتہ سنج دقیقہ رس کوئی دوسرا پیدا ہی نہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابو الطیب شاہ صاحب کے حالات پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ

"انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مقدس اور پاک نفس (یعنے جناب شاہ ولی صاحب) کا عزیز وجود اگر گزشتہ زمانہ مین ہوتا تو تمام مجتہدون کا پیشوا اور مقتدا مانا جاتا بلکہ اُن کا سراج بنایا جاتا۔ اور امام الائمہ کا وزنی اور قیمتی خطاب پاتا۔"

ایک اور فاضل مورخ مختصر الفاظ مین یہ پرزور ریمارک کرتا ہے۔ کہ "اگر مین نہایت راستی اور انصاف سے جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت اپنی راے ظاہر کرون تو بلا تامل اس بات کا ضرور اعتراف کرون گا کہ مین نے زمانہ موجودہ مین تو کیا متقدمین کے زمرہ مین بھی اس رنگ ڈھنگ کا فاضل نہین دیکھا۔ اور نہ مین کسی کو ایسا متبحر اور دقیق نظر وسیع خیالات پاتا ہون جو تمام علوم و فنون کا جامع ہو اور ہر علم و فن مین عمدہ طور پر دلچسپی رکھتا اور بحث کر سکتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہو کہ ہر ایک ایک فنی ہوتا ہے اور ایک ہی علم سے وہ اپنی نظر کو وسعت دیتا اور اسمین تبحر حاصل کرتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دو فن تک اسکا شاہین کمال بلند پروازی کر سکتا ہے لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہو کہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب ہر فن مین طاق اور بے مثل فاضل تسلیم تھے۔"

انکے علاوہ اور بہت سے علما، موخین کے ایسے پرزور اور وزنی ریمارک میری زیر نظر ہین جنسے شاہ صاحب کا بے نظیر علمی تبحر اور لاثانی جودت طبع اور ذہنی ذکاوت اور شان فضل و کمال کا عروج ثابت ہوتا ہے لیکن مین انہین تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتا ہون اگر ممکن ہوا تو انشاء اللہ آگے چل کر کسی موقع پر جدا عنوان سے بیان کرونگا۔

شاہ صاحب کی عظمت و وقعت

شاہ صاحب کی علمار وقت کے دلون مین کس قدر وقعت تھی یہ ایک ایسا وسیع مضمون ہو جسکی تفصیل و توضیح کا یہ موقع نہین ہو ناظرین آگے چلکر آپکے حالات زندگی کا مطالعہ کر کے خود اسکا اندازہ کر لینگے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے زمانہ مین وہ عظمت و بزرگی اور اعزاز و اقتدار پایا تھا جسکی وجہ سے علمار وقت نے آپکو خاتم المحدثین امام المفسرین کے نہایت معزز و مقتدر اور باوقعت القاب دیئے تھے علاوہ ازین آپ کا جو مرتبہ و عظمت اُن کے دلون مین موجود تھی وہ ایک ایسے اعلےٰ و ارفع درجہ کی تھی جس کا کسیطرح پورا اور کافی اندازہ نہین ہو سکتا۔ بڑے بڑے علمار فضلا جنہون نے خود امام وقت اور مجتہد فن کا تمغہ پبلک سے حاصل کیا تہا اور جو معتقد علیہ عوام و خواص تسلیم کئے جاتے تھے نہایت عقیدت و اخلاص کیساتھ آپکی خدمت مین حاضر ہوتے اور آپکے خداداد تبحر و علمی برکتون سے

بہرہ اندوز ہوکر آپکی ذاتی قابلیتوں اور فطری لیاقتوں اور بلند ہمتی و ذوق علمی کا بدل اعتراف کرتے۔ اور جب خواص کی عقیدت و خلوص کی یہ کیفیت تھی تو عوام اہل اسلام کی عقیدت کا اندازہ اس سے کہین زیادہ ہوگا۔

شاہ صاحب کی تاریخی زندگی مین جو سب سے زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے منصبی فرائض کو ایسی آزادی اور جوانمردی کے ساتھ ادا کرتے تھے جسکی نظیر ایشیائی دنیا مین کہین نہین مل سکتی آپ قریبًا رات دن کے اکثر حصون مین کتاب وسنت اور علوم دینیہ کے مطالعہ اور درس تدریس مین ڈوبے رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا تمام بیش قیمت وقت حدیث و قرآن کے رواج دینے احکام طریقت کے شایع کرنے علمی اشغال کے پھیلانے مین صرف ہوتا تھا شوقین اور جفاکش طلبہ آپکی علمی فیاضیون کی بے مثل ولایو سب شہرت سنکر دور دراز ملکون سے سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیان طے کرکے جوق جوق آتے تھے اور علمی برکتون سے گود یان بھر بھر کر جاتے تھے رات دن مین کوئی ایسا وقت مشکل ملتا جس مین در دولت پر علما فضلا کے حلقون کی گرم بازاری نہین ہوتی اور طلبہ کا ہجوم اُن کی رونق کو دوبالا نہ کرتا تمام دن اہل علم کا ایک تانتا سا بندھا رہتا اور دربار مین فضلا کے جگھٹے لگے رہتے ایک طرف سائلون اور مستفتیون کا جم غفیر صف آرا رہتا اور ایک طرف طالب العلمون کی جماعت گردن جھکائے بیٹھی رہتی۔ ادھر آپ طلبہ کو درس دیتے اُدھر سائلونکی حاجتین پوری کرتے۔ ہر شخص یکے بعد دیگرے اپنا استفتا پیش کرنا شروع کرتا اور اُسیوقت جواب کا طالب ہوتا آپکا حافظہ اس بلا کا تھا کہ فوراً پیش شدہ مسئلہ کو جانچ لیا کرتے اور بلاتامل جواب شافی دیتے جس تبحر اور لیاقت کے ساتھ آپ ہر مسئلہ مین تقریر کرتے وہ ایسی معمولی تقریر نہین ہوتی تھی جس سے لوگون کو استعجاب اور استعجاب کے ساتھ حیرت نہوتی۔

بعض وقت سائلون کا ہجوم اور طلبہ کی کثرت ہر اُنکا بے معنی شور وغل اس درجہ تک پہنچ جاتا کہ ایک نازک دماغ شخص چاہے جسقدر حلیم وبردبار کیون نہو کبھی ممکن نہین کہ اُسکا تحمل کرسکے۔ لیکن چونکہ شاہ صاحب کا مزاج قدرتاً حلیم اور رحیمانہ واقع ہوا تھا اور انسانی ہمدردی آپ مین کوٹ کوٹ کر بھر دیگئی تھی اسلیے آپ اُنکے اس ہجوم اور شور وغل کا تحمل بڑی خوشی کے ساتھ کرتے اور ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت متانت وسنجیدگی اور منکسر المزاجی کے ساتھ جواب دیتے اور

منصبی فرائض

شافی جواب دیتے۔

اخلاق و عادات

آپکے اخلاق و عادات نہایت عام و وسیع تھے اسوجہ سے ہر شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہوتا ہر وقت آپسے بلا تامل ملسکتا اور اُسکے لیئے وسیلہ و تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کوئی ضرورت نہین ہوتی آپ کی طرز معاشرت مین جو چیز سب سے زیادہ پسندیدہ اور قابل تعریف بات ہو وہ یہ ہی کہ باوجود نفاست پسندی اور نازک مزاجی کے فضول شان و شوکت اور نمائش کا نام نہ تھا جب آپ بازار مین نکلتے تو ایک معمولی حیثیت سے نکلتے آپ جس درجہ اور رتبہ کے آدمی تھے اُس لحاظ سے آپ کی ہمراہی مین کم از کم دو تین خدمتگار ہر وقت ضرور رہنے چاہیئے تھے لیکن چونکہ غرور و نخوت تکبر و ترفع اور رسم ہی سے مین نام کو نہ تھی اسلیئے بازار تشریف لیجاتے وقت آپکے ساتھ ایک آدھ آدمی بھی نہ ہوتا تھا باوجود اس وجہ اور عالمانہ تزک و احتشام کے آپکے مزاج مین نہایت درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے بالکل خالی تھی۔

اوقات کی پابندی

آپ کا اکثر وقت تو علوم دینیہ کی درس و تدریس اور فرائض منصبی کی تکمیل و ادائیگی مین صرف ہوتا تھا جیسا کہ مین مختصراً اوپر بیان کر آیا ہون اور تھوڑا حصہ مراقبہ و مکاشفہ اور احکام طریقت کی تعلیم و تلقین اور علم سلوک کی باریک و غامض مسائل کے حل کرنے مین۔ اِس سے زیادہ خوش قسمتی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ روز ازل سے جسطرح آپ کو شریعت کا حصہ ملا تھا اُسیطرح علم طریقت کا مبارک تاج آپکے سر پر رکھا گیا۔ جیسا علم حدیث و تفسیر آپکے آگے پانی تھا ویسا ہی آپکی ضمیری و روحانی جوہر اپنے مین ممتاز ہی گہری تہ رکھتے تھے اور ربانی قابلیتون کا پرتو آپکے مجلد دل مین کامل طور پر پڑچکا تھا چنانچہ آپکے باطنی علوم اور روحانی فیوض کا ذکر آپکے تفصیلی حالات مین کسیقدر بسط و شرح کیساتھ کرونگا۔

علمی ترقی

یہ آپ ہی کی مقدس و مبارک ذات کا فیض تھا کہ نہ صرف دہلی بلکہ اُسکے اطراف و مضافات مین دینی علوم اور رسمی فنون کا ایک عظیم الشان سمندر بڑے زور و شور سے لہرین لے رہا تھا اور حدیث و تفسیر کا نہایت چمکدار اور نتھرا ہوا چشمہ انتہا کی بیاری اور دلگیر ادا کیساتھ ابل کر بہ رہا تھا جسمین سے صدہا خوش گوار اور تازگی بخش نہرین کٹ کٹکر دور تک بہی چلی گئی تہین اور جنہون نے اپنی انتہا سے زیادہ شادابی اور خنکی کے اثر سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا تھا قریب قریب ہندوستان کا اکثر حصہ علوم و فنون کے اُن لہلہاتے درختون کے خنک اور راحت دہ سایہ سے آسائش گزین تھا جنکے بھینی بھینی اور

عطر آمیز جہونکوں نے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کر دیا تہا جسطرف نظر اٹھتی تھی اور جہانتک کام کرتی تھی علمی ہی پودے لہلہاتے نظر پڑتے تھے جو دیکھنے والوں کو بڑے وثوق و اطمینان سے امیدیں دلاتے تھے کہ عنقریب ایک وہ تابان و درخشان زمانہ آنے والا ہے جس مین ایک عالم اس سرے سے لیکر اس سرے تک انہی نونہال اور ہونہار پودون کے نشاط انگیز سایے مین بیٹھکر آسائش و نشاط کا کافی حصہ لیگا اور انکے پھل پھولون سے گودیان بھر بھر کر لیجائیگا۔

شاہ صاحب جیسے فاضل و علامہ تھے ویسے ہی محنتی اور جفاکش بھی تھے نفس کشی کے لیے محنت و ریاضت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا اور نفس امارہ کو احکام خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ نیکوکاری۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت الٰہی۔ خدا و خلق ہمیشہ تواضع نیک نیتی۔ وفاشعاری۔ خداترسی۔ یہ سب باتین بوجہ احسن آپ مین پیدا ہوگئی تھین گویا قدرت کے پیارے اور نازک ہاتھون نے اوصاف جمیلہ اور محاسن جلیلہ کی جو قیمتی قبا آپکے موزون قامت کیلیے قطع کی تھی وہ دوسرے قدر بشکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی۔ قطع نظر اسکے آپکے معجز نما کرامات اور روحانی کشف وجذبات کے چرچے تمام دنیا مین پھیلے ہوئے تھے اور ہر خاص و عام کی زبانزد تھے آپ کا ہنس مکھ چہرہ اس حسن اخلاق اور شائستہ عادات کا پتا دیتا تھا جو پہلے ہی سے فطرت کی بخششون سے آپ کو عطا ہوئے تھے۔

غرضکہ شاہ صاحب اپنے زمانہ مین ایک ایسے مسلم الثبوت اور فخر روزگار محدث تھے جو تمام مروجہ فنون مین اپنا ثانی نہین رکھتے تھے علم حدیث و تفسیر کے جولانگاہ کے پورے شہسوار تھے اور حنفی مذہب کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ عوام و خواص کے مرجع اور علما فضلا کے معتقد علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی جودت طبع۔ رسائی ذہن۔ بلند خیالی۔ دقیق النظری۔ حوصلہ مندی ایسی ہی بے نظیر تھی۔ قوت اجتہاد۔ تبلیغ علم کتاب و سنت کی فہم معانی مین مہارت ایسی ہی وسیع تھی۔ زہد و تقویٰ کے علاوہ جوانمردی۔ خوش اخلاقی۔ منکسر المزاجی۔ ورع احتیاط اعلےٰ درجہ کے تھے غرضکہ جو بات تھی بالکل انوکھی تھی جو وصف تہا نرالا تہا۔ باوجود ان تمام باتون کے آپ کا حافظہ ایسا بے مثل اور یادداشت اس بلا کی تھی کہ سالہا سال کی سنی سنائی بات اس متانت اور بے تکلفی کیساتھ بیان فرماتے تھے کہ سننے والے عش عش کرنے لگ جاتے تھے۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شاہ صاحب نے دولت علم کے علاوہ ثروت و تمول کا بھی حصہ لیا تھا اور تمول کے ساتھ وہ زیور بھی تھا جو مال و دولت کیلئے نہ صرف زیب و زینت ہے بلکہ اعلےٰ درجہ کی ترقی و عروج کا ذریعہ ہے یعنی آپ کی طبیعت نہایت سخی اور فیاض واقع ہوئی تھی فقیرون اور مسکینون کے ساتھ رحیمانہ و فیاضانہ برتاؤ اور سلوک کے علاوہ طلبہ کی معیشت کے سامان ہمیشہ مہیا رکھتے اور خاص عنایت و مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے اور جہانتک ممکن ہوتا اُن سے سلوک ہوتے لیکن یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ باوجود تمول و دولتمندی کے خود ایسے سادے اور معمولی طریقے سے زندگی بسر کرتے کہ ایک خوشحال شخص سے نہایت مشکل اور بعید از قیاس ہو آپکے خاصے مین اکثر اوقات خشک روٹی اور کبھی کبھی بقولات ہوتے۔

جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کی ولادت طفولیت تعلیم تربیت سن رشد وغیرہ

شاہ ولی اللہ کی ولادت پر صلحاء و عرفا کے بشارات

شاہ صاحب کے وقعات ولادت پر ریویو کرنے سے پہلے مین مناسب سمجھتا ہون کہ اُن مبشرات کو مختصراً قلم بند کرون جو آپ کی ولادت سے قبل صلحا و علما کی ایک جماعت نے آپ کی نسبت دیکھے اور جنکی بابت خود جناب شاہ صاحب اپنی ایک تالیف مین یون ریمارک کرتے ہین کہ ”ہنوز مین پیدا نہین ہوا تھا کہ حضرات والدین اور عرفا کے ایک گروہ نے میرے حق مین بہت سے مبشرات معلوم کیے چنانچہ بعض اعزہ و اخوان اور اجلہ خلان نے اُن واقعات نیز میری تاریخ زندگی کے پورے حالات کو نہایت تفصیل کیساتھ ایک رسالہ مین ضبط کیا ہے جس کا نام قول جلی رکھا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ والی اسلافہ و اعقابہ وادخلہ الی ما یتمناہ من دینہ ودنیاہ“

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حیات ولی کی تالیف کے زمانہ میں میں نے اَن تھک کوششیں کی کہ کسی طرح یہ نسخہ دستیاب ہو جائے اور بعض دوستوں کی خدمت میں خطوط بھی لکھے لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کی کسی علمی سوسائٹی میں سراغ نہیں لگا لہذا مجبوری و یاس کی حالت میں خود شاہ صاحب کی تالیفات اور دیگر فارسی و عربی کی بسیط کتابیں بنظر انتخاب دیکھنا شروع کیں ان تمام کتابوں میں جہاں کہیں شاہ صاحب کی سوانح عمری کے متعلق کوئی ذکر دیکھا گیا یا کوئی خاص واقعہ نظر پڑ گیا منتخب کرکے

ترتیب کا لباس پہنایا گیا۔

الغرض مجھے اُن مبشرات و واقعات کا تو پتا لگا نہیں جنہیں **قول جلی** کے مؤلف نے جمع کیا ہے لیکن رسالہ **بوارق المعرفۃ** سے جو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات و واقعات میں تصنیف کیا گیا ہے چند مبشرات انتخاب کر کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا دفعۃً اُن کی روح مبارک نے مجھ پر ظاہر ہو کر فرمایا کہ شیخ عبدالرحیم! عنقریب تمہارے ہاں ایک فرزند رشید پیدا ہوگا۔ تم اُسکا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ لیکن چونکہ میری بی بی سن شباب کے تمام مرحلے طے کر کے زمانہ ایاس تک پہنچ چکی تھیں اور اس عمر میں عادتاً ولادت کا تحقق نہیں ہوتا اس لئے مجھے گمان ہوا کہ شاید خواجہ کی مراد یہ ہے کہ جب تمہارے ہاں پوتا پیدا ہوگا تو اُسکا قطب الدین احمد نام رکھنا لیکن خواجہ نے میرے اس اندرونی خطرہ پر فوراً مشرف ہو کر فرمایا کہ نہیں میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ جس لڑکے کی نسبت میں نے تمہیں بشارت دی ہے وہ تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد مجھے نکاح ثانی کا داعیہ پیدا ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصہ کے بعد ولی اللہ پیدا ہوئے اگرچہ اول اول مجھے یہ واقعہ بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا اور اسی وجہ سے میں نے انہیں ولی اللہ کے نام سے شہرت دی لیکن جب وہ واقعہ یاد آیا تو میں نے اُن کا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

بوارق المعرفۃ میں لکھا ہے کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو انہیں الہام ہوا کہ تقدیر الٰہی اسپر جاری ہوئی ہے کہ ایک بلند اقبال اور ہونہار لڑکا اور پیدا ہوگا جس کی شہرت کا ستارہ اوج عروج پر پہنچکر شہاب ثاقب کی طرح چمکے گا اور جس کے اقبال اور کمال علم کا آفتاب پوری ترقی کر کے نصف النہار کے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اسی اثنا میں آپکے خاص خاص اصحاب اور بزرگان وقت نے بھی یہی مضمون بشارت دی کہ پیدا ہونے والا لڑکا بڑا صاحب اقبال اور نامور ہوگا۔ اُسکی شان علم اور مراتب کمال کا انحصار ارباب زمانہ کو مشکل ہوگا اور وہ علوم و فنون میں فرزانہ روزگار اور اپنے عہد میں ایک نہایت دانشمند و طباع اور ضرب المثل شخص ہوگا اُس کے سامنے وارث تخت و تاج کی گردن جھک جائے گی اور عوام و خواص کا مذہبی مقتدا و پیشوا تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ ان مبشرات کو سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب

دوسرے نکاح کا ارادہ کیا۔ حضرت شیخ محمد نے جب یہ ماجرا سنا تو اپنی جگر پارہ کو بنت شیخ کے نکاح میں دیا کیونکہ آپ کو اس بارہ میں زیادہ اعتنا تھا بلکہ بحد حریص وراغب تھے کہ یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا میری جگر پارہ کے بطن سے پیدا ہو۔

ہنوز شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے کہ ایک رات جناب شیخ عبدالرحیم آپ کے والد بزرگوار نماز تہجد میں مصروف تھے اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اسی جگہ تہجد کی نماز ادا کر رہی تھیں جب شیخ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہوئے آپ نہایت عجز وانکساری سے دعا کر رہے تھے اور والدہ مکرمہ پیچھے کھڑی آمین کہہ رہی تھیں اسی اثنا میں ان دونوں حضرات کے درمیان دو ہاتھ ظاہر ہوئے جن کی نسبت محترم شیخ نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے گا اور اپنے نور علم سے تمام دنیا کو چمکا دے گا اسوقت وہ بھی ہمارے ساتھ دعا میں شریک ہے اور باعجز وانکسار آمین کہہ رہا ہے۔ خود جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد فقیر پیدا ہوا اور ساتویں سال میں قدم رکھا تھا کہ والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوا اور اسی وضع سے دونوں ہاتھ حضرات والدین کے درمیان اٹھائے اس پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔

ابھی مولانا شاہ ولی اللہ والدہ محترمہ کے بطن مبارک ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک دفعہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی موجودگی میں ایک سائلہ آئی آپ نے روٹی کے دو حصہ کر کے ایک اسے دیا اور ایک رکھ دیا لیکن جوں ہی سائلہ دروازہ تک پہنچی شیخ صاحب نے اسے دوبارہ بلایا اور بقیہ حصہ بھی عنایت کر دیا اور جب وہ چلنے لگی تو پھر آواز دی اور جس قدر روٹی گھر میں موجود تھی سب دیدی ازاں بعد گھر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر میں ہے سب اس محتاج و مسکین کو راہ خدا میں دیدو۔

ولادت

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ہجری چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت جناب مخدومی شیخ محمد کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی کے باجاہ و جلال بطن سے پیدا ہوئے بعض اختر شناسوں نے فوراً اپنی صناعت کا ڈھانچہ کھڑا کیا اور اچھی طرح غور کر کے یہ حکم لگایا کہ یہ وہی بلند اقبال اور ہونہار لڑکا ہے جس کی قسمت میں روز ازل سے فاضل عصر اور مجتہد وقت ہونا لکھا تھا اور جس کی فرزندی کا انتساب نہ صرف شیخ

عبدالرحیم صاحب کو بلکہ خاندان کے ہر ایک معزز ممبر کو ساری دنیا مین مشہور و روشناس کردے گا اور جس کے نام کا امتیازی جھنڈا عرب و عجم دونوں مین گڑ جائے گا۔

بعض اسلامی مورخون کا یہ ریمارک نہایت صحیح ہے کہ اگر اس خاندان مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہوتے تو یہ خاندان کبھی اس درجہ تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا اور کیا عجب کہ گمنامی کے دائرہ مین محدود و مقید رہتا۔ اس جلیل القدر خاندان مین یہ بزرگی و شرف روز ازل سے آپ ہی کے حصہ مین تھا کہ اپنی بے دھڑک جرأت سے نہایت صاف اور واضح طور پر علوم نبویہ کی اشاعت احکام دین کی توسیع اور کھلم کھلا عام لوگوں کو قرآن مجید کی تلقین کرین

طفولیت

شاہ صاحب کی بچپن کا زمانہ درحقیقت آپ کے آیندہ سوانح عمری کا ایک صاف اور مجلی آئینہ تھا آپ کی فراخ پیشانی ابتدا ہی سے اُس عالمانہ تزک و احتشام کا صاف پتا دیتی تھی جو آپ کو زمانہ آیندہ مین حاصل ہونے والا تھا اور اس کے ساتھ ہی اُس مین ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکار ایک ایسی درخشانی دکھاتا تھا جسے مبصرین اور قیافہ شناس لوگ دیکھکر کہتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جس مین یہ ہلال تمام ملک مین چودھوین رات کا چاند بنکر چمکے گا۔ ہندی یہ مثل کہ پوت کے پانو پالنے مین پہچانے جاتے ہین حقیقت مین بہت صحیح ہے آپ کی بچپن کی حرکتین ہی کچھ ایسی دلکش اور پُراثر تھین اور طفلانہ نظرون مین اس بلا کا جذب وکشش تھا جس نے سارے خاندان کو اپنا گرویدہ کرلیا تھا دیکھنے والے آپ کے جاہ و خیر [illegible] نصیبہ کی فال لیتے جو آنے والے زمانہ مین آپ کو حاصل ہوا

واقعی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزا زمانہ تھا جس کی نظیر دوسرے ہونہار بچّون مین پائی جانے کی ہرگز امید نہین ہوسکتی فطرت نے آپ کی بھولی صورت مین وہ دلگیر اور محبوبانہ ادائین کوٹ کوٹ کر بھردی تھین جنہون نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنادیا تھا رحیم الطبع بزرگ شیخ اپنے ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے بیحد محبت رکھتے اور اُس کی سلامت[illegible]دی اور خوش آیندہ حرکات سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیشہ اُسکی راحت و آسایش کو اپنے آرام و چین پر ترجیح دیتے تھے جون جون شاہ صاحب عمر مین ترقی کرتے جاتے اور زندگی کے مرحلے طے کرتے جاتے تھے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی آپ پر توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود شاہ ولی اللہ صاحب اپنے پرزور قلم سے تحریر فرماتے ہین کہ مجھپر سب سے بڑی نعمت خداوندی جسکے مقابلہ مین تمام نعمتین ہیچ ہین یہ ہے کہ جناب والد بزرگوار آپ فقیر سے ہمیشہ راضی رہے بچپن کے زمانہ سے آخر عمر تک جو مہربانیان مجھپر مبذول رہین مین انمین سے کا حصہ ایک کو بھی

بیان نہیں کرسکتا میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو مجھے سینہ سے لگا کر بیعت وارشاد کی اجازت عامہ دی اور کلمہ ید کا کبد ہی یکمرہ کر رد کر دیا۔ خاص تحصیل علوم اور لڑکپن کے زمانہ میں جس قدر حضرت کی توجہ خاص مجھ پر مبذول تھی اس قدر توجہ میں کسی باپ میں اپنے فرزند کی نسبت نہیں دیکھتا با اینہمہ میں نے اپنی عمر میں کوئی ایسا باپ اور کوئی اُستاد کوئی مرشد نہیں پایا جنہی اپنے فرزند وتلمیذ کی نسبت شفقت ومہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہوں جو حضرت والد نے اس فقیر کی نسبت رکھے اللھم اغفرلی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا وجازھا بکل شفقة ورحمة ونعمة بھما علی مأتہ الف اضعافھا انك قریب مجیب

شاہ صاحب کا زمانہ طفولیت اور بچپن کی سکوت خیز صورت ایک قیافہ شناس اور تجربہ کار نظر کے لئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشین گوئی کرتی تھی جو شخص غور میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے آپکے طفلانہ حرکات کو دیکھتا تھا اُسی فطرت کے وہ عجیب وغریب اور حیرت فزا نمونے آپ کی پیشانی میں جلوہ گر نظر آتے تھے جو روز ازل آپ کی ذات والا صفات میں ودیعت رکھے گئے تھے اور یہ اُسی فطری نور کا سچا پرتو تھا جس نے بہت جلد آپکے ظاہر وباطن کو تاباں اور چمکدار کر دیا۔ اگرچہ ابھی آپ کی عمر مشکل سے تین چار سال کی ہوگی کہ اخلاقی اور تمدنی ترقی میں سرگرم ہوگئے اسی کم سنی اور نوعمری کے زمانہ میں آپ کو ایک ایسا وحشت آمیز تفکر لاحق رہتا تھا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہوجاتے تھے مسکینی غریبی کم گوئی آہستگی سے بات کرنا گردن جھکا کر جواب دینا اور ہر بات پر بجا ودرست کہنا یہ تمام صفتیں جو عموماً بچوں میں بہت کم دیکھی جاتی ہیں محترم و بزرگ شاہ صاحب میں موجود تھیں۔ خلاصہ یہ کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی زندگی بالکل غیر معمولی اور ایک ایسی نرالی طرز وادا کی تھی جو دنیا کے بچوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی۔

تربیت

جس زمانہ میں اس فخر خاندان اور فرید عصر کی ولادت ہوئی اُسوقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب گو اعلےٰ درجے دولتمند اور صاحب اقتدار نہ تھے لیکن پھر بھی متوسط درجہ کی حالت رکھتے تھے گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد تھی نہ بادشاہ وقت کی جانب سے کسی طرح کا کوئی وظیفہ مقرر تھا صرف توکل پر گذران اور ہر وقت خدا پر نظر تھی اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہتے اور ضرورت کے وقت غیبی سامان مہیا پاتے چنانچہ اسوقت بھی وہ تمام سامان مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے ہونے ضروری ہیں اس لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی بڑے اہتمام سے پرورش ہوئی اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلےٰ درجہ کی تربیت کے ساتھ

جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے ختم ہو گیا۔

تعلیم

جب اس فرزانہ روزگار نے عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے پانچوین سال مین قدم رکھا تو قرآن مجید پڑھنے کے لئے مکتب مین بٹھایا گیا چونکہ آپ فطری طور پر علم سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور روز ازل سے آپکے ضمیری جوہر ربانی قابلیتون سے آراستہ اور درخشان ہو چکے تھے لہذا آپنے ساتوین سال قرآن مجید ختم کر دیا اور اسی چھوٹی سی عمر مین مذہبی ارکان و فرائض تدریجاً حاصل کر لیئے چنانچہ اسی سال مین جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپ کو نماز پر کھڑا کیا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ شاہ صاحب مین تہذیب اخلاق کا مادہ نیچرل تھا اسلئے نشست و برخاست کے آداب اور گفتگو کرنے کے طریقے خود بخود اسی کم سنی مین حاصل ہو گئے تھے آپ کا عام قاعدہ تھا کہ جب بڑی عمر والے سے گفتگو کرتے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا ہمیشہ گردن جھکا کے آنکھین نیچے کر کے کرتے اور جب کوئی بات دریافت کی جاتی تو نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیتے البتہ ہمعصرون سے دل کھولکر باتین کرتے لیکن اُن کے ساتھ بھی تہذیب و شائستگی کے درجے سے تجاوز نہ کرتے اور خلاف ادب کبھی کوئی بات نہ کرتے زندگی کے سات مرحلے ہنوز طے نہین کئے تھے کہ فارسی کی درسی کتابین پڑھنی شروع کر دین اور تھوڑے ہی روز مین تمام کتابین نکال لین کیونکہ یہ علم آپکے سامنے بالکل پانی تھا چونکہ طبیعت کو علوم سے قدرتی طور پر مناسبت تھی چند ہی روز مین اشارون پر دوڑنے لگے اور آخر ایک سال کے عرصہ مین اُسے عروج کمال پہنچا دیا فارسی کی درسی کتابون سے فارغ ہونے کے بعد صرف و نحو کے مختصر رسالے دیکھنے شروع کئے اور ان پر بھی بہت جلد عبور کر گئے۔ عمر کا دسوان سال شروع تھا کہ آپ شرح ملا پڑھتے تھے گویا دو ڈھائی سال کے عرصہ مین صرف و نحو کی تمام کتابین نکال لین تھین اور دس سال کی عمر مین صرف و نحو پر آپ کو اس درجہ اقتدار ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتاب کے کیڑے کہلائے جاتے تھے اور جنہون نے ان علوم مین نہایت عزت و وقعت کے ساتھ شہرت و ناموری کے تمغے حاصل کئے تھے آپ سے مسایل صرفیہ و نحویہ مین گفتگو کرتے جھجکتے تھے اور جس وقت آپ اُن کی باریکیان بیان کرتے اور مطالب کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ آپ کی حذاقت و ذہانت پر عشعش کرنے لگتے اور آپکے زور سمند کی باگین ہزارہا کوششون کے بعد بھی نہ روک سکتے

اس کے بعد شاہ صاحب کو معقول کی کتابین شروع کرائی گئین۔ یہان پہلے ہی خداداد طبیعت پائی تھی

جودت ذہن اور ذکاوت طبع سے تھوڑے ہی عرصہ مین یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور اسقدر جلد کمال حاصل کر لیا کہ اس سے جلد تکمیل پانا ممکن ہی نہتھا۔ کمال بھی اس درجہ کا کہ علم منطق مین کسی کی مجال نہ تھی کہ آپکے سامنے زبان کھول سکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کار منطقی آپکے تبحر کو دیکھکر دنگ رہجاتے اور اُنھین کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا یہ بات تعجب سے دیکھی جاتی ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب ایک ہی زمانہ مین متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے اور ایک علم کا کمال دوسرے کے کمال کو مانع نہوتا تھا اور یہ اُس ذہن و حافظہ کی قوت کا اثر تھا جو فطرت کی خاص بخشش و عطیہ تھے غرضکہ تیرہ سال کی عمر مین شاہ صاحب نے اِن تمام علوم مین کمال حاصل کر لیا تھا یہی سبب تھا کہ آپ اِس چھوٹی سی عمر مین فنون مذکورہ مین ارباب کمال کے زمرہ مین شمار کیئے جانے لگے تھے۔

چودھوین سال مین قدم رکھا تھا کہ آپکے والد ماجد نے شادی کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی اور اِس سلسلہ کے پورا کرنے مین نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ عجلت و شتابی کی اگرچہ آپکے سمدھیانے کے لوگون نے سامان کے نہ فراہم ہونے کا عذر پیش کیا اور تھوڑے دنون کی مہلت چاہی لیکن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اُنھین صاف طور پر لکھ دیا کہ مین جو اس بارہ مین جلدی کرتا ہون اُسکا ایک خاص سبب ہی جو عنقریب آپ لوگون پر ہویدا ہو جائیگا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِس کار خیر مین ذرا توقف نہ کرین اور جس طرح ممکن ہو صاحبزادی کی شادی مین عجلت سے کام لین اسباب مہیا نہونے کا تو ہی عذر نہین ہے اور وہ بمقابلہ اُس مصلحت و حکمت کے جو اس جلدی مین مضمر و مخفی ہے کوئی وقعت نہین رکھتا چنانچہ وہ اس خط کے پہنچنے کے بعد راضی ہو گئے اور اپنی لڑکی کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نکاح مین دیدیا۔

شاہ صاحب کا نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن نے سفر آخرت قبول کیا اور اتفاق سے اِس کے چند ہی روز بعد خوشدامن کی والدہ انتقال کر گئین جس سے خود شاہ صاحب اور آپ کی مخدرئہ کو انتہا درجہ کا ملال ہوا ابھی اس رنج و اندوہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ شیخ فخر العالم ۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے فرزند رشید انتقال کر گئے اور اِس کے کچھ عرصہ بعد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی والدہ مکرمہ یعنی آپکے برادر کلان شیخ صلاح الدین کی حقیقی والدہ فوت ہو گئین ۔ زان بعد خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ مختلف بیماریون مین مبتلا ہوئے اور سخت ضعیف و ناتوان ہو گئے ۔ انتقال کے قریب آپ کو کوئی پیسا

شاہ صاحب کا ازدواج

قوی عارضہ نہ تھا لیکن متواتر صدمات اور ضعف و ناتوانی نے اُنہیں بالکل تحلیل کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند دنوں بعد آپ بھی انتقال کر گئے۔

یہ تھا وہ مخفی بھید جس کی وجہ سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال صاحبزادے کی شادی میں عجلت کی تھی آپ کا وہ راز سربستہ اسوقت عام و خاص پر کھلا اور اُنہوں نے معلوم کر لیا کہ درحقیقت اگر اُس وقت اس شادی کی تقریب انجام کو نہ پہنچتی تو ممکن نہ تھا کہ سالہا سال کے گذر جانے کے بعد بھی نوبت سے فعل میں آتی اس دو ڈھائی سال کے اندر اندر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ایسے جانفرسا حوادثات پیش آئے جن سے آپ بہت ہی مضمحل ہو گئے اور آپ کا تمام اطمینان و جمعیت پریشانی و بے اطمینانی سے بدل گیا۔ اسوقت اگرچہ آپ کی طبیعت کے مخالف دنیاوی تعلقات نے چاروں طرف سے اپنا بھیانک اور خوفناک چہرہ اُبھار اُبھار کر دکھلایا اور کیکی جمعیت خاطر میں انتشار ڈالا مگر سچ پوچھئے تو شاہ صاحب نے بڑے ہی استقلال اور جوانمردی سے کام لیا آپنے کسی بات کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور تمام تعلقات سے منہ موڑ کر اپنی اُسی ایک دُھن میں محو رہے۔

گو علمی ذوق سے آپ کا دماغ پہلے ہی سے گونج رہا تھا اور اُسکی صدائیں بچپن ہی کے زمانہ سے متواتر کانوں تک پہنچ چکی تھیں مگر پھر بھی اس وقت تزوج نیز اُن جگر خراش اور جانفرسا حوادثات کے وسیع تعلقات ذرا طول طویل لین ڈوری آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور بار بار علمی ترقی کی سدراہ بننا چاہتی تھی لیکن اسپر بھی آپ کو یہی کریہ چلی جاتی تھی کہ مجھے تحصیل علوم اور اُس کی تکمیل میں سرگرم ہونا چاہئے چنانچہ اب آپ کے خیالات سب طرف سے پھر پھرا کر اس طرف رجوع ہوئے کہ جہانتک بن پڑے تفسیر و حدیث کے علوم میں ترقی کرنا اور انہیں باقاعدہ حاصل کرنا چاہئے کیونکہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ تاوقتیکہ حدیث میں کمال حاصل نہوگا علوم کی تکمیل ناممکن ہے۔ اسلامی علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن ہی میں حاصل ہو چکے تھے اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا چنانچہ اسوقت آپ کی طبیعت تفسیر پر مائل تھی اور اسی علم سے خاص دلچسپی تھی۔ علم حدیث

جب آپنے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرھویں میں قدم رکھا تو علاوہ دیگر علوم کی تکمیل کے تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ والد بزرگوار سے پڑھ لیا اور اب آپ نے اُن تمام متعارفہ فنون کو عروج پر پہنچا دیا جو ان شہروں میں رائج اور علماء و فضلا کے درس میں داخل تھے اسی سال میں والد بزرگوار سے بیعت کی۔ اور اشغال صوفیہ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے معمولی اوراد و وظائف میں مشغول ہوئے اور بحیثیت توجہ و تلقین تعلیم آداب طریقت۔ خرقہ صوفیہ میں ارتباط درست کیا علم تصوف دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ اُس کے

غوامض اور دقیق وباریک مسائل کے حل کرنے کی طرف آپ کی طبیعت متوجہ ہوگئی اور نہایت قلیل مدت میں اس علم میں بھی اچھی خاصی مہارت پیدا کرلی اور ایسے ایسے نکات اور باریکیاں اس خاص فن میں پیدا کیں جس کے سیکھنے کی بڑے بڑے علامہ مشایخ آرزو کرتے تھے۔ بالآخر جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فن میں نہایت تبحر کے ساتھ وہ وہ قیمتی اور آبدار موتی تالیف وتصنیف کے سلسلہ میں پروئے جن سے علوم تصوفی کی معلومات کی شعاعیں نکلکر دور دور تک پھیل گئی ہیں جیسا کہ معزز ناظرین کو آپ کے تصنیفات کے حالات پڑھکر اس بات کا خود علم ہوجائے گا جو اسی حصہ میں جدا عنوان سے قلمبند کی جائیں گی جس طرح جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی اور تعلیم وتربیت حاصل کرکے باطنی فیض سے معزز وممتاز ہوئے تھے اسی طرح جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت میں پرورش پائی شیخ عبدالرحیم جیسے مجتہد فن اور اہل کمال پانچ برس کی عمر سے آپ کی تعلیم پر مقرر تھے۔ اور عام اخلاق وعادات کی بھی نگرانی کرتے تھے اگرچہ باقاعدہ تعلیم اسوقت سے شروع ہوئی جبکہ آپ نو سال کے تھے لیکن شیخ صاحب کی خاصکر توجہ شاہ صاحب پر زمانہ طفولیت ہی سے تھی یہی وجہ تھی جو علمی کمالات اور باطنی فیوض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھے۔ ان کے نظیر سے شیخ صلاح الدین (شاہ صاحب کے بڑے علاتی بھائی) اور شاہ اہل اللہ صاحب (آپ کے بھائی) خالی تھے بمقابلہ ان دونوں حضرات کے شاہ ولی اللہ صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا وہ حقیقت میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ اور آپ کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا جسکا ثبوت خود شاہ ولی اللہ صاحب کے حالات میں۔ جیساکہ ہم کچھ تو اوپر بیان کرآئے ہیں اور کچھ آیندہ حسب موقع ذکر کریں گے۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب چودہ سال کی عمر میں علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہوگئے اور علم سلوک کا کافی حصہ حاصل کرلیا چنانچہ اسی سال میں آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپ کے سر پر فضیلت کا عمامہ رکھا اور درس کی عام اجازت دی اور اس مبارک تقریب میں ایک امیرانہ جلسہ قائم کیا عام وخاص کو دعوت دی اور وافر کھانا طیار کیا۔ تمام شہر کے مشائخ۔ قضاۃ۔ فقہا حاضر ہوئے اور سب کی موجودگی میں جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال اور فخر خاندان وقوم فرزند کو علوم متعارفہ اور سلوک وتصوف کے درس کی اجازت دی اور دستاربندی کی رسم ادا کرکے آپ کی عمر وعلم کی ترقی کی دعا مانگی مجلس میں جس قدر علما وفقہا ومشائخین موجود تھے سب نے متفقہ الفاظ میں اس زور سے شیخ صاحب کو مبارکبادی دی

کہ ساری مجلس گونج اٹھی اس وقت شیخ عبدالرحیم صاحب کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا آپ بار بار اپنے لائق اور ہونہار فرزند کے چہرہ کو دیکھتے اور بے انتہا خوش ہوتے تھے

حقیقت مین بوڑھے والد کے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی و فخر کا باعث ہو سکتا ہی کہ اُسکی نوجوان اولاد اُس کی زندگی مین ایک ایسی قابلیت پیدا کرے جس پر اُس زمانہ کے بڑے بڑے علما و فضلا کو فخر و ناز ہو چنانچہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب خود مجتہد فن اور باطنی فیض سے مالا مال تھے اس وجہ سے وہ اپنے فرزند رشید کے قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے اور اُنہین یقینی طور پر معلوم تھا کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہی جسمین اس کی اقبال کا سورج تمام دنیا مین اپنی روشنی پھیلائے گا اور اُسکی علمی فیاضیان اہل دنیا کو مالا مال کر دینگی

اس مقام پر ہم اُن کتابون کی مختصر فہرست دینا چاہتے ہین جو اس چھوٹی سی عمر مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑہین جس سے آپ کی خداداد ذہانت اور حذاقت و طباعی بہت کچھ ثابت ہوتی ہی اور چونکہ اس فہرست کا ذکر خود شاہ صاحب نے اپنی ایک قیمتی تصنیف مین کیا ہی اس لئے مین اُسے آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا کرنا مناسب سمجھتا ہون شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین نے اپنی زندگی کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرہوین مین قدم رکھا تو والد بزرگوار کی انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ سے تمام متعارفہ فنون حاصل کر چکا تھا۔ ہر فن کے ابتدائی مختصرات کے علاوہ جو کتابین مین نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑہی ہین اُنکی مختصر فہرست یہ ہی۔

(۱) علم حدیث مین۔	مشکوٰۃ شریف تمام و کمال۔ لیکن چند روز کی بیماری اور کسل کی وجہ سے تھوڑا سا حصہ فوت ہو گیا تھا یعنی کتاب البیع سے کتاب الادب تک والد بزرگوار سے نہین پڑھ سکا صحیح بخاری اول سے کتاب الطہارۃ تک یا اس سے کچھ کم و بیش خود والد بزرگوار سے سماعت کی اور کچھ اپنی زبان سے پڑہی۔ شمائل النبی یہ کتاب اول سے آخر تک طالب العلمون کے ایک بڑے حلقہ مین پڑہی گو اس کتاب مین چند اور فاضل بھی شریک تھے مگر قراءت میری ہی تھی۔
(۲) علم تفسیر مین۔	تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ تو مین نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھا اور باقی کا آپکے ارشاد کے بموجب خود مطالعہ کیا۔ تفسیر مدارک کا بھی کچھ حصہ آپ کو سنایا اور باقی کا خود مطالعہ کیا۔

(۳) علم فقہ مین	شرح وقایہ تمامہ۔ ہدایہ کی دونون جلدین آپ سے پڑہین لیکن تہوڑا ساحصّہ قصداً چھوڑ دیا گیا۔
(۴) اصول فقہ مین	حسامی۔ توضیح وتلویح۔
(۵) علم منطق مین	مختصرات کے علاوہ شرح شمسیہ کامل اور شرح مطالعہ کا ایک بڑا حصّہ
(۶) علم کلام مین	شرح عقائد کامل شرح خیالی کا ایک حصّہ شرح مواقف کا ایک حصّہ
(۷) علم سلوک مین	عوارف کا بڑا حصّہ اور کچھہ رسائل نقشبندیہ وغیرہ
(۸) علم حقائق مین	شرح رباعیات مولانا جامی۔ لوائح۔ مقدمہ شرح لمعات۔ مقدمہ نقد النصوص

(۹) خواص اسماء وآیات مین۔ والد بزرگوار کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ وغیرہ۔

(۱۰) علم طب مین	موجز القانون
(۱۱) علم حکمت مین	شرح ہدایہ حکمت وغیرہ
(۱۲) علم نحو مین	کافیہ۔ شرح ملا جامی۔
(۱۳) علم معانی مین	مطول کا بہت بڑا حصّہ۔ اور مختصر معانی اُس مقام تک جہانتک ملازادہ حاشیہ ہے۔
(۱۴) علم ہندسہ وحساب مین	بعض مختصر رسائل

اِس فہرست کے نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہین کہ جب مین یہ کتابین پڑھ چکا تو اب میرا ذہن اِس وقت فراخ اور نظر ایسی وسیع ہوگئی کہ ہر فن کے دقیق وغامض مسئلے ادنے توجہ کے ساتھ حل ہونے لگے اور علوم کے مقامات مشکلہ بالکل پانی ہوگئے۔ اسی اثنا مین مین چند مرتبے مدرسہ قرآن مین گیا جو خاص والد بزرگوار کا درسگاہ تہا اور جس کی بنیاد مین آپنے اپنے ہاتھون سے ڈالی تہین چونکہ آپکو مجھہ سے انتہا درجہ کی محبت تہی اِس لئے چند روز تک ہپنے قرآن مجید کا ترجمہ مجھے پڑھایا اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو قرآن کے لفظ لفظ مین کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے مین اُن پر تنبیہ کی حقیقت مین یہ اُسی فیض کا کرشمہ تہا جو تمام علوم مین مجھے دفعۃً کمال حاصل ہوگیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے۔ تمام اسلامی علوم اور دینی کتابون کو اِس چھوٹی سی عمر مین پانی کر کے پی جاتا اگرچہ سرسری نظر میں آپ کی ذکاوت ذہنی اور طباعی وحذاقت کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن عمیق نظر

خوب سمجھتی ہین کہ یہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو پاک و برتر نفوس کو مرحمت ہوتی ہین۔ آپ کا ضمیر ہی کچھ ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی قابلیتون اور خداوندی تجلیات کا پورا عکس پڑتا تھا اور جو قوت الہامی نکات اور ربانی اسرار کے فہم مین ید طولی رکھتی ہے اُسکا جوش آناً فاناً اس روشن دماغ مین پیدا ہوتا رہتا تھا۔

اس پر بھی علمی ترقی کے سین ہمیشہ شاہ صاحب کے پیش نظر رہتے تھے۔ آپنے اجازت و سند حاصل کرنے کے بعد بغیر اُستاد کے کتابون کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور نہایت سخت محنتین کرنے لگے آپ کتب بینی مین اس درجہ مستغرق تھے کہ رنج و راحت شب و روز مشاغل علمیہ مین بالکل محسوس نہوتے تھے۔ ایک سال کی سخت محنت سے تمام پڑھے ہوئے علوم از سر نو دیکھ ڈالے اور اس محویت اور استغراق کے ساتھ کہ بقدر ضرورت کچھ کھا لیتے یا تھوڑا سا آرام فرما لیتے ورنہ رات دن بجز کتب بینی کے دوسرا کام نہ تھا۔ جب مباحث علمیہ مین اس دلچسپی کے ساتھ شاہ صاحب نے تھوڑا زمانہ گزارا اور عمر کے سترہوین سال مین قدم رکھا تو آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے سفر آخرت قبول کیا اور یہی زمانہ آپ کے تکمیل علوم کا تھا

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپنے کتب دینیہ و عقلیہ کا درس دینا شروع کیا اور اب آپ کا ہر علم مین شہرہ ہوگیا۔ علماً و عملاً مسلم الثبوت اُستاد مان لئے گئے اور عوام و خواص کے معتقد علیہ تسلیم ہوئے اُس عہد کے بڑے بڑے اُستاد اور ماہرین فن آپ کی شاگردی کو فخر جانتے اور دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہو کر شاہ صاحب کے فیضان سے مستفیض ہوکر حظ وافر اُٹھاتے۔ تقریباً بارہ سال تک علوم کی درس مین مصروف رہے اور علم نبوی کی اس درجہ اشاعت کی کہ اُسکا ذوق شوق سرگرم طبیعتون مین حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اکثر علمی سوسائٹیون مین اصول حدیث کا ذکر چھڑ گیا اور طالب العلمون کے ہر ہر حلقے مین اس پر زور شور سے بحثین ہونے لگی۔ اِس زمانہ مین تفسیر و حدیث مین روزافزون ترقی تھی اور علوم فلسفہ و منطق کا بازار سرد تھا غرضکہ شاہ صاحب کا یہ زمانہ ہرطرح سے قابل مبارکباد تھا۔ علوم فقہ اور معانی و بلاغت کو جس قابلیت اور دلسوزی سے آپنے رواج دیا وہ بہر صورت آپ کا فرض منصبی سمجھا تاہی لیکن قرآن و حدیث کی اشاعت و تشہیر مین جو آپنے کوشش کی ہی اُس کے احسان سے ہندوستان کبھی سر نہین اُٹھا سکتا۔

ہندوستان مین سب سے پہلے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث کی بنیاد ڈالی اور اسی وجہ سے اسلامی مورخون نے آپ کے لئے اولیت کا تمغہ تجویز کیا لیکن ہندوستان کی تاریخ پر نظر واشتہ سے یہ بات بخوبی

ثابت ہوتی ہو کہ اُس زمانہ مین چارون طرف جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی مسلمانون نے علم نبوی کو بالکل بھلا دیا تھا اور اُن مین اسلام برائے نام باقی رہگیا تھا جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث و قرآن کی ترویج و اشاعت مین اگرچہ انتہا سے زیادہ کوشش کی لیکن آپ اُس خرابی و تاریکی کو دور نہ کر سکے جو صدیون سے مسلمانون کے دلون مین جمگئی تھی اور انجام کار آپ کی تمام کوششین رائگان گئین

لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت مین اسلامی علوم سے کچھ نہ کچھ دلچسپی ابتدا ہی سے روز سے لکھی ہوئی تھی اس لئے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دنیا سے کوچ کرجانے کے بعد خدا تعالی نے اُس عمارت کا ایک اور مربست اُٹھا کھڑا کیا جس کی بنیاد دین جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ہاتھون نے ڈالی تھی یعنی قدرت نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو پیدا کیا شیخ صاحب نے پرانی دہلی مین اُس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اب مہندیون کے نام سے مشہور ہی اور اُسکا نام مدرسہ رحیمیہ رکھا جس مین علم نبوی کی تعلیم دینی شروع کی اگرچہ اس تعلیم کا اثر مسلمانون پر یہ پڑا کہ دور دراز شہرون سے جوق جوق طلبہ حدیث پڑہنے کے لئے آنے لگے اور لوگون مین ایک طرح کی تحریک بھی پیدا ہوگئی لیکن وہ تحریک ایسی نہ تھی جو ایک عظیم الشان دریا مین تموج پیدا کرتی ہر چند کہ شیخ صاحب نے اس بارہ مین پلے درجہ کی کوشش کی لیکن چونکہ ابھی ہندوستان کو چندروز اور پستی کی حالت مین رہنا تھا اِس لئے شیخ صاحب اپنی کوششون مین کامیاب نہین ہوسکے اور دل کی آرزو دل ہی مین لیکر عالم بقا کو تشریف لیگئے۔

جب ہندوستان کے اقبال و یاوری کا ستارہ چمکا تو فطرت نے جولانگاہ حدیث کے شہسوار کو پیدا کیا یعنی جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس سرزمین مین ظاہر ہوئے جن کے علم و فضل کی صدائین ہندوستان کی حدود سے نکلکر عرب و عجم مین پہنچین اور جن کی ربانی مقبولیت تمام بلاد اسلامیہ مین پھیل گئی۔ چونکہ آپ علم و عمل دونو مین خاص طور پر مشہور تھے اور آپ کا علمی کمال اعلے درجہ کی وقعت کے ساتھ لوگون کے کانون مین گونج رہا تھا لہذا اطراف عالم کے لوگ بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور آپ کی درس و تدریس کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا آپنے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ علم نبوی کی اشاعت مین کوشش کی اور اپنی اَن تھک کوششون سے علم نبوی کو اِس قدر رواج دیا کہ اب جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیاد دین آسمان سے باتین کرنے لگ گئین۔

اِس لحاظ سے اگر ہم اُس اولیت کے تمغہ کا جو جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لئے تجویز کیا گیا ہی حضرت

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو مستحق قرار دیں تو شاید بیجا نہوگا کیونکہ جس قدر حدیث کی اشاعت آپکے زمانہ میں ہوئی اُسکا نواں حصہ بھی سابق کے زمانہ میں اشاعت نہیں پائی تھی

ایک فاضل مورخ کا یہ مختصر ریمارک قابل نوٹ ہی کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایک فاضل اہل علم تھے اور ایسے عالم جن پر ہندوستان ہمیشہ فخر کریگا اور جن پر تاریخی روشنی ہمیشہ چمکے گی انصاف یہ ہی کہ اگر آپ کا وجود باجود نہوتا تو ہندوستان میں جو علمی فیاضیاں اسوقت چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں ہرگز نظر نہ آتیں بلکہ خاص خاص محدود حلقوں میں دیکھی جاتیں۔ یوں تو آپ ہر فن میں طاق تھے اور ہر قسم کے علوم کا درس دیتے تھے لیکن آپ کا علم حدیث و تفسیر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہی شاہ صاحب کے زمانہ عروج سے پیشتر علم حدیث کی حالت نہایت پستی اور تاریکی میں تھی۔ خال خال ہی لوگ اِس شریف علم سے دلچسپی رکھتے تھے لیکن ہندوستان کی اقبال کی یاوری سے جب آپکے علم کا چشمہ نمودار ہوا تو خاص اِس فن کی بہت بڑی ترقی ہوئی اور تمام ہندوستان حدیث و تفسیر سے بھر گیا علماء کے ہر حلقہ میں حدیث کا چرچا ہونے لگا اور طلبہ کے زبان پر ہر استدلال کے موقع پر حدیث کے مقدس الفاظ آنے لگے۔ حقیقت میں ہندوستان پر شاہ صاحب کا یہ ایسا گرانبار احسان ہی جس سے وہ سر اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اس کے ساتھ ہی بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح یہ علمی عروج و اقبال شاہ صاحب کے نام سے شروع ہوا اُسی طرح اُسکا زوال و ادبار بھی آپکی معزز اولاد کے بعد ہندوستان کے تمام پر ختم ہوگیا۔ شاہ صاحب کی واجب الاحترام اولاد دنیا سے کیا اُٹھی کہ علمی جاہ و جلال کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب اِس جلیل القدر خاندان میں کوئی ایسا با اثر شخص باقی نہیں رہا جس سے اِس کا نام زندہ رہتا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے طلبہ کو درس دینا شروع کیا اور پورے بارہ سال تک اہمیں اِس استغراق و محویت کے ساتھ مصروف رہے جس کی نظیر کہیں مل نہیں سکتی۔ آپ کی خداداد قابلیت اور محنت کشی کی شہرت نے شوقین طلبہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا جو دور دراز ملکوں کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے آتے اور آپکے درسگاہ میں داخل ہونے کو سرمایۂ ناز و فخر سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب ہر ایک طالب العلم کے ساتھ خواہ وہ کسی رتبہ کا ہوتا عام اخلاق اور فیاضی سے پیش آتے اور سب کے ساتھ رحیمانہ و شریفانہ برتاؤ کرتے قطع نظر اِس کے کہ انہیں نہایت محنت و جانکشی اور دلسوزی سے تعلیم دیتے

اُن کے ضروری اور لابدی حوائج کے رفع کرنے مین تھا اس سے زیادہ ساعی ہوتے بلکہ بعض بعض محنتی اور قابل طلبہ کو اپنی بذات خاص سے امداد دیتے اور بہت ہی تشفی و دلجوئی سے اُنہین خوش رکھتے۔ آپ کے مدرسہ کی شہرت پکڑنے اور در دولت پر ہر وقت طلبہ کے جمگھٹے لگے رہنے کی یہ ایک اور بھی وجہ تھی۔

اگرچہ اِس بارہ سال کے عرصہ مین آپ کی علمی مشق معراج کمال پر پُہنچ گئی تھی۔ اور دینی وعقلی معلومات مین حیرتناک ترقی پیدا ہوگئی تھی لیکن ابھی تک طبیعت مبارک مین وہی کرید چلی جاتی تھی جو آغاز عمر مین تھی یعنی جہان تک ممکن ہو علم نبوی کی تحصیل وتکمیل مین ترقی کرنا چاہیئے اور اِس علم کو ایک ایسے عروج پر پُہنچا دینا چاہئے جس سے زیادہ ممکن نہ ہو چنانچہ اِس خیال کا سلسلہ آپکے دل مین روزبروز بڑھتا چلا جاتا تھا اور آپ اپنی آرزو بر کامیاب ہونے کی ہر پہلو کو دیکھ رہے تھے ایک دن آپنے اِس بڑہتے ہوئے تمدن پر غور مین نظر ڈالی اور فتوحات اسلام کی وسیع وفراخ دنیا کے پرفضا وخوش منظر سین زیر نظر رکھے غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شاید مقصود بجز عرب کے اور کسی سرزمین سے حاصل نہین ہوسکتا پس اب مجھے عرب مین چلنا اور وہان کے مشائخ سے روایت حدیث کرنا چاہیئے ۔ اِس کے ساتھ ہی آپ کو حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا اور آپنے دفعتہً سامان سفر مہیا کرکے اُسطرف توجہ مبذول فرمائی۔ آپ کے اِس سفر مبارک کی اصلی غرض یہی تھی جو ہم نے بیان کی۔

---

۱۵ ایک فاضل ہمعصر جناب شاہ صاحب کے سفر عرب کا یہ سبب بیان کرتے ہین کہ جب شاہ صاحب نے فارسی مین قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اسکی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکہ عظیم کٹ ملانون کے گروہ مین برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دیگئی اب جہلا کبھی قبضہ مین نہ آئین گے اور وہ ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہوجائین گے اس خیال نے اُن کے دل مین ایک آگ بھڑکا دی اور علاوہ کفر کے فتوی دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہوگئے اور اب اُن مین مشورے ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیونکر قتل کیا جاوے ان کٹ ملانون نے جن کا اثر بہت کچھ شہر کے بدوضع لوگون۔ اکہاڑون پٹھے بازون پر پہیلا ہوا تہا چند بدمعاش جمع کئے اور اب وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاک مین رہنے لگے ہمارا فاضل اِن کے بغیر خوش آئیندہ مشورے سے بالکل ناواقف تہا اِس محب رسول کا خیال مسلمانون کی اصلاح کی طرف مائل تہا اس لئے اسے چندان ملانون کی سازش کی پروانہ تہی نہ یہ خیال تہا کہ یہ کسی نہ کسی وقت باعث مضرت ہونگے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ عصر کی نماز فتحپوری مین پڑہ رہے تھے اور آپ گویا محمدیون کی جماعت کے امام تھے ابھی آپنے سلام پھیرا ہی تہا کہ دروازون پر غل وشور کی آوازین کانون مین آنے لگین اور لوگ کچھ غیر معمولی کھسر پھسر کرتے ہوئے معلوم ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کو کھٹکا ضرور تہا کہ شہر کے ملانے کبھی نہ کبھی کچھ آفت برپا کرین گے اب آپنے اُسکا ظہور ہوتے ہوئے دیکھا۔ آناً فاناً مین یہ خبر آپ کے ساتھیون کو جو آپکے پاس بیٹھے تھے پہنچ گئی اور اب وہ سٹ پٹائے کیونکہ انکی تعداد بہ نسبت مفسدون کے بہت کم تھی وہ پانچ چھ سے زیادہ نہ تھے اور مفسدون کی تعداد سو سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی یہ مفسد گو پورے عزم سے آئے تھے لیکن اِن مین اتنی ہمت نہ تھی کہ مسجد مین گھس کے شاہ صاحب کو شہید کرسکتے جب شاہ صاحب کو تحقیق معلوم ہوگیا کہ یہ بہیڑ قتل کے لئے نرغہ کرکے آئے ہین اُنہوں نے اپنے دوستوں سے کہا

اگرچہ بعض مورخوں نے یہ بھی لکھا ہی کہ جب دہلی کے مولویوں کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب سے رنجش ہو گئی اور وہ آپکے خون کے پیاسے ہوگئے تو آپنے اُن کی اِس رنج و غصہ کی آگ فرو کرنے اور اِس رنجش کو دبانے کی غرض سے سفر عرب اختیار کیا۔ لیکن جس بنیاد کی یہ خبر ہے خود شاہ صاحب کے بیان سے بے اصل اور غلط معلوم ہوئی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہین کہ جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو مین تقریباً بارہ سال کتب دینیہ و عقلیہ کے درس مین مصروف رہا اور ہر علم و عمل کو غور مین ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اسی اثنا مین اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جاکر متوجہ ہوتا اور رات کی دلفریب چاندنی مین پہرون بیٹھا رہتا اِن دنون مین توحید و جذب کی راہ میرے لئے وسیع ہوگئی اور وجدانیہ علوم فوج فوج نازل ہونے لگے۔ ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابین اور اُن کے اصول ہمیشہ میرے پیش نظر تھے اور جن حدیثون سے اُنہون نے اپنے مذہبی قواعد کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے استدلال کیا ہی وہ بھی مجھسے غائب نہ تہین۔ انجام کار نوبت

بقیہ صفحہ ۲۲۹ کہ تم جان بچا کے چلے جاؤ اور مجھے ان منافقون کے ہاتھون شہید ہونے دو لیکن انکی حمیت اسلامی نے یہ گوارا نہین کیا اور وہ تلوارونکے قبضون پر ہاتھ رکھکر کہنے لگے کہ جبتک جان مین جان باقی ہے آپ پر آنچ نہ آنے دینگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب بیچ کے ہاتھ مین صرف ایک پتلی سی لکڑی تھی اللہ اکبر کہکے اُٹھے اور کھاری باؤلی والے دروازے کی طرف چلے دونون دروازون سے سمٹکے منافقون نے اِس دروازہ کو روک لیا اور بآواز بلند کہا دیکھو ولی اللہ قتل نجائے۔ شاہ صاحب نے یہ آواز سُن کے نہایت دلیری اور متانت سے یہ سوال کیا کہ مین نے تمہارا کیا گناہ کیا ہی جس سے تم میری جان کے دشمن ہو گئے ہو اور میرے قتل پر آمادہ معلوم ہوتے ہو اُنہون نے جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کرکے بالکل عوام الناس کی نگاہون مین ہماری وقعت کو کھو دیا۔ دن بدن ہماری روزی مین خلل پڑتا جاتا ہی اور ہمارے معتقد کم ہوتے جاتے ہین یہ بہت بڑا صدمہ تو نے نہ صرف ہمین پہنچایا بلکہ ہماری آیندہ نسلون کو پہنچایا ہماری اولاد کی آیندہ زمانہ مین اتنی بھی وقعت نہ رہیگی جتنی اب ہماری ہی اسپر شاہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ خدا کی نعمت تم ناص کرنا چاہتے تھے مین نے عام کردی۔ کچھ دیر تک یہ ردو بدل ہوتی رہی آخر شاہ صاحب نے مع ساتھیون کے جو آپ کو حلقہ کئے ہوئے تھے دروازہ کی طرف قدم بڑہایا کٹ ملا نے سینہ تان تان کے آکھڑے ہوئے کہ ہم نجانے دینگے اسپر شاہ صاحب کے ایک ساتھی نے تلوار کا وار کرنا چاہا۔ بدمعاش جو سب ہتیارون سے آراستہ تھے محمدیون کو آمادہ دیکھکر جھجکے اور اب اُن کے ہوش پران ہوئے وہ بدمعاش الھارٹ کے پہلوان خانہ جنگیون مین زیادہ غلو رکہتے تھے بھلا وہ ایسی قلیل جماعت کی برہنہ تلوارونکے آگے کیونکر قائم رہ سکتے تھے جو سچے دل سے اسلام پر جان دینے کو تیار تھے اسوقت شاہ صاحب کو جلال آگیا تہا اور ابراہیمی مصفا خون آپکی رگون مین زور زور سے حرکت کرنے لگا تہا آپنے اپنی غیر معمولی جوش کی حالت مین اللہ اکبر کا ایک نعرہ مارا اور اُس جماعت کو چیرتے پہاڑتے نکلے چلے گئے کل بدمعاش اور منافق کٹ ملا دیکھتے کے دیکھتے رہگئے اور کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ کوئی حملہ شاہ صاحب پر کرتا حقیقت مین یہ بہت صحیح ہی کہ دشمن اگر قوی ست نگہبان قویتر است۔ جب شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ سنا تو انہین بہت رنج ہوا رنج کے سوا بیچارے کر ہی کیا سکتے تھے قلعہ مین انکی اتنی وقعت نہ تھی جتنی کہ انکے علم و فضل کی ہونی چاہیے جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا مدینہ مکہ اور نجد پر تہا افسوس کہ وہ دہلی مین نہ تہا اور یہان کسی قوم اور کسی کی سفارش بہت جلد چل جاتی تہی اور بیچارے شاہ صاحب کی کوئی نہ سنتا تہا۔ اسی شب تمام کنبے کے ممبر جمع ہوئے اور اُنہون نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے یہ صاف معلوم ہو گیا تہا کہ شہر کے کٹ ملا صاحب کے جانی دشمن ہو گئے ہین اور انہین شیعہ سوار دینے بہی اُکسایا ہی کہ وہ شاہ صاحب کو کیا تو شہید کر ڈالین یا شہر

کی تائید سے مجھے فقہائے محدثین کی روش بھلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا۔ ان بارہ سال کے گذر جانے کے بعد دفعۃً حرمین محترمین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخ عرب سے علم حدیث کی سند لینے کا خیال آیا چنانچہ میں نے فوراً سامان سفر تیار کیا اور جہاں تک جلد ممکن ہو سکا عرب کی طرف متوجہ ہو گیا"۔ اس سے صاف ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ دہلی کے جنگجو مولویوں سے جان بچانے اور پیچھا چھڑانے کی غرض سے سفر عرب اختیار نہیں کیا بلکہ صرف حدیث کی تکمیل اور مذہبی فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا جیسا کہ آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ اخیر ۱۱۴۳ھ میں خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر اور کامل ایک سال تک مکہ معظمہ کی مجاورت۔ مدینہ طیبہ کی زیارت سے معزز و ممتاز ہو کر شیخ ابو طاہر قدس سرہ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب سے روایت حدیث حاصل کی اسی اثنا میں آپ چند روز تک جناب سید البشر علیہ افضل الصلوات واتم التحیات کے روضہ منورہ کے مجاور رہے اور انتہا سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتوں کی دھ روشنی میں آپ وہاں مراقب رہے اس دلکش و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد پہنچی ہوگی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپ کے دل کو نہایت مجلے اور صاف کر دیا تھا آپ حرمین شریفین کے بڑے بڑے زبردست علما و فضلا سے ملے اور نئے نئے مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ہر طبقہ کے مشائخ سے استفادہ لیا۔

شاہ صاحب کے اس میں سفر میں کوئی خاص واقعہ بجز اس کے قابل تذکرہ نہیں ہے کہ آپ نے کن کن علما سے استفادہ حاصل کیا اور وہ کس قدر و منزلت کے لوگ تھے چنانچہ میں اس مقام پر ان حضرات کے اسماء گرامی قلم بند کرنا چاہتا ہوں جن سے شاہ صاحب نے تکمیل حدیث کے علاوہ خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور ساتھ ہی اسباب کا بھی مختصر طور پر خاکہ کھینچنا چاہتا ہوں کہ کس فاضل سے آپ نے کس چیز کی سند حاصل کی اور وہ آپ کے ساتھ کس محبت و عظمت سے پیش آیا

جناب شاہ ولی اللہ صاحب جب حج مبرور کے ارکان فرضیت کے بار سے سبکدوش ہوئے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے فیض و شرف حاصل کر چکے تو شیخ محمد وفد اللہ[۱] ابن شیخ

---

[۱] جناب شیخ محمد وفد اللہ بن محمد بن محمد بن سلیمان المغربی ایک بڑے معزز و ممتاز شخص تھے قطع نظر مجتہد فن ہونے فرزانہ روزگار ہونے کے اپنے والد بزرگوار کی تعلیم و تربیت کے ایک عمدہ نمونے تھے حرمین محترمین کے بڑے بڑے مشائخ و علما آپ کی ثنا سے زیادہ وقت کرتے اور آپ کی شاگردی کو سرمایہ فخر و ناز سمجھتے تھے آپ اپنے زمانہ میں ایک ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جن کی نظیر کہیں ملی

محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی خدمت مین پہنچے جنہون نے بڑی جوش مسرت کے ساتھ اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھکر آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت سے بٹھایا معمولی مزاج پرسی کے بعد آپ کا حال دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے شیخ محمد وفداللہ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کردیا کہ مین آپ سے سند حدیث لینا چاہتا ہون اور اسی لئے ہندوستان سے یہان حاضر ہوا ہون۔ شیخ وفداللہ نے بخوشی اس بات کو منظور کیا اور ایک خاص وقت آپکے لئے مقرر کردیا چنانچہ آپ نے شیخ موصوف کے درسگاہ مین آمد و رفت شروع کی اور موطا یحییٰ بن یحییٰ اول سے آخر تک بہت تھوڑے عرصہ مین سُنا دی اور اسکے بعد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی تمام مرویات کی اجازت حاصل کی۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵۲ ۔ نہ سکتی تھی شیخ محمد وفداللہ کے والد بزرگوار علم حدیث مین وہ پایہ رکھتے تھے کہ تمام اہل حرمین کے اُستاد کہلانے جاتے تھے اور شیخ الحدیث کا معزز و مقتدر خطاب پبلک سے حاصل کیا تھا شیخ محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر حدیث مین تھی اور آپ خصوصیت کے ساتھ علم نبوی مین زیادہ منہمک رہتے تھے لیکن حقیقت مین تمام علوم و فنون کو جامع تھے اور تفسیر و فقہ و ادب مین اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اہل حرمین آپکے فضل و کمال کی بڑی عزت کرتے تھے اور یا حافظ الحدیث یا شیخ الحدیث کہکر پکارتے تھے۔ شیخ محمد کو علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور چونکہ خود علوم کے جوہری تھے اس لئے اُسکی انتہا سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اسلام بول مین تشریف لیگئے اور وہان ایک شخص کو نسخہ نبوتیہ فروخت کرتے دیکھا علم کی قدر شناسی اور حرص نے آپکو اس پر آمادہ کیا کہ تین ہزار رائج الوقت سکے دیکر اُسے خرید لیا اور پھر بھی بہت خیال کیا انتقال کے وقت تک تعویذ بازو بناکر رکھا اور کبھی علیحدہ نہین کیا۔ ایک مرتبہ مسجد الحرام مین پانی کا ایسا سیلاب آیا جس سے تمام حرم کے باشندون پر غرق ہوجانے کا خوف غالب ہوگیا شیخ محمد نے اپنے مال و دولت اور اہل و عیال کی کچھ بھی پروا نہین کی اور اُس متبرک نسخہ کو سر پر رکھکر طواف مین مشغول ہوگئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب جس زمانہ مین شیخ محمد وفداللہ کی علمی مجلس مین تشریف رکھتے اور سند حدیث حاصل کررہے تھے تو آپ اس نسخہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے بلکہ اُسمین سے کچھ پڑھا بھی تھا۔

شیخ محمد جس طرح علم شریعت کو جامع تھے ویسی ہی طریقت کے رموز و اسرار سے بھی بخوبی واقف تھے آپ نے شیخ ابو مدین مغربی کچھ مدت سے خرقہ حاصل کیا تھا اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ کتب حدیث کی تصحیح کی بنیاد حرمین مین آپ ہی نے ڈالی اور شیخ وفداللہ نے اُس بنیاد پر اسقدر عمارت بلند کی کہ چند روز مین آسمان سے باتین کرنے لگی۔ شیخ تاج الدین قلعی جو اُس عہد مین ایک فاضل اجل عالم تسلیم کئے جاتے تھے اور جو تمام اہل عرب کے مقتدا و پیشوا تھے بیان کرتے ہین کہ شیخ محمد جس طرح علم روایت مین کمال رکھتے تھے اُسی طرح آپنے صناعات عجیبہ اور علوم غریبہ کو بھی عروج پر پہنچا دیا تھا حدیث و تفسیر کے علاوہ انشا پردازی اور فصاحت و بلاغت مین خاص امتیاز رکھتے تھے علم ادب اور شاعری مین ضرب المثل تھے ثروت و دولت کا کافی حصہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا تھا اور اس قول کے لئے وہ زیور بھی تھا جو ان کے لئے زیب و زینت ہی یعنی آپ اعلیٰ درجہ کے فیاض و سخی تھے غرضکہ دینی و دنیاوی اقتدار کے لئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل نے آپسے دریغ رکھی ہو حقیقت یہ ہی کہ آپ خداوندی ارشاد زادہ فی العلم والجسم کے ایک ایسے صاف و شفاف فوٹو تھے جسمین یہ دونون تصویرین ہر وقت نظر آتی تھین۔ چونکہ شیخ محمد جامع علوم و فنون اور ہر صفت کے ساتھ موصوف تھے اس لئے آپ کا ذاتی کمال وطن مالوف سے یہان کھینچ لایا تھا کیونکہ اس زمانہ مین عرب کے علاوہ اظہار کمالات کے لئے کوئی دوسرا شہر اہل علم کے لئے نہ تھا۔

لیکن جب زمانہ مین شیخ محمد کے علوم معراج کمال پر پہنچے اور شہرت کے سورج نے اپنی روشنی تمام خطہ عرب مین پھیلادی تو حاسدون کے کینہ و عداوت کی رگ حرکت مین آئی اور اُنہون نے بیہودہ شکایتین شاہ [illegible] کو تحریر کین ۱۲

شیخ ابوطاہر

اِس کے بعد شاہ صاحب جناب شیخ ابوطاہر[۱] محمد بن ابراہیم کردی مدنی کی خدمت مین پہنچے اور احادیث صحاح سنانا شروع کین۔ ایکدن صحیح بخاری کی اثناء قراءت مین احادیث وفقہ کی مختلف ومتضاد روایات مین بحث

---

[۱] جناب شیخ ابوطاہر عمر کے ابتدائی زمانہ سے تحصیل علوم مین راغب تھے اور علمی سوسائٹیون علماء کی مجلسون مین ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت کے فراغ کے بعد جب آپ مین علمی قابلیت پیدا ہوگئی اُسوقت سے آپکے والد بزرگوار نے اِس گرانبہا جوہر کی قدردانی شروع کردی اپنا خرقہ اس فرزند رشید کے جسم پر آراستہ کیا اور اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ بہت سے بزرگون سے اُن کے لئے اجازت اور خرقہ حاصل کیا جن مین ایک بزرگ شیخ محمد بن سلیمان مغربی ہین۔ شیخ ابوطاہر نے کتب عربیہ کی تحصیل سید احمد ادریس مغربی سے کی جو اپنے زمانہ کے سیبویہ کہلاتے جاتے تھے اور جو علوم عربیہ مین انتہا کا مرتبہ رکھتے تھے حدیث وفقہ اور تفسیر مین بے نظیر تھے اور ادب وشاعری مین بے مثل لیاقت رکھتے تھے قطع نظر اس کے اتقا وپرہیزگاری مین کہین زیادہ مشہور تھے شیخ ابوطاہر فرماتے ہین کہ ایک دفعہ سید احمد ادریس کے ایک تلمیذ نے مسجد نبوی کی محراب مین سورۂ تبت پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوکر سید کے پاس آیا تو آپنے اُسپر انتہا سے زیادہ عتاب کرکے فرمایا الا ادراك تقرأ بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم سورة ذكر فيها عمه بما ذكر فان الله يخاطب رسوله بماشاء وليس ذلك حدنا یعنی مین تجھے اچھا نہ دیکھون کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر ایسی سورت پڑھے جس مین آپ کے چچا کی نکوہش ومذمت بیان کی گئی ہو خداتعالی اپنے پیغمبر کو جس چیز کے ساتھ چاہے خطاب کرسکتا ہے لیکن ہمارا یہ مرتبہ نہین ہے کہ ہم ایسا کرین۔ شیخ ابوطاہر نے فقہ شافعی شیخ علی طولونی مصری سے پڑہی تہی اور معقول کی کتابین منجم باشی سے جو روم کے متبحر علما مین مشہور فاضل تھا۔ علم حدیث کی تمام کتابین اپنے والد سے پڑہی تہین بعد تکمیل علوم اور اجازت وسند کے حاصل کرنے کے لئے اول شیخ حسن عجمی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اُن سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا پھر شیخ احمد نخلی اور شیخ عبداللہ بصری کے پاس پہنچے۔ شیخ عبداللہ بصری سے شمائل النبی اول سے آخر تک پڑہی اور امام احمد کی مسند دو مہینے سے کم مدت مین سُنی۔ ان حضرات کے علاوہ بہت سے اُن فضلا سے بھی سماعت حدیث کی جو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً تشریف لاتے مثلاً شیخ عبداللہ لاہوری جو ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابون کی روایت شیخ عبداللہ اللبیب سے کرتے ہین اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تمام کتب اسی واسطہ سے مولانا عبدالحکیم سے روایت کرتے ہین اور شیخ سعید کوکنی۔ اس فاضل اجل اور علامہ عصر سے شیخ ابوطاہر نے بعض کتب عربیہ اور فتح الباری مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا چوتھا حصہ پڑہا۔ غرضکہ شیخ ابوطاہر علمی فضل وکمال کے علاوہ سلف صالح کی تمام اوصاف کے ساتھ متصف تھے ورع واجتہاد مین نہایت بلند رتبہ رکھتے تھے فصاحت وبلاغت مین ضرب المثل اور نہایت مشہور تھے حدیث وفقہ کی جزئیات اور استنباط مسائل پر آپ کی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی کہ عرب کے تمام باشندے آپ کی بہت عزت کرتے اور ہر شخص اپنی آنکھون پر جگہ دیتا تھا باوجود انہاک علم اور استغراق فن کے جبتک کتب کا تتبع نکرلیتے کسی بات کا جواب ندیتے تھے۔ رقیق القلب اسدرجہ تھے کہ جب احادیث رقاق پڑہتے تو آنکھون مین آنسو بھرلاتے اور پہرون زار وقطار رویا کرتے اکثر اوقات طاعت الہی اور درس علوم مین مشغول رہتے اور بقیہ وقت کشف ومراقبہ مین صرف ہوتا تھا آپ کا عام طرز معاشرت اور لباس وغیرہ تکلف وبناوٹ سے بری تہا انتہا درجہ کا عجز وانکسار رہتا اپنے خدام اور تلامذہ کے ساتھ متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اگر کسی سے کسی معاملہ مین غلطی ہوجاتی تو نہایت نرمی اور آہستگی سے متنبہ کرتے کبھی کسی پر غصہ نکرتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک مختصر آرٹیکل اِس مقام پر قابل ذکر ہے آپ فرماتے ہین کہ "مین نے علماء حرمین کے اکثر حضرات سے ملاقات کی ہے اور اکثر فضلا کی خدمت مین حاضر ہوا ہون لیکن مین نے کسی کو نہین دیکھا ہے کہ مکارم اخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو بجز شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کی فراست ودرایت حقیقت مین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جسے مین نے اپنی تالیفات کے بعض مختلف مقامات مین ذکر کیا ہے"۔

الغرض جناب شیخ ابوطاہر قدس اللہ سرہ العزیز نے ۱۱۴۵ھ رمضان کے مہینے مین انتقال کیا اور ... مین مدفون ہوئے۔ ۱۲

پھر گئی اور شاہ صاحب نے بڑی حذاقت و دلیری سے اِس اختلاف کا سبب دریافت کیا شیخ ابوطاہر نے جواب دیا کہ احادیث و فقہ کی روایات مین جو کہین کہین اختلاف واقع ہی اِس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمعیت کے انتہائی درجہ کو پہنچ گئی تہی اور فرط جمعیت سے یہ صورت اختلاف پیدا ہوگئی تہی ایک اور موقع پر صوفیہ کے حالات مین بحث شروع ہوگئی اور اِن باتون کا سلسلہ یہانتک بڑھتا چلا گیا کہ شیخ ابوطاہر صاحب کے درس کا وقت فوت ہوگیا آخرکار یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعض حضرات صوفیہ اپنے ہم مشربون کے کلام کی تردید کرتے ہین اور یہ تردید اُن کے پیروون مین نفوذ کر جاتی ہی اسپر شیخ ابوطاہر بولے کہ مین صوفیہ کے انکار سے بیحد خائف رہتا ہون ہرچند کہ میری بعض اسلاف بھی ایسے ہوگزرے ہین جنہون نے اپنے ہم مشربون کے ساتھ ایسا برتاؤ جائز رکھا لیکن مجھ مین اُنکی طعن آمیز تردید نے ذرا بھی اثر نہین کیا بلکہ مین اُن کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہون جیسا اپنے اسلاف کے ساتھ اور اُن کی طرف سے کسی طرح کی گرانخاطری اپنے مین نہین پاتا پھر کلیۃً یہ کیونکر تسلیم کرلیا جائے کہ حضرات صوفیہ کی باہمی رد و قدح اُن کے پیروون مین بھی نفوذ کر جاتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اسپر شیخ ابوطاہر نے ایک تمثیلی حکایت بیان کرنا شروع کی۔ فرمانے لگے کہ شیخ یحیی شاذلی میرے والد بزرگوار کے ساتھ ہمیشہ مباحثہ و مذاکرہ کیا کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ چھیڑ چھاڑ چلی جاتی تہی شیخ یحیی بعض اوقات ادب کا پہلو چھوڑ کر طعن آمیز کلام سے تردید کر بیٹھتے تھے جس سے سننے والون کو سخت رنج ہوتا تھا لیکن باوجود اِس کے کہ جب اُنہون نے دنیا سے کوچ کر کے سفر آخرت قبول کیا اور زمانہ دراز کے بعد اُن کی لاش قبر سے نکالی گئی تو بالکل صحیح سالم نکلے اور یہ معلوم ہوتا تہا کہ گویا ابھی سوئے ہین اِس حکایت کے نقل کرنے سے میری صرف اتنی ہی غرض ہے کہ تمہین معلوم ہوجائے کہ کسی شخص پر اِس وجہ سے طعن کرنا کہ وہ بعض عرفا کا منکر تہا ہرگز جائز نہین ہے۔

شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اِس کے بعد جناب شیخ ابوطاہر نے فرمایا کہ اسبارہ مین شیخ محی الدین بن عربی کی ایک عجیب و غریب وصیت ہی جو آپنے اپنے معتقدون کے سامنے ایک نہایت ہی باثر طریقے سے بیان فرمائی ازان بعد آپنے فتوحات کا نسخہ کتب خانہ سے طلب کیا جو خاص مصنف کی قلم سے لکھا ہوا تہا اور اُس مین سے باب الوصیت کا مبحث پڑھنا شروع کیا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہین کہ مجھے ایک شخص کی طرف سے اِس لئے عداوت ہوگئی تھی کہ وہ شیخ ابومدین کو ایسی ناگوار و طعن آمیز باتون سے یاد کیا کرتا تھا جو اُن کی شان کے قابل نہ تہین اور چونکہ مین اُن سے دلی عقیدتمندی رکھتا تھا اسلئے مجھپر اُسکی یہ باتین

اور بھی شاہ صاحب ذاتی تعین اور بہت سے بُرے خیالات اُسکی طرف سے میرے دل مین جم گئے مجھے ایک دن کا ذکر ہے کہ مین نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا گویا آپ فرما رہے ہین کہ محی الدین اتم فلان شخص سے کیون عداوت رکھتے ہو مین نے عرض کیا کہ حضرت! وہ ابو مدین جیسے معزز و مقتدا شخص کو بُرا کہتا ہے اور مین اُن کا معتقد ہون فرمایا کیا وہ خدا رسول کو دوست نہین رکھتا مین نے کہا جی ہان خدا رسول کو دوست رکھتا ہے فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابو مدین سے دشمنی رکھتا ہے اُس سے کس لئے عداوت رکھتے ہو اور خدا رسول کی محبت رکھنے کی وجہ سے اُسے کیون نہین دوست رکھتے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو مین نے اپنے ان بُرے خیالات سے توبہ کی اور اُس کے مکان پر عذر کے لیے گیا اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا جسے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اُسکے سامنے پیش کیا اور راضی کرکے دریافت کیا کہ آپ ابو مدین سے اس درجہ بیزار کیون ہین میرے اس سوال کا اُنھون نے ایک ایسا جواب دیا جس کی بنا صرف لاعلمی پر تھی چنانچہ مین نے نہایت پُر اثر لفظون مین تقریر کی اور اُن کے تمام شکوک و شبہات کو بالکل مٹا دیا اسپر اُنھون نے شیخ ابو مدین کو بُرا کہنے سے توبہ کی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیض کا یہ بدیہی نتیجہ پیدا ہوا کہ وہ بھی میری طرح شیخ کے بدل معتقد ہو گئے۔

الحاصل جناب شاہ ولی اللہ صاحب چند روز تک شیخ ابو طاہر کی خدمت مین رہے اور اسی قسم کے علمی تذکرے بڑے زور شور سے ہوتے رہے شیخ ابو طاہر جس عزت و وقعت کے ساتھ آپ سے پیش آئے اُسکا اظہار صرف اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ اُن سے رخصت ہو کر وطن کی طرف مراجعت کرنے لگے تو ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھ یہ بیت زبان پر لائے ؎ نسیت کل طریق کنت اعرفہ ✦ الا طریقا یودینی لربعکم۔ جون ہی شاہ صاحب کی زبان مبارک سے رخصتانہ الفاظ نکلے اور اس شعر کی آواز شیخ صاحب کے کانون مین پہنچی تو آپکے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار چھا گئے اور پرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہنے لگین آپ زار قطار روتے جاتے تھے اور بطریق مشایعت شاہ صاحب کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے۔

شیخ ابو طاہر صاحب نے علاوہ سند احادیث کی اپنا خرقہ بھی عنایت فرمایا اور خود دست مبارک سے جناب شاہ ولی اللہ کے زیب جسم کیا جو حقیقت مین تمام صوفیون کے خرقون کو جامع و حاوی تھا اور چلتے وقت بہت سی باطنی فیوض تلقین کئے۔ چونکہ شیخ ابو طاہر صاحب علمی کمالات کے جوہری اور قدردان تھے اس لئے آپ نے شاہ صاحب کی قابلیت کا خوب اندازہ کر لیا تھا اور آپ کے ضمیری جوہرون اور ربانی لیاقتون کو بخوبی

پرکھ لیا تھا یہی وجہ تھی کہ رخصت کے وقت آپ نے اُن باطنی رموز و اسرار کا آپ پر انکشاف کر دیا جو ابھی تک آپ کے سینہ کے خزانہ میں ایک زمانہ دراز سے محفوظ چلے آتے تھے۔

حقیقت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب جس رتبہ کے شخص تھے اُس سے کچھ وہی عمیق و غمیض نظریں واقف تھیں جو روز ازل سے ربانی اسرار سے سرمہ آلود ہو چکی تھیں عام نظریں اس قابل ہرگز نہیں ہو سکتیں کہ وہ اُس عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو دیکھ سکیں اگرچہ اس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان میں بہت سے لوگ ایسے قابل ہو گذرے ہیں جو فضل و کمال میں اپنے آپ ہی نظیر تھے لیکن انصاف یہ ہے کہ شاہ صاحب جیسا صاحب کمال اس خاندان میں دوسرا نہیں ہوا ایک فلسفی اور قومی شاعر کا یہ شعر ہماری تحریر کے حسب حال ہے۔ ؎

قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر میں ۔۔۔ فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شیخ تاج الدین قلعی حنفی کی خدمت میں بھی حاضر[1] ہوئے ہیں اور سند احادیث حاصل کی ہے چنانچہ آپ اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ تاج الدین کی مجلس درس میں صحیح بخاری کا درس ہوتا تھا میں دو تین روز تک متصل حاضر ہوا اور بخاری شریف کی سماعت کی علاوہ ازیں

---

[1] شیخ تاج الدین۔ قاضی عبدالمحسن کے فرزند رشید ہیں بہت سے مشائخ کی صحبت میں علم حدیث حاصل کیا اور دینیہ علوم تمامہا اخذ کئے اور ہر ایک سے اجازت پائی آپ ہنوز خورد سال ہی تھے کہ آپکے والد بزرگوار قاضی عبدالمحسن نے شیخ عیسی مغربی سے آپکے واسطے اجازت حاصل کر لی تھی۔ اہل مکہ انکی بہت بڑی عزت کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ آپنے پبلک سے امامت اور افتا کا معزز خطاب حاصل کر لیا تھا تمام عربستان میں مفتی مکہ مشہور تھے اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ جب شیخ تاج الدین ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہوئے تو شیخ محمد بن سلیمان مغربی کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اس زمانہ میں شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی کی درسگاہ میں سنن نسائی کا درس ہو رہا تھا جب یہ کتاب ختم ہوئی تو شیخ مغربی نے تمام حاضرین مجلس کو اجازت دی جس میں شیخ تاج الدین بھی شامل تھے لیکن شیخ تاج الدین نے حدیث کی اکثر کتابیں شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے پڑھیں اور صحیح بخاری و صحیح مسلم شیخ حسن عجمی سے اور جب ان حضرات سے استفادہ حاصل کر چکے تو آپ شیخ صالح زنجانی کی خدمت میں پہنچے اور ایک مدت تک اُنکی صحبت میں رہکر علم کی باریکیاں دریافت کیں علم فقہ میں ان ہی سے حظ کامل اُٹھایا اور اس علم خاص میں شیخ تاج الدین کو ان کی شاگردی کا بہت بڑا فخر حاصل ہے شیخ صالح زنجانی کے علاوہ شیخ احمد نخلی اور شیخ احمد قطان بھی ان کے اُستاد ہیں جنکی صحبت میں سالہا سال تک شیخ تاج الدین فیضیاب رہے ہیں اور اجازت و سند حاصل کی ہے شیخ احمد قطان سے درس کا طریقہ سیکھا اور اُن کے انتقال کے بعد کعبہ کے سایہ تلے مالکی مصلی پر بیٹھکر شیخ احمد کی قائمقام درس دینا شروع کیا چنانچہ شیخ تاج الدین اس واقعہ کی نسبت خود اپنی قلم سے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جب میرے اُستاد شیخ احمد قطان کا انتقال ہو گیا تو میرے اور تمام مشائخ نے جن میں شیخ عبداللہ بصری اور شیخ احمد نخلی بھی تھے مجھپر زور ڈالا کہ میں شیخ احمد قطان کی جگہ بیٹھکر طلبہ کو درس دوں اور شیخ کی عادت کے مطابق قراءۃ حدیث کروں لیکن مجھے اس عظیم الشان منصب پر دلیری نہیں ہو سکتی تھی اور باوجود ایسے جلیل القدر اکابر اور مشہور فاضل کے مجھ سے اس خدمت کی ادائگی بہت ہی دشوار و مشکل معلوم ہوتی تھی لہذا میں نے اس خدمت کو قبول نہیں کیا اور اپنے مشائخ بزرگوار کو جواب صاف دیدیا کہ آپ لوگوں کے ہوتے مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ اس عظیم القدر امر پر جرأت کروں لیکن اِن حضرات نے میری اس التماس کو نگاہ قبول سے نہیں دیکھا اور میرے انکار پر اس قدر اصرار و مبالغہ کیا جس سے میں

کتب صحاح ستہ کے بعض بعض مشکل مقامات اور موطا امام مالک اور مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کی بھی سماعت کی جس وقت آپ نے اِن تمام کتابون کی اجازت جملہ اہل مجلس کو دی تھی فقیر بھی اُس جماعت مین داخل تھا ہرچند کہ اور لوگون کے زمرہ مین مجھے اجازت حدیث حاصل ہوگئی تھی لیکن مولانا تاج الدین نے مجھے خصوصیت کے ساتھ علیحدہ اجازت دی اور زبانی اجازت پر اکتفا نہین کیا بلکہ تحریری اجازت عنایت فرمائی جن ایام مین شیخ موصوف کی خدمت مین حاضر تھا تو آپ ایک عجیب غریب حکایت بیان فرماتے تھے چونکہ وہ حکایت لطف و دلچسپی سے خالی نہین ہے اس لئے مین اِس مقام پر اُسکا درج کرنا مناسب سمجھتا ہون۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۸ - بالکل مجبور ہوگیا انجام کار مین نے شیخ حسن عجمی کو جو اُس زمانہ مین طائف کی سمت مین مقیم تھے یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی جس کے جواب مین اُنھون نے مزید تاکید کے ساتھ کہلا بھیجا کہ بہرحال اپنے مشایخ کے فرمان کو رغبت کے کانون سے سننا اور نگاہِ قبول سے دیکھنا چاہئے الغرض جب مین سب طرف سے مجبور ہوگیا تو مشائخ مذکورین کی فرمان پر گردن تسلیم خم کردی اور اپنے عزیزون کے اشارے کے مطابق شیخ احمد قطان کے مقام پر بیٹھکر صحیح بخاری پڑہانا شروع کی اور جس مقام تک شیخ نے انتہا کی تھی مین نے اُسی جگہ سے بخاری کا آغاز کیا جب بخاری شریف ختم ہوئی تو مجلس مین تمام علماء و مشائخ حاضر تھے سب نے میرے حق مین دعا خیر کی اور مین نے اُن کی قدر دانی کا شکریہ ادا کیا"۔

شیخ تاج الدین کے اِس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع جمیع صفات کمال اور حاوی جملہ علوم و فنون تھے کیونکہ اگر آپ فی نفسہ ایسے نہوتے تو اِس قدر مشایخ کبار اور اجلۂ اعلام مین درس دینے کی آپ کو جسارت نہ ہوتی نیز ان اولوالعزم اور فرید عصر حضرات کا اِس جلیل القدر منصب پر شیخ تاج الدین کو مامور کرنا خود اِس پر دلیل ہے کہ وہ ایک ایسے گرانمایہ جوہر تھے جس کی قیمت و قدر سے یہی علم کے جوہری خوب واقف تھے۔ شیخ تاج الدین کو جناب شیخ ابراہیم کردی مدنی کی شاگردی کا بھی فخر حاصل ہے جنہون نے حدیث و فقہ کی تمام علوم کی اجازت اُنہین دی اور علمی فضیلت کی دستار اپنے ہاتھ سے باندھی۔

الحاصل شیخ تاج الدین بڑے پایہ کے شخص تھے اور متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے تفسیر حدیث فقہ سیر ایام العرب کے حافظ تھے اور ادب اُن کا ادنے سا علم تھا خدا تعالیٰ نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ مین مختلف علوم کا درس دیتے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا جس کی تکمیل مین آپ ہمیشہ مصروف رہے اور آخرکار اُسے کمال عروج پر پہنچا دیا - فن ادب مین آپ کو کمال دستگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق آپ بڑے بڑے شعرا کو غلطیان بتا دیتے تھے کہ یہان یون ہونا چاہیے اور وہ فوراً اُنہین تسلیم کر لیتے تھے۔

شیخ تاج الدین مین وہ تمام خصلتین اور فضائل مجتمع تھے جو ایک پاکباز اور دیندار عالم مین ہونا چاہیین عام اخلاق و عادات عزم و ثبات بلند حوصلگی۔ دقیق نظری مین تمام مشایخ و علماء مین ایک مستثنےٰ اور ممتاز عالم تھے عالمانہ تزک و احتشام اور فاضلانہ شان و شوکت اور علم و فضل کی سرپرستی نے شیخ تاج الدین کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی برکتون کی منادی عام نے دلون مین وہ ذوق و شوق اور حوصلے پیدا کر دئے تھے کہ زمانہ کے جملہ اہل کمال آپکے درسی مجلس مین کھنچے چلے آتے تھے جیسے خود قابل طباع فضیلت مآب تھے ویسے ہی آپکے تلامذہ بھی جودت ذہن اور خداداد قابلیت مین ممتاز تھے۔ پھر باوجود ایسے عالم و فاضل ہونیکے تکلف و بناوٹ مزاج مین نام کو نہ تھا مذہبی عقائد مین بڑے مستحکم تھے علاوہ فرض نماز کے سو رکعتین روزانہ پڑھنے کا دستور تھا اور بغیر بیماری یا نہایت قوی عذر کی کبھی جماعت ترک نہین ہوئی۔ بزرگان دین سے خاص تعلق رکھتے تھے اور اثناء وعظ مین سخت رقت ہوتی تھی صوفیائے کرام اکثر اوقات آپکے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور کبھی کبھی اُن کے مکان پر خود جاتے تھے ۱۱۴۷ھ میں آپنے سفر آخرت قبول کیا اور اپنی انتقال کی بعد دنیا مین ایک نہایت

شیخ تاج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مین سخت بیمار ہوا اور مرض نے اس قدر طول کھینچا کہ ضعف ناتوانی تمام اعضا پر غالب ہوگئی اور اب مجھے حس وحرکت کرنے کی بھی تاب وطاقت نہین رہی ۔اسی اثنا مین ۔مین نے ایک شب کو عجیب وغریب خواب دیکھا ۔مین دیکھتا ہون کہ ایک شخص دروازہ سے آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اِس بیمار کی شفا کے لئے مرغیان پکائی جائین اور اُن پر سارا قرآن پڑھا جائے جب یہ مریض اُن مرغیون کو کھائے گا تو اُسکا تمام مرض جاتا رہیگا اور بالکل شفا حاصل کریگا ۔جب مین بیدار ہوا تو مین نے عزم بالجزم کرلیا کہ خواب کے بموجب عمل درآمد کرنا چاہیئے لیکن اسپر بھی مین نے اس قدر توقف کیا کہ آج شب کو اور معلوم کرلینا چاہیئے اور کل اُس کے مطابق تعمیل کرنی مناسب ہے چنانچہ شب آیندہ کو جب مین مرض کی بے چینی مین کروٹین بدلتے بدلتے سوگیا تو دیکھتا ہون کہ گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ میرے گھر مین تشریف لائے ہین اور اپنے دست مبارک سے دیگ درست کررہے ہین ۔آپنے دیگ کے نیچے آگ جلائی اور مرغیون کا نہایت عمدہ اور صاف گوشت دیگ مین ڈالا صبح سے شام تک برابر سالن پکتا رہا اور جب خوب پک کر تیار ہوگیا تو امام بخاری نے ایک بڑے سے شفاف قاب مین میرے آگے لاکر رکھا اور فرمایا کہ ہم نے اس پر سارا قرآن پڑھا ہے تم اسے کھاؤ خدا کے فضل وکرم سے شفا پاؤ گے چنانچہ مین نے اُسمین سے کچھ تناول کیا کھاتے ہی مرض مین فوری افاقہ محسوس ہوا اور تھوڑی دیر مین اُس مرض کا مجھ مین نام ونشان تک باقی نہین رہا عادت کے موافق جب صبح کو بیدار ہوا تو اپنے تئین بالکل صحیح وتندرست اور چاق وتوانا پایا ۔مین نے اپنے دل مین جو بشاشت وسرور اِس واقعہ سے پایا کہ حضرت امام بخاری نے اِس فقیر کے حال پر اِس درجہ عنایت و مہربانی فرمائی ہے وہ اُس سے بہت زیادہ تھا جو ازالۂ مرض اور دفعیہ بیماری سے پایا جاتا تھا

جن علماء حرمین سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بالمشافہ اجازت حدیث حاصل کی اور علم حدیث کی مختلف کتابین سنی سنائین ہین اُنکی مختصر فہرست مع اجمالی حالات کے بیان کرچکا اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی عنوان کے ذیل مین اُن مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین کے حالات وواقعات کا بھی سرسری طور پر خاکہ کھینچون جن کے واسطے سے انہین اور اِن کے ذریعہ سے جناب شاہ صاحب تک خرقۂ صوفیہ اور اسناد حدیث کا سلسلہ پہنچتا ہے ۔اگرچہ یہ ایک نہایت وسیع اور طول طویل مضمون ہے جس کی تفصیل کیلئے کئی جزو درکار ہین مگر چونکہ مین حیات ولی کو زیادہ طول دینا اور خارج البحث واقعات درج کرکے بڑہانا نہین چاہتا اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ چند منتخب مشائخ کا حال علیحدہ علیحدہ عنوانون سے ذکر کرتا ہون

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد علی کے فرزند رشید اور عبد القدوس بن عباس شناوی کے بلند اقبال پوتے ہین آپکے آباء بزرگوار سادلیاء کبار اور بڑے جاہ و جلال کے لوگ تھے شیخ عبدالوہاب شعراوی نے جو ایک مختصر ریمارک آپ کے علم و فضل کی نسبت کیا ہی وہ حقیقت مین آپکے لئے ایک اعلے درجہ کا سارٹیفکٹ ہوسکتا ہی شعراوی لکھتے ہین کہ شیخ احمد شناوی علم شریعت و حقیقت کو جامع تھے علم حدیث شمس رملی اور اپنے والد بزرگوار سے پڑھا تھا اور سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن بکری سے حدیثین روایت کین اور اپنے والد علی سے خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اسکے بعد سید صبغۃ اللہ کی صحبت سے ہمیشہ فیضیاب رہی اور آخرکار اُن کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور انکی فیض صحبت سے درجات عالیہ پر پہنچے اور ایک ممتاز و مستثنے خلیفہ قرار دئے گئے شیخ احمد کے لئے یہ جملہ ضرب المثل ہوگیا تھا کہ لوکان الشعراوی حیا ما وسعہ الا اتباعی یعنی اگر شعراوی بھی زندہ ہوتے تو انہین بھی بجز میری اتباع کے اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتا۔

بیان کیا جاتا ہی کہ ایک دن شیخ احمد شناوی اپنے حجرہ مین سوتے تھے دیکھتے ہین کہ حجرہ کی دیوار پر ایک گرگٹ چلا جاتا ہی شرع کے قانون کے موافق آپنے اُسے مار ڈالنا چاہا لیکن شہود وحدت نے فوراً ہی آپکے اس ارادہ کو مضمحل کردیا دوسری مرتبہ آپنے پھر اُس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن اب بھی شہود وحدت نے آپکے اس داعیہ کو شکست دی غرضکہ آپ اِن دونون خطرون کے مابین متردد و متحیر تھے انجام کار امتثال شرع کا ارادہ غالب ہوا اور آپنے ایک پتھر اُٹھاکر گرگٹ کی طرف پھینکا نشانہ نے خطا کی اور گرگٹ پتھر کی زد سے بچکر بھاگ گیا یہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت مین زبان مبارک سے نکلا الحمد للہ الذی جمع بین الامرین یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دونون باتون پر عمل کرادیا۔

اس حکایت کی عقب مین شیخ احمد قشاشی نے (جو جناب شیخ احمد شناوی کے فرزند معنوی اور ممتاز خلیفہ ہین اور جنکے حالات آیندہ بیان ہون گے) فرمایا کہ اگر مین ایسے مقام پر ہوتا تو ذرا توقف و تردد نکرتا اور گرگٹ کے سر کو فوراً پتھر سے کچل ڈالتا۔

شیخ احمد شناوی نے بہت سی پر مغز اور عاقلانہ مقولے تحریر کئے ہین منجملہ اُنکے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہین "عہد تا بحفظ وان لم یحفظ" متاخرین اہل حرمین کے عرف مین قبول بیعت کو اخذ عہد سے تعبیر کرتے ہین

اس بنا پر شیخ احمد شناوی کے اس حکیمانہ مقولے کے یہ معنی ہوئے کہ مشائخ صوفیہ مین سے جو مرید بیعت قبول کرتا ہے اس طریقے کا تمام مشائخ کی برکت حالت زندگی اور حالت موت مین اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا پر مغز فقرہ ہے کہ "لا یدخل النار من رانی وراء من رانی الی یوم القیامة" یعنی جس شخص نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ کبھی دوزخ مین داخل نہوگا"۔

آپ کا انتقال سنہ ۱۰۲۸ ہجری مین ہوا اور موضع بقیع مین دفن ہوئے۔

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی شیخ محمد کے فرزند اور شیخ یونس قشاشی کے پوتے ہین جو عبد النبی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ شیخ یونس کو عبد النبی کا لقب پبلک نے اس وجہ سے دیا تھا کہ آپ آدمیون کو اجرت دیکر مسجد مین بٹھاتے اور جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھواتے۔ اور قشاشی کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے تئین مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی غرض سے قشاشہ فروشی کیا کرتے تھے یعنی دوات پرانی نعلین اور پرانی جوتیان وغیرہ کم قیمت چیزین فروخت کیا کرتے تھے کیونکہ قشاشہ کم قیمت اور پرانے اسباب کو کہتے ہین۔

شیخ احمد قشاشی علم شریعت اور حقیقت مین امام وقت اور مجتہد عصر تھے جب حقایق سخن مین ذکر چھڑ جاتا تو آپ ہر بات کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مدلل و مبرہن کرتے۔ آپنے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی اور اپنے والد بزرگوار سے خرقہ زیب جسم کیا لیکن حقیقت مین آپکے کمال نے شیخ احمد شناوی کے ہاتھ پر عروج پایا اور یہی وجہ تھی کہ شیخ احمد قشاشی اپنے تئین شیخ احمد شناوی کی طرف منسوب کرتے اور اس انتساب کو ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ احمد قشاشی نے مشائخ صوفیہ کی تلاش مین دور دراز ملکون کا سفر کیا اور ایک عرصہ دراز تک سیاحت مین مصروف رہی لیکن لوٹتے وقت جب جدہ مین پہنچے تو انہین ایک واقعہ مین معلوم کرایا گیا کہ شیخ احمد شناوی تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے ہین ان کے ذاتی کمالات معراج کمال پر ترقی کر گئے ہین اور باطنی علوم کا ستارہ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ چمک رہا ہی لیکن چونکہ کوئی معنوی فرزند نہین رکھتے ہین اسلئے تمہین اپنے فرزندی کے انتساب سے مشہور کرنا چاہتے ہین اب تم جاؤ اور انکی خدمت مین چند روزہ زندگی بسر کرو چنانچہ شیخ احمد قشاشی اسی وقت جدہ سے روانہ ہوگئے اور بہت جلد شناوی کی خدمت مین پہنچے

شادی نے انہیں دیکھتے ہی ایک نہایت مسرت اور تازگی کے لہجہ مین کہا مرحبا من جاء یقتبس مناعلوما

یہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ شیخ احمد قشاشی نے ایک رات خواب مین دیکھا کہ شیخ محی الدین بن عربی نے اپنے دست مبارک سے ان کے جسم کو خرقہ سے آراستہ کیا اور اپنی ہمشیرہ عزیزہ کو ان کے نکاح مین دیا ہی شیخ احمد قشاشی نے معلوم کرلیا کہ اب میری وحدت وجود کی معرفت درست ہوگئی ہی کیونکہ شیخ محی الدین بن عربی کی ہمشیرہ عزیزہ اسی سے تعبیر ہوسکتی ہی۔ ذیل کی عبارت خاص شیخ قشاشی کی خط مبارک سے لکھی ہوئی ہی جس سے آپ کا علمی تبحر اور لیاقت وقابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہی۔ آپ تحریر فرماتے ہین الذی یتحقق

وجد انه او یحققه الخاصة مرتبة الهیئة یتزل بها کل واحد لها حسب وقته و زمانه غیر منقطعة ابد الآباد الی ان لا یبقی علی وجه الارض من یقول الله الله بعد مخلو المراتب الالهیة عن القائمین بها حتی یصیر القائم بها جسم الحافظ بمرتبة العدد فیما قبله وبعده بانفاسه تتم نسبالهم و تقتضی الی حاجات لوانهم الف الف فی عدید هم عاد والی واحد فرد بلا حد وقد تحققنا بها حقا و نزلنا به منازله صدقا فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ومن رأیه من مشائخی من اهل الخرقة المذکورة سند اتصلا منا الیهم من غیر انقطاع باذن الله تعالی خمسة بنفس سادسهم کلبهم رجما بالغیب انتهی

شیخ قشاشی کی مجلس مین جب مقامات کا ذکر چھڑتا تو آپ فرماتے نحن لا مقام لنا لانا من اهل یثرب وقال الله تعالی یا اهل یثرب لا مقام لکم یعنی ہمارے لئے کوئی مقام نہین ہی کیونکہ ہم باشندہ یثرب مین اور اللہ تعالی فرماتا ہی اے یثرب کے باشندو! تمہارے واسطے کوئی مقام نہین ہی گویا آپ اس سے مقام بے نشان کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

شیخ ابراہیم کردی روایت کرتے ہین کہ ایک مرتبہ قشاشی نے اپنی مجلس مین ذیل کی حدیث کا ذکر کیا کہ ما علی احدکم ان یکون فی بیته محمد و محمد ان ثلثة شیخ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی مین سمجھ گیا کہ خدا تعالی مجھے تین فرزند عطا کریگا جن مین سے ہر ایک کا نام محمد ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے خیال ہوا کہ اگر ایسا ہوا تو ایک دوسرے سے کس نوعیت کے ساتھ مستثنے و ممتاز ہوگا۔ شیخ قشاشی نے اپنی باطنی اشراق سے فورا میرا خیال تاڑلیا اور فرمایا تکنی احدهم ابا سعید والثانی ابا الحسن والثالث ابا طاهر یعنی تم ایک کی کنیت ابوسعید دوسرے کی ابوالحسن تیسرے کی ابوطاہر رکھنا چنانچہ ایک مدت کے بعد یہی صورت متحقق ہوئی۔

شیخ قشاشی کے عادات واخلاق بالکل سادہ اور بناوٹ سے بری تھے آپ کا طرز معاشرت نہ تو فقہائے زمانہ کے طور پر تھا نہ زاہدان خشک کی وضع پر بلکہ توسط اور بے تکلفی کے طریقہ پر تھا جو عین سنت کا منشا ہے۔ آپ امرا کے مکان پر جانا ہمیشہ معیوب جانتے تھے ہاں اگر وہ خود در دولت پر حاضر ہوتے تو نہایت خوشخوئی اور عام اخلاق سے پیش آتے اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے قدر و منزلت کے مطابق برتاؤ کرتے پھر کریم قوم کا اور بھی خصوصیت کے ساتھ اکرام و اعزاز کرتے اور امر معروف کی تبلیغ نہایت نرمی و دلجوئی کے ساتھ اتمام کو پہنچاتے جو لوگ آپکی زیارت کا اعزاز حاصل کرتے انھیں نصیحت سے خالی نہ رکھتے۔

شیخ عیسی مغربی کا قول ہے ما خرجت من عند القشاشی قط الا و الدنیا فی عینی احقر من کل حقیر و نفسی اذل من کل ذلیل ولو تکرر دخولی علیہ مرات یعنی میں جب قشاشی کی مجلس کو چھوڑکر باہر آیا تو میری آنکھ میں دنیا ہر حقیر چیز سے زیادہ حقیر معلوم ہوئی اور میں نے اپنی نفس کو ہر ذلیل چیز سے زیادہ ذلیل دیکھا اگرچہ میں ایک دن میں چند مرتبے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا مگر وہاں سے نکلتے وقت میری یہی کیفیت ہوتی۔

شیخ احمد قشاشی نے جبوقت دنیا سے منہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہے تو اُس وقت ۱۰۷۱ھ ذیحجہ کی اُنیسوین تاریخ تھی۔

سید عبد الرحمن ادریسی مشہور بہ محجوب

آپ کی ولادت موضع مکناسہ میں ہوئی جو بلاد مغرب میں ایک نہایت معمور اور پُر فضا مقام ہے جب یہ زندگی کے ابتدائی مرحلے طے کر چکے تو بلاد مغرب اور مصر و روم و شام میں مدتوں تک سیر و سیاحت اور تعلیم علوم میں زندگی بسر کی کیونکہ اُن دنوں میں پرایوٹ درسگاہوں کے علاوہ بڑے بڑے مدرسے ان ہی شہروں میں قائم تھے بعد ازاں حرمین میں آئے اور سالہا سال تک مجاور رہے لیکن پھر لوگوں کی زبانی یہ جملہ سُن کر کہ الیمن ینبت فیہ اولیاء کما ینبت فی الارض البقل یعنی ملک یمن میں اولیاء اللہ اس قدر پیدا ہوتے ہیں جسقدر زمین میں گھاس اُگتی ہے، اولیاء اللہ کی زیارت کی لئے یمن تشریف لیگئے اور وہاں رنگین صحبتیں اور عجیب غریب وقایع پیش آئے جب ایک مدت تک یمن میں زندگی بسر کر چکے اور مختلف اولیاء اللہ کی صحبتوں سے فیضیاب ہو چکے تو پھر مکہ میں چلے آئے اور اسکے بعد یہیں رہنا اختیار کیا جمہور اہل مکہ آپ سے مستفید ہوئے اور بہت لوگوں نے خرقہ صوفیہ حاصل کیا اکثر مکہ کے باشندے آپ کی کرامات اور باطنی تصرفات کے بیشمار دلچسپ واقعات

سید عبد الرحمن ادریسی

بیان کرتے ہین۔

منجملہ اُن کے ایک یہ ہی شیخ زین العابدین شافعی مفتی مدینہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہین کہ ایکدفعہ مکہ کے شریف کو کوئی سخت ضرورت پیش آئی چونکہ اس زمانہ مین سید عبدالرحمن مجحوب کا ستارۂ شہرت اوج عروج پر چمک رہا تھا اور اقبال و کمال کا آفتاب پوری ترقی پر پہنچگیا تھا اس لیئے اُس نے آپ کی طرف رجوع کی اور ہمت و دعا کی استدعا پیش کی سید نے تھوڑی دیر جیب تفکر مین سر ڈالا اُس کے بعد فرمایا کہ مکہ کے محلون مین سے فلان مشہور محلہ مین ایک اس قسم کا گھر ہے شریف مکہ وہان جائے اور بقدر ضرورت مال لیکہ باقی نہایت احتیاط سے چھوڑ دے چنانچہ لوگ فی الحال اُس محلہ مین پہنچے اور بزرگ سید کے بتائے ہوئے مکان مین داخل ہوئے دیکھتے ہین کہ اشرفیون کے ڈھیر لگے ہوئے ہین گویا سارا مکان سونے سے پٹا پڑا ہے شریف مکہ نے اُسمین سے صرف بیس ہزار اشرفیان لیلین اور باقی صندوقون مین بندکرکے مہر لگادی سید عبدالرحمن نے شریف مکہ کو اجازت دی کہ ان اشرفیون کو بلا تامل اپنی ضرورتون مین صرف کرے لیکن اس کے بعد شریف مکہ کی نیت بدل گئی اور اُس نے باقی دولت کو بھی تصرف مین لانا چاہا مگر پھر تو نہ اُس گھر ہی کا پتا پایا نہ مال و دولت ہی کا سراغ چلا اس سے خود شریف مکہ اور اُس کے اعوان وانصار سخت حیرت زدہ ہوئے اور سید سے دریافت کیا کہ اس مین کیا بھید تھا فرمایا ایرانیون مین ایک متمول اور صاحب ثروت شخص اپنے شہر مین مرگیا تہا اور اُسکا کوئی جائز وارث نہ تھا مین نے تصرف کیا اور اُسکا گھر مکہ مین کھینچ لیا اُسی مین سے تمہین بیس ہزار اشرفیان ہاتھ لگین اور حاجت رفع ہونے کے بعد وہ مکان پھر اپنی جگہ چلا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید عبدالرحمن مجحوب۔ سید احمد بن علوان کی مرقد انور کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے سید احمد نے اپنے خادم کو خواب مین متنبہ کیا کہ سید عبدالرحمن میری زیارت کو آتے ہین تو کل فلان مقام پر اُنکا استقبال کیجیو اور انتہا سے زیادہ تعظیم و تکریم بجا لائیو۔ چنانچہ خادم اپنے آقا کا یہ اشارہ پاتے ہی شہر کے باہر استقبال کے لیئے گیا لیکن باوجود تلاش و تحقیق کے سید عبدالرحمن مجحوب کا کہین پتا نہین چلا انجام کار مایوس وناامید ہو کر لوٹ آیا یہان آکر دیکھتا ہے کہ محترم سید قبر کے قبہ مین تشریف رکھتے ہین چونکہ قبہ کے کواڑ بند تھے اور کنجی خادم کے پاس تھی اس لیئے اُسے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی۔

قطع نظر اس کے سید عبدالرحمن مجحوب حفظ حدیث، اور کثرت روایات مین ماہرین فن کے زمرہ مین شمار کیئے جاتے تھے۔ معرفت رجال انتخاب اسناد اور حفظ اصول مین اجتہاد کا مرتبہ رکھتے اور نقل اخبار اور ضبط آثار مین انتہا درجہ

کی قابلیت رکھتے تھے بھر صرف حدیث و آثار ہی کے عالم نہ تھے بلکہ علم سیر اور ادب مین بھی کمال مہارت رکھتے تھے فصاحت و بلاغت اور خوش بیانی مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے علماء مصر و شام سے مختلف علوم حاصل کئے تھے اور ملک کے باشندون کی گودیان اپنے فیض سے بھر دی تھین۔

الغرض جس طرح سید عبدالرحمن کمالات باطنہ سے موصوف تھے اُسی طرح کمالات ظاہرہ بھی بوجہ کمال رکھتے تھے آپکی سخاوت و فیاضی تمام عرب مین مشہور تھی صبح سے شام تک آپکے دسترخوان پر ایک جم غفیر آمدورفت کرتا تھا اور آپ ہر شخص کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور عام اخلاق سے پیش آتے تھے ممالک اسلام سے نہایت قیمتی اور وزنی ہدایا آتے اور آپ فوراً فقرا پر صرف کرتے تقریباً دو سو غلامون کے سر پر آزادی کا تاج رکھا اور ہزارون آدمیون کے ساتھ اچھا سلوک کیا آپ کی نیک خلقی اور شیرین گفتاری کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ جو شخص آپکے پاس نشست کرتا مدت العمر تک مفارقت دوست نہین رکھتا۔ آپ اسدرجہ عاقل اور قوی الحافظہ تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپسے ملاقات کرتا اگرچہ موسم حج ہی مین کرتا اُسے جب دیکھتے فوراً پہچان لیتے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے ہر ایک کو اُس کی استعداد کیموافق وجوہ خیر کے دلایل پیش کرتے اور درود و تلاوت اور استغفار کا حکم فرماتے لیکن جس مین قابلیت و استعداد کا مادہ ملاحظہ کرتے اُسے کلام صوفیہ کا مطالعہ کرنے اور اُن سے اعتقاد ظاہر کرنے کا ارشاد فرماتے خاصکر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی جانب رغبت دلاتے۔

شمس الدین محمد بن علا بابلی

شمس الدین محمد بن علا بابلی

یہ بزرگوار حافظ حدیث تھے اور علوم حدیث مین اعلےٰ درجہ کا تبحر رکھتے تھے اپنے زمانہ مین مصر و حرمین کے استاد مشہور تھے اور مشاہیر محدثین مین گنے جاتے تھے اُن کے نورانی چہرہ پر عظمت و جلال برستا تھا اور اس شان و شوکت سے چلتے تھے جس سے دیکھنے والون پر عظمت نما ہیبت طاری ہوتی تھی۔ طرز معاشرت نہایت عمدہ اور پاکیزہ تھا۔ جودت فہم عقل و دانائی فراست و فطانت دیانت و صیانت مین عدیم المثال اور تواضع و خوش خلقی مین ضرب المثل تھے۔ لوگ کہتے ہین کہ آپنے ابتدائی عمر مین شب قدر کی برکت حاصل کی اور اُس مبارک رات کے بعض عجیب و غریب آثار محسوس کرکے جناب الٰہی مین دعا کی تھی کہ خداوندا مجھے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہم پلہ کردے خداتعالیٰ نے شمس الدین کی دعا کو سن لیا اور اُنھین علمی تبحر مین شیخ ابن حجر کے ہم پلہ کردیا صحیح بخاری اور موطا اور حدیث کی تمام کتابین سالم سے پڑھین اور متن و حدیث کے پھلنے پھولنے باغ مین ایک نئی تازگی بخشی۔

شمس الدین بابلی کی طبیعت کو علم حدیث سے ایک خاص مناسبت تھی اس لئے انہیں اس شریف علم مین ایک نئی طرح کی لذت حاصل ہوتی تہی تمام وقت حدیث کی نقل و تحریر مین صرف کر دیتے اور اسناد و حدیث کو حفظ کرتے رہتے تھے۔ حدیث مین اس درجہ محویت و استغراق پیدا ہو گیا تھا کہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ایک جزء حدیث کا اپنے پاس رکھتے اور ہر وقت اُس کے مطالعہ مین غرق رہتے۔ شیخ عیسے مغربی نے آپ کی تمام مرویات اور اسانید کو ایک رسالہ مین ضبط کیا ہی جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر متاخرین کیلئے کوئی اصل اور سند ہے تو بجز اس کے اور کوئی نہین۔

آپ نے تالیف و تصنیف کی غایت و سبب مین ایک نہایت ہی قیمتی آرٹیکل دیا ہی جسے مین اس مقام پر بجنسہ نقل کرتا ہون۔ فرماتے ہین لا یولف احد تالیفا الا فی احد اقسام سبعة اما ان یؤلف فی شئی لم یسبق الیه احد او شئی ناقص یتممه او شئی مغلق یشرحه او طویل یختصره دون ان یخل من معانیه بشئی او شئی مختلط یرتبه او شئی اخطأ فیه مصنف قبله او شئی متفرق یجمعه والا کان اضاعة الوقت۔ یعنی تالیف کی غایت ذیل کے سات وجوہ و اسباب مین سے ایک وجہ اور سبب ہونا چاہیئے ورنہ تضیع وقت کے سوا اور کچھہ حاصل نہین ہوتا ایک یہ کہ کوئی ایسی چیز تالیف و ترتیب کے قالب مین ڈھالے جسکی طرف کسیکا ذہن اس سے پیشتر دوڑا نہ ہو دوسرے یہ کہ کوئی بات ناقص ہو جس کی اسے تکمیل منظور ہو تیسرے یہ کہ کوئی شے مغلق ہو اور یہ اُسکی تشریح و توضیح کے درپے ہو چوتھے یہ کہ وہ زیادہ طول طویل ہو جسے یہ مختصر پیرایہ مین لانا چاہتا ہو لیکن معانی کے حل اور مطالب کی تفسیر کی طرف مائل نہ ہو پانچوین یہ کہ کوئی چیز مختلط اور غیر ممتاز ہو اور یہ اُسے ترتیب سے آراستہ کرنا چاہتا ہو چھٹے یہ کہ اُس مین پیشتر سے مصنف نے غلطی کی ہو جس کے اظہار مین اس نے قلم اُٹھایا ہو ساتوین یہ کہ وہ پریشان و پراگندہ بیان ہو جسے یہ ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہو

شمس الدین بابلی کو خدا تعالی نے وہ عظمت و جلال اور بزرگی و فضیلت عنایت کی تھی کہ سلاطین یورپ اور شرفاء عرب اور امراء مصر و شام کی گردنین آپ کے آگے جھکتین تہین اور کمال اقتدار و اعزاز کے ساتھ پیش آتے تھے آپ کے در دولت پر حاضر ہونے کو اپنا فخر سمجھتے اور قدمبوسی کو سعادت ابدی خیال کرتے تھے بادشاہان عرب اور شرفاء مکہ کو جب کوئی مہم پیش آتی تو آپ سے ہمت و دعا کے طالب ہوتے اور جو کچھہ آپ ارشاد فرماتے اُس سے سرمو انحراف نہین کرتے

حدیث کی درس اور اشاعت کے علاوہ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف رہتے اور تدبر معانی اور نہایت

غور وخوض کے ساتھ ایک معین حصہ کی روزانہ قرا،ت کرتے۔آپ نے ۱۰۸۰ھ ہجری مین دنیاوناپائدار سے سفر کیا اورجنت الفردوس مین خداوندی مہانی قبول کی۔

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی

یہ مشہور فاضل مغرب مین پیدا ہوئے اور وہین نشو ونما پایا۔ قرآن مجید اور علوم متعارفہ کے چند متون وہین کے علماء وفضلا سے پڑھے جب عمر کے پندرہ مرحلے طے کر چکے تو جزائر مین پہنچے اور سجلماسی کی صحبت مین دس سال سے زیادہ رہے اس صحبت مین آپ کو اکثر علوم مین تبحر حاصل ہوگیا اور ہر علم وفن مین تھوڑی شہرت حاصل کی اِس کے بعد علماء قسطنطنیہ اور فضلاء مصر وحرمین کی خدمت مین حاضر ہوئے اور مشاہیر محدثین سے روایتین کین اس کے بعد آپنے مکہ مین توطن اختیار کیا۔

شیخ عیسیٰ کی تصنیفات سے ایک معجم مسمے بمقالید الاسانید ہے جو نہایت ہی قیمتی اور وزنی کتاب ہے اور جس کی نظیر دنیا مین بمشکل ملسکتی ہے۔ اس کتاب کے دیکھنے سے شیخ کی لیاقت وقابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث مین کسدرجہ کا پایہ رکھتے تھے اور علم حدیث کو کس عروج پر پہنچا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ تمام اہل حرمین نے آپ کو اپنا امام ومقتدا تسلیم کر لیا تھا اور شیخ الوقت کا معزز ووزنی خطاب دیا تھا۔ آپ کی درسگاہ مین عراق ومصر اور شام وغیرہ کے لوگ ہمیشہ حاضر ہوتے اور آپکے تبحر وسعت نظر خداداد حافظہ پر عش عش کرتے۔

سید عمر نے جو شیخ عیسے کی نسبت مختصر الفاظ مین ریمارک کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ایسے درجے کے شخص تھے جن کے فضل وکمال مین کوئی شخص اُسوقت برابری کا دعوی نہین کر سکتا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہین من اراد ان ینظر الی شخص لا یشک فی ولایتہ فلینظر الی ھذا الیعنی جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کی ولایت مین کسی طرح کا شک وشبہ نہین ہوسکتا اُسے شیخ عیسی کو دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح سید محمد بن علوی آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ رزدق زمانہ

شیخ عیسے جس طرح علمی فضایل مین ضرب المثل اور مشہور تھے اُسی طرح عادات واخلاق مین بھی بینظیر تھے آپ مین جس قدر نیکیان اور خوبیان جمع تھین وہ کسی دوسرے شخص کو اس زمانہ مین نصیب نہین ہوئین۔ کوئی نماز کبھی قضا نہین ہوئی اور حضور جماعت پر مداومت ومواظبت رہی کثرت طواف صیام نہار قیام شب

مین پہلے درجہ کے حریص تھے۔ باوجود اس عالمانہ تزوک واحتشام کے تکلف وتعصب نام کو نہ تھا اخلاق مین جو وسعت اور عموم تھا آج اُسکی نظیر سے تمام علما وفضلا کے حلقے خالی ہین۔ تمام امور مین متوسط اور درمیانی راہ تھی آپ کو ننگ وناموس مین حد سے زیادہ مبالغہ تھا نہ تساہل۔ علاوہ ان تمام باتون کے آپنے بہت سے مشائخ کبار سے ارتباط پیدا کر لیا تھا لیکن انجام کار طریقہ شاذلیہ اختیار کر لیا اور آخر عمر تک اسی طریقہ کی طرف طبیعت کا میلان رہا۔

شیخ عیسے نے فقہ حنفی کے مطابق ایک مسند بھی تالیف کی تھی جس مین فقہی روایات کی تائید مین متصل حدیثین بیان کی ہین اور جس سے اُن لوگون کے زعم کا ابطال بخوبی واضح ہوتا ہے جو اس بات کے مدعی ہین کہ حدیث متصل کا سلسلہ آج بالکل منقطع ہوگیا ہے۔ آپنے سنہ ہجری مین دنیا سے انتقال کیا اور روضہ رضوان مین تشریف لیگئے۔

شیخ ابراہیم کردی مدنی قدس سرہ

یہ بزرگوار علاوہ مذہبی تقدس کے دنیاوی شان وشوکت بھی بہت کچھ رکھتے تھے بڑے بڑے مشہور فاضل فن حدیث مین آپکے شاگرد تھے اور فقہ شافعی مین بھی پہلے درجہ کا کمال حاصل تھا علماء حرمین شریفین مین پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے تھے اور مصر وشام کے فضلا امام وقت اور مقتدائے عصر کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ علم حدیث وعربیت مین یدطولے رکھتے تھے اور آپکے فنون رسمیہ معراج کمال پر ترقی کر گئے تھے ہر فن مین بیش قیمت اور وزنی تصانیف رکھتے تھے۔ اسی لیاقت اور پولیٹیکل قابلیت کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ اُس عہد کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت وعظمت کے ساتھ آپ کا نام جاری تھا اور علما وفضلا کے حلقون مین آپ کی انتہا سے زیادہ مدح سرائی کی جاتی تھی۔

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت مین آپنے علم کی تحصیل کی اور اپنے ہی بلاد مین تمام علوم سے فراغت کر لی۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد حج کے قصد سے سفر اختیار کیا اور دو سال کے قریب شہر بغداد مین سکونت رکھی جو اسوقت مختلف علوم کا مرکز تھا اور جہان ہر قسم کے اہل کمال اور علما وفضلا اور مشائخ موجود تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ شیخ ابراہیم دو سال تک یہان ٹھیرے کیونکہ اس زمانہ مین بجز اس شہر کے اکتساب کمالات کیلئے کوئی اور موقع اہل علم کے حق مین نہ تھا جس زمانہ تک آپ

بغداد مین فروکش رہی اُس عہد مین اکثر اوقات سید عبد القادر قدس سرہٗ کی مزار اقدس پر متوجہ ہوتے رہے اور یہین سے آپکو اس راہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔

دو سال کے بعد بغداد کو خدا حافظ کہا اور ملک شام مین چار سال تک سکونت پذیر رہے زان بعد مصر ہو گذرتے ہوئے حرمین مین تشریف لائے اور شیخ احمد قشاشی سے ملاقات کی شیخ ابراہیم کو شیخ قشاشی سے اور قشاشی کو ان سے ایک خصوصیت عجیب پیدا ہو گئی اور شیخ ابراہیم نے بہت تھوڑے عرصہ مین انہین اپنا گرویدہ بنا لیا خرقہ صوفیہ حاصل کیا اور حدیثین روایت کین اور اُن کی صحبت مین کمالات علیہ پر ترقی کی عربی اور کردی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی بھی خوب جانتے تھے اور ان زبانون مین ایسی سہولت اور بے تکلفی کے ساتھ تقریر کرتے تھے جسے سنکر زبان دان لوگ حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔

شیخ ابراہیم علمی تبحر اور فضل و کمال مین اس درجہ کی شہرت رکھتے تھے اور فہم و فراست زہد و تواضع تعبد علوم مین ضرب المثل تھے بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ مین آپ ملک شام مین مقیم تھے ایکدن شیخ محی الدین بن عربی کے روضہ متبرکہ کی طرف اس نیت سے متوجہ ہوئے کہ اسوقت سفر کا عزم بہتر ہے کہ نہین آپ واقعہ مین دیکھتے ہین کہ جناب شیخ محی الدین ان کے جوتے کی غبار کو جھاڑ رہے ہین شیخ ابراہیم نے معلوم کر لیا کہ آپ اقامت کی طرف اشارہ فرماتے ہین۔ شیخ ابو طاہر کا بیان ہے کہ دولت عثمانیہ کے وارث تخت و تاج کا اتالیق جسے اُس طرف کے لوگ خوجہ کے نام سے پکارتے تھے ایک دفعہ مدینہ طیبہ کی زیارت کو آیا اور بڑے شان و شوکت سے آیا جب شیخ ابراہیم کے عظمت و جبروت کا شہرہ سنا تو علما و مشائخ نیز ارکان دولت عثمانیہ کے جم غفیر کو ہمراہ لیکر شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا اور ملاقات کے بعد شیخ سے عرض کیا کہ مین نے ملک شام مین ایک ایسی بدعت دیکھی جس کے مٹانے اور قلع و قمع کرنے مین انتہا سے زیادہ کوشش کی شیخ نے فرمایا کہ وہ کیا بدعت تھی جواب دیا کہ لوگ مسجدون مین ذکر جہر کرتے تھے مینے اسکی ممانعت کر دی شیخ نے نہایت بیخوفی سے ایک بیباکانہ لہجہ مین یہ آیت پڑھی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔ شیخ کی اس بدیہہ تقریر نے خوجہ کے چہرہ مین ایک فوری تغیر پیدا کر دیا اور اُسے آپ کی اس بیخوف گفتگو سے سخت ملال ہوا فقہ حنفی کی بعض نقلین اور روایتین جو فتاوی قاضیخان وغیرہ سے مستنبط کی گئی تھین جیب مین سے نکالکر شیخ کے ہاتھ مین دین اور کہا انہین ملاحظہ کیجئے شیخ کی زبان بڑے بڑے مناظرون مین کبھی نہین رکتی تھی آپ نے برجستہ جواب دیا کہ اگر تم صرف تقلید کی بنا پر گفتگو کرتے ہو تو میرا خطاب تمہاری طرف متوجہ نہین ہو سکتا کیونکہ

مین ایک اور شخص کا مقلد ہون اور تم کسی اور شخص کے تمہارے استدلال و حجت سے مین ملزم نہین ہوسکتا
ہان اگر تحقیق کی روسے اس مسئلہ کی تنقیح و توضیح چاہتے ہو تو بسم اللہ بندہ حاضر ہے شیخ کے اس پر مغز اور
قاطع جواب سے خوجہ شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور نہایت منغص و مکدر ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے
اسی زمانہ مین ایک بڑے زور کا رسالہ تحریر کیا جسکا نام حافلہ رکھا اور جس مین خوجہ کے شبہات و شکوک کے
قاطع جواب ذکر فرمائے شیخ کے جن عزیزون نے خوجہ کے تغیر مزاج کو دیکھا تھا شیخ کی خدمت مین عرض کیا
کہ خوجہ دولت عثمانیہ کا ایک معزز و ممتاز شخص ہے اور اُسکی دربار عالیہ مین بہت بڑی عزت ہوتی ہے خود شہنشاہ
روم اُسکی تعظیم دیتا اور کمال قدردانی سے اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ قاضی القضاۃ
کے درجہ پر ممتاز ہے وارث تخت و تاج کی اتالیقی کا معزز منصب رکھتا ہے ایسی صورت مین اس کے رد مین
اس قدر مبالغہ کرنا مناسب نہین معلوم ہوتا۔ شیخ نے اپنے دوستون کی یہ دلسوزی سے بھری ہوئی تقریر
سُن کر فرمایا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر مین آزادی اور حق گوئی کا رشتہ کبھی ہاتھ سے نہ دونگا گو اس مین مجھے
کسی قسم کا دنیاوی صدمہ ہی کیون نہ پہنچے۔

مثل مشہور ہے کہ سچ کو آنچ نہین اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلمۃ الحق یعلو ولا یعلی چونکہ شیخ صاحب کو صرف
احقاق حق منظور تھا اور اس کے علاوہ کوئی غرض و تعصب پیش نظر نہ تھی خود خوجہ اور اس کے احباب نے
اس رسالہ کو دیکھکر ایک بات بھی منہ سے نہین نکالی اور شیخ کے زور تحریر علمی تبحر سے حیرت زدہ ہو گئے اور
آپ کی خداداد فہم و فراست پر عشعش کرنے لگے اسوقت یہ مشہور قول پایۂ صحت کے درجہ کو پہنچ گیا کہ حق
کو کسی جگہ زوال نہین ہوتا گو چند روز کے لئے جھوٹ چمک اُٹھتا ہے اور ظاہر بینون کو نظر پڑتا ہے کہ اس چمک
مین سچائی و راستی کی جھلک نمودار ہے لیکن نہین بعد کو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ ناحق کو فنا اور حق کو بقا
ہے جیسا کہ خدا تعالے قرآن مقدس کے ایک مقام پر یون ارشاد فرماتا ہے کہ جاء الحق و زھق الباطل ان
الباطل کان زھوقا۔

شیخ ابو طاہر یہ بھی روایت کرتے ہین کہ شیخ یحیی شاوی ایک دفعہ بڑی شان و شوکت سے حرمین مین
آئے اور شیخ ابراہیم صاحب سے بڑی تپاک سے ملاقات کی ازان بعد روم کی جانب روانہ ہوئے شاہ روم
کا وزیر السلطنت جو باوجود حکومت کی شان و شوکت کے پیشوائے مذہبی تسلیم کیا جاتا اور حدیث و فقہ مین اعلے
درجہ کی قابلیت رکھتا تھا شیخ ابراہیم صاحب کا سخت معتقد تھا جس طرح حدیث و فقہ مین بے نظیر تھا اُسی طرح

ادب و عقائد مین بھی کمال رکھتا تھا اور اسی قابلیت کا یہ نتیجہ تھا کہ معمولی عہدہ سے وزارت اعظم کے مرتبہ کو پہنچ گیا جب شیخ یحیی شاذلی وزیر السلطنتہ سے ملاقات کرنے گئے تو اُس نے کہا کیف وجدت شیخنا ابراھیم یعنی تو نے ہمارے شیخ ابراہیم کو کیسا پایا بد قسمت یحیی نے جواب دیا وجدتہ بحمارا یعنے گویا دل آزار جواب سنکر وزیر السلطنتہ غصہ مین بھڑک اٹھا اور نہایت تحقیر و توہین کے بعد مجلس سے نکالدیا اس واقعہ کے بعد شیخ یحیی شاذلی کو جناب شیخ ابراہیم سے رنج بڑھ گیا اور اُن کے ایذا کے قصد سے پھر حرمین مین آنا چاہا لوگون نے یہ قصہ شیخ سے نقل کیا اور کہا کہ وہ آپکے ہلاکت کے درپے ہی اسی ارادہ سے دوبارہ حرمین مین آتا ہی بزرگ شیخ نے نہایت استقلال کے لہجہ مین فرمایا کہ یحبسہ حابس الفیل یعنی جس نے اصحاب فیل کو دنیا سے مٹادیا اور اپنے مقدس گھر مین آنے سے روک دیا وہی اسکی بھی مزاحمت کریگا - چنانچہ جب شیخ یحیی شاذلی طور کے متصل پہنچا تو دفعتہً بیمار پڑگیا اور چندروز مبتلا رہکر وفات کرگیا -

شیخ ابراہیم کے اخلاق نہایت عام اور وسیع تھے اور طرز معاشرت بہت ہی اچھا تھا کھانے اور لباس مین تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہ تھا البتہ بڑے عامی اور لاابی آدمیون سے نفرت رکھتے تھے نخوت ترفع کم بینی نام کو نہ تھی مروت و سخاوت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے خوش خلقی کی عادت آپ کی طبیعت ثانی ہوگئی تھی عاجز و مستمند شکستہ حال و غریب الدیار لوگون کے ساتھ سلوک سے پیش آتے تھے - خدا پرستی حلم تواضع اور بیریا سخاوت مین اُس زمانہ مین کوئی آپ کا دعویدار نہ تھا عفو ترحم اور خاکساری اعتدال سے بڑہکر تھی ایک مورخ آپ کی فیاضی اور بے ریا سخاوت پر یون ریمارک کرتا ہے کہ "علماء طلبہ اور ندماء مین سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو شیخ کی سخاوت عام سے محروم رہا ہو حقیقت مین شیخ اُن کے حق مین ابر رحمت تھے جس کی ہمیشہ فیاضی کی بارش ہوا کرتی تھی" عبداللہ عیاشی نے مختصر لفظون مین آپ کی مجلس کی یہ تعریف کی ہی کہ کان مجلسہ روضۃ من ریاض الجنۃ یعنی شیخ ابراہیم کی مجلس جنت کے باغون مین سے ایک پھلا پھولا اور تازگی بخش باغ تھا -

جب آپ مسائل حکمت کی تقریر کرتے تو اُن کے تحت مین حقائق صوفیہ بیان کیا کرتے اور کلام صوفیہ کو حکما کی تحقیق پر ترجیح دیتے اور فرماتے ھؤلاء الفلاسفۃ قاربوا حتوّا علی الحق ولم یھتدوا الیہ آپ کا انتقال ۱۱۰۱ھ مین ہوا چنانچہ ایک فرید عصر اور ادیب زمانہ نے آپ کی تاریخ وفات ان جملون سے نکالی ہے

واللہ انا علی فراقک یا ابراھیم لمحزونون -

شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگوار شیخ الحدیث اور جامع فنون تھے جودت فہم و ذکاوت و طباعی فصاحت و بلاغت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ایک زمانہ تک شیخ عیسی مغربی سے تحصیل علوم کی اور اُن کی صحبت سے فیض اٹھایا شیخ عیسی مغربی کی علاوہ اور بہت سے ماہرین فن اور ائمہ وقت کی خدمت میں رہ کر شیخ احمد قشاشی۔ شیخ محمد بن العلاء بابلی شیخ زین العابدین ابن عبد القادر طبری وغیرہ سے حدیثین روایت کین اور صحبت سے مستفید ہوئے۔ علم حدیث و فقہ اور مغازی و سیر میں بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے آپ کا ذہن و حافظہ ایسا وسیع تھا جس کی تعریف شیخ زین العابدین جیسے علامہ اور فرزانۂ روزگار نہایت وزنی الفاظ میں کیا کرتے تھے جو شافعیہ کے مفتی اور اُن کے ایک نہایت معزز و ثقہ امام تھے۔

شیخ ابو طاہر کا بیان ہی کہ شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ قادری وغیرہ سے ملاقات کی تھی اور دعوت اسما میں انتہائی یاد و شہرت رکھتے تھے اگرچہ آپ حنفی المذہب تھے اور تمام باتوں میں فقہ حنفی پر عمل کرتے تھے لیکن سفر کی حالت میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نماز جمع کرکے پڑھا کرتے تھے اور اقتدا کی صورت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے آپ ہم لوگوں کو تاکیدی حکم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں پر تنگی جائز نہ رکھو اور بعض اُن خصوصی مسائل کا حکم کرو جنکی اجازت علماء حنفیہ نے دی ہی تاکہ وہ نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ نماز ادا کرسکین۔ شیخ ابو طاہر یہ بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ لیکن سیدی حسن العجمی بجمیل وکانت فی عینه هنة و کان مع ذلك اذا قرأ الحدیث دری علی وجهه الانوار وصار کاجمل من روی فی الدنیا وذلك سر قوله صلی الله علیه وسلم نضر الله عبدا الحدیث یعنی میرے اُستاد شیخ حسن عجمی کا ئنات حسن کے لب لباب اور چندان خوبصورت نہ تھے بلکہ اُن کی آنکھ مین ایک عیب بھی تھا لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہی کہ جب آپ حدیث پڑھنا شروع کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چہرہ پر انوار برس رہی ہین اور اُس وقت دنیا بھر سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے غالبًا یہ اُس حدیث کا اثر معلوم ہوتا ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن لفظون مین ادا فرمایا ہے کہ نضر الله عبدا سمع مقالتی ووعاها یعنی خدا تعالی اُس بندہ کے چہرہ کو تر و تازہ رکھے جو میری حدیث کو سنتا اور یاد رکھتا ہے۔

شیخ حسن عجمی نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہی جسمین اپنی تمام اسانید کو ضبط کردیا ہی اور جس سے آپ کے علمی تبحر کی

قوت اور خداداد قابلیت بہت کچھ ثابت ہوئی ہے آپ ہر سال رجب کے مہینے مین مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے اور مسجد نبوی مین بیٹھکر صحاح ستہ مین سے ایک کتاب بطریق سرد ختم کرتے تھے اہل مدینہ آپ سے حدیثین روایت کرتے تھے اور مجلس درس مین شیخ ابو طاہر قاری ہوتے تھے اگر کوئی دوسرا شخص قرات کرتا تو آپ اُس سے خوش نہوتے۔

غرضکہ شیخ حسن عجمی اپنی خداداد قابلیت اور مکارم اخلاق کی وجہ سے تمام علماء حرمین محترمین مین عزت و وقعت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے اور اہل مکہ ان کی بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس مین اس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہوسکتا تھا کہ ایک مقدس و متبرک مقام کے متولیون نے آپ کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا اور امامت کا وزنی و قیمتی تاج آپ کے سر پر رکھا تھا جس کی وجہ سے شرفا عرب اور سلاطین عجم کی گردنین آپ کے سامنے جھک جاتی تہین۔

ﻠﻪ واضح ہو کہ علماء حرمین کے نزدیک کتب حدیث کے درس کے تین طریقے مین ایک طریق سرد اور وہ یہ ہے کہ شیخ خود سامع ہو یا قاری کتاب کی تلاوت اس طرح کرے کہ اثناء قرات مین نہ تو مباحث لغویہ کا ذکر چھیڑے نہ مسائل فقہیہ کو متعرض کرے اسماء رجال کی تحقیقات کرے نہ کلمات غریبہ کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہو دوسرا طریق بحث و حل ہے وہ یہ کہ ایک حدیث کی تلاوت کے بعد شیخ ہر لفظ غریب اور مشکل ترکیب اور قلیل الورود اسم اور ظاہر الورود سوال اور منصوص علیہا مسائل پر توقف کرے اور ان تمام باتون کو متوسط تقریر سے حل کرے جب ایک حدیث کے متعلق یہ تمام مراتب طے ہولین تو آگے بڑھے اور دوسری حدیث پڑھنے کے بعد ان تمام امور کی رعایت کرے وعلی ہذا القیاس تیسرا طریق امعان و تعمق ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ ہر ہر کلمہ کے مناسبات و متعلقات اور ماقبلہا و مابعدہا کو بڑی بسط و شرح کیساتھ بیان کرے مثلاً کسی غریب کلمہ اور مشکل ترکیب کے توضیح مین قدیم زمانہ کے شعرا کے کلام سے شواہدات پیش کرے اُنکے استعمال کے مواقع و محال عمدہ طور پر ذکر کرے اسماء رجال کی تحقیق مین اُس قوم کے حالات اور اخلاق و عادات بالتفصیل بیان کرے اور مسائل فقہیہ کی منصوص علیہا مسائل پر تفریع کرے اور ہر مسئلہ کی تخریج کی طرف بالتصریح اشارہ کرے اور ادنے مناسبت کی وجہ سے عجیب و غریب قصے اور نادر و عبرت آمیز حکایتین نقل کرے علماء حرمین محترمین مین یہ تینون طریقے رائج ہین اور محدثین کے گروہ مین یہ تمام مراتب دیکھے جاتے ہین شیخ حسن عجمی اور شیخ احمد قطان اور شیخ ابو طاہر وغیرہ کا مختار و پسندیدہ طریقہ سرد ہی تھا لیکن نہ مبتدین اور عام لوگون کے لئے بلکہ خواص متبحرین اور منتہیون کی نسبت تاکہ سماع حدیث اور سلسلہ روایت جلد حاصل ہو اور باقی مباحث کا شروح حدیث مین مطالعہ کرین کیونکہ آج حدیث کا ضبط اور اُس کا مدار علیہ شروح حدیث ہی ہین۔ پھر اس مقام پر یہ بھی جاننا ضرور بات سے ہے کہ محدث کے فرائض منصبی کیا ہین۔ جب کوئی محدث حدیث پڑھانے مین مشغول ہو تو اول رجال سند کے نامون کی تصحیح اور انکے معرفت و ثوق کے بعد حالات و واقعات کی توضیح کرے پھر مختلف المعنی چیزون اُن حدیثون کی تاویل مین مشغول ہو جن مین بلحاظ چند احتمالون کی گنجایش ہو ازان بعد فروع فقہیہ و اختلاف مذاہب فقہا اور مختلف روایات مین توفیق و تطبیق اور امعان و تعمق سے بعض حدیثون کو بعض پر ترجیح وغیرہ کا اچھی طرح بیان کرے سوس مت مرحومہ کے اوائل علما اگرچہ ان امور کی طرف مشغول نہین ہوتے تھے لیکن اب فقہا اور متکلمین بہت کچھ خوض و غور کرتے ہین مگر ان کی یہ بحث اور خوض و فکر بالکل بے سود ہے کیونکہ آج تمام متون کی شرحین موجود ہین اور مغلق حدیثون کے حواشی بڑی آب و تاب کے ساتھ لکھے جا چکے ہین اور جب یہ ہے تو امور مذکورہ بالا کی نہایت چندان ضروری نہین رہی واللہ اعلم ۱۲

شیخ حسن عجمی کی بیمثل تواضع

یہ جاہ وجلال اور عظمت وجبروت کے یہ مین ہیئۃ شیخ حسن عجمی کے پیش نظر تھے لیکن باوجود اس شان و شوکت کے آپکے مزاج مین غایت درجہ کا عجز وانکسار اور بے نظیر حلم ووقار تھا آپ اپنے مشائخ کی نسبت خصوصیت کے ساتھ انتہا درجہ کی تواضع برتتے تھے اور اُن کی مراعات خاطر اور اعزاز واقتدار مین پہلے درجہ کی کوشش کرتے تھے جس زمانہ مین آپکے عروج وترقی کا ستارہ شہاب ثاقب بنکر خوب زور شور سے چمک رہا تھا اُس وقت آپ نے اور بھی عجز وخاکساری اختیار کی تھی اور ادنے ادنے آدمیون سے تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آتے تھے۔

شیخ حسن کا اپنے مشائخ کی نسبت احترام

مشائخ کے اعزاز واحترام کا یہ حال تھا کہ آپ اُن کے سامنے گردن جھکائے بیٹھے رہتے تھے اور بجز کسی سخت ضرورت کے گفتگو کرنے کی جرات نہ کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ شیخ عیسے مغربی کی خدمت مین تشریف رکھتے تھے اکثر علما حرمین مجلس مین موجود تھے اور لوگ اپنے شبہات وشکوک نمبروار پیش کررہے تھے۔ شیخ حسن عجمی نے بھی جسارت کرکے دریافت کیا کہ یاسیدی اذا کان للانسان شیخ فھل له ان یدخل علی شیخ اخر۔ یعنی اے سید جب آدمی کا ایک شیخ ہو تو کیا اُسے جائز ہے کہ دوسرے شیخ کا معتقد بنجائے۔ شیخ عیسے مغربی نے جواب دیا کہ الاب واحد والاعمام شتی۔ شیخ حسن عجمی کو یہ جواب سُنکر دوبارہ دریافت کرنے اور اس جملہ کی تشریح کرانے کی جرات نہ پڑی اور آپ بڑی خاموشی کے ساتھ سب کی باتین سنتے رہے۔ حقیقت مین اہل مجلس کے لئے شیخ عیسی مغربی کا یہ جواب ایک پہیلی تھی جسکا بوجھنا سخت مشکل تھا اکثر اہل مجلس نے چاہا کہ اس معمے کو حل کرین لیکن کسی کو اتنی جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے انجام کار مجلس برخاست ہوئی اور سب لوگ اُٹھ اُٹھ کر اپنے مقامون پر واپس جانے لگے اس وقت اکثر مشائخ شیخ حسن عجمی کے پاس آئے اور اس معمے کو حل کرنا چاہا آپنے بہت ہی مختصر لفظون مین اس جملہ کی یون تفسیر کی کہ شیخ اول کی قدر ومنزلت جس کی وجہ سے انسان نے بیضہ بشریت سے خروج کرکے ملک اعلی مین قدم رکھا ہے بہ نسبت اور مشائخ کے بہت کرنا چاہیئے اور اُس کے ساتھ ہمیشہ نیکی وبھلائی سے پیش آنا چاہیئے جس طرح اپنے حقیقی والد کے ساتھ پیش آتا ہو اور دوسرے مشائخ کے ساتھ وہ معاملہ برتے جو اعمام کے ساتھ برتنا چاہیئے۔

شیخ حسن عجمی آخر عمر مین مکہ چلے آئے تھے اور یہین توطن اختیار کرلیا تھا طائف مین ایک مدت تک گوشہ نشین رہے اور اسی مقام پر انتقال فرمایا حضرت ابن عباس کی تربت کے متصل مدفون ہوئے جس وقت آپنے

دنیا سے منہ موڑکر سفر آخرت قبول کیا ہی اسوقت سنہ ۱۰۳۱ ہجری کا شروع تھا۔

شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم ظاہر و باطن دونوں کو جامع تھے اور بہت سے مشائخ طریقت اور علماء شریعت کی صحبت سے فیضیاب تھے شیخ عبد الرحمن مجوب سید محمد رومی۔ سید عبداللہ سقاف اور میر کلان بن میر محمود بلخی وغیرہ سے خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا محمد بن العلاء البابلی اور شیخ عیسی مغربی کے علاوہ اور بہت سے ائمہ اور فضلاء عصر سے حدیثین روایت کین۔ سماع بخاری اور موطا مین تسلسل روایت حاصل کیا۔ ابتدا نشو ونما کے زمانہ سے صلاحیت و دیانت اور علم و علما کی محبت اور اُن کے التزام صحبت اور مشائخ صوفیہ کے اعتقاد اور اُن کے اعمال و اشغال سے متصف تھے۔ اکثر مشائخ حرمین کی صحبت مین زمانہ دراز تک مستفید رہے اور حرمین مین آمد و شد کرنے والون سے فیضیاب ہوئے۔ غرضکہ یہ بزرگوار مکہ معظمہ کے اعیان دولت اور رؤسا شہر مین ایک نہایت معزز و ممتاز شخص شمار کئے جاتے تھے اور برکت و استجابت دعوات مین مشہور و معروف تھے۔

شیخ عبد الرحمن نخلی ولد شیخ احمد نخلی روایت کرتے ہین کہ یہ عجیب اتفاق کی بات ہی کہ شیخ احمد نخلی کے والد کے ہان کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ اندوہ و رنج مین گرفتار رہتے تھے اور کسی بات مین مزہ نہ آتا تھا لیکن جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو اُنھون نے اکثر اہل اللہ سے مولود مسعود کی ترقی عمر کی استدعا کی اور استمداد و طلب ہمت مین انتہا سے زیادہ کوشش کی۔ شیخ احمد جب کسی قدر بڑے ہوئے تو ان کے والد بزرگوار ہمیشہ جمعہ کے روز شیخ تاج سنبھلی کی خدمت مین بھیجا کرتے شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احمد سے دلی محبت پیدا ہوگئی تھی جب شیخ احمد آپ کی خدمت مین پہنچتے تو آپ انھین اپنی آغوش محبت مین لیکر دست شفقت سر پر بار بار پھیرتے اور اپنے متبرک انفاس سے مالامال کرکے واپس کرتے اتفاق سے ایک روز شیخ احمد جون ہی شیخ تاج کی خدمت مین پہنچے اور آپ کی نظر مبارک اُن کے چہرہ پر پڑی تو آپ دریائے تامل مین محو ہوگئے زان بعد اُس غلام سے کہلا بھیجا جو شیخ احمد کے ساتھ ہمراہ ہوتا تھا کہ هذا الطفل ليس مثلك بل هو افضل واسعد منك غير انه ليس له من العمر الا الشئ القليل یعنی یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا تم جیسا نہیں ہے بلکہ تم سے افضل اور زیادہ بختاور ہی لیکن مجھے سخت افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ اُسکی عمر بہت تھوڑی ہے بلکہ یون سمجھنا چاہئے کہ اب اُسکی عمر طبعی ہوچکی ہے اور عنقریب خزان کا وقت آیا چاہتا ہے جب غلام شیخ احمد

ے والد بزرگوار کے پاس پہنچا اور حقیقت حال کا انکشاف کیا تو انہیں سخت رنج ہوا اور اسی وقت غلام سے فرمایا کر تو ابھی شیخ کی خدمت مین حاضر ہو اور میری طرف سے یہ التماس کر کہ یا سیدی انی اعطیت عمر ھذا الطفل و انی استشفع بک فی ھذا الامر یعنی اے سید مین اپنی عمر بخوشی اس لڑکے کو دیتا اور آپ کو اس بارہ مین شفیع قرار دیتا ہون شیخ تاج نے جب یہ پیام سنا تو مراقبہ مین مشغول ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہدو کہ تمہاری نیت مقبول ہوئی اور خدا تعالی نے میری دعا سُنلی اب تمہین صرف تین مہینے کی مہلت ہی اس مدت مین سفر آخرت کے لئے مستعد طیار ہو جاؤ چنانچہ شیخ احمد کے والد بزرگوار اسی مدت مین عالم فانی سے انتقال کر گئے اور شیخ احمد زندگی کے نوے مرحلے طے کر کے سفر آخرت قبول کیا۔

شیخ عبد الرحمن ولد شیخ احمد نخلی نقل کرتے ہین کہ معاملہ بیع و شرا اور داد و ستد مین - مین اپنے والد بزرگوار کا وکیل تھا اور تمام دنیاوی معاملات انکی طرف سے مین ہی کیا کرتا تھا لیکن جب شیخ کی عمر طبعی کا خاتمہ ہونے کو ہوا اور انتہا درجہ کا ضعف غالب آیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا شیخ کی حیات کا پیمانہ دفعۃً لبریز ہو کر چھلک پڑے اور آپکے تمام قرضون کا بار میرے گردن پر رہے اس لئے مین ایک دن شیخ کی خدمت مین حاضر ہوا اور قرضخواہون کی مطالبہ کی شکایت پیش کی اور عرض کیا مجھے خوف ہی کہ اچانک کوئی حادثہ پیدا ہو اور تمام دیون میرے ذمہ باقی رہجائین اور میرے عزیز و قریب اس وکالت کا اعتبار نکرین۔ شیخ نے ایک نہایت خوش آیندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ برخوردار من! تم اس خدشہ کو اپنے دل مین راہ نہ دو مجھے کامل امید ہی کہ تا وقتیکہ مین اپنے تمام قرضون سے سبکدوشی حاصل نہ کرلون اور میرے سارے دیون ادا نہوجائین دنیا سے رخصت نہون میرا خیال ہے کہ جس رات کو کوئی قرضہ میرے ذمہ باقی نہین رہے گا وہی رات میری زندگی کی اخیر شب ہوگی اور اُسی رات مین میرا جام حیات لبریز ہو کر چھلک جائیگا۔ شیخ عبد الرحمن کا بیان ہی کہ اس کے بعد جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو تمام قرضون کی ادائگی دفعۃً کردی گئی اور جس رات آپکے ذمہ کسی کا قرض باقی نہین رہا وہی آپکی عمر کی آخر شب تھی۔

شیخ احمد نخلی فرماتے ہین کہ طریقہ خلوتیہ مین میرے شیخ۔ جناب شیخ عیسیٰ بن کنان خلوتی تھے جب اُنہون نے مجھے طریقہ خلوتیہ کی اجازت دی تو مجھے مکہ معظمہ مین علی رؤس الاشہاد اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس طریقہ کے تمام پیرؤون سے میرے لئے خلافت کا معزز لقب حاصل کیا تا کہ تمام خلوتی میرے پاس جمع رہین اور نماز تہجد کے بعد

اُن اوراد و وظائف مین مشغول رہین جو اس خرقہ مین رائج ہین شیخ عیسیٰ کی ان بے اندازہ مہربانیوں اور کرم ہنہا عنایہ سے مجھے بیحد خوش ہونا چاہیے تھا لیکن حقیقت یہی کہ اس کے بعد مین ہمیشہ متردد رہا اور مجھ پر گویا غم کا لشکر ٹوٹ پڑا کیونکہ ابتدا سے میرا میلان طبع طریقہ نقشبندیہ کی طرف تھا اور اسی طریقہ کو مین دوست رکھتا تھا مجھے اس وقت سب سے بڑی اور سخت مشکل کا سامنا یہ تھا کہ شیخ کی مخالفت نہ کر سکتا تھا اور اُن کے خلاف ارشاد کسی کام کرنے کی مجال نہ تھی آخرکار مین نے مجبور ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کی اور اُسی سال روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پیشتر مین نے جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ گویا آپ خلفاء اربعہ کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لیے ہوئے زیارت عثمانیہ مین تشریف لائے ہین مین یہ دیکھکر اُس طرف دوڑا اور آپ کے نیز خلفاء کرام کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور بالترتیب ہر خلیفہ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ جناب رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک جدید سجادہ کیطرف جو آپکے قبر شریف کے سرہانے اور صف اول کے محاذاۃ مین بچھا ہوا تھا لائے اور فرمایا ھذہ سجادۃ الشیخ تاج اجلس علیھا یعنی یہ شیخ تاج کا سجادہ ہے تمہین اسپر بیٹھنا چاہیے۔ جب مین خواب سے بیدار ہوا تو معلوم کیا کہ اس سے اشارہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف ہے گویا آپ اسی طریقہ کی اجازت دیتے ہین۔

شیخ عبداللہ بن سالم البصری ثم المکی

شیخ عبداللہ بن سالم البصری

اس فاضل اجل عالم بے بدل نے کتب حدیث کی اشاعت و توسیع مین جس مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کی اُس کے بار احسان سے علماء دنیا کو سر اُٹھانے کی جگہ نہین ہے سچ یہ ہے کہ علم حدیث کے مردہ قالب مین شیخ عبداللہ ہی نے ایک نئی اور تازہ روح پھونکی ہے۔ مسند امام احمد کا کامل نسخہ دائرہ گمنامی مین روپوش ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ سطح زمین پر کوئی کامل نسخہ دستیاب نہ ہو سکے مگر شیخ نے اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے مصر و عراق اور شام وغیرہ کے علمی خزانون سے اس کے متفرق اور پراگندہ اجزا جمع کیے اور سب کو ملا کر ایک نسخہ مرتب کیا اور از ابتدا تا آخر تک ایک غائر نظر ڈالی اور صحیح کر کے اُسے اصل قرار دیا اُسی طرح کتب صحاح ستہ کی مختلف اور متعدد نسخے جمع کر کے ایک مجموعہ مرتب کیا اور بڑی محنت و جانفشانی سے صحیح کر کے طالبان فن مین شائع کیا نسخہ نبویہ اپنی قلم سے لکھا اور اصل سے بہتر لکھا صحیح بخاری کی ایک نہایت بسوط

اور جامع شرح تصنیف کی اور اُسکا نام ضیاء الساری رکھا اور اسوقت تمام ممالک اسلامیہ مین موجود ہے ایک عرصہ ہوا کہ یہ شرح مطبوع بھی ہو چکی ہے اور اکثر طلبہ کے پاس دیکھی جاتی ہے ضیاء الساری کے دیکھنے سے شیخ عبد اللہ کی لیاقت اور پولٹیکل قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

مین نے خود اس شرح کو دیکھا ہے اور اکثر مقامات پڑھے ہین حقیقت مین جو باریکیان اور نکات اس خاص فن مین آپنے بیان کئے ہین اُن کی نظیر سے بخاری کی دوسری شروح بالکل خالی ہین علم حدیث کے غوامض و دقائق کے علاوہ مسائل فقہیہ کی ایسی تنقیح و توضیح کی ہے جس کی نظیر کہین نہین ملسکتی۔ جو لوگ کتاب و سنت سے خاص دلچسپی رکھتے اور اُنکی معلومات علوم حدیث مین بہت وسیع ہین ضیاء الساری کو دیکھکر فوراً یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ حقیقت مین شیخ عبد اللہ فن حدیث کا ایسا علامہ ہے جس کی مثال اُس عہد مین اور کوئی نہین پائی جاتی۔ ایک اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل شیخ کی اس تصنیف کو دیکھکر بلا تامل کہہ سکتی ہے کہ بیشک آپ علم حدیث کے جولانگاہ کے شہسوار ہین اور اس فن مین وہ وسعت نظر اور علمی تبحر رکھتے ہین جو ایک مجتہد اور ماہر فن کے لئے ضروری ہے۔

لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ شیخ اس شرح کو ضعف پیری کی وجہ سے پورا نہ کرسکے اور آپ کی زندگی مین اسکی تکمیل نہین ہوئی اگر یہ شرح شیخ کی قلم سے پوری اور کامل ہوجاتی تو ایک بینظیر اور لاثانی شرح ہوتی اور اُس کے مقابلہ مین بخاری کی کسی دوسری شرح کی ضرورت نہین پڑتی خلاصہ یہ کہ آپنے اپنی تمام عمر زیادہ تر کتب حدیث مین صرف کی اور اسی بحث و تنقیح مین ہمیشہ مشغول و مصروف رہے اور واقعی بات یہ ہے کہ اس متاخر زمانہ مین ایک آپ ہی حافظ حدیث اور ضابط[۱] روایت تھے۔

---

[۱] ضبط حدیث کے طریقے امت مرحومہ مین تین حال پر گذرے ہین پہلا حال یہ تھا کہ صحابہ اور تابعین کے عہد مبارک مین لوگ حدیثین زبانی یاد کرتے تھے اور اُسوقت ضبط حدیث صرف جودت ذہن اور قوت حافظہ پر موقوف تھا دوسرا حال یہ تھا کہ تبع تابعین اور اوائل محدثین کے زمانہ سے طبقہ سابعہ اور ثامنہ تک لوگ حدیثون کو لکھتے تھے اسوقت ضبط حدیث تبیین خط اور نقاط و حرکات سکنات تصویر حروف اصول صحیحہ سے مقابلے وغیرہ پر منحصر تھا تیسرا حال یہ تہا کہ حفاظ حدیث نے علم الرجال اور الفاظ مشکلہ و غریبہ کے ضبط مین بڑی بڑی مبسوط اور مشرح کتابین تصنیف کین اور مفصل شرحین لکھین اور ان مین اُن مسائل سے تعرض کیا جو علم حدیث کے عنصر سمجھے جاتے ہین پس اب ضبط حدیث کا صرف یہ طریقہ باقی رہگیا کہ واقف حدیث مبسوط تصانیف و شروح کو پیش نظر رکھکر اُن کے مطابق حدیثین روایت کرے یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ مین اہل حدیث نے تساہل اختیار کیا ہے اور قدیم زمانہ مین جسقدر متقدمین تشدد کرتے تھے اسی قدر متاخرین تساہل برتا اور حفظ و نقل کو چھوڑکر صرف خط پر اکتفا کیا گیا اسلئے انہین اجازت مجردہ وغیرہ کا رواج جاری ہوا بخلاف طبقات سابقہ کے کہ اُنمین یہ طریقہ مروج نہ تہا خلاصہ یہ کہ ضبط کا یہ طریقہ شیخ عبد اللہ بصری کے نزدیک کمال کی ایک بہت بڑی اور اعلی درجہ کی شاخ تھی اور اس سلسلہ کے باقی رہنے کے آپ ہی باعث تھے۔ شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی رحمہ اللہ اور بہت سے علما

آپ بچپن کے زمانہ سے تحصیل علوم کی طرف راغب اور علما و فضلا کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے اتقاو پرہیزگاری اور ورع وصلاح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے ہر روز قرآن مجید کے دس سپارے پڑھنا آپ کا دستور تھا اور وہ بھی سرسری طور سے نہیں بلکہ امعان وتدبر سے لیکن جب بڑھاپے کا ضعف آپ پر غالب ہوا تو طاقت کے مطابق تلاوت میں مصروف رہنے لگے غرضکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں آپ درس یا تلاوت یا نماز وعبادت میں مصروف نہ ہوتے ہوں۔
شیخ عبداللہ کو واجب التعظیم والد شیخ سالم اگرچہ شریف کہ کے دربار میں ایک معزز وممتاز عہدہ پر مامور تھے اور بیشمار دولت وحشمت رکھتے تھے اور اپنے فرزند رشید کی بہت کچھ خدمت کرتے تھے لیکن شیخ عبداللہ ہمیشہ فقیرانہ حالت میں زندگی بسر کیا کرتے اور اسی حالت میں رہنا پسند کرتے تھے۔ آپ نے کعبہ معظمہ کے جوف میں دو مرتبہ صحیح بخاری ختم کی ایک دفعہ اُسوقت جب لوگ کعبہ کی ترمیم میں مصروف تھے دوسری مرتبہ اُس زمانہ میں جب کعبہ کے دروازہ کی تعمیر ہورہی تھی۔ مسند امام احمد بن حنبل کی تصحیح وحج کے بعد مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سرہانے بیٹھکر درس دیا اور چھپن روز ختم کردی جب آپ حدیث کی قرارت کرتے تو تمام علما حرمین اور مشائخ صوفیہ مجلس میں موجود ہوتے اور جبتک پڑھتے سب گردنیں جھکائے خاموشی کے ساتھ سنتے۔ حدیث پڑھتے وقت لوگوں کو معلوم ہوتا کہ گویا آپ پر وحی اُتر رہی ہے۔
شیخ نے طول طویل عمر پائی اور سب مرضیات الٰہی میں صرف کی عام طور پر دیکھا جاتا ہی کہ جب انسان زیادہ ضعیف اور بوڑھا ہوجاتا ہی تو اُس کے اعضا وحواس ایک ایک کرکے جواب دیتے جاتے اور تن بدن قُویٰ مضمحل ہوتے جاتے ہیں لیکن بڑی خوشی کی بات ہی کہ جناب شیخ عبداللہ صاحب باوجود اس ضعف وبڑھاپے کے بالکل ویسے ہی توانا وتندرست تھے جیسے عالم شباب میں آپکے عقل وفراست جودت ذہن حفظ وضبط صحت حواس میں سرمو تفاوت نہ آیا تھا البتہ قوت سامعہ میں کچھ فتور پیدا ہوگیا تھا۔ آخر عمر میں شیخ عبداللہ مغربی نے آپ سے صحاح کی چھوٹوں کتابیں نہایت تعمق وتدبر کے ساتھ پڑھیں اور اکثر اہل مکہ نے سماع حدیث کی۔ آپ نے رجب کی چوتھی تاریخ ۱۱۳۴ھ ہجری میں انتقال کیا اور دنیا میں ایک جیتا جاگتا اثر چھوڑا۔

یہ مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین وہ ہیں جن میں کے بعض حضرات سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے

حرمین محترمین مین بالمشافہ حدیثین روایت کین اور سند و اجازت حاصل کی خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور بعض وہ ہین جن کے واسطہ سے آپ تک اسناد حدیث اور خرقہ صوفیہ کا سلسلہ پہنچا۔ اس ما بین سفر مین شاہ صاحب کا اور کوئی ایسا واقعہ یا قابل ذکر نہین ہے جو ناظرون کے سامنے پیش کیا جائے لہذا اب مین جناب شاہ صاحب کے اس مقدس و مبارک سفر کے حالات ختم کرتا ہون کیونکہ تاریخ کے صفحات پر آگے اندھیرا چھایا ہوا ہے جو چند واقعات قلم بند ہو چکے ہین معزز ناظرین ان ہی کو غنیمت جانین اب آپکے واپسی سفر کے حالات نہایت مختصر الفاظ مین تحریر کیے جاتے ہین۔

واپسی سفر کے حالات

شاہ صاحب کے واپسی سفر کے واقعات

جب جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علماء حرمین محترمین سے اسناد حدیث حاصل کر چکے اور مشائخ صوفیہ سے فیض صحبت اٹھا چکے تو اخیر ۱۱۴۴ ہجری مین دوبارہ ارکان حج ادا کیے اور ابتدا ۱۱۴۵ھ مین وطن مالوف کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ اسی سنہ کی چودھوین رجب جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ دہلی مین رونق افروز ہوئے اور اپنے خاص مکان مین سکونت اختیار کی۔ شہر کے عموماً باشندے اور نامی گرامی فضلا خدمت اقدس مین حاضر ہوئے اور آپنے نہایت خندہ پیشانی اور مراسم تپاک سے سب سے ملاقاتین کین۔ عام ملاقاتون اور سفر کی کسل و کاہلی کے اتر جانے کے بعد آپنے مدرسہ رحیمیہ مین قدم رکھا اور علم حدیث کے درس مین مشغول ہوئے۔ سینکڑون طالبان حدیث ایک ایک وقت مین علم حدیث پڑھتے اور اجازت و سند حاصل کر کے واپس جاتے۔

غرضکہ شاہ صاحب اس شان و شوکت سے ایک زمانہ تک علم حدیث کی درس و تدریس کرتے رہے اور اس استغراق و محویت کے ساتھ کہ ہر دن کے بہت تھوڑے حصہ مین وعظ و افتا اور فصل خصومات مین مصروف رہتے اور باقی اوقات درس طلبہ اور تکمیل تلامذہ مین صرف کرتے ملنے جلنے والون اور باہر سے آمد و رفت کرنے والون کو رات دن مین کوئی ایسا موقع بہت ہی مشکل سے ملتا جس مین آپ ان باتون سے خالی نظر آتے۔ اب آپکے علمی تبحر کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا اور حدیث کے اصل جاہ و جلال کا گھر یہی ایک جلیل القدر خاندان تسلیم کیا جاتا تھا اسوقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی ڈالی ہوئی بنیادین آسمان تک پہنچ گئی تھین اور شاہ صاحب کی کوششون سے یہ بیت العلم عجیب شان و شوکت اور سج دہج سے آراستہ ہو گیا تھا

صاحب اتحاف جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے علم وفضل اور اشاعت حدیث کی نہایت او لغت اور وزنی لفظون مین تعریف کرتے ہین اور حقیقت مین وہ ایک اعلی درجہ کا ریویو ہے جیسے وہ اس تقریر سے ادا کرتے ہین کہ جناب شاہ صاحب کا علوم متداولہ مین وہ پایہ تہا جسکا شمہ بہی بیان کرنیسے انسانی طاقت بعض علوم ہے آپ فنون عقلیہ مین وہ دستگاہ رکھتے تھے جسکا عشر عشیر بہی دوسرون کو نصیب نہ تھا قطع نظر ان تمام علوم کے حدیث مین اپنے تمام ہمعصرون سے امتیازی قوت رکھتے تھے اور اس علم مین مقتدائے وقت اور فرید عصر شمار کئے جاتے تھے آپ کی تقریر مین اس بلا کا جادو تہا کہ موافق ومخالف پر اُسکا اثر برابر پڑتا تہا۔ ابتدائی زمانہ سے اگرچہ آپکے فضل وکمال کے جھنڈے ایک عالم مین گڑ چکے تھے اور آپ کے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سے لیکر عرب وعجم تک برابر اُڑ رہا تہا لیکن جب آپ عرب کے مقدس ومبارک سفر سے واپس تشریف لائے اور علم حدیث کی اور بھی اشاعت دی تو اب آپ اپنی عام مقبولیت کے سبب سے عزیز ہر دلعزیز ہوگئے اور اعزاز واقتدار کا آفتاب پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا حقیقت مین جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا درسگاہ اسوقت علوم حدیث وتفسیر کا مخزن اور حنفی فقہ کا سرچشمہ تہا اس مقدس اور شریف علم کی خدمت جس قدر آپسے وجود پذیر ہوئی واقعی بات یہ ہے کہ ہندوستان مین کوئی شخص اسکا دعویدار نہین ہوسکتا اصل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین مین آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے ڈالا اور آپنے اپنی ان تھک کوششون سے اسے یہان تک سینچا کہ چندہی روز مین اُسکا ایک پودا اُگا اور سبز وشاداب ہوکر لہلہانے لگا اور اُسکے پھل پھول سے لوگ ویان بھر بھر لیجانے لگے اسے ہندوستان کی بڑی خوش نصیبی کہنا چاہیے کہ جہان علم حدیث کا نام نشان تک زبان پہ نہ لیا جاتا تہا آج اُسکے گلی گلی اور کوچہ کوچہ مین علم حدیث کے آوازے سنے جاتے ہین"

شاہ صاحب کے عام اخلاق وعادات وغیرہ

عام اخلاق و عادات وغیرہ

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی حالات اور زمانہ کمسنی کے واقعات ہم پہلے کسی قدر بسط کیساتھ بیان کرائے ہین یہان اُنہین دوبارہ بیان کرکے اپنے تذکرہ کو طول دینا نہین چاہتے مختصرًا یہ ہے کہ آپ کا بچپن بالکل انوکہا اور نرالا تہا عمومًا دیکھا جاتا ہے کہ نوعمری کے زمانہ مین بچے اپنی نازبردار والدین سے طرح طرح کی طفلانہ ضدین اور موقع بےموقع ہٹین کیا کرتے ہین مگر ناظرین کو تعجب ہوگا جب یہ بیان کیا جائے گا کہ شاہ صاحب نے کمسنی کے

زمانہ مین کبھی کسی چیز کی ہٹ نہین کی نہ کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی جس سے اوپر والون کو آپکی شکایت کرنے یا گلہ کرنے کا موقع ملا آپکے ادب کا یہ حال تہا کہ اپنے سے بڑی عمر والے شخص سے سر اٹھا کر کبھی بات نہین کی اور اگر کسی نے کچھ پوچھا تو نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ نیچی گردن کرکے جواب دیا - والد سے کبھی نظرین ملا کر بات نہین کی - سامنے پاؤن پھیلا کر کبھی نہین بیٹھے - بات کی تو خوشامدانہ تبسم کے ساتھ اور کسی چیز کی خواہش ظاہر کی تو عاجزانہ تہذیب کے ساتھ آپ بچپن کے زمانہ مین وہ دانشمندانہ اور بھاری بھرکم پنے کی باتین کرتے تھے کہ دیکھنے والون کے دل ایک بے اختیاری کے ساتھ آپکی طرف مائل ہو جاتے تھے

شاہ صاحب کا بچپن

شاہ صاحب کا بچپن معمولی کھلنڈرے بچون کی طرح نہین تہا آپ اپنے ہمعمر بچون کے ساتھ کبھی گھر سے باہر نہین کھیلے نہ سیر و تفریح مین اپنا وقت ضائع کیا ہمیشہ ایک دہشت آمیز تفکر آپ پر طاری رہتا اور اسی مین صبح سے شام تک مصروف رہتے ایک دن کا ذکر ہے کہ آپکے عزیز و قریب کسی باغ مین سیر کیلئے گئے اور شاہ صاحب کو بھی ہمراہ لیتے گئے جب آپ وہان سے واپس آئے تو آپکے والد بزرگوار نے اپنے پاس بلایا اور دست شفقت سر پر پھیر کر فرمایا فرزند من ! تم نے آج رات دن مین کیا چیز حاصل کی دیکھو ہم نے اتنی دیر مین اس قدر ورد پڑھے جون ہی شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنے شرمندگی کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے اور سیر و تفریح سے توبہ نصوح کی اور اس کے بعد پھر کبھی گھر سے باہر نہین نکلے -

آپکے مزاج مین سادگی اس حد تک تھی کہ والدین سے کبھی کسی بات کی خواہش ظاہر نہین کی جو کھانا ملا نہایت مسرت و خوشی سے کھا لیا جو کپڑا میسر ہوا پہن لیا آپکے لب کبھی اس بات سے آشنا ہی نہین ہوئے کہ یہ کپڑا مجھے ناپسند ہے اور اس قسم کا کھانا مرغوب نہین ہے خلاصہ یہ کہ جب ہم شاہ صاحب کے ابتدائی زمانہ کے واقعات پر سرسری نظر ڈالتے اور آپ کی طفلانہ حرکات کا اجمالی خاکہ کھینچتے ہین تو ہمین ایک نہایت ہی دلکش اور جاہ و جلال سے بھرا ہوا سین نظر آتا ہے واقعی بات یہ ہے کہ فطرت جس شخص کو اپنی بانکی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اسکا خمیر پہلے ہی سے کچھ ایسا قابل بنتا ہے جس پر تجلیات ربانی کا بخوبی عکس پڑتا ہے شاہ صاحب اس وقت تک گو کسی شرعی قانون کی پابندی پر مجبور نہ تھے نہ کسی دینی بات کا ہنوز کوئی سبق پڑھا تھا لیکن پھر بھی اس ہونہار بلند اقبال خوش قسمت کی ایک بات قانون شرع کے مخالف نہ تھی - حال کے مورخون نے شاہ صاحب کے بچپن کے جو واقعات قلمبند کیے ہین اگرچہ وہ بظاہر مبالغہ معلوم ہوتے ہین لیکن حقیقت مین شاہ صاحب کا بچپن نہایت حیرت انگیز تھا جس قدر لوگون نے آپ کے اوصاف حمیدہ مین لکھا ہے اُسمین

کچھ بھی مبالغہ اور عبارت آرائی نہیں ہے بلکہ آپکے نفس الامری اور اصلی واقعات ہیں۔

یہی وہ باتیں تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی المزاج کو اپنا گرویدہ و فریفتہ کر لیا تھا۔ رحیم الطبع شیخ اپنے اس ہونہار و بلند اقبال فرزند سے نہایت ہی محبت رکھتے اور انتہا سے زیادہ مہربانیوں سے پیش آتے تھے چنانچہ خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی قلم مبارک سے لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار اپنی تمام اولاد میں مجھسے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات خلوت و جلوت میں اس فقیر کی طرف التفات خاص فرماتے تھے جب مجھے دیکھتے بیحد خوش ہوتے اور تلطف آمیز لہجہ میں یہ فرمایا کرتے ابھی میں صغیر سن ہی تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھاکر فرمایا کرتے تھے کہ فرزند من! میرے دل میں بے اختیار یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ ایک ہی دفعہ تمام علوم و فنون تمہارے دل میں ڈالدوں اور اسی کے ساتھ ایک ایسا جوش پیدا ہوتا ہے جسے میں بہت مشکل سے دبا سکتا ہوں اس کے بعد جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بمقابلہ اور بھائیوں کے جو خدا تعالےٰ نے اس فقیر کو علمی کمالات کا زیادہ سرمایہ عطا کیا وہ حقیقت میں جناب والد بزرگوار کے سایہ عاطفت اور آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ اور آپکے نفس مبارک کا اثر ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علوم میں چنداں محنت و جانکاہی نہیں کی۔

عالم شباب

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ جیسا پیارا اور دلفریب تھا ویسا ہی جوانی کا عالم نہایت ہی مبارک اور خوش آئندہ تھا اکثر آدمی عالم شباب کی ترنگ میں کج خُلق اور مغلوب الغضب ہوجاتے ہیں لیکن یہ نیک نہاد کریم الطبع نوجوان اس وقت بھی خُلق مجسم تھا جس کے عام اخلاق اور ذاتی خوبیوں نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا اور جس کی شریفانہ چال اور مہذبانہ طرز و روش نے تمام لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا اسوقت شاہ صاحب کی فراخ اور نصیبہ ور پیشانی میں خلق عظیم کا قیمتی جوہر اس طرح دمک رہا تھا جیسے فانوس میں شمع یا قمقمہ میں چراغ آپ کی خوش خلقی تکلف اور بناوٹ کی رنگ سے رنگین نہ تھی جو لوگوں کے دل پرچانے یا امراء و روساکے خوش کرنے کے لئے استعمال میں لائی جاتی بلکہ فطری اور قدرتی تھی یہی وجہ تھی یہ حالت اور ہر موقع پر ایک ہی رنگ میں نظر آتی تھی۔

شیخوخت

آپ کی کہولت کا زمانہ عجیب و غریب زمانہ تھا جو بچپن اور جوانی کے دونوں زمانوں سے زیادہ مبارک اور خوش آئندہ تھا جو قوت ہورت اور علامت روی اُسوقت تھی وہی اب بھی ہے بلکہ تجربہ کی شان و شوکت اور پختہ کاری کی سرپرستی نے اسوقت اسے اور بھی چمکا دیا ہے جو عجز و انکساری اور تواضع

اخلاق عالم شباب مین تھی وہی اس بڑھاپے کی حالت مین موجود ہین جیسی درس وتدریس کی گرم بازاری
پہلے تھی وہی اب بھی باقی ہے زہد واتقا خداپرستی وطاعت گذاری مین جو اُسوقت مستعدی وسرگرمی تھی
وہی اس کمزوری اور ضعف کے وقت بھی ہے غرضکہ شاہ صاحب کے تینون زمانہ کے حالات زندگی دنیا کی
بالکل اعجوبہ اور جہان سے نرالے تھے اور آپ کا یہ زمانہ ہرطرح سے قابل مبارکباد تھا

فضل وکمال

فضل وکمال اور علمی حیثیت سے جناب شاہ صاحب جس قدر ومنزلت کی مستحق تھے اگرچہ اُنکی نظیر آج باوجود تلاش
وتجسس کے کہین نہین ملتی لیکن حدیث وفقہ کے لحاظ سے علماء وقت نے آپ کو مجتہدین فن کے دوسرے
درجہ مین جگہ دی ہے چنانچہ ایک فاضل مورخ آپ کی فضل وکمال کی نسبت اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے
"جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرت اگرچہ زیادہ تر نثر وادب مین ہی لیکن آپ حدیث وفقہ
مین بھی درجہ اجتہاد رکھتے اور مجتہدین فن مین شمار کئے جاتے تھے، حقیقت مین شاہ صاحب کی تاریخ زندگی
مین جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقائے دوام ہو وہ آپکے علمی کارنامے ہین جو خصوصیت کے
ساتھ حال کی تاریخون مین جستہ جستہ مذکور ہین اگر ہم آپ کی زندگی کے تمام علمی کارنامون اور واقعات پر
نظر ڈالتے ہین تو وہ اس کثرت سے پائے جاتے ہین کہ اگر فیصدی دو کا بھی انتخاب کیا جائے تو بھی حیات ولی
کی وسعت اُن کے لئے کافی نہین ہوسکتی لہذا ہم اُن واقعات کو قلم انداز کرتے اور صرف وہ حالات معزز
ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہین جو آپ کی لائف کے مغز اور مختلف آثار کا مختصر انتخاب یا سچا فوٹو ہی۔

علماء مورخین نے جناب شاہ صاحب کو علم حدیث وفقہ کے اعتبار سے مجتہدین فن کے بعد دوسرے درجہ مین جگہ
دی ہی ورنہ وہ کونسا علم تھا جس مین شاہ صاحب کو تبحر نہ تھا کلام وادب جو عربیت کا بہت بڑا جوہر ہے اسمین
آپ کو وہ کمال حاصل تھا جو آجتک ماہرین فن کو تسلیم ہی آپکے علمی مناظرون کے دیکھنے سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ متقدمین شعراء کے اشعار بکثرت یاد تھے جو سند کے بہر موقع پر برجستہ پیش کرتے تھے مذہبی اور متداولہ
علوم کے انتساب کو اگر الگ کردیا جائے تو بھی ادیبون اور متکلمین کی فہرست مین آپ کا نام نہایت روشن
اور جلی حرفون مین نظر آتا ہی غرضکہ شاہ صاحب کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے حدیث تفسیر فقہ ادب کلام
سیر مغازی معانی وغیرہ مین آپ کا شمار مجتہدین فن مین ہوتا تھا اور اس کے سوا اور بھی بہت سے علوم تھے
جن مین آپ کی نظر نہایت وسیع اور غائر تھی علم لغت مین آپسے زیادہ کوئی عالم نہ تھا اور اس فن خاص مین جو
درجہ متقدمین مین صاحب قاموس کو تھا وہی رتبہ متاخرین مین شاہ صاحب کو تھا۔

حدیث و تفسیر اور دیگر مذہبی علوم کی ترقی دینے میں اگرچہ بعض مورخوں نے جناب شاہ صاحب کا نمبر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پیچھے رکھا ہے لیکن ہم سابق میں لکھ آئے ہیں کہ شاہ صاحب اس قابل ہیں کہ اس فہرست میں آپکا نام شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہلے لکھا جائے کیونکہ جس زمانہ میں علم حدیث و تفسیر کا بیج ہندوستان میں ڈالا گیا اور اصول تفسیر و حدیث کی بنیاد قائم کی گئی اُسوقت بجز خال خال لوگوں کے اور سب لوگ ان علوم سے ناآشنا تھے۔ لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ان تھک کوششوں اور سرگرمیوں سے ان علوم کی اسقدر اشاعت ہوئی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں اور پھر یہ شوق ملک میں عام ہوگیا تفسیر و حدیث کا چرچا گھر گھر پھیل گیا اور ہر شخص کے لوگوں کی زبانوں پر قال اللہ و قال الرسول جاری ہو گیا۔

ایک قابل تاریخ نویس کا ریمارک

چنانچہ ایک تذکرہ نویس فاضل جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فضل و کمال اور علمی تبحر پر ریمارک کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہندوستان میں اسوقت تک فقہ تصوف اور معقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن و حدیث کا چرچا کم گیا ۱۰ ہویں صدی ہجری میں صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک ایسے بزرگوار شخص تھے جنہوں نے حدیث کی اشاعت درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے کی اور ان کی کتابیں بھی ایسی مقبول ہوئیں کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں مگر ان کے بعد اس سلسلہ میں کچھ ترقی نہیں ہوئی عام و خاص پیر پرستی اور سادہ تقلید میں مقید اور صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے کہ اس اثنا میں خداتعالیٰ نے شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو اُٹھا کھڑا کیا انہوں نے قرآن و حدیث کی اشاعت میں خوب کوشش کی قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا اب تک تفاسیر پر منحصر تھا اور علما اسکو اپنا حصہ سمجھے بیٹھے تھے آپ نے قرآن کا ترجمہ فارسی میں کیا اور لفظوں کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الٰہی کا سمجھنا آسان ہو گیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زائد ہو گئی ہے اور اشاعت علوم و فنون خصوصًا ترجمہ کا دریا ترقی کی لہریں مار رہا ہے مگر اس ترجمہ پر کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور میں تحریر ہو کر مرات و کرات ہندوستان کے متعدد مطابع میں چھپ چکا ہے اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہے۔ علوم خمسہ قرآنیہ اور تاویل مقطعات اور رموز قصص انبیا میں فوز الکبیر شرقًا غربًا فتح الخبیر اور تاویل الاحادیث ایسے عمدہ و مختصر رسالے ہیں جنہوں نے بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا اور مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیقات

مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعت فقہاء محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار حدیث و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کمتر نصیب ہوئی ہے کتاب حجۃ اللہ البالغہ ان کے اس کمال پر شاہد مبین ہے رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تامہ کی موجودگی میں اقوال فقہاء متقشفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریرین کی ہین اور خیالات عالیہ کو طلبا کی سہولت اور مسائل کی تفہیم مین عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ سے اسطرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ مین دوسرے مصنف کو کم میسر ہوا۔

ہندوستان مین شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج مین انکے پوتے مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید کا نام خصوصیت کیساتھ لیا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس تعریف کے مستحق ہین لیکن جن لوگون نے دونون بزرگون کی تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہین کہ ان کے تمام اصول اپنے دادا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات سے ماخوذ ہین فرق صرف اسقدر ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتگو کرتے تھے اور بھلمنسی سے کام لیتے تھے اور یہ مثل شمشیر برہنہ کے میدان مین نکلکر اپنی چمک دکھاتے تھے۔

علمی اشاعت

الغرض قرآن و حدیث کے علاوہ قریب قریب یہی حال ہر علم و فن کا تھا اور چونکہ جناب شاہ صاحب خود مجتہد فن اور اہل کمال تھے اسوجہ سے علما اور طالبین فن کی حد سے زیادہ قدر کرتے تھے اور اپنی عام فیاضی سے انکے حوصلے بڑھاتے تھے جسکا یہی اثر یہ تھا کہ علمی اشاعت کا ذوق شوق سرگرم طبیعتون مین انتہا سے زیادہ بڑھگیا تھا اور طلبہ مذہبی علوم کی اشاعت مین نہایت استغراق اور محویت کے ساتھ مصروف تھے اس عہد مین ممالک اسلامیہ مین جس قدر علمی فضل و کمال کا رواج تھا وہ صرف شاہ صاحب ہی کی سرپرستی کا نتیجہ تھا اس لحاظ سے اگر ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ آپکے عہد زندگی پر فخر کرین تو نازیبا نہین ہے۔

علمی فیاضی

جناب شاہ صاحب کی علمی فیاضی بھی خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہے سینکڑون طلبہ جو تحصیل علوم کی غرض سے آپ کی درسگاہ مین داخل ہوتے انکی خورد و نوش اور ضروری حاجات کا انتظام اپنی ذات خاص سے کرتے مدرسہ رحیمیہ جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے ڈالی تھی گو گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے اسکی مطلق سرپرستی نہین کیگئی تھی نہ شاہ صاحب ہی کا کوئی وظیفہ اور امدادی رقم سلاطین وقت سے مقرر تھی لیکن بقول ایک فلسفی شاعر کے

سے خدا خود میر سامانست ارباب توکل را۔ آپ کے پاس وہ غیبی سامان مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور وظیفہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی ہندوستان اور عرب و عجم کے اکثر لوگ آپکے نام سے واقف تھے اکثر طلبہ ریگستان کی کڑی منزلیں اور پہاڑوں کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کرکے آتے اور علمی دولت سے گودیاں بھر بھر کر لوٹ جاتے۔ جو مسافر اور مہمان ملاقات کی غرض سے آتے شاہ صاحب اپنی عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی سے اُن کی مہمان نوازی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے بالخصوص بزرگان دین کے ساتھ قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادتمندی اور جوش محبت سے پیش آتے

طباعی

طباعی اور ذہانت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب ضرب المثل تھے جسکا ادنےٰ ثبوت یہ ہے کہ آپ عالم طفلی کی حالت میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے چنانچہ ایک فاضل مورخ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر حدیث فقہ مغازی کے حافظ تھے اور ادب و کلام اُنکا ادنے سا علم تھا فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول عقائد تصوف منطق کلام فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب ہیئت حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالرحیم صاحب سے پڑھے خداتعالیٰ نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان علوم کی تحصیل کرتے تھے آپکے تحصیل علوم کی سند جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ سے زاہد بن اسلم ہروی کے طریق پر محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث آپنے دو مرتبہ پڑھیں پہلی دفعہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور پھر ۱۱۴۳ھ میں مدینہ طیبہ میں پہنچکر شیخ ابوطاہر مدنی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپکے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابوطاہر مدنی فخر کیا کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ولی اللہ لفظ کی سند مجھسے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اُس سے حاصل کرتا ہوں"

فہم و فراست

معاملہ فہمی اور ادق مسائل کے حل کرنے میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہرین فن اور ائمہ وقت کے ہمپایہ تھا اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو گنے ہوئے منٹوں میں حل کر دینا آپکے نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی جو اہم اور پیچیدہ معاملہ کسی دانشمند اور فقیہ سے طے نہو سکتا تھا آپ فوراً اُسے پانی کر دیتے تھے۔ شاہ صاحب کی فہم و فراست کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں لیکن میں اسموقع پر صرف ایک روایت نقل کرتا ہوں جس سے آپ کی معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات میں مجتہدانہ کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شاہ صاحب کی دانشمندی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے ایک فتوی جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور علما نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اُسکا نفس مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے مین ایک نہایت مستعد اور ذکی طالب علم تہا جو حدیث وفقہ اور دیگر تمام علوم کی کتابین نکال چکا تہا اور جسکی ذہانت وطباعی تمام لوگون مین مشہور تھی خود شیخ عبدالرحیم صاحب اُس کی طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے اور تمام منتہی طلبہ کے حلقے مین ممتاز و مستثنیٰ جانتے تھے الغرض شیخ صاحب نے اس فتوے کو اُس طالب العلم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتوی تمہارے سپرد کیا جاتا ہے احکام شریعت کے مطابق اسکا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین مین سے کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے ہوجائے چنانچہ وہ طالب العلم فتوی لیگیا اور کامل ایک ہفتے تک برابر اُسپر غور کرتا رہا لیکن ہنوز کوئی بات اُسکی سمجھ مین نہین آئی انجام کار بمجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہو کہ مجھے امید نہین پڑتی کہ آپکے سوا کوئی فقیہ اسے طے کر سکے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اسوقت کل سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور ابہی علوم وفنون کی تکمیل ہوئی تہی جس وقت اُس طالب علم نے فتوی واپس دیا تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ کرکے فرمایا مجھی امید ہے کہ اسکا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا جہان تک عقل و دانش سے مدد لیجاسکتی ہو تمہین اس مقدمہ مین لینا چاہیے۔ شاہ صاحب نے فوراً اُس فتوے کو اُٹھالیا اور گھر جاکر اسکا جواب لکھا اور ایسا جواب شافی لکھا جسے سنکر شیخ عبدالرحیم صاحب اور تمام طلبہ نہایت خوش ہوئے اور جسے تمام علما نے تسلیم کیا اور کہا انصاف یہ ہو کہ اگر شاہ ولی اللہ چند روز اور علمی مشق مین صرف کرینگے تو تمام ائمہ وقت اور فضلائے زمانہ مین مجتہدانہ کمال حاصل کرین گے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی علوم باطنی کا شرف بھی خداتعالے نے انہین عطا فرمایا تھا جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر مبارک چودہ برس کی تھی تو آپ علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہوگئے تھے اور ہر علم مین کمال حاصل ہوگیا تہا جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہین پندرہوین سال مین آپ نے قدم رکھا تہا کہ والد بزرگوار نے آپ کو علم باطن کے شرف سے معزز وممتاز کرنا چاہا چنانچہ اسی سن مین آپنے اُنسے بیعت کی اور اشغال صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ مین اپنا بیش قیمت وقت صرف کرنا شروع کیا والد کے مقدس ومتبرک انفاس اور اپنے تقوی وطہارت سے اس کمال مین اسقدر جلد ترقی کی کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی زندگی ہی مین عرفان کے اعلی مدارج طے کرلئے اور اس علم کو عروج کمال پر پہنچا دیا اور جب شیخ صاحب نے آپ کی اس ترقی واستعداد کو ملاحظہ فرمایا تو سترہوین سال بیعت وارشاد کی اجازت دی اور باطنی علوم مین

سے جو کچھ تلقین کرنا تھا اسوقت کردیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب مین تمام لیاقتین جمع تہین اور آپ جامع جمیع صفات تھے جیسا دینی علوم اور رسمی فنون مین کمال رکھتے تھے ویسے ہی عزم وثبات مین مضبوط اور استقلال مین راسخ قدم تھے۔ مزاج مین بیحد خلق اور محبت و تواضع تھی اگرچہ آپ عالمانہ تزک واحتشام کے ساتھ ایک قسم کی حاکمانہ شوکت اور تحکم بھی رکھتے تھے لیکن آپ کی متواضعانہ اخلاق اور فطری عجز والکسار اُسپر غالب تہا ہمین یہ بات کبھی فراموش نہین کرنا چاہیئے کہ اُسوقت کے تمام مہذب دنیا کی گردنین آپکے آگے جھکی ہوئی تہین اور آپ اس عہد مین ایک مذہبی پیشوا اور مقتدائے عالم تسلیم کئے گئے تھے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی لائف مین ہم بیان کرآئے ہین کہ آپ اکثر امور مین تو حنفی ہی مذہب کے مطابق عمل درآمد کیا کرتے تھے لیکن بعض وہ مسئلے جنہین حدیث یا وجدان کی روسے مذاہب دیگر یعنی شافعی و مالکی وحنبلی مذہب مین ترجیح حاصل ہی بغیر کھٹکے عمل مین لاتے تھے۔ تفریق مذہب مین یہی حال بجنسہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا تھا آپ کو مذہبی تفریق کے خانہ برانداز جھگڑون سے چندان بحث نہ تھی نہ ان مشہور مذاہب اربعہ مین سے کسی خاص مذہب کے پابند تھے کہ خواہ مخواہ اُسی کے مطابق عملدرآمد کرین بلکہ تا بہ امکان مذاہب مشہورہ مین جمع کرتے اور اُس مسئلہ پر عمل کرتے جسے تمام اہل مذاہب نے صحت کا تمغہ عنایت کیا ہی لیکن جب مذاہب مشہورہ مختلفہ مین جمع کرنا متعذر اور ناممکن ہوتا تو آپ اُس مذہب پر عمل کرتے جو دلیل کی روسے زیادہ قوی اور صریح حدیث کے موافق ہوتا چنانچہ جب خواجہ محمد امین نے سوال کیا کہ آپ مسائل فقہیہ مین کن کن مذہب پر عمل کرتے ہین تو آپنے یہی جواب دیا چنانچہ مین اس مقام پر آپ کا وہ جواب بجنسہ نقل کرتا ہون جو خواجہ محمد امین کے سوال مین آپنے اپنی قلم مبارک سے تحریر کیا۔

شاہ صاحب کی مذہبی تاریخ

شاہ صاحب کا تعامل

سوال سوم آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ بر کدام مذہب است گفتم بقدر امکان جمع میکنم در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم وصلوٰۃ ووضو وغسل وحج بوضعے واقع میشود کہ ہمہ اہل مذاہب صحیح دانند وعند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روی دلیل و موافقت صریح حدیث عمل مے نمایم وخدا یتعالی	تمہارا تیسرا سوال کہ فقہیہ مسائل مین کون سے مذہب پر عمل کرتے ہو اُسکا جواب یہ ہی کہ مین مذاہب مشہورہ مین تا بامکان جمع کرتا ہون اور صوم وصلاۃ اور وضو وغسل اور حج کے مسائل اُس وضع پر واقع ہوتے ہین جنہین تمام اہل مذہب صحیح جانتے ہین لیکن جب یہ جمع وتطبیق ناممکن ہوتی ہی تو مین اُس مذہب پر عمل کیا کرتا ہون جو دلیل کی روسے زیادہ قوی اور حدیث صریح کیموافق ہوتا ہے کیونکہ

ایں قدر علم داده است که فرق درمیان ضعیف
و قوی کرده شود و در فتوے بحال مستفتی
کاری کنم مقلد ہر مذہبی که باشد اورا از ہمان
مذہب جواب میگویم خدا تعالی بہر مذہبے از
مذاہب مشہوره معرفتے داده است الحمد لله تعالے

خدا تعالی نے مجھے اسقدر علم عطا کیا ہے کہ ضعیف و قوی مین
اچھی طرح فرق کر سکتا اور فتوے کے بارہ مین مستفتی کے حال
کی بخوبی رعایت کر سکتا ہون اور ہر مقلد مذہب کو اُسی کے مذہب
سے جواب دیتا ہون مجھے خدا تعالی نے مذاہب مشہوره مین سے
ہر مذہب کی معرفت عنایت کی ہے۔

شاہ صاحب کا تصوفی طریقہ

قریب قریب یہی حال آپ کا اُن طرق کی نسبت تھا جو حضرات صوفیہ مین دائر و سائر ہین۔ تصوفی تحقیقات کا ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا اور ہر طریقے کے مجتہدون سے اُنہنے جدا جدا اس کمال کی تحصیل کی تھی صوفیائے کرام کے خاص خاص کاملین کی صحبت سے فیض اُٹھایا تھا اور عرفان کے اعلے مدارج طے کر لئے تھے اور انجام کار جب ۱۱۴۳ھ ہجری مین حجاز تشریف لیگئے اور ایک سال سے زیادہ تک مجاورت حرمین شریفین اور شیخ ابوطاہر مدنی کی روایت حدیث سے مشرف ہوئے تو اُن کے خرقے سے آرایش حاصل کی جو تمام صوفیون کے خرقون کو حاوی و جامع تھا آپ طرق اربعہ یعنی طریقہ نقشبندیہ جیلانیہ (قادریہ) چشتیہ سہروردیہ کے ساتھ نسبت مساوی رکھتے تھے اور کسی ایک طریقہ کے پیرو اور مقلد نہ تھے جیسا کہ آپ اپنی بعض تالیفات مین بالتصریح فرماتے ہین۔

اما سوال آنکه نسبت تو بانسبت کدام طریقه از
طرق مشہوره مشابه تر است گفتم در اخذ اشتقاق
طریقت و صحبت متصل تا آنحضرت صلی الله
علیه وسلم اقوی در اتصال من طریقه نقشبندیه
است و در نسبت باطن اقتدائے من بطریقه
جیلانیه است زیرا که اصل در طریقه نقشبندیه حفظ
صورت ذہنیه حضرت حق است و در مدرکه ہر
آدمی اشارتے بآنجناب واقع است و آن

رہا یہ سوال کہ تمہاری نسبت مشہور طرق مین سے کونسے طریقہ کی نسبت
کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اشتقاق
طریقت اور اُس صحبت کے حاصل کرنے مین جو جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم تک متصل ہے میری اتصال کا قوی ذریعہ طریقہ نقشبندیہ
ہے اور باطنی نسبت مین مین طریقہ جیلانیہ کا پیرو و مقتدی ہون
کیونکہ خدا تعالی کی صورت ذہنیہ کا تحفظ طریقہ نقشبندیہ کا اصل
الاصول اور جڑ ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہر انسان کے مدرکہ
مین حضرت حق کی طرف ایک اشارہ واقع ہے۔

وآن صورت اجمالیہ ذہنیہ حضرت حق ہست
واین طائفہ آنرا واسطہ گویند تا بران مواظبت
کنند وہر وقت کہ خواہند ازان انتقال کنند
بحقیقۃ الحقایق وحاصل در طریقہ جیلانیہ تہذیب
روح وسر است تاچون مہذب شوند ہر وقت
کہ آنرا اعمال کنند معرفت تجلی اعظم میسر
شود ودر سجادہ وخلافت وبشارت سلف
بحال خلف اقوی نزدیک من طریقہ چشتیہ
است واقوی نزدیک من باعتبار دلیل کتاب
وسنت واشبہ اصول طریقہ سہروردیا ست
اگرچہ فقیررا مناسبت باطرق بسیارست اما
این چار چیز ازین چار طریقہ استفادہ کردام
جزی اللہ عنا اہلہا خیر الجزاء وفائدہ دیگر
زائد از جواب میگویم کہ در بعض اوقات مراقبہ
حاضر کردہ شد برمن اجداد مرا تا حضرت عمر رضی اللہ
عنہ در جبین ہر یکے نورے یافتم کہ آن نور
غالب شدہ ہست وریاست پیدا کردہ بر
جمع کہ دو صد کس باشند یا زیادہ وآنرا متوارث
یافتم اباعن جد وآن باصطلاح ما نقطہ بحت ہست
اگرچہ گاہے باعتبار دنیا باشد وگاہے باعتبار
دیانت وعلم ودیدم کہ آن نور بطریق وراثت
نسبت بمن انتقال کردہ ہست۔

جو خدا تعالی کی صورت اجمالیہ ذہنیہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے
اور جیسے اس طریقہ کے پیرو واسطہ کہتے ہین تاکہ اسپر مواظبت
کرین اور جب چاہین اس سے انتقال کر کے حقیقۃ الحقائق پر
پہنچین اور طریقہ جیلانیہ کی روح اور سر کی آراستگی پیشنظر
ہی تاکہ لوگ مہذب ہو کر جبوقت اُس پہ عامل ہون اُنہین
تجلی اعظم کی معرفت نصیب ہو۔ اور سجادہ وخلافت نیز سلف کی
اُس بشارت مین جو خلف کے حال سے وابستہ ہی میرے نزدیک
طریقہ چشتیہ سب سے زیادہ قوی ہی اور کتاب وسنت کی دلیل
کے لحاظ سے میرے نزدیک قوی تر طریقہ سہروردیہ ہے جو
اصول سے زیادہ مشابہ ومناسب ہے گو فقیہ کو اور بھی بہت سے
طریقون کے ساتھ مناسبت حاصل ہی لیکن مذکورہ بالا چار چیز
مین سے ان چار طریقون سے اخذ کی ہین خدا تعالی ان اہل
طرق کو ہماری طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔ یہانتک
تمہارے سوال کا جواب ہو گیا اب مین جواب سے زائد ایک
مختصر فائدہ بیان کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات مراقبہ
مین میرے اجداد عظام کا سلسلہ یہان سے لیکر حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ تک مجھپر حاضر کیا گیا جنمین سے ہر ایک کی
پیشانی مین۔ مینے ایک ایسا درخشان نور پایا جسکی وجہ سے
وہ دو سو آدمی یا اس سے کچھ زیادہ جماعت کا رئیس وسردار مقرر
کیا گیا ہی اور مین نے اُسے ابا عن جد متوارث پایا اور یہ ہماری
اصطلاح مین نقطہ بحت سے تعبیر کیا جاتا ہی اگرچہ کبھی دنیا کے
اعتبار سے ہوتا ہی اور گاہی دیانت وعلم کے لحاظ سے اور مین نے
یہ بھی دیکھا کہ وہ نور بطریق وراثت مجھ تک انتقال کر آیا ہے

شاہ صاحب کی تقریر بالا سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس طرح آپ مذاہب اربعہ مشہورہ مین سے کسی خاص مذہب کے مقلد و پیرو نہ تھے اسیطرح اہل سلوک کے طرق مین سے کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے بلکہ جس مذہب و طریقہ مین جو بات کتاب و سنت کے زیادہ موافق اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہوتی وہی آپ کا دستور العمل قرار پاتا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ علوم ظاہری اور باطنی مین جو اقتدار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تہا وہ دوسرے کو کبھی میسر نہین ہوسکتا یہی وہ کمالات تھے جنکے سبب سے آپکے نام کا امتیازی پھریرا ہندوستان سوا ایک عرب و عجم تک برابر اڑتا تھا اور انہین کمالات کا یہ اثر تھا جن کی وجہ سے آپ تمام دنیا مین روشناس تھے دینیات اور سبھی علوم و فنون کو چھوڑکر اگر شاہ صاحب کے صرف تصوفی علوم ہی لیا جائے تو بھی کوئی شخص آپ کی برابری کا ہرگز دعوی نہین کرسکتا اور اگر کرے بھی تو تسلیم نہین کیا جاسکتا

انشا پردازی

شاہ ولی اللہ صاحب انشا پردازی کے فن مین بھی بے مثل اور یگانہ روزگار تسلیم کئے گئے ہین اور آپ کی یہ صفت خاص تمام فاضلون کو تسلیم ہی کہ بڑے بڑے مضمونون کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ مین اس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا آپنے اس فن مین اسقدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ آپکے عام مسودات بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور انشا پرداز نہایت وقعت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور فن انشا کے شائق جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آپ کے مکاتیب و خطوط اور خاص خاص مناظرون اور علمی بحثون مین جابجا علم انشا کے نمونے لکھے نظر آتے ہین جن کے ہر ہر فقرے سے شستہ بیانی کی شہادت ملتی ہی اور لٹریچر کا کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہی لیکن افسوس ہے کہ آپکی علمی سوسائٹی اور مناظرہ کے حالات جن سے آپ کی زور تحریر اور وسعت نظر کا حال معلوم ہو بہت ہی کمیاب ہین البتہ آپ کی انشا پردازی اور تحریر کا زور کسی قدر اُن مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جن کی معزز ناظرین آگے چلکر سیر کرین گے۔

زور تقریر

آپکے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور منجھی ہوئی تھی اور آپ ہر مضمون کو اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ سننے والے ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے شیخ صاحب کی طرز تقریر اور انداز بیان عام و خاص لوگون مین شہرت سے تجاوز کرکے ضرب المثل کی حد تک پہنچگیا تہا اور یہ بات تمام لوگون مین مشہور تھی کہ شیخ صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہی کہ آپ کے مجلس وعظ سے ہر ملت و مذہب کا شخص بشرطیکہ تعصب مذہبی سے خالی ہو بیحد خوش ہوکر اُٹھتا ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر مین اس

بلا کا جادو تھا جس کا اثر موافق و مخالف دونون پر یکسان پڑتا تھا آپ کی زبان بڑے بڑے مناظرون اور علمی مجلسون مین کبھی نہین رکتی تھی اور ہر موقع پر شستہ و برجستہ جواب دیتے تھے۔ جب آپ کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگتے تھے تو کسی زبردست اور متبحر فاضل کو بھی آپ کے مقابلہ مین لم اور لا نسلم کے کہنے کی جسارت نہوتی تھی بلکہ ایک محویت و استغراق طاری ہوجاتا تھا اور نہایت خاموشی سے آپکی تقریر سنا کرتے تھے

خوش تقریری

دنیا مین کوئی شخص کیسا ہی فاضل اور اہل کمال کیون نہو لیکن یہ ممکن نہین کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی رکھ سکے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا جب ستارۂ کمال فلک اقبال پر پہنچا تو آپ کے اوج و حشم کو دیکھکر اکثر حاسد او دشمن پیدا ہوگئے جس زمانہ مین آپنے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان مین کیا اور اسکی اشاعت ہوئی تو متعصب مولویون کے حلقون مین ایک تہلکۂ عظیم برپا ہوگیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت جڑ بنیاد سے ڈھا دی گئی اب عوام لوگ کبھی قبضہ مین نہ آئین گے اور بات بات پر گفتگو کرنیکو طیار ہوجائینگے اس خیال نے اُن کے دلون مین فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑکا دی اور مخالفت سے درگذر کرکے آپکے جانی دشمن ہوگئے ہر جمعہ کے دن باہم مشورے کرکے اس ارادہ سے گھرون سے نکلتے تھے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی مخالفت عین وعظ مین کرینگے اور دس پانچ آدمی ملکر اُنہین نرغہ مین کرلین گے لیکن آپکے تقریر مین اس بلا کا جادو ہوتا تھا کہ بجز سکوت و خاموشی کے کسیکو دم مارنے کی مجال نہوتی تھی سامعین کے تمام حلقون پر سکوت حکومت کرتا تھا اور اثنائے وعظ مین کوئی کسی سے اشارہ تک نہین کرسکتا تھا۔

فصاحت و بلاغت

یون تو اس جلیل القدر اور محترم خاندان کے ہر ایک ممبر کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی عموماً تمام لوگون کو تسلیم ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی فصاحت و بلاغت کا ہر شخص کو خصوصیت کے ساتھ اعتراف ہے جب آپ کی علمی مجلس مین کوئی بحث چھڑ جاتی تو ایک عجیب موثر طرز سے تقریر کرنی شروع کرتے اور اثنائے تقریر مین کسی موقع پر نہ رکتے تھے سلسلۂ کلام مین الفاظ کی تکرار ہوتی تھی نہ معانی کو بار بار بیان کیا جاتا تھا جس فن پر گفتگو کرتے تھے تاوقتیکہ اُسکا سلسلہ پورا اور ختم نہوجاتا تھا دوسرے کو اختیار نکرتے تھے اور اثنائے تقریر مین ادب کا پہلو کبھی نہین چھوڑتے تھے، اور جب ایک گفتگو کا سلسلہ ختم کرکے دوسری گفتگو شروع کرتے تو پہلی تقریر پہلی سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی تھی مخالفون کے دلون پر قبضہ کرلینا آپکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی اور سنگدلون کو موم دل بنا لینا آپکے بائین ہاتھ کا کھیل تھا جناب شاہ عبد العزیز صاحب

آپ کے فرزند رشید کی جو برجستہ گوئی اور شیوا بیانی آجتک دنیا میں ضرب المثل ہی یہ آپ ہی کی فصاحت و بلاغت کا اثر ہے۔

الحاصل جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے علوم و فنون کے کارنامے اور علمی کمالات کے افسانے کتابوں میں اس کثرت سے پائی جاتے ہیں جنہیں سے فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہیں لکھ سکتے کیونکہ حیات ولی میں اب اسقدر گنجایش باقی نہیں رہی ہوتا ہم مشتے نمونہ از خروارے آپکے تمام حالات کے انتخاب سے ہم اپنے تذکرہ کے کسی موقع کو خالی چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے لہذا اب اس عنوان کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

جناب شاہ صاحب کے کلام کا انتخاب

شاہ صاحب کی شاعری

یہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو فضلائے عہد اور علماء وقت نے تفسیر و حدیث اور فقہ کے لحاظ سے مجتہدین فن اور آئمہ مذاہب کے بعد علمی دربار میں دوسرے درجہ میں جگہ دی ہی ورنہ ایسا کون علم تھا جس میں آپ کو تبحر اور علو حاصل نہ تہا۔ شاعری جو علم ادب کے لئے ایک گرانمایہ جوہر ہے اور تمام ممالک اور قوموں میں جسکی عزت کیجاتی ہے اس میں اسدرجہ کمال تہا کہ لوگوں نے گیارہویں صدی کے شعرا کے زمرہ میں آپ کو جداگانہ شمار کیا ہے اور شاعری کے علاوہ علم ادب میں تمام ماہرین فن کے طبقوں میں آپ مسلم ادیب گنے گئی ہیں جب ہم گیارہویں صدی کے شعرا کی فہرست میں آپ کو ڈھونڈتے ہیں تو نہایت روشن اور جلی حرفوں میں آپ کا نام نامی ثبت پاتے ہیں۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ادب اور انشا پردازی کی مثالیں آپکے اُن مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہونگی جنہیں ہم آگے چلکر لکھیں گے یہاں آپکے کلام میں سے چند اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہی ان اشعار کے نقل کرنے سے علاوہ برجستگی مضامین اور شستگی زبان کے یہ بھی دکھانا منظور ہی کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو نظم پر کس درجہ قوت تھی اور آپ کس قدر منزلت کے شاعر تھے۔

قصیدہ در بعض معارف غامضہ

الا طال شوق الابرار الی لقائی	وانی لاشد شوقا الیھم منھم
من ندانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام	عاشق شوریدہ ام یا عشق با جانانہ ام

مبتلائے حیرتم جان گو میت باجان جان | اصطلاح شوق بسیار ست و من دیوانہ ام
با جمال ذات خویش حسن وگر در کار شد | چشم او را سرمہ ام یا زلف او را شانہ ام
میل ہر عنصر بود سوئے مقر اصلیش | جذبۂ اصل است ہر ہر شورشش مستانہ ام
غافل از خود ماند از صورت چو پرشد آئینہ | تا ترا بشناختم جانا ز خود بیگانہ ام
اے امین برستیم نام تجدد شد ست | در ازل پیش از زمان تعمیر شد میخانہ ام

غزل

دوائے درد من بر جمع اضداد تو مینازم | نمک ریز دلِ مجروحِ من ہستی و مرہم ہم
جہان و جان فدائی وضع شوخ شہر آشوبت | قیامت می نمائی و دم عیسیٰ و مرہم ہم
توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن | توئی مقصود اہلِ دل توئی مشتاق و ہمدم ہم
زیک منبع دریجا مختلف فوارہ می جوشد | مزاج حرص قارون زہد ابراہیم ادہم ہم
بخارے از زمین خیزد دریا چو در آمیزد | گہے باران ریزان است و گاہی برف و شبنم ہم
کدامی طرفہ نیرنگے اکاشانہ سر دادی | کہ عالم پائے کوب از دست عشقت گشت و آدم ہم

درشرح غزلیکہ بر تضمین بیت اول غزالی علیہ الرحمۃ انشا کردند۔

نخستین بادہ کاندر جام کردند | مزاجش عکس آن گلفام کردند
ہویدا شد در امکان صورت حق | بآن صورت جہان را رام کردند
ہمین بایست تفصیلی ازان رو | مکارم را بما اتمام کردند
شراب وحدت از خمخانۂ غیب | مرا صبح ازل در کام کردند
چو غلطیدم ز مستیہا بہر سو | حریفان مستی از من وام کردند
حقیقت آنکہ مستور از نظر بود | بما مشہور خاص و عام کردند
پس آنگہ موج دریا باز گردید | با تمام فنا اکرام کردند
امین رمزے دقیقی با تو گویم | بخود آغاز و نیز انجام کردند

غزل دیگر

بزلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را | خروش درد دل شبہا نمی کردم چہ می کردم

ولے پر درد جان افگار یا تنہا دارم — جہان را پر زیار یہا نمیکردم چہ میکردم
غم تحصیل و با شغل وورد غزل مے بینم — جنون ترک منصبہا نمیکردم چہ میکردم
کے بامل ہمیساز دکسے باگل ہے بازد — اگر مین یاد آن لبہا نمیکردم چہ میکردم
مئے تحقیق را از خم مشرہا برون دیدم — عروج از قید مشربہا نمیکردم چہ میکردم
حجاب وصل مطلوب است دل بستن بمطلبہا — ازین گر ترک مطلبہا نمیکردم چہ میکردم

اشعار

تاگزیر تومنم ای بینظیر — رو مگردان بعدازین از ناگزیر
من ترا مشفق ترم از صد پدر — ورزمن آویزو مرا محکم بگیر
غیر من گر با تو بالبستر بود — آن وبالست و عذابست و سعیر
جان من در ہجر یار خود بسوخت — من عذاب الہجر اجرنی یا مجیر
بے قرارم روز و شب روئی یار — باز بنما روئے یارم یا قدیر
اندرونم بے حجابش تار شد — کے شود یارب بوصلش مستنیر
ای برادر بعدازین ہشیار باش — فرق میکن در میان شیر و شیر

غزل دیگر

ساقی کرمے کن کز ہوش خود افتم — من یار خودم خود از دوشش خود افتم
مثل مئے جوشان کز خم بدر افتد — جوشے زدہ بر خود از جوشش خود افتم
از ہرون وئم جوشد مئے دیگر — از فرط تمائل زآغوشش خود افتم
زین تیر زبانے آزردہ دلم من — خوشش آنکہ زبانے خاموش خود افتم

یہ غزل مزاحفات بحر بسیط سے ہی اِس کے ارکان چار بار مستفعلن فعلن ہے جو فارسی مین نہایت کمیاب ہے اکثر شعرا متقدمین کے کلام اِس بحر سے خالی ہین۔

رباعیات دربیان بعض قواعد سلوک

علمے کہ نہ ماخوذ از مشکوٰۃ نبی است — واللہ کہ سیرابی یاران تشنہ لبی است
جائے کہ بود جلوۂ حق حاکم وقت — تابع شدن حکم خرد بو لہبی است

دانی که چه بود نهج قدیم ای دلدار — شغل دل تو ظاهر و باطن با یار
این را شوی از درس عوارف عارف — وان فن دگر یاد بگیر از احرار

، در مذهب ما هست ز اسباب غرور — ذکری که بود عاطل از انوار حضور
در حاشیه نفی شو از خلق نفور — در جانب اثبات برو سوی غفور

، مستی و وله شرط طریق افتادست — بی‌ست شدن کار کسی نگشادست
در ذکر خفی جهر تخیل کردن — شرط است و ز استاد طریقم یادست

، خواهی که می صرف محبت نوشی — باید که بتقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جهان صرف کنی — چشم از صور جمله عالم پوشی

، در عشق تو از جمله جهان بگذشتم — وز هرچه بجز یاد تو زان بگذشتم
مقصود من بنده بجز وصل تو نیست — اندر طلبت از دل و جان بگذشتم

، دائم دل من پیش تو حاضر باشد — چشمم برخ خوب تو ناظر باشد
در مذهب ما شرک جلی ست و صریح — گر سوی دگر خطرهٔ خاطر باشد

، دانی چه بود سهل کثیر البرکات — در مشرب اهل دل وجود عدمات
تحصیل عدم بدان یقینی مانع — در نفی خواطر و در سد جهات

، خوش آنکه بانوار وضو رنگین ست — زیرا که طهارت ز اصول دین ست
تنویر دل و نفی خواطر خواهی — قوی ذریعهٔ وصولش این ست

، تحصیل عدم اگر ندانی کردن — باید نظر اهل فنا را جستن
این داء عضال را دوایی به از این — در صحبت اهل دل تو خواهی دیدن

، آنانکه نه از ناس بهیمی رستند — بالمعه انوار قدم پیوستند
فیض قدس از همت ایشان میجو — دروازهٔ فیض قدس ایشان هستند

، آن ذات که از قید جهت بیرون است — از حیطهٔ اسماء صفت بیرون است
هر مرتبه زان ذات نشانی دارد — هرچند ز تعیین همه بیرون است

، هر مدرکه شد مظهر آن یار عجیب — ظاهر شده از صورتش آثار عجیب

در لوح دل از ثبت کنی صورت او پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب
۲ قومے بکتابت احرف موصوف جمعے بتلاوت اسما معروف
شخصے کہ ازین قوم قدم پیش نہاد گشت است باین صورت تو ہنی مشغوف

اشعار
تا بکے محنت مہجوری و دوری بکشم تا زمین وطنم سوئے وطن باز روم
تا بکے ہمدمے سنگ بود شیشۂ من گوہرے از عدنم سوئے عدن باز روم
تا بکے بستۂ زنجیر تعلق باشم آہوئے از ختنم سوئے ختن باز روم
بوئے جان میرسد از باد یمن مردہ جان شاہ ملک یمنم سوئے یمن باز روم

اشعار
ولے دارم ز خود خالی حبابش میتوان گفتن در و کیفیت جوش شرابش میتوان گفتن
وجود بے نمود معنئ نادیدنے دارد درین نیرنگہا بوئے کبابش میتوان گفتن
سویداء دل ما یابی اندر پیچ و تاب او نقوش عالم ام الکتابش میتوان گفتن
فرو پاشید از ہم کثرت موہوم چون شبنم ز فیض معنئ ما آفتابش میتوان گفتن

اشعار
فراغ یافتم از حج و عمرہ چو احرام سر کوئے تو بستم
چو دیدم روئے زیبائے تو جانا ز تشویش وجود خویش رستم
بیا ساقی بدہ جامے شرابے کہ مخمور صبوحے والستم

محبت نام جوش طبع و میل نفس اگر باشد سر اہل محبت در دو عالم گاو خر باشد
ز نازک طبع غیر از خونما یہانے آید درخت بید را دیدیم دائم بے ثمر باشد
بوسعت مشربان رنگ تعلق در نیگیرد اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد
صفائی طبع میخواہی ز صحبت دامن اندر کش کہ آب دور از مردم ہمیشہ با صفا باشد

فرد
مزاج صاف طبعان را بجز غربت نمیسازد مکدر گردد آب صاف چون یکجا وطن گیرد
۳ صفا با خبث باطن نیز گاہے جمع میگردد ہر دو نا لوعہ را چون درد بنشیند تماشا کن
۴ ہرزہ گردی مانع سوز دل است ای ہوشمند سیل تا بنشست یکجا باطنش صافی نہ شد

شاہ صاحب کے کلام مین سے جن رباعیات اور اشعار کا انتخاب مجھے معزز ناظرین کے سامنے پیش کرنا تھا نقل کر چکا۔ اگر آپکے کلام کا متجسس نگاہون سے تتبع کیا جائے تو ایک مختصر دیوان بن سکتا ہے

لیکن میں نے بنظر اختصار صرف ان ہی چند رباعیوں اور اشعار پر اکتفا کیا۔ ناظرین کو ان منتخب اشعار سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ محبت اور عشق الٰہی میں محترم شاہ صاحب کس درجہ محو تھے اور اُنہوں نے اپنے بلند اور برتر خیال کن پُر اثر اور جوشیلے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ اشعار مذکورہ کے پڑھنے اور ہر ہر مصرع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا قائل وہی شخص ہے جو عشق الٰہی اور محبت خداوندی میں پاؤں سے سر تک ڈوبا ہوا ہے اور بیخودانہ سرخوش حالت اور عالم وجد میں اسکی زبان مبارک سے یہ وجد میں لانے والے اشعار سرزد ہوئے ہیں۔

انسانی طبیعت اور اُس کے سلسلہ خیالات کا آئینہ ہمیشہ اُسکی تحریر و تقریر ہوا کرتی ہے یعنی جو باتیں آدمی کے دل میں ہوتی ہے وہی اُسکے زبان و قلم سے نکلتی ہے غور میں ڈوبی ہوئی نظریں اور بالغ نگاہیں فوراً ہر تحریر و تقریر سے قائل کے دلی خیالات کا کافی اندازہ کر لیتے ہیں اور جھٹ تاڑ جاتی ہیں کہ جو کچھ قائل کہہ رہا ہے آیا اُسکی طبیعت کی بھی یہی کیفیت ہے یا اس میں کچھ تکلف و بناوٹ داخل ہے۔ بعض تحریریں ایسی ہوتی ہیں جن کے ہر ہر جملہ اور ہر ہر فقرہ سے کھلم کھلا ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا قلم دل کے ساتھ موافق نہیں ہے دل کچھ کہتا ہے طبیعت کچھ شہادت دیتی ہے قلم کچھ اور کہہ رہا ہے زبان کچھ اور گواہی دیتی ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان و قلم سے وہی نکلتا تھا جو آپکے دل میں ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ جو اثر اُس وقت آپ کی زبان میں تھا آج وہی اثر ہم آپ کی تحریر میں پاتے ہیں۔

ہماری اس رائے کی تائید جناب شاہ عبدالعزیز صاحب آپکے فرزند رشید کے قول سے بہت کچھ ہوتی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے والد بزرگوار کے تقریروں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اگر اب بھی کوئی شخص اُنکی اصلی تقریریں ایک مرتبہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اُسکی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتیں جس وقت وہ تقریریں آپ زبان سے فرمایا کرتے تھے تو اُسکا اثر سننے والوں کے دلوں پر اس قدر پڑتا تھا کہ کبھی زائل نہیں ہوتا تھا اور لوگ آپ کی تقریر سنتے ہی خلوص دل سے اُسپر عمل کرنے کو سرگرم ہو جایا کرتے تھے اور بے اختیارانہ جوش کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیتے تھے،،

شاہ صاحب کے مکاتیب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط کا گو میرے پاس ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن میں نے بنظر طوالت اُنہیں سے

سے صرف ان ہی چند خطوط کا انتخاب کیا ہے جو ناظرین تذکرہ کی دلچسپی کے باعث ہیں اور چونکہ وہ علم ادب کی روح اور ادیبون کی جان ہین اسلیئے بجنسہ درج کرتا ہون۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

شاہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

من الشيخ ولي الله العمري الى الشيخ ابراهيم المدني
في تعزية والده الشيخ ابي طاهر المدني قدس الله اسرارهم
اعلى الله معالم العلم وشيد بنيانها ورفع اعلام
الدين وسدد اركانه ونضر رياض الحديث واعظم رواءه
ونضر اهله ونور حزبه واعلى شأنهم وشد الحبر الهمام قدوة
الانام وارث المجد كابرا عن كابر حائز ميراث اسلافه الاكابر
الشيخ ابراهيم بن سيدي الشيخ ابي طاهر الكردي المدني
اما بعد فاعظم الله تعالى اجركم والهمكم صبركم
على شيخنا رضي الله عنه وارضاه عنا اني حقيق ان اعزي
به ويحري بي بناء الصبر عليه فوالله ما زلت منذ قرع
سمعي حديث وفاته وبلغني خبر انتقاله الى رحمة ربه
وجنانه في قلق فالق للكبد - ووله كوله ذي الولد
وفوق سحاب مطر الهم والاسى وتحت بحار
باللظى تتدفق كيف لا وكان رضي الله عنه بركة
اهل الارض ومجلي برهانها وامام دار الهجرة
وعمدة اركانها وكان جديرا على ما قد ظهرت
اياته ولاحت مخائله واماراته - وصار شغفي
به يضرب به الامثال - ولا يعلم كنهه الا الكبير
المتعال - ولا اسلي منه الا لما جد بي الترحال
وفصلت العير وقاربت الانفصال ذكرت له
كيت كيت ثم تمثلت له بهذا البيت

شیخ ولی اللہ العمری کا خط بنام شیخ ابراہیم مدنی - اُن کے والد شیخ ابو طاہر مدنی قدس اللہ اسرارہم کی تعزیت مین خدا تعالی علم کے آثار اونچے اور اس کی بنیادین مضبوط کرے - دین کے جھنڈے بلند اور اُسکے ارکان مستحکم کرے - حدیث کے باغ کو سرسبز و شاداب اور اُس کی رونق کو دوبالا کرے - اہل حدیث کو تازگی اور اُس کے سرپرستون کو نور بخشے اور دانشمند بزرگ میرے اُستاد شیخ ابو طاہر مدنی کردی کے فرزند رشید مولٰنا شیخ ابراہیم کے حدیث کی درس و اشاعت کی وجہ سے علم حدیث کو عروج کمال پر پہنچائے جو پیشوائے مذہبی اور مقتدائے مخلوق ہین اور اپنے بزرگ اسلاف کے بزرگی و فضیلت کے جائز وارث ہین اسکے بعد **واضح** ہو کہ خدا تعالےٰ آپکا اجر بڑھائے اور ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ پر صبر کرنے کا آپکو الہام کرے - مجھے سزاوار ہے کہ مین اپنے شیخ کی تعریف کرون اور دعا صبر مین کوشش کرون خدا کی قسم جب سے شیخ کی انتقال کی جانگزا خبر میرے کان مین پہنچی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اُس کی جنتون مین انتقال کر گئے ہین تو مین ایک ایسے قلق اور اضطراب مین گرفتار ہون جو جگر کو پاش پاش کیے دیتا ہے اور اُس اندوہ و رنج مین مبتلا ہون جس مین صاحب امر مبتلا ہوتا ہے - میرے سر پر ایک ایسا ابر چھایا ہوا ہے جو غم و اندوہ کا مینہ برساتا ہے اور میرے نیچے مشتعل آگ کا دریا لہرین لے رہا ہے اور کیون نہ ہو میرے شیخ رضی اللہ عنہ حقیقت مین زمین کے باشندون کیلئے برکت اور مدینہ طیبہ کے مقتدی و پیشوا

سنیتُ کل طریق کنتُ اعرفہ
الا طریقا یودینی لربعکم

فاغرَّ ورقت عیناہ و احمرت وجنتاہ حتی خنقتہ عبرۃ البکاء ثم بعد ذلک ابتھل فی الدعاء ولا انسی منہ انی سالتہ عن کمیۃ عمرہ من السنین فقال مُعترک المنایا ما بین ستین وسبعین۔ فلو شئت ان ابکی دمًا لبکیتہ علیہ ولکن ساحۃ الصبر اوسع و ان سلوان فوادی وعصیۃ اعتمادی عند هجوم دواعی البکاء وضیق الارض علیّ والسماء انہ رضی اللہ عنہ خلف مثل جنابکم دام المجد بقیامکم وان الشبل یشبہ الاسد وانما یظہر سر الاب من الولد

؎ بقیت بقاء الدھر یا کہف اھلہ
وھذا دعاء للبریۃ شامل

والسلام

اور اُسکے عمدہ اسکان تھے اُنہین مجھسے اس درجہ محبت تھی جسکی نشانیان ظاہر اور علامات و آثار واضح تھے اور میری محبت اُن کے ساتھ ضرب المثل تھی جسکی حقیقت خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہین جان سکتا مین اُسوقت کو کبھی فراموش نہین کرسکتا کہ جب میرے کوچ کا زمانہ قریب ہوا اور جدائی کی گھڑی سر پر آکھڑی ہوئی اور رخصتانہ ملاقات کے اثنا مین مین نے اُن کی مزاج پرسی کے بعد یہ **بیت** پڑھی ؎

سنیت کل طریق کنت اعرفہ   الا طریقا یودینی لربعکم

یعنی مین بجز اُس ایک رستہ کے جو مجھے تمہاری زمین تک پہنچائے اُن تمام رستون کو بھول گیا جنسے مین اس سے پیشتر واقف تھا تو آپ کی پرنم آنکھون سے آنسوؤن کی ندیان بہنے لگین اور دونون رخسارے سرخ ہوگئے یہانتک کہ گریہ کی گرمی سے آپکا گلا گھٹ گیا ازان بعد آپنے نہایت خلوص کیساتھ اس عاجز کے حق مین دعا کی۔ اور مین اس واقعہ کو بھی کبھی بھول نہین سکتا کہ جب مین نے آپ کی مقدار عمر دریافت کی تو جواب مین فرمایا کہ ساٹھ و ستر کے مابین ہے۔ تو اگر مین ان باتون کو یاد کرکے خون کے آنسو رونا چاہون تو رو سکتا ہون لیکن صبر کا میدان زیادہ وسیع ہے اور اسباب گریہ کے ہجوم اور آسمان و زمین کی تنگی کے وقت میرے دل کی تسلی اور میرے بھروسہ کی لاٹھی صرف یہ ہے کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے آپ جیسا فرزند اپنی محسوس یادگار چھوڑا ہے اس مین ذرا شک نہین کہ شیر کا بچہ۔ شیر کے مشابہ ہوتا ہے اور فرزند سے باپ کی خصلت ظاہر ہوتی ہے ۔ اے زمانہ کے ماوی و ملجا تیری بقا زمانہ کی بقا تک دوام کیساتھ ہو اور یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہے۔ والسلام

المکتوب الثانی

من الشیخ الموصوف الی استاذہ قدوۃ المحدثین جمال الدین ابی طاہر الکردی المدنی قدس اللہ سرہما و اعلی فی الملاء الاعلی ذکرہما۔

لازالت شآبیب الرحمة والبرکات منہلة و منسجمة۔ وسحائب العنایة والکرامة ممطرة و مستدیمة علی الصقع المحفوف بالبرکة الکرام الموصوف بالمجد فوق ما انذکر بالکلام جناب من اجلہ ان اذکرہ بصریح اسمہ۔ واستغنی من ذلک بتعیینہ بعلامتہ ورسمہ ؎

ومن العجائب ان افوہ بذکرہ ولقد اغار بان یمر بخاطری
ومن اجدہ فی خلدی حاضرا فلا یغرب عنی بحیاۃ
ولا یغیب والغیبة فی بصری متمثلا فلا یصبنی
فقدہ ولا ریب حضرت شیخنا و قدوتنا ومخدومنا
ومولانا الاکرم الافخم الاجل ؎

بقیت بقاء الدہر یا کہف اہلہ وھذا دعاء للبریة شامل

اما بعد فہذا المستمد بتوجہاتکم المعتمد علی دعواتکم یحمد اللہ تعالیٰ الیکم فی جمیع الامور ظاہرہا وباطنہا ویشکو لدیکم نعمہ التی لا یحصی عددہا ولا یحصر مددہا من جملتہا صوم رمضان بمکة المبارکة واعتکاف العشرة الاخیرة فی المسجد الحرام

دوسرا خط

شاہ ولی اللہ کا دوسرا خط۔ اپنے استاد شیخ المحدثین جمال الدین ابو طاہر کردی مدنی سے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو پاک کرے اور ملاء اعلیٰ میں ان کا ذکر بلند کرے۔

رحمت و برکات کے سینہ اور عنایت و کرامات کے بادل اس گوشۂ زمین پر ہمیشہ برستے ہیں جسے بزرگ نیکو کار فرشتے گرد و پیش سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اور یہ فضیلت خاص سے موصوف ہے اس کا صراحۃً نام میں ذکر کرنا فوق ادب ہے اور اسکی جناب اس سے بہت دور ہے کہ میں صراحۃً اسکا نام لوں یا علامت و نشان کے ساتھ معین کروں ؎

ومن العجائب ان افوہ بذکرہ ولقد اغار بان یمر بخاطری

جسے میں اپنے دل میں حاضر پاتا ہوں اور وہ زندگی بھر کبھی مجھ سے غائب نہیں ہوتا اور جسکی تصویر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور پھر کبھی نظروں سے ہٹتی نہیں وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے بزرگ ہیں ؎

بقیت بقاء الدہر یا کہف اہلہ وھذا دعاء للبریة شامل

اسکے بعد واضح ہو کہ آپکی دلی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں پر بھروسہ کرنیوالا۔ تمام باطنی و ظاہری امور میں خدا کی تعریف اور اس کی ان نعمتوں کا شکریہ کرتا ہے جو گنتی میں نہیں آسکتیں منجملہ ان کے مکہ معظمہ میں رمضان کا روزہ اور مسجد حرام میں عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف ہے۔ مجھے خانہ کعبہ کے خادم شیخ عمر مینا نے خبر دی (خدا تعالیٰ اسے خوش رکھے جیسا اس نے مجھے خوش کیا) کہ آپ

وقد حدثني الشيخ عمر ميناء خادم بيت الله تعالى
سره الله تعالى كما سرني انه هيأ داراً لنزولكم
في الحج ولينظر قدومكم في ايام العشر والنحر ٥
فساغ الى الشراب وكنت قبلا اكاد اغص بالماء الفرات
حقق الله تعالى هذه الامنية منا ومنه انه على
كل شيء قدير وباجابة الدعاء جدير ونسئل
منكم الدعاء بالسلامة في السفر والاقامة
وبعافية لا بلاء بعدها وبرحمة لا سخط يعقبها
والسلام والاكرام

المكتوب الثالث

تیسرا خط شیخ ابوطاہر مدنی کے نام

بعد دفع تحيات لا تزال منها روائح الاخلاص
عابقة وفائحة وعداد دعوات لا تنفك عنها
شمائم قبول القبول غادية ورائحة . من عبد
ضعيف ارقه جميل اللطف وجزيل الامتنان
وصب ولف شانه عظيم الحسن وعميم الاحسان
٥ اخذتموني مني في ملاطفة
فلست اعرف غيرها قد عرفتكم
الى حضرت من تقاصرت الالسنة والتعبيرات
عن وصف كماله وتضايقت الاساليب والتحبيرات
عن نعت جماله . فالمطري في مدحته اعجم
قاصر والمفرط في تقريظه مفرط فاتر ٥
وعلى تفنني واصفيه بوصفه
يفنى الزمان وفيه ما لم يوصف

حج کیلئے تشریف لاتے ہین ، اور وہ آپکے نزول کیواسطے
مکان طیار کر رہا ہی اور قربانی و لبیک کہنے کے زمانہ مین آپکی
تشریف آوری کا انتظار ہی ٥
فساغ الى الشراب وكنت قبلا   اكاد اغص بالماء الفرات
خداتعالی میری اور اُس کی آرزو کو پورا کرے بیشک وہ ہر چیز پر
قادر ہے اور دعا قبول کرنیکے لائق و سزاوار ہی ہین آپسے سفر و
حضر کی حالت مین سلامت و خیریت کی دعا چاہتا اور اُس عافیت
ورحمت کی استدعا کرتا ہون جسکے بعد کوئی بلا اور رنج پیچھے نہ آئی
عذاب نہ ہو والسلام والاکرام ۔

تیسرا خط

اُن تحفون کے ارسال کرنیکے بعد جنسے ہمیشہ اخلاص کی عطر آمیز
ہوائین چلکر دل و دماغ کو معطر کرتی ہین اور اُن دعاؤن کے ہدیہ
کرنیکے پیچھے جنسے قبول القبول کی ہوا کے خوش آئندہ جھونکے
صبح و شام جدا نہین ہوتے یہ عریضہ اُس ضعیف و خاکسار بندہ
کیطرف سے ہے جسے آپکے لطیف جمیل اور احسان عظیم نے غلام بنالیا
ہے اور عام احسان نے اُسکی حالت کو مرہون منت کردیا ہے ٥
اخذتموني مني في ملاطفة   فلست اعرف غيرها قد عرفتكم
یعنی جب سے تم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت مین لیا ہی اور مین نے
تمہین پہچانا ہی اُسوقت سے مین نے بجز عنایت و مہربانی کے اور
کچھ نہین دیکھا ۔ اور یہ عریضہ اُس شخص کی خدمت مین پیش کیا
جاتا ہی جسکے وصف کمال سے زبانین اور تعبیرین قاصر اور نعت
وجمال سے اسلوب و تحریرات کا دائرہ تنگ ہی اُس کی مدح
مین نہایت مبالغہ سے تعریف کرنیوالا محض عاجز اور گونگا

شيخنا وقدوتنا ومخدومنا ومولانا الأكرم
الأفخم الأجل الأبجل أدام الله تعالى بادامة
أيامه حيات علوم الدين وأبقى بهجتها و
خلد بتخليد عهده رونق معارف الحق و
أيد بهجتها. فان هذا المستمد بتوجهاتكم
العلية. والمعتمد على دعواتكم المستجابة
وصل الى مكة زادها الله شرفا وتعظيما
مامونا عن جميع المخوفات سالما عن جميع
المكروهات اللهم الا الم فراقكم
الذي لا صبر على صبره الا كصبر المصبور
ولا مصابرة معه الا كمصابرة المغلوب
المقهور ؎

والله لو حلف العشاق انهم
قتلى من الحب يوم البين ما حنثوا

والى الله المشتكى وهو المستعان وهو
العالم بالاسرار والاعلان والمسئول
منكم الدعاء في الاوقات المرجوة وطلب
الخير في الواردات المهمة والحمد لله
اولا واخرا

المكتوب الرابع

تحيات اصولها ثابتة في ارض المحبة الخالصة

اور افراط کے ساتھ قدح سرائی میں مشغول ہونیوالا تھک جانیوالا ہے
وعلى نعت واصفيه يوصف — يفنى الزمان وفيه ما لم يوصف
وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے مکرم و
محترم اور بزرگ مولانا ہیں خدا تعالی ان کے بقائے دوام
کی وجہ سے دینی علوم کی زندگی ہیں مداومت کی روح ڈالے
اور ان کی رونق ہمیشہ قائم رکھے اور ان کے زمانہ کی ہمیشگی
کے سبب سے معارف حق کو سدا تر و تازہ رکھے اور اسکی تازگی
کی رونق کو دو بالا کرے۔ اسکے بعد گذارش ہے کہ آپ کی توجہات
عالیہ کا محتاج اور آپ کی مقبول دعاؤں پر بھروسہ کرنیوالا تمام
خطرناک مواقع سے محفوظ اور ناگوار چیزوں سے صحیح سالم مکہ معظمہ
میں پہنچا خدا اس کی شرف و عظمت کو بڑھائے خدا کا شکر ہے
کہ اسوقت مجھے کسی طرح کا خوف و اندیشہ اور رنج و اندوہ نہیں
ہے لیکن آپ کی مفارقت کا رنج اس درجہ ہے جسپر مجھے کسیطرح
صبر نہیں آتا مگر جیسے زنجیر میں بندھے ہوئے شخص یا قفس میں
پڑے ہوئے جانور کو صبر ہوتا ہے یا مغلوب و مقہور آدمی اپنے دلکو
تسلی دیتا ہے ؎

والله لو حلف العشاق انهم قتلى من الحب يوم البين ما حنثوا

یعنی اگر عشاق یہ بات پر قسم کھائیں کہ ہم محبت کی وجہ سے مفارقت
کے دن قتل کیے گئے ہیں تو واللہ وہ حانث نہ ہونگے میری شکایت
کا علاج خدا کے پاس ہے اور اسی سے مدد چاہتا ہوں وہی باطن
اور ظاہر کو جانتا ہے میں آپ سے مقبول اوقات میں دعا کا خواستگار
اور طالب خیر ہوں

چوتھا خط

وہ تحفے جن کی جڑ محبت خالصہ کی زمین میں قائم اور ثابت ہیں

چوتھا خط

وفروعها في السماء ودعواتٌ دعائمها
مستقرة في متن الرحمة الخالصة وسقوفها
على العُليا - يرفعها أحقر الخليقة ومن ليس
بشيء في الحقيقة الا الصقع المحفوف بالملائكة
الملتمسة للتسبيح والتحميد والجناب الموصوف
بلا يشقى جليسهم وان كان أوجب الطرد و
التبعيد دائرة مركزها عروة الوثقى لا انفصام
لها من تمسك بها هدي الى صراط مستقيم
ومعقله شامخ حبل لا انقطاع له من اعتصم
به اداه الى سنن السنن والمناهج القويم ۵

لا يبلغ الواصف المطري خصائصه
وان يكن سابقا في كل ما وصفا

شيخنا وقدوتنا وممدوحنا ومولانا الاكرم
الافخم الاجل الانجل ادامه الله تعالى
المجد بين برديه وخلده كهفا لمن لاذ به
واعتمد عليه - اما بعد فان المستمد
بتوجهاتكم المعتمد على دعواتكم
يشكر اليكم الله تعالى على نعم ظاهرة
وباطنة لا تحصى ويحمد اليكم الله على
عوارف لا تعد ولا حد لها ويرجو
ويسأل منكم الدعاء لمزيدها ولاستدامة
قديمها وجديدها - والسلام والاكرام

آسمان میں ہیں اور وہ دعائیں جنکے ستون رحمت خالصہ کے
گڑے میں گڑے ہوئے ہیں اور جنکی چھتیں غایت رفعت میں ہیں انہیں
احقر خلائق جو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہو اُس گوشہ میں پہنچاتا
ہے جسے فرشتے گھیرے ہوئے تسبیح وتحمید کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور
اُس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہو جس کا جلیس وہم صحبت بدبخت
نہیں ہوتا اگرچہ وہ اس قابل ہو کہ خداوندی رحمت سے دور
کردیا جائے ۔ اس کی جناب ایک ایسا دائرہ ہو جس کا مرکز
مضبوط کڑا ہے جو کہیں ٹوٹ نہیں سکتا جس نے اُسے
پکڑا سیدہی راہ پر لگ لیا اور اُس کی محفل ایک ایسی مستحکم
رسی ہو جو کبھی کٹ نہیں سکتی جس نے اُسے مضبوطی سے پکڑا
اُس کو اُس نے شارع عام اور سنت کے طریقہ پر پہنچا دیا ۵

لا يبلغ الواصف المطري خصائصه وان يكن سابقا في كل ما وصفا

یعنی مبالغہ کرنیوالا مداح اُس کی خصوصیتوں کو پا نہیں سکتا
اگرچہ وہ مدح سرائی میں سابق وممتاز ہی کیوں نہ ہو - وہ ہمارے
شیخ ہمارے پیشوا ہمارے ممدوح ہمارے محترم ومکرم بزرگ وافضل
مولانا ہیں خداتعالی صبح وشام اُن کی بزرگی میں ترقی دے
اور اُسے دائم وقائم رکھے اور اُن کی حفاظت اُس شخص
کیلئے ہمیشہ رکھے جو اُن کی ملازم صحبت رہی اور بھروسہ رکھے
اسکے بعد آپ کی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں پر بھروسہ
کرنیوالا رضا کی اُن ظاہری وباطنی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہی
جو شمار میں نہیں آسکتیں اور عوارف کے اُن بیتے چشموں پر
خدا کی تعریف کرتا ہو جن کا حصر نہیں ہوسکتا اب آپ سے مزید
نعمت اور قدیم وجدید منتوں کے ہمیشہ رہنے کی دعا چاہتا

المكتوب الخامس

من الشيخ عارف بالله - الى الشيخ ابراهيم المدني رحمهما الله تعالى لا زالت ذوارف العوارف هامية على بركة الانام خلف السادات الكرام القائم مقام الائمة الاعلام مولانا الشيخ ابراهيم ايده الله تعالى ابن شيخنا الاجل الانجل مولانا الشيخ ابي طاهر بن العارف قدوة الانام حجة الاسلام مولانا الشيخ ابراهيم الكردي المدني قدسنا الله تعالى باسرارهما - من الفقير ولي الله بن عبد الرحيم العمري الدهلوي عفا الله عنه سلام عليكم ورحمة الله وبركاته ان سألتم عن محبكم فانه بعافية في نفسه واهله وولده رطب اللسان بذكر ابائكم الكرام ويشكر نعماءهم ونشر علومهم وارجو من الله تعالى ان يحفظني ببركاتهم ويحيي ذكرهم في هذا البلاد بهذا العبد الضعيف واولاده واصحابه الله قريب مجيب واسأل منكم ان لا تنسونا في صالح دعواتكم بجاه النبي صلى الله عليه وسلم وقد كتبت اليكم قبل هذا مكاتيب كثيرة وما شرفتمونا بجواب ولا اكرمتمونا بسلام و

پانچوان خط

شیخ عارف باللہ مولنا ولی اللہ کا خط شیخ ابراہیم مدنی رحمہا اللہ کے نام

عوارف کے صاف وشفاف چشمے خلائق کے حوض یعنی سادۃ کرام کے فرزند رشید مولنا شیخ ابراہیم پر ہمیشہ گرتے رہین جو ائمہ اعلام کے قائم مقام اور ہمارے مکرم ومعزز مولنا شیخ ابو طاہر کے فرزند عارف باللہ حجۃ الاسلام قدوۃ الانام مولنا شیخ ابراہیم کردی مدنی کے پوتے ہین خدا تعالی ہمین ان کے اسرار کی بدولت پاک کرے فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری الدہلوی عفا اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر سلام اور خدا کی رحمت وبرکت ہو آپنے جو اپنے محب کی خیریت دریافت کی تھی سو خدا کا شکر ہے کہ وہ خود اور اس کی اہل واولاد خیریت سے ہے اور آپ کے آبا رکرام کے ذکر سے رطب اللسان ہے اُن کی نعمتون اور علمی اشاعتون کا شکر ادا کرتا ہے مجھے خدا سے اُمید ہے کہ وہ اُنکی برکات کی وجہ سے مجھے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ان بلاد مین اس ضعیف اور اس کی اولاد واصحاب کے سبب سے اُن کا ذکر زندہ رکھے مین تم سے درخواست کرتا ہون اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہون کہ اپنی نیک دعاؤن مین فراموش نہ کرین۔ اگرچہ مینے اس سے پیشتر بہت سے خطوط آپ کی خدمت مین روانہ کیے لیکن نہ تو آپنے جواب سے معزز فرمایا نہ سلام کتابت سے ممتاز کیا حالانکہ میرا خیال آپ کی نسبت ایسا نہ تھا اب مین بخلاف سابق کے التماس کرتا ہون کہ آپ اس رقیمہ کے حامل کی معرفت جواب تحریر کرکے ارسال کرین اور ان محترم مواضع سے ہر آنے

كتاب وما كان ذلك ظننا بكم وانسؤل الله
خلاف ما كان ان تكتبوا الجواب مع حامل رقيمتنا
هذه ومع كل حاج يجيئنا من تلك المواضع المشرفة
وتخبرونا عن سلامتكم وسلامة اولادكم واصحابكم والسلام

چھٹا خط شیخ وفد اللہ مکی کے نام

المكتوب السادس

من الشيخ العارف الى الشيخ وفد الله المالكي
المكي بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وصلى الله
على سيدنا محمد واله وسلم . من الفقير ولي الله
بن عبد الرحيم العمري الدهلوي عفي عنه سلام
عليكم ورحمة الله وبركاته اما بعد فالمامول
من مكارم اخلاقكم ان تدعوا لنا في مواضع
الاجابة واوقاتها لديننا ومعيشتنا واولادنا و
اصحابنا وقد اخبرني ولدكم الشيخ حسين انكم
اجتمعتم في صغركم بفريد عصره الشيخ محمد بن العلاء
البابلي قدس الله سره فاجازكم بما تصح له روايته
فان كان الامر كذلك فهو اسناد عالي جدا فالمرجو
من جنابكم ان يشرفونا بالاجازة مجملة ومفصلة
وتخبرونا باسانيدكم العالية وفوائدكم المنتخبة
ومسلسلاتكم المتصلة لعل الله يجمعني واياكم في
مقام صدق في زمرة اولياءه وحملة سنة رسوله صلعم السلام

ساتواں خط بعض دوستوں کے نام

المكتوب السابع

من الشيخ العارف بالله الى بعض اخوانه اخي ملازمة العلماء
غنم ومجالسة الاعاظم عزم الله الله في مواظبة طاعاته

واپ کے ہاتھ سرفراز نامہ بھیجیں اور اپنی اور اپنی اولاد و اصحاب
کی سلامتی سے مطلع کریں والسلام۔

چھٹا خط

شیخ عارف باللہ مولینا ولی اللہ کا خط شیخ وفد اللہ مالکی مکی کے نام
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کو سب تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار
محمد اور اُن کی آل پاک پر رحمت و سلام نازل فرمائے۔ فقیر ولی اللہ
بن عبد الرحیم العمری الدہلوی کی طرف سے تم پر سلام اور خدا کی رحمت
و برکات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے عام اخلاق و بزرگ عادات سے
اُمید ہے کہ ہمارے دین و معیشت اور اولاد و اصحاب کیلئے اپنے اجابت
کے اوقات و مواضع میں دعا کریں مجھے آپ کے فرزند شیخ حسین
سے معلوم ہوا ہے کہ آپنے کم سنی کے زمانہ میں فرید عصر شیخ محمد
بن العلا بابلی قدس اللہ سرہ سے ملاقات کی ہے اور انہوں نے
آپ کو اپنی تمام مرویات صحیحہ کی اجازت عنایت کی ہے اگر حقیقت
میں یہ واقعہ نفس الامری ہے تو وہ ایک نہایت ہی اعلےٰ درجہ کی
اسناد ہے مجھے آپ سے اُمید ہے کہ مجمل و مفصل اجازت سے اس فقیر کو
معزز و ممتاز کرینگے اور اپنی اسناد عالیہ اور فوائد منتخبہ اور مسلسلات
متصلہ سے اطلاع دینگے شاید خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو مقام صدق
میں اپنے اولیا کے زمرہ اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی سنت کے حاملین کے گروہ میں جمع کرے والسلام

ساتواں خط

شیخ عارف باللہ کا خط۔ بنام بعض دوستوں کے۔
برادر من! علما کی ملازمت بہت غنیمت ہے اور عقلا کی ہم نشینی
عزم و استقلال کی محرک ہے اللہ خدا تعالیٰ کی طاعات پر ہمیشگی بہت

والاهتمام بعباد الله اعلم ان الملأ
لا نورث الا حسرةً وان المفاكهة لا تخلف
الا قسوة اياك واضاعة اوقات في
الدعة والبطالات والا م تنكص على
عقبيك ولا تهتم بما بين يديك احسن
الناس من اذا سمع دعى وحقق ما ادّعى
والسلام۔

المكتوب الثامن

من الشيخ عارف بالله الى بعض خلانه
ان الزمان قد تغيّر وان المشرب قد تكدّر
وليس كل تزيّا تزيّن المسلمين مسلما و
ليس كل ما يدعيه الانسان لنفسه مسلّما
فاياك وخمسة من الناس فانهم في الحقيقة
بمنزلة النسناس **صوفي** شاطح يحتال
لرفع التكليف ولا يقف في مجاري امره
عند التوقيف و**معقولي** مجادل
ينشر فتنة الشكوك والاوهام ولا ينقاد
بقياد العز بن العلام و**فقيه** مخترع
يستطيب الريح على اقي ال الميتة ولا
يتبع ما اوضحه النبي صلى الله عليه وسلم لامته
و**زاهد** متقشف يتشدد في دينه كان
الترخص ليس في خزينه و**غني** طاغ يتكلف

کیاب ہے اور اس کی عبادات کے اہتمام سے اکثر طلقے خالی ہیں
واضح ہو کہ کھیل کود میں مصروف رہنا بجز حسرت کے اور کچھ بھی پیدا
نہیں کرتا اور ناخوش کلامی سخت دلی پیدا کرتی ہے تمہاری راحت وتن آسانی
اور باطل کاموں میں اپنے اوقات ضائع کرو اپنی ایڑیوں ان حضرت اور
انبیا سان باتوں سے بچاؤ جو انجام کار تمہاری طرف عود کرنیوالی
ہیں اور جو چیزیں فی الحال تمہاری پیش نظر ہیں ان میں زیادہ اہتمام
نہ کرو تمام لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سنکر یاد رکھے اور اپنے
دعوے کو ثابت کرے والسلام۔

آٹھواں خط

شیخ عارف باللہ کیطرف سے بعض دوستوں کو
زمانہ کا رنگ بالکل بدل گیا ہے اور مذہب کا چشمہ نہایت مکدر ہو گیا
ہے اور ہر پوشش جو مسلمانوں کو زینت ورونق دیتی ہے حقیقت
میں اسلامی نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کی انسان اپنے لئے خواہش
کرتا ہے کبھی اسپر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم پانچ طرح کے لوگوں سے
اپنے تئیں بچاؤ جو حقیقت میں النسناس کے منزلہ میں ہیں ایک
بیجا صوفی سے جو رفع تکلیف کے لیئے حیلہ کرتا اور اپنے مجاری
امور میں توقف نہیں کرتا دوسرا جھگڑالو معقولی جو شکوک واوہام
کے فتنے پھیلاتا اور رضا کا منقاد ومطیع نہیں ہوتا ہے تیسرا شیخی خورا
فقیہ جو مردہ اقوال پر خوش ہوتا اور جسکی نبی صلعم نے اپنی امت کیلئے
توضیح کی ہے اس کی پیروی نہیں کرتا چوتھا خشک زاہد جو دین میں
اس درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے کہ گویا اسے کسی بارہ میں اجازت
ہی حاصل نہیں پانچواں سرکش مالدار جو تکلف وبناوٹ کے ساتھ
جبیوں کی ہیئت اختیار کرتا اور ان کے ہم نوالہ ہم پیالہ ہونیکو

آٹھواں خط

نزی الاعاجم ویتداخل فی مضاربہ للحاجم فی السلام

المکتوب التاسع

من الشیخ العارف الشیخ ولی اللہ قدس سرہ الی الشیخ محمد عاشق رحمہ ربہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ المنعم المفضل المکرم المتعال علی جمیع نعمہ ومن جملتہا سلامتکم ادام اللہ تعالے عافیتکم ورزقکم ما تمنیتم من فضلہ بل ما لم یخطر علی قلب بشر وما ذلک علی اللہ بعزیز وصل المکتوب بعد مدۃ ملیۃ ونحن معکم انشاء اللہ حیث کنتم وقد قدر اللہ تعالیٰ فی ہذہ الایام ان نحرر

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

ببسط لائق بالمقام وقد تمت منہ خمسۃ کراریس والتقدیر ان یکون قریبا من عشرۃ کراریس وقد من اللہ تعالیٰ بجمع الھمۃ علی تحریرہ والھم علوما مناسبۃ نسأل من اللہ تعالے الاہتمام علی ہذا النہج ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد وصل الولد العزیز عبد الرحمن مع اولادہ بالخیر والعافیۃ وقد تلقیناھم تلقیا حسنا وقرأ علی من کتاب الفوز الکبیر شیئا وعسی ان یقرأ علی ہذا النمط حتی یختم انشاء اللہ تعالے والسلام

المکتوب العاشر

من الشیخ الاستاذ العارف

دوست رکھتا ہے۔ والسلام

نوان خط

شیخ عارف جناب شیخ ولی اللہ کی طرف سے شیخ محمد عاشق صاحب کو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اُس منعم خدا کو تعریف ہی جو فضل و کرامت کا مالک اور اپنی تمام نعمتوں پر بزرگ ہے منجملہ اُن نعمتوں کے ایک آپ کی سلامتی ہے خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے اور تمہاری آرزو بھی اپنے فضل سے برلاوے بلکہ اُن چیزوں پر کامیاب کرے جن کا خطرہ بھی کسی آدمی کے دل پر نہ ہوتا ہو اور یہ خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہین ہے ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کا خط آیا اور اگرچہ بظاہر ہم تم سے دور ہین لیکن حقیقت مین ہر جگہ تمہارے ساتھ ہین ہم ان دنون مین خدا کی تقدیر سے رسالہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ایک ایسے بسط کے ساتھ لکھ رہے ہین جو اُسکے مناسب ہے گو اُس کا اندازہ دس جزو کے قریب کیا گیا ہی لیکن ابتک پانچ جزو کی تکمیل ہوئی ہے خدا کا احسان ہی کہ اُس نے اس رسالہ کی تحریر پر ہماری ہمت جمع کی اور اُسکے مناسب علوم الہام کیے ہم خدا تعالیٰ سے التماس کرتے ہین کہ جس طرز روش سے یہ شروع ہوا ہے اُسی پر اس کا خاتمہ ہوا اور ہمین بجز خدا کی مدد کے گناہ و لغزش سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت نہین ہے مگر آنکہ فرزند رشید عبد الرحمن مع اولاد کے بخیر و عافیت پہنچے اور ہم نے اُن سے بہت اچھی طرح ملاقات کی وہ آجکل ہم سے فوز الکبیر پڑھ رہے ہین کچھ حصہ تو پڑھ چکے ہین اور باقی کی نسبت اُمید ہے کہ اسی طرز کے ساتھ پڑھ کر ختم کرین انشاء اللہ تعالے والسلام

شیخ اُستاد عارف باللہ شیخ ولی اللہ کا خط فاضل علامہ محمد وہم

نواں خط

دسواں خط

باسم الشیخ ولی الله الی الفاضل العلامة
المخدوم معین الملة والدین السندی طاب ثراه
احسن الله الی اخینا المکرم المعظم مخدومنا
المبجل جامع الکمالات سباق الغایات جعله
کاسمه معینا للسنة والدین امینا علی خزائن
علم الیقین وعین الیقین اما بعد فالفقیر
ولی الله عفی عنه یسلم علیکم ویدعو الله
لکم فی الاوقات المرجوة وقد استشرتمونی
فی الانتقال الی بندر سورة ثم الانتقال منه
الی موضع اخر فانی لا اعدل بحج بیت الله العظیم
وزیارة نبیه الکریم علیه الصلوة والتسلیم
شیئا فان اتفق الخروج من الوطن بسبب من
الاسباب فلا ینبغی ان یقصد الا هذان وقد
اخبرتمونی عن قلة الزاد فعلی الله توکلوا وبه
ثقوا والیه فوضوا الامر ولا تخش من ذی
العرش اقلالا واما عزم ترک الرجوع الی الوطن
فلا تستبین ابدا حتی یشرح الله صدرکم او صدر
رجل لاجلکم والحمد لله اولا
واخرا +

معین الدین سندی کے نام۔

خداتعالی ہمارے مکرم ومعظم اور ہمارے محترم وبزرگ مخدوم پر اپنی نگاہ کرم رکھے جو تمام کمالات کو جامع اور غایات مین سب سے آگے نکل جانے والا ہے اور جیسا کہ اس کا نام ہے سنت ودین کا معین ومددگار اور علم یقین وعین یقین کے خزانون پر امین مقرر کرے۔ اسکے بعد فقیر ولی اللہ عفا اللہ عنہ تمہین سلام پہنچاتا اور اوقات مقبولہ مین تمہارے لیئے دعا کرتا ہے۔ تم نے جو مجھ سے سورت کے بندر اور پھر وہان سے کسی اور مقام پر سفر کرجانے کی بابت مشورہ لیا ہے تو گذارش یہ ہے کہ مین حج بیت اللہ اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت کے قصد سے کبھی باز نہین رکھ سکتا کیونکہ اگر کسی وجہ سے وطن سے نکلنے کا اتفاق ہوجائے تو پھر ان دونون متبرک مقامات کے علاوہ اور کہین کا قصد کرنا لائق نہین ہے اور تم نے جو قلت خرچ اور کمی زاد کی نسبت لکھا ہے تو خدا پر بھروسہ کرو اور اپنی تمام مہمات کی باگ اسکے ید قدرت مین دیدو۔ اور جملہ کام اسے سونپ دو جو کچھ پاس رکھتے ہو خرچ کر ڈالو۔ اور مال کے تھڑ جانے کا اندیشہ نہ کرو۔ وطن کی طرف مراجعت نہ کرنے پر جو تم نے عزم بالجزم کرلیا اس پر اصرار وہٹ نہ کرو حتی کہ خدا تعالی تمہارا یا تمہارے لیئے کسی اور شخص کا سینہ کھولدے۔ اول وآخر خدا کا شکر ہے۔

معزز ناظرین! شاہ صاحب کے مکاتیب وخطوط کا جس قدر مجھے انتخاب کرنا تھا کرچکا اب مین صرف آپکا ایک وہ خط اور نقل کرتا ہون جو آپنے فاضل اجل مولنا عبدالقادر جونپوری کے جواب مین وحدت وجود کی بحث مین لکھا تھا اس خط کے نقل کرنے سے علاوہ ادب وانشا اور زور تقریر اور شیوا بیانی کے ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ آپ کو تصوفی تحقیقات مین کس درجہ کا اقتدار تھا اور اس خاص علم کو آپنے کس عروج پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ شاہ صاحب کے

اس علمی تبحر اور پرزور تحریر کا اندازہ کرنا بغیر اسکے کہ مولنا عبدالقادر کا خط بجنسہ نقل کیا جائے بہت مشکل ہے لہذا مین اول مولنا موصوف کا خط نقل کرتا ہون اور اسکے بعد شاہ صاحب کا جواب درج کرونگا۔ یہ دونون خطوط ادبی ہونیکے علاوہ ایک ایسے خاص مسئلے سے تعلق رکھتے ہین جسکے مذاق سے بہت کم لوگ واقف ہین اس لیئے انکا ترجمہ کرنا اون کو تکلف سے خالی نہین اور اگر ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس ہے کہ پڑہنے والے فائدہ نہین اٹھا سکتے چنانچہ مین دونون خطوط بجنسہ نقل کرکے اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔

جامع الفضائل کریم الشمائل مولنا عبدالقادر جونپوری کا خط بنام عارف باللہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب

قاضی جونپوری کا خط شاہ صاحبکے نام

من الفقیر الفاقر محمد عبد القادر الی النقی اللقی ولی اللہ العلی۔ یا من لعل بہ سیرا یبلغہ + دار الخلافۃ بلنہ حیث تاتیہا + منی السلام ما زال مبتغیا + من المشوق الی نفس یوالیہا + الی مقیم بہا قد زادہا شرفا + ورفعۃ حین یدعی من اہالیہا + ذلک الولی الرضی العالم العلم + المحی المکارم بادیہا وخافیہا + اشتاقہ اذنی والعین فاقرعن لطول ثانیۃ اوکتب داعیہا + علی یبلغنک الشوق مفترنا + بہمۃ منات تا تبنی دواعیہا + من العبد الذنوب الغیر المعلوم والمذکور الفقیر الفاقر محمد عبد القادر بعض من خمر من تربتہ جونفو رماء ہا وخمر سبعا وعشرین حجۃ بما تہا وہوائہا الی ذلک الامام الہمام لحبر العلام النقی اللقی ولی اللہ العلی طوّل اللہ سبحانہ تعالی بقاءہ وعجل لی لقاءہ اما بعد الہدیۃ الزکیۃ السلام والتحیۃ والآداب المرضیۃ فان التوادد بین الاحاد والتعارف بین الافراد لا ینبغی ان یحصر فی المشاہدۃ بالاعین او ان تقتصر علی المکالمۃ بالالسن کیف وقد حشا الاحشا وری فی ما بین الاعضا ما قد قرع الاسماع منکم من المکارم والمحاسن وبلغ الآذان من محامد الظاہر والباطن حتی احب ان یکون منی قبل ان انال برکۃ الملاقات۔ وافوز بسعادۃ الموافات شیٔ من المکاتبۃ والمراسلۃ التی قد تعد نوعا من المواصلۃ ولعل ذلک قد یکون سببا للانجذاب واللہ سبحانہ مسبب الاسباب ثم انہ مع کثرۃ ما یتشوقنی والی من ہاجر الیکم یسوفنی انما یعوق عن ذلک ما یذوق المرء من تطاول المنازل فی تباعد المراحل ولعلی اذا شاء اللہ سبحانہ وہیأ الاسباب ارکب عاریب مطیۃ الاغتراب واطلب برکۃ الوصال والصحاب ولا اقتصر الان علی ہذا القدر واتبعہ بسوال ما لا زال یجالج الصدر فاقول **اما التوحید** المتعلق بوجوب الوجوب بمعنی ان الوجوب بالذات مختص بذات واحد لا یمکن ان یکون محمولا علی اثنین وان یکون الحقیقۃ الواجبیۃ مشترکۃ بین فردین والمتعلق بالفعل

والتاثر بمعنی انه المؤثر فی الوجود الاعم من ان یکون بغیر واسطة او بها فان ذلک لیس من توحید المؤثر فی شیٔ بل بمعنی انه لا مؤثر فی الوجود الا هو فیتعلق بکل ارادته وقدرته علی موجب علمه وحکمته بیده ازمة الاشیاء ولا یجری فی ملکه الا ما یشاء وانما غیره مما له مدخل فی وجود الشیٔ مما ینضم فی سلک القوابل والشرائط من غیر ان یفیض منه وجود ویصدر منه فعل وکذا التعلق بالذات بمعنی ان ذوات الممکنات بجذافیرها وذرات المجعولات بنقیرها وقطمیرها هالکة فی شبح جوهرها باطلة فی حد انفسها فلولا فیض الواجب (ای تقلیلها وتکثیرها ۱۲) جلّ شانه لم یکن هناک (ای تکلیلها ۱۲) ذات ولم یعقل ماهیة وانما تقررها وتصدرها وصلوحها المحکوم علیها وبها بالنظر الی تلک الذات الواجبة المنبث فیضها الممتد ظلها الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا کل ذلک امر معقول مصدق به ومقبول واما ما یرمز به العارفون ویترنم به المکاشفون فهل للعقل الیه سبیل او یمکن ان یدل علیه دلیل وهل یقول من قال ان الله تعالی هو الوجود المطلق وانما ظهر الاشیاء وهو عینها مفهوم معقول او انه طور وراء طور العقل ثم ماذا یعنی قول من یزعم انه طور وراء طور العقل او لیس للعقل احکام صادقة وقضایا حقة لا یمکن ان یتبدل ولا یتصور ولا ان یتزلزل ام للعقل واحکامه حد معین اذا جاوزناه فلیس له هناک حکم سبحان الله کیف یصدق بمثل هذا اذ لولا للعقل احکام مضبوطة غیر ممکنة التبدل ولا جائزة التزلزل لما قامت السموات والارضون وقد رجم هذا القول الی مثل ما یقول العمی الصم من السوفسطائیة الدون فالمطلوب (عطف) منک ایها الباقی من آثار السلف والمرجو من لدیک ایها الراقی کل شرف ان توطن نفسی (مبتدا ۱۲) وتسکن قلبی عما هو فیه من هذه المسئلة من القلق البالغ والحقق السائغ بالخبر (ای اعدد ۱۲) المنقح (خبر المبتدا ۱۲) فی ذلک المحقق لدی بالک فلعلی انتفع وقلبی تنتفع ویجتمع ولعلک توجر وتجزی وعند الله الآخرة والاولی ثم انه ان اکرمتنی بکتابک وبلغتنی الاذن فی جنابک فلعلی اجرأ علی ارسال العرائض والاستفادة من عندک ما یفیض الفائض بقیت طویلاً واوتیت جزیلاً والسلام۔ امام ہمام حبر علامہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا خط مولانا محمد عبد القادر جونپوری کے جواب میں

شاہ ولی اللہ صاحب جواب

اهلاً الملفوفة اهدت معالمها ✦ تهدی الی الشیٔ من نوت تاتیها ✦ جرامهة علویة قضت ✦ کل المقاصد دانیها وقاصیها ✦ فلا یغادر علما غیر مکتسب ✦ ولا فضائل الا وهو حاویها ✦ من جو نفوس اذ هبت ریاح رضی منها تعطرت الدنیا وما فیها ✦ من الفقیر الی رحمة الله الکریم احمد المدعو بولی الله بن عبد الرحیم

الی جامع الفضائل کریم الشمائل مولٰنا عبد القادر لازال مطلع ثنا به فی الباطن والظاهر اما بعد فقد وصل الی مکتوبکم الشریف الدال علی مخبرکم المنیف یعرض علی مسئلة حارت فی بوادیها الافکار وتقاعست دونها الانظار وکیف لی بجوابها فی ورقة او حلها فی کلمة لکنی اذکر نکتة قولکم فی تقریر المعنی الثالث للوحدة

ان ذوات الممکنات بجمیع افرادها وذرات المجعولات بنقیرها وقطمیرها هالکة فی شیئ جوهرها باطلة فی حد

نفسها فلولا فیض الواجب لم یبرز هنالک ذات ولم یعقل ماهیة وانما تقررها وتحصلها وصلوحها للحکم علیها وبها بالنظر الی الذات المنیف فیض المیمنة ظلها انتہی هو بعینه معنی وحدة الوجود عند المحققین من اهل المعرفة والشهود غیر ان الناس لهم فی السنة شتی بعضها من قبیل التجوز والمسامحة وبعضها من قبیل التحقیق والمفاتحة عباراتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر فهذا الفیض الوحدانی بالذات المتکثر باعتبار القوابل یسمی بالفیض الاقدس من جهة صور الماهیات وبالفیض المقدس من جهة وجود العقلیات ولوازم الوجود الخارجیة … فانه هو الوجود المطلق لا بمعنی المطلق الامر المنتزع عن الافراد کما یقرره المتکلم فی الکلیات ولا الموجود فی ضمن الافراد ولا باستقلال کما زعم الحکیم ولکن امر هو متحقق فی نفسه متعین بذاته استوت نسبته الی الممکنات … والعقل مفتقر الی … علی تعبیر احدهما النفس الناطقة وکل مغز فانما هی قائمة بالنفس حاصلة لها وثانیهما قواعد اسسها قوم مشتغلون بالعلوم العقلیة و … فاتت تلک القواعد بعد فان الحالة الراهنة لا اکثر من هذا وعسی ان یکون بعد ملاقاتکم والمرجو من مکارم اخلاقکم ان تنسونا من صالح دعواتکم ولا من لطیف مکاتباتکم فانکم … من الاستحسان والعبرة بما … لا بمقال التراب احسن الله تعالی الیکم وافاض نعمته علیکم والسلام

بالغ اور غائر نظریں ان دونوں خطوں کو موازنہ کر کے بخوبی اندازہ کر سکتی ہیں کہ ہمارے مولنٰا ممدوح کا خط کس درجہ فصاحت و بلاغت سے لبریز ہے اور فصاحت و بلاغت سے قطع نظر کر کے کتنا مطلب خیز ہے باوجود اس اختصار کے ایک ایسا اہم اور پیچیدہ مسئلہ جس کے حل کرنے کیلئے چند اجزا بھی کافی نہیں ہو سکتے تھے آپ نے کس سہولت اور آسانی کے ساتھ پانی کر دیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس درجہ کا تبحر اور کمال اس فن خاص میں آپکو حاصل تھا اس کی نظیر کہیں مل نہیں سکتی۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایک ایسا دقیق اور پیچیدہ مسئلہ ہے کہ اگر اس پر کوئی اور شخص بحث کرتا تو اُسے چند اجزا سیاہ کرنے پڑتے اور پھر بھی شاید صاف طور پر مطلب واضح نہ ہوتا یہ حقیقت میں شاہ صاحب کا اعجاز ہے کہ آپ نے اس طولانی اور غیر محدود بحث کو چند چھوٹے چھوٹے جملوں میں اس طرح ادا کر دیا کہ گویا کوئی بڑا کام ہی نہ تھا طرفہ یہ کہ جو جملہ آپ کی قلم سے نکل رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سانچے میں ڈھل کر نکل رہا ہے ہر فقرہ تصوفی تحقیقات سے بھرا ہوا الفاظ کی بندش اور عبارت کی چستی سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسیقدر مطالب کی خوبی سے آپکی

شان ظاہر ہوتی ہے

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض تصنیفات

شاہ صاحب کی تصانیف

جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات جو زمانہ کی ضرورتین رفع کرنے کیلئے نہایت ہی دلچسپ اور عمدہ پیرایہ مین خاص خاص موقعون پر لکھی گئی ہین وہ آپ کی بے نظیر اور مخصوص یادگار ہین کسیکا یہ قول بہت درست ہے۔" ہر کسے را بہر کارے ساختند" فطرت نے جناب شاہ صاحب کو اسلیئے پیدا کیا تھا کہ آپ زبان وقلم دونون سے دینی علوم کی اشاعت کرین اور اُن بنی نوع کی اصلاح مین نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کرین جو ایک زمانہ دراز سے شرک و بدعت اور پیر پرستی اور مادہ تقلید کے تیرہ و تاریک گڑھے مین پڑی ہوئی تھی۔ آپ کی لائف بغور دیکھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ بچپن سے وقت وفات تک دینی علوم کے رواج دینے اور قرآن وحدیث کے پھیلانے مین جس شخص کی زندگی صرف ہوئی اور جسکی قسمت مین روز ازل سے یہ شرف مقدر ہو چکا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے فرزند رشید اور مشہور شہید شیخ وجیہ الدین صاحب کے پوتے تھے ہوش سنبھالتے ہی جس خیال نے آپکو چارون طرف سے آگھیرا تھا اور جس کی دُھن مین آپنے اپنی تمام عمر گذاری تھی وہ یہ ہی دینی علوم کی اشاعت کا خیال تھا۔ قدرت نے پہلے ہی روز سے ترویج علوم اور تالیف وتصنیف کا مقدس ومعزز منصب آپکے نامزد کر دیا تھا جسے آپنے نہایت خوبی سے نبھایا اور بڑی دلسوزی کے ساتھ اُسکا انجام دیا۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کثیر ہین اور اُن کے مطالب ومقاصد نہایت مفید ودلچسپ ہین لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ باوجود تحقیقات کے چند مشہور کتابون کے علاوہ اور کسی کا پتہ نہین چلتا تاہم جو کتابین اسوقت تک ہمین دستیاب ہوئین اور جنھون نے ہندوستان وعرب دونون مین ایک عجیب مذاق علمی پھیلا رکھا ہے ذیل کے نقشہ مین ہین جنسے اُن کے مقاصد ومطالب کی مختصر کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے ہم یہان ایک فاضل مورخ کا وہ مختصر ریمارک جو اس نے شاہ صاحب کی تصانیف پر کیا ہے نقل کر کے ان مشہور کتابون کا نقشہ دیتا ہون جو اس وقت میری پیش نظر ہین۔ وہ لکھتا ہے کہ "جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنون مین کتابین تصنیف کی ہین جو زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بکی سب مفید اور منفعت بخش ہین اور بعض ان مین ایسی بینظیر اور عدیم المثال کتابین ہین جنکے وجود سے زمانہ ابتک خالی ہی اور جنکی موجودہ زمانہ مین سخت ضرورت ہے"

نمبر شمار	نام کتاب	اس کتاب کی زبان	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱	ترجمہ قرآن مجید موسوم بہ فتح الرحمن	فارسی	متعلق قرآن مجید	یہ قرآن مجید کا ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے جو ایک عجیب و غریب زمانہ مین لکھا گیا ہے ابتک قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا صرف عربی تفاسیر پر منحصر تہا جسے علما اپنا ہی حصہ سمجھے بیٹھے تھے اور عوام لوگ کلام آلہی کا منشا اور فطرۃ اللہ کا مفہوم سمجھنے سے محض محروم و بے نصیب تھے۔ عموماً مسلمان رمضان مین یا معمولی تلاوتون مین بالکل طوطے کیطرح سے قرآن پڑہتے تھے اور معنی نہ جاننے کیوجہ سے خداوندی احکام اور آسمانی قوانین سے محض نابلد تھے ایسے وقت مین جناب شاہ صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ کی سخت ضرورت سمجھی اور اُس کا ترجمہ فارسی مین کیا اور لفظون کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگون کو کلام آلہی سمجھنا بہت آسان ہو گیا قطع نظر اسکے مطالب کی توضیح کیلئے جابجا نہایت مختصر فوائد چڑھائے بڑے بڑے معرکۃ الارا مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ مین اس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کیے ہین اور انہین ایسا صاف اور پانی کر دیا ہے جس سے نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے اور زیادہ حیرت یون ہوتی ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر عربی تفاسیر مین دیکھی جاتی ہے تو باوجودیکہ وہ اسکے متعلق ایک نہایت طولانی بحث کرتے اور صفحات کے صفحات سیاہ کر جاتے ہین مگر پھر بھی ویسا صاف مطلب نہین کھلتا جیسا شاہ صاحب کے معدود لفظون سے کھلتا ہے۔ باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ ہو گئی ہے اور زمانہ مین علوم و فنون بالخصوص ترجمے کی اشاعت کا دریا بڑے زور شور سے لہرین مار رہا ہے لیکن اس ترجمہ پر آجتک کبھی کسی کو

نمبر	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن کو متعلق ہے	مختصر کیفیت
				دم مارنے کی طاقت نہین ہوئی اور جس طرح خود قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے اسی طرح یہ ترجمہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک بہت بڑی معجز نما کرامت ہے اور جس طرح قرآن مجید جیسی ایک آیت بنا لانے کی کوئی شخص طاقت نہین رکھتا اسیطرح اس ترجمہ کی برابری کا کوئی دعویدار نہین ہو سکتا اور اگر بفرض محال دعوے کرے بھی تو اسکا یہ دعوے چل نہین سکتا۔ ہندوستان مین اسوقت فلسفہ او معقول کی بڑی گرم بازاری تھی اور قرآن و حدیث کا چرچا نہایت دھیما تھا عام و خاص پیر پرستی کی پیچ در پیچ بھول بھلیون مین حیران و سرگردان تھے اسلام شرک مین گھی کھچڑی ہو رہا تھا اور مسلمان صدہا قسم کے توہمات مین گرفتار تھے شرک و بدعت کا ایک عظیم الشان اور طوفان خیز سمندر چارون طرف بہ رہا تھا جس کی خوفناک موجین اور دہشت انگیز لہرین اسلام کی بنیادون کو کھوکھلا کر رہی تہین اسوقت اس خدا کے برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ کرکے شرک و بدعت کی عمارت کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ پھینکا اور قرآن و حدیث کی اشاعت مین اسدرجہ کوشش کی کہ ہوا کا رخ ادھر سے ادھر پلٹ رہا تھا حقیقت مین اگر قرآن مجید کا ترجمہ اس حادثہ زا زمانہ مین نہ ہوتا تو مسلمانون کی معاشرانہ زندگی مین جو اصلاح ہوئی ہے کبھی نہ ہوتی اور معلوم نہین کہ مسلمانون کو کن کن سختیون اور مصیبتون کا سامنا کرنا پڑتا ان پر مصائب و آفات کے کسقدر لشکر ٹوٹتے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اور کیا کیا غضب الٰہی نازل ہوتے ، اس وقت ہندوستان میں جہانتک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک و بدعت سے صاف اور نکھرا ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمہ کا صدقہ ہے ۵ این کار از تو آید و مردان چنین کنند ہندوستانی مسلمانون پر شاہ صاحب کا یہ احسان اس قدر گرانبار ہے جس سے وہ گردن اُٹھا نہین سکتے لیکن افسوس اور سخت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اس احسان کا آجتک کوئی مناسب شکریہ ادا نہین کیا یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور مین تحریر ہوکر ہزارون دفعہ ہندوستان کے مختلف مطابع اور متعدد پریسون مین چھپ چکا ہے اور اس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درون تک برابر پھیلی ہوئی ہے اسوقت تک اس کی اشاعت اسّی نوّے لاکھ کے قریب ہو چکی ہے اور روز بروز ہوتی جاتی ہے اشاعت کی موجودہ تعداد سے اس کی قبولیت عام کا پورا پورا اندازہ ہوسکتا اور صاف واضح ہوتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا اسے نگاہ قبول سے دیکھ چکی ہے اور موجودہ علماء و فضلاء کی قبولیت کی نظرین برابر پڑ رہی ہین ۔
۲	الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	فارسی مین	متعلق قرآن مجید و تفسیر	یہ ایک بہت ہی چھوٹا سا رسالہ ہے جو اصول تفسیر مین لکھا گیا ہے لیکن باوجود اس قلیل الحجم ہونے کے اسدرجہ مطالب خیز ہے جس کے دیکھنے سے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اصول تفسیر کے عمیق اور گہرے دریا کو اس مختصر کوزے مین کس طرح بند کیا گیا ہے ۔ اصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث جو بڑی بڑی

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتب اُردو تراجم افضل المطابع سے بہت ہی مناسب قیمت پر مل سکتی ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس علم سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کتابون سے بمشکل حل ہو سکتے تھے شاہ صاحب نے ایسی مختصر اور سہل عبارت مین طے کر دیئے ہین جس سے کم استعداد طلبہ بھی خاطر خواہ متمتع ہو سکتے اور معتد بہ فائدہ اٹھا سکتے ہین عبارت کی عمدگی اور مطالب کی دلچسپی پر مولف کو جتنا بھی ناز ہو کسی طرح نازیبا نہین ہے جس مقام سے کتاب کو اٹھا کر دیکھا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کا ایک دریا امڈا چلا آتا ہے ہر ہر فقرہ سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسی قدر مطالب سے مولف کی شان ٹپکتی ہے سچ پوچھیئے تو اس مختصر رسالہ نے بڑے بڑے تفاسیر کے دیکھنے اور برسون کے مطالعہ کرنے سے شایقین کو مستغنی کر دیا ہے۔
۳	فتح الخبیر	عربی مین	قرآن و تفسیر سے متعلق ہے	یہ رسالہ عربی زبان مین نہایت لاجواب اور اعلے درجہ کا لکھا گیا ہے قرآن مجید کے مشکل و غریب لغات سہل اور متعارفہ الفاظ مین حل کیئے گیے ہین اور جابجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مشہور احادیث اور صحابہ کرام کے مستند اقوال سے کی گئی ہے یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والے کو نہایت زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ بآسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھنے پر حاوی ہو جاتا ہے۔
۴	مصفیٰ شرح موطا	فارسی مین	متعلق حدیث	موطا حدیث کی ایک مختصر مگر نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ[1] نے ہجرت کی دوسری صدی مین تصنیف کیا ہے جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکی ایسی عمدہ شرح لکھی ہے جس سے اصل کتاب کی رونق دوبالا ہو گئی ہے حدیث کی تحقیقات

[1] امام مالک انس کے صاحبزادے اور مالک بن ابی عامر اصبحی کے پوتے ہین ابو عامر اصبحی انکے جد امجد ایک بزرگ (تفصیل صفحہ [illegible]) پیدا ہوے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اس تبحر ولیاقت سے کی ہے جس سے آپ کا مجتہدانہ کمال صاف نمایاں ہوتا ہے جو لوگ اس شرح کو ایک دفعہ بنظر غور اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں پہر اُنہیں احادیث کی تحقیقات میں زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث وفقہ پر کس درجہ عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا۔

(بقیہ صفحہ ۲۹۹) مشہور وجلیل القدر صحابی ہیں جو جنگ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے۔ امام مالک سنہ ۹۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور نو سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی ذہن وحافظہ اور علمی مذاق خدا نے پہلے ہی سے عطا کیا تھا جسنے ان کثیر التعداد شیوخ کی صحبت نے اور بہی چمکا دیا تہا باوجود اس فضل وکمال اور قابل تعریف لیاقت کے آپنے اُسوقت تک فتوی لکھنے کیلئے قلم نہیں اُٹھایا جبتک ستر ائمہ وقت اور مجتہدین عصر نے اس امر کی شہادت نہیں دی کہ وہ افتا کے لائق ہیں۔ آپنے اپنے ہاتھ سے پوری ایک لاکھ حدیثیں نقل کیں اور سترہ سال کی عمر میں درس حدیث شروع کیا جب آپ حدیث پڑھانے بیٹھتے تو غسل کرکے کپڑون میں خوشبو ملتے اور نئی پوشاک پہنکر نہایت خشوع وخضوع اور وقار وعظمت سے بیٹھتے۔ سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ خدا تعالی مالک پر رحم کرے جو حدیث کے راویون کی انتہا سے زیادہ جانچ پڑتال کیا کرتے اور بجز ثقہ اور محتاط لوگون کے اور کسی سے روایت حدیث نہیں کرتے تہے۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ میں صحت حدیث میں امام مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ حدیث وسنت کے امام اور علم الرجال کے سوجہ ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ کے اگر دیگر فضائل اور خصوصیتون سے قطع نظر کیجائے تو آپ کی فضیلت کیلئے صرف ایک یہی بات کافی ووافی ہے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر مجتہد آپکی شاگردی پر فخر کیا کرتے تہے اور کہا کرتے امام مالک عالمون کی فہرست میں ایسے ہیں جیسے جھلملاتے ہوئے ستارون میں چودھوین رات کا چاند اور ٹمٹماتے ہوئے چراغون میں برقی قوت کی مشعل مجہپر علم کے بارہ میں امام مالک سے بڑھکر اور کسی کا احسان نہیں ہے۔ امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد تھے اسیطرح امام اعظم کے شاگرد رشید جنکا نام احمد تہا یہ بہی امام مالک ہی کے شاگرد تہے سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش وجستجو میں سفر کرینگے اور مدینہ کے ایک عالم سے کسی کو زیادہ جاننے والا نہ پائینگے اس سے امام مالک ہی مراد ہیں۔ امام [illegible] جب امام مالک کا ذکر کرتے تو فرمایا کرتے کہ وہ علمائے عالم اور اہل مدینہ کے فاضل اور حرمین شریفین کے مفتی ہیں۔ ابن عیینہ کو جب امام مالک کے انتقال کی خبر پہنچی تو رو کر فرمایا افسوس اُنہون نے اپنی مثل زمین پر نہیں چھوڑا اور یہ بہی فرمایا کہ امام مالک اپنے زمانہ کی حجت اور اُمت کے چراغ تہے جسوقت امام مالک نے موطا کو مرتب کیا تو اُسوقت لوگون کے پاس بجز قرآن مجید کے اور کوئی کتاب نہ تہی گویا احادیث کی جمع وتالیف کے سلسلہ میں موطا کا سب سے پہلا نمبر ہے موطا کا یہ نام اسلیئے مقرر ہوا کہ امام مالک نے جب اسے مرتب کرکے بڑے بڑے مشہور ستر فقیہون پر پیش کیا تو سب نے اسکے ساتہ موافقت کی اور کسی کو اختلاف کی گنجایش نہیں رہی۔

موطا کی نسبت علمائے متقدمین نے جو مختلفہ الفاظ میں ریمارک کئے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس نیلگون آسمان کے نیچے باستثنا کتاب اللہ کوئی کتاب امام مالک کے موطا سے زیادہ صحیح نہیں ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ موطا اصل اول ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی الغرض اس کتاب کو ہزارہا آدمیون نے امام مالک سے روایت کیا جو نسخہ کہ اسوقت ہندوستان میں رائج ہے یحیی بن یحیی مصمودی کی روایت سے ہے جس سال امام مالک کی وفات ہونیوالی تہی یحیی بن یحیی نے اُس سال امام مالک سے موطا حاصل کی موطا کے تمام آثار واحادیث ایکہزار سات سو ستائیس ہیں جنمین سے چھ سو حدیثیں مسند اور دو سو بائیس ۲۲۲ مرسل اور چھ سو تیرہ موقوف ہیں انکے علاوہ دو سو پچاسی ۲۸۵ صحابہ کے اقوال ہیں۔ امام مالک نے زندگی کے ستاسی مرحلے طے کرکے اتوار کے دن ربیع الاول سنہ ۱۷۹ھ کو انتقال کیا رضی اللہ عنہ وعن اتباعہ وغفر لنا

مختصر کیفیت	کس فن کے متعلق ہے	کس زبان میں ہے	نام کتاب	نمبر شمار
یہ بھی موطا کی شرح عربی مین ہے اس مین مؤلف نے اپنی خداداد قابلیت کا جو کمال دکھایا ہے اُسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے اُسنے ہر ہر فقرہ اور جملہ کی اس عمدگی اور سہولت سے توضیح کی ہے جسسے شارح کی خود بخود تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے اصل مین مسویٰ کو بجائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہئیے کیونکہ اس مین علاوہ موطا کی حدیثون کی تفصیل و توضیح کے بہت سے مسائل فقہیہ کی تشریح کی گئی ہے الغرض مسوی ایک ایسی بے نظیر اور قابل قدر شرح ہے جو طالب علم کو اسقدر ہمت دلا دیتی ہے کہ وہ حدیث کے مطالب پر پورا عبور حاصل کرلے ۔	حدیث کے متعلق	عربی مین	مسویٰ شرح موطا	۵
یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس مین تمام عبادات و معاملات نہایت بسط و شرح کیساتھ محققانہ طرز مین بیان کیے گئے ہین اور فقہا و محدثین کے اختلاف مذاہب کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ظاہر کیا گیا ہے مسائل فقہ ۔ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی حنبلی مالکی کی تحقیقات مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعہ فقہا محدثین سے کرکے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی ہے اور اسرار حدیث اور مصالح احکام ایسی خوبی اور سلیقہ شعاری سے بیان کیے ہین جس کی نظیر سے متقدمین مصنفین کے علقے خالی ہین ۔ یہ کتاب یون تو فقہ و حدیث کے متعلق لکھی گئی ہے لیکن حقیقت مین فقہ حدیث اخلاق تصوف فلسفہ پانچون مضامین کا مذاق پایا جاتا ہے گویا ان پانچون علوم کا عطر و مغز اس کتاب مین بھر دیا گیا ہے بہلا وہ باکمال اور مجتہد وقت جس نے علوم دین کے اسرار بیان کرنے مین اپنی خداداد قابلیت اور پولیٹیکل لیاقت کے	متعلق فقہ الحدیث	عربی مین	حجۃ اللہ البالغہ	۶

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	
				چکدار جوہر ظاہر کیے اور مضامین خمسہ کی عمارت کی بنیاد ڈالی وہ امام غزالی ہین احیار العلوم جو ایک نہایت جامع اور بسیط کتاب ہے اور جو سات سو سال سے لوگون کے افتخار کا باعث ہو رہی ہے آپ ہی کی ایک عظیم الشان محسوس یادگار ہے اور دوسرا بزرگ جس نے ایک زمانہ دراز کے بعد اپنے زمانہ کے حال کے مناسب اور اہل زمانہ کے مذاق کے مطابق اس فن کی تہذیب و آراستگی کی اور امام غزالی کی ڈالی ہوئی بنیادون کو اپنے علمی تبحر سے بلند کیا اور پھر اس عمارت کو تہذیب و شائستگی کے مرقعون سے سجایا وہ جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ہین آپ ہی نے نظیر و عدیم المثال کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس وقت ہمارے ہاتھون مین ہے جس سے ایک فقیہ مسائل فقہیہ کو اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی دلائل فلسفہ اور براہین عقل کو نکال سکتا ہے اور اسی غور و فکر و غور ہین ساتھ کے ساتھ اُسے اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ بمقابلہ احیار العلوم مختصر ہے لیکن تنقید احادیث مین اُس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے علامہ ابوالطیب نے اسکی نسبت اپنی وزنی راے اس طرح ظاہر کی ہے "این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار دران کردہ و حکم و اسرار آن بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شدہ و مثل آن درین دوازدہ صد سال ہجرت ہیچ یکے از علماء عرب و عجم تصنیفے موجود نیامدہ و منجملہ تصانیف مولفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش ازان ست" یعنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ اگرچہ علم حدیث مین نہیں ہے لیکن اس مین بہت سی حدیثون کی شرح اور اُن کے اسرار و احکام بیان کیے گئے ہین حتی کہ اپنے فن مین بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن سے متعلق ہی	مختصر کیفیت
				کسی اور کتاب کو کسیطرح اسپر سبقت نہین ہوئی زمانہ ہجرت سے لیکر اسوقت تک کہ بارہ سو سال ہو چکے ہین علماء عرب و عجم مین کسی کی ایسی لاثانی تصنیف موجود نہین ہے غرض کہ یہ کتاب مؤلف کی تمام تصانیف مین عمدہ اور بہتر تصنیف ہی اور حقیقت مین اس سے بہت کچھ زیادہ ہے ۔
۷	الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	عربی مین	متعلق فقہ و حدیث	یہ ایک مختصر سا رسالہ درحقیقت اُس بیہودہ شور و شر مٹانے کیلئے لکھا گیا ہے جو صدیون سے علما مین تقلید و غیر تقلید کی بابت پڑا ہوا تھا اور اس اختلاف کی یہانتک نوبت پہنچگئی تھی کہ ایک گروہ صرف اس فرعی اختلافی مسئلہ کی وجہ سے دوسرے فریق کو کافر کہتا اور اسلام کے دائرہ سے خارج بتاتا تھا جو شخص کسی امام خاص کا مقلد تھا وہ اس شخص کو جو کسی کی تقلید نہ کرتا تھا کھلم کھلا کافر کہتا اور اسلام سے خارج شمار کرتا تھا ۔ اسیطرح غیر مقلد مقلد کو کافر سمجھتا تھا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طوفان بے تمیزی اور ہولناک غلط فہمی کو چند فقرون مین اُڑا دیا اور تقلید و مجتہد کے اقسام بیان کرکے صاف صاف کہدیا کہ جو شخص محض اُمی اور ان پڑھ ہے اُسکے لیئے تقلید جائز ہے اور جو شخص پڑھا لکھا ہے وہ اگر کسی خاص شخص کی تقلید نکرے تو کوئی گناہ نہین اسی طرح اگر کوئی شخص کسی امام کے اجتہادی خطا مین تقلید کرے تو یہ تقلید محض حرام ہی حقیقت مین تقلید و غیر تقلید کا مسئلہ ایک ایسا فضول اور بے نتیجہ مسئلہ ہے جس مین بجز تضیع اوقات کے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا جو لوگ اسبات کے قائل ہین کہ اجتہاد کا خاتمہ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام حنبل پر ہو گیا ہی اور ان مین سے ہر مجتہد بجائے خود وحی کا بازگشت بنا ہوا ہی اور

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				خطا سے بالکل پاک ہے اُن کا یہ خیال ایک مجنونانہ تعصب سے زیادہ وقعت نہین رکھتا بھلا وہ کونسا ایسا امام اور مجتہد ہے جسکی رائے مین خطا و صواب دونون کا احتمال نہ ہو۔ یہ خیال کرنا محض لغو و فضول ہے کہ فلان مجتہد نے استنباطی مسائل مین کبھی غلطی ہی نہین کی بلکہ یہ ایک ایسا بدیہی جھوٹ ہے جسکی کوئی حد نہین۔ جب ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے مین خطا و صواب کا احتمال باقی ہو اور آپ صاف لفظون مین یون فرماتے ہون کہ انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی دنیاوی معاملات مین تم لوگ میری رائے پر مطمئن نہ رہنا بلکہ خود بھی اچھی طرح سمجھ لینا کیونکہ ممکن ہے کہ میری رائے خطا پر ہو اور اُس کی وجہ سے تمہین کچھ نقصان پہنچے البتہ دینی معاملات مین تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ اس بارہ مین بین سوا وحی کے کوئی ناطق حکم نہین دیسکتا پس جب پیغمبر صاحب کی یہ کیفیت تھی تو امام اور مجتہد کس شمار مین ہین۔ الغرض انصاف فی بیان سبب الاختلاف مین جناب شاہ صاحب نے اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تامہ کی موجودگی مین اقوال فقہا کچھ بھی وقعت وقدر نہین رکھتے جب کسی کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہو تو انکے مقابلہ مین کسی امام یا مجتہد کی تقلید کرنا محض حرام ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے جو کشاف کے نام سے شہرت رکھتا ہے اُمید ہے کہ اُردو خوان بھی اس کتاب کے فوائد سے محروم نہین رہینگے۔

مختصر کیفیت	کس فن سے متعلق ہے	کس زبان مین ہے	نام کتاب	نمبر شمار
یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان مین لکھا گیا ہے جسکا نام خود بتا رہا ہے کہ اس مین بھی انصاف کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کیے گئے ہین آخر مین اس کا اُردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تھوڑی سی استعداد کا آدمی بھی اس سے ویسا ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جیسا ایک متعد عربی خوان	متعلق فقہ و حدیث	عربی مین	عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید	۸
یہ ایک مبسوط کتاب ہے جس مین خلفاء اربعہ کی خلافت سے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل اجل مصنف کو حدیث و تفسیر اور تواریخ پر کس قدر عبور اور استخراج مسائل مین کتنا تبحر تھا یہ کتاب جامعیت روایات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب اور نہایت ہی بے مثال کتاب ہے۔	متعلق خلافت خلفا	"	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	۹
یہ دس گیارہ جزو کا رسالہ ہے جسے جناب قدوۂ اہل الشیخ الشیوخ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عین اسوقت تصنیف کے قالب مین ڈھالا جبکہ مذاہب اہل بدعت کی کثرت ہو گئی تھی اور عقاید باطلہ کی طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھکڑ چارون طرف بڑے زور شور سے چل رہا تھا حقیقت مین اس وبائی امراض کے زمانہ مین حکیم امت محمدیہ کا یہ نسخہ لکھنا اور موجودہ لوگون کے روحانی بیماریون کے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا نہایت ضرور تھا۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب نے اول ایک ایسی کلی صفت بیان کی ہے جو افضلیت کی مدار علیہ ہے اُن بعد یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مخصوص صفت جس پر افضلیت کا دار مدار ہے بہ وجہ کمال صرف حضرات شیخین یعنی جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم	"	"	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	۱۰

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱۰	قرة العینین	عربی میں	متعلق خلافت خلفا	رضی اللہ عنہما ہی سے ان کے سوا دوسرے صحابہ کلام میں نہیں لائی جاتی تھی پھر اس بحث کو یون ہی نہین چھوڑ دیا ہے بلکہ نقلی اور عقلی دلائل سے مدلل کیا ہے۔ اسکے بعد حضرات شیخین کے مآثر بیان کیے گئے ہین اور جو مطاعن کہ مخالف فرقہ کے لوگ ان حضرات پر کرتے ہین اُن کے الزامی و تحقیقی جوابات بڑی دہوم سے دیئے گئے ہین پھر جس طرح شیخین کے مآثر و مطاعن بیان کیے ہین ویسے ہی حضرات ختنین یعنی جناب عثمان بن عفان اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے بہی فضائل و فضائل کا ذکر کیا ہے جو حضرات شیخین کی ذات میں پائے جاتے تھے اور اُن مقامات کو ارباب کشف و کرامات کے اقوال سے مثالین دیکر اس طور پر بیان کیا ہے جسے تھوڑی استعداد والے بہی بآسانی سمجھ سکتے ہین۔ کتاب کے خاتمہ مین شاہ صاحب نے اپنا مکاشفہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے شیخین کی ارواح مبارک کو ایسی حالت مین پایا اور دوسرے صحابہ کرام کی ارواح کو اس کیفیت مین اور جب ہم نے اس کا روحانی سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے کیا تو ہمارے دل پر القا کی گئی بات حق اور درست ہے۔ غرضکہ یہ ایک ایسی لاجواب اور بے مثل کتاب ہے جسکی مثال کتب متقدمین مین کہین نہین ملتی۔
۱۱	فیوض الحرمین	"	متعلق تصوف	یہ ایک مختصر رسالہ عربی مین لکھا گیا ہے جس مین علاوہ واقعات حرمین محترمین کے علم تصوف[1] کی تحقیقات بہت کچھ کی گئی ہے حال مین اُردو ترجمہ بہی ہو گیا ہے جسے ہر اردو خوان دیکھ سکتا اور خاطر خواہ متمتع ہو سکتا ہے۔

[1] علم تصوف اُس علم کو کہتے ہین جس سے اُن اہل کمال کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو نوع انسان مین سے (باقی آئندہ صفحہ پر دیکھو)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابین اور تراجم افضل المطابع سے مناسب قیمت پر مل سکتی ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن میں ہے	مختصر کیفیت
۱۲	الطاف القدس	فارسی میں	متعلق بہ تصوف	اس رسالہ میں جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مدارج سعادت میں ترقی حاصل کرتے ہیں منجملہ ان امور کا حال معلوم ہوتا ہے جو ان کے معاملات میں بعد طاقت بشریہ پیش آتے ہیں لیکن ان مقامات و معاملات کا کما حقہ بیان کرنا محال نہیں تو قریب قریب دشوار ضرور ہے کیونکہ عبارات معانی کیلئے وضع کی گئی ہیں پس جو شخص صرف الفاظ تک پہنچتا ہے وہ اہل لغت کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے اور سب معانی تو ان تک وہی پہنچ سکتا ہے جو اپنی ذات سے غائب ہو جاتا ہے۔ آنجہ بے ز آمد او * من بعد خبر ندارم * اور جب معانی کی یہ کیفیت ہے تو قوائے بدن کا کیا ذکر رہا۔ ذرہ واز جادۂ خورشید چہ اظہار کند * رفتم از خویش ندانم بچہ آئین رفتم * اور جب ان معانی کیلئے الفاظ کا وضع کرنا ممکن نہیں ہے تو الفاظ کا اپنی عبارت کا ادا کرنا سخت دشوار و محال ہے۔ شعر تحی غربتی اخرجنی عن وطنی * فاذا تغیبت بدا * وان بدا غیبنی * جس طرح معقولات کا ادراک اوہام سے اور موہومات کا خیالات سے اور تخیلات کا حواس سے نہیں ہوتا اسیطرح وہ چیز جو عین الیقین سے معائنہ کیجاتی ہے علم الیقین سے دریافت نہیں ہو سکتی اسی لیئے جو شخص اس علم کی تحصیل کا عازم ہو اسپر واجب ہے کہ وہ دل با بسیار میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتہ کوشش کرے اور طالب بالبیان نہ ہو کیونکہ یہ ایک ایسا طور ہے جو طور عقل کے علاوہ ہے اس علم کی چار قسمیں ہیں عبادات۔ عادات۔ مہلکات۔ منجیات۔ امام غزالی کی احیاء العلوم ان تمام انواع و اقسام کو حاوی ہے جسکا خلاصہ کتاب کیمیائے سعادت ہے اور جسے خود امام غزالی نے تالیف کیا ہے۔ سلف امت یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سب کے سب ہدایت وحق کے طریقہ پر تھے ان کا اصلی کام خداوندی عبادت اور انقطاع عن الدنیا تہا ان کی طبیعت کا میلان صرف خدا کی طرف تہا اور اس فانی دنیا کے بہت جلد مٹجانے والے جاہ و جلال اور زخارف و زینت سے متنفر تھے مال و جاہ کی پروا تہی نہ اعزاز و اقتدار کی محبت بلکہ تمام دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو کر خلوت میں عبادت الٰہی میں ایک خاص استغراق و محویت کے ساتہ مصروف رہتے تھے دوسرے قرن میں جب لوگ خلق کی مخالطت کی طرف مائل ہوئے تو اسوقت جو لوگ عبادت الٰہی میں مشغول رہے ان کا نام صوفیہ مقرر ہوا طریقہ تصوف علم شریعت میں شامل ہوا اور اسکے ضوابط و آداب نے تدوین پائی اور ایک بڑا طول و عرض بہم پہنچایا۔ ابتدا میں یہ لوگ درحقیقت خلاصہ ملت اور صفوۂ امت تھے لیکن پھر جسطرح علم ظاہر کا بدعت کی آمیزش سے رنگ بدل گیا اور علم کلام و قیاس نے خرابی ڈالکر اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیا اسی طرح اس باطنی علم میں بھی اہل باطل گھس پڑے اور ایسے عقائد و رسوم ایجاد کیئے جو بالکل دین و ایمان کے مخرب تھے مگر اسکے ساتہ ہی خدا تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت کو اٹھا کھڑا کیا جو علم و ولایت کو جامع تہی اور جس نے حق کو باطل سے اور کھرے کو کھوٹے سے بالکل علیحدہ اور جدا کر دیا تہا جس سے تصوف سنی تصوف بدعی سے ممتاز و جدا ہو گیا مثلاً شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اس پچھلے زمانے میں ایک ایسے باوقار صوفی ہوئے جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا یا ان سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم ایسے خداشناس اور بے لوث شخص گذرے ہیں جنہوں نے اس علم کے چشمہ کو جو بدعت کی خس و خاشاک سے پٹ گیا تہا بالکل پاک صاف کر دیا کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان باوجود قلیل الحجم ہونیکے اسبات میں بے مثل اور عدیم النظیر کتاب ہے لیکن تصوف کی مفصل و مطول کتابوں میں احیاء العلوم اور عوارف المعارف سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے اگرچہ اس فن کی ہزارہا مصنفات موجود ہیں ان اتنا ضرور ہے کہ ان کی بعض حدیثیں اور کچہ تقریریں پایۂ صحت و قوت سے ساقط ہیں اس فن میں سب سے پہلے رسالہ قشیریہ تالیف ہوا جو تمام تالیفات فن میں اقدم و افضل ہے۔ متاخرین کی مؤلفات میں جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابیں اور تراجم افضل المطابع سے نہایت مناسب قیمت پر ملسکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				اُن تمام الہامات کو ضبط کیا ہے جو اُس زمانہ میں آپکو وقتاً فوقتاً ہوئے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اُس کی شرح مدارج السالکین کو ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں لمن متاخرین کے مختصر رسالوں میں قاضی محمد بن شوکانی کا قطر الولی فی شرح حدیث الولی نامی رسالہ تمام رسالوں سے افضل و بہتر رسالہ ہے اسی فن میں ایک کتاب فتوحات مکیہ بھی لکھی گئی جسپر فقہا نے بہت کچھ اعتراض کیے ہیں اور شعرانی رحمہ نے یواقیت و الجواہر کبریٰ شروح کے ساتھ فقہا کے تمام اعتراضوں کے جواب دیے ہیں اور جواب شافی دیئے ہیں۔ الغرض کسی مسلمان کا کام نہیں ہے کہ اصل علم تصوف سے انکار کرے کیونکہ یہ ایک ایسا علم ہے جسے نتیجہ اسلام اور روح ایمان کہسکتے ہیں احسان کی روح قرار دیسکتے ہیں سنت صحیحہ میں یہی علم احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جو اصطلاح متاخرین میں تصوف سلوک باطن مکاشفہ کے نام سے پکارا جاتا ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ؎ عبارا تنا شتی وحسنک واحد و کل الی ذاک الجمال یشیر + ان تمام مذکورہ بالا الفاظ سے مرتبہ احسان کی تحصیل مراد ہے اور ایسی ہی لوگوں کے بارہ میں واسعیت احسنین وارد ہوا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کو کثرت مبانی پر نظر ڈالنا نہ چاہیئے بلکہ ہمیشہ وحدت معانی کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے وللہ در ما قال ؎

اینجا زفیض پیر مغان بزم وحدت است + در پردہ دار دیدہ کثرت نمائی را

علم تصوف پر یہ ایک نہایت مختصر ریمارک ہو جسے صاحب نسب الذریعہ نے نقل کیا ہے لیکن میں اس مقام کو ذرا واضح کرنا چاہتا ہوں جس سے ناظرین کو علم تصوف کی حقیقت عمدہ طور پر معلوم ہو جائے۔

ایک فاضل معاصر نے ایک تالیف کے فٹ نوٹ میں تحریر فرمائے ہیں کہ بزرگتر صوفیوں کے روشن اصول اور مذہبی ضوابط کی بنیاد جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم زمانہ زندگی ہی میں پڑ چکی تھی اور اس مذہب کے بانی جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوئے ہیں لیکن اسلامی تاریخیں اس امر کی شہادت نہیں دیتیں اور ہمیں ابتدائے زمانہ کی تاریخوں سے کوئی ایسی کافی وجہ ثابت نہیں ہوتی جس سے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بانی تصوف قرار دیں۔ محققوں کی تحقیقات سے جہاں تک پتا چلتا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف ایک قدیم علم ہے جو ہندؤں کے ویدانت اور کسی قدر مسیحی اصول سے لیا گیا ہے بہرصورت کچھ بھی ہو یہ ظاہر بات ہو کہ اس طریقہ و مذہب میں مقدس اسلام کی ایک نہایت زبردست شان معلوم ہوتی ہے۔

جو لوگ فن تصوف کے بانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرار دیتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ زندگی میں ذکر کے طرق علحدہ علحدہ مذہبی عبادت میں ادا کرنے کیلیئے بتلاتے تھے یہیں سے صوفیوں کے دو گروہ قایم ہو گئے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت ہوا تو آپنے بستر مرگ پر حضرت سلمان فارسی کو طرق ذکر میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسن بصری کو اپنا نائب ٹھیرایا ان دونوں معزز جانشینوں نے اپنے خلفا کے ذکر کے طرق کی پورے طور سے تقلید کی اور اپنے تئین اسلامی گروہ میں واجب الاحترام اور اعلےٰ درجہ کا زاہد و متقی ثابت کیا اب ان کے بہت لوگ معتقد ہو گئے اور اس جماعت میں روز افزون ترقی ہونے لگی ان میں سے بعض لوگ خداوندی عبادت کی سرخوشانہ حالت میں ملک بملک گشت لگانے نکلے اور ہزاروں کو اپنا ہمخیال بنالیا۔

شدہ شدہ ان کا لاثانی جوش یہاں تک دل میں ابلا کہ ۳۷ہجری میں اویس القرنی نے ایک دن علے رؤس الاشہاد یہ بیان کیا کہ میں نے جبرئیل کو خواب میں دیکھا اور اُس نے مجھے خدا کا یہ حکم سنایا تو دنیا کو خدا کے نام پر ترک کردے اور سرتاپا یاد خدا میں غرق ہو جا (بقیہ صفحہ آئندہ

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				رسبے میکھنے مین گو ایک نہایت مختصر رسالہ ہے لیکن مطالب سے اسقدر پر ہے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس ربانی قاصد نے ذکر کے قواعد بھی تمام وکمال تلقین کیے اور جو کچھ اس پاک باز صوفی سے طرق ذکر آئندہ قرار پائے ان سب کی ہدایت آمیز ... کی چنانچہ اسکے دوسرے دن اویس قرنی نے دنیا کو ترک کردیا اور اسکے سحر آمیز سامانون کو لات ماری دنیاوی تمام راحتین اپنے اوپر حرام ٹہرالین اور شب و روز یاد الٰہی مین زندگی بسر کرنے لگے آخرکار ترک دنیا اور خداوندی عبادت اور بلندئ اسلام کی محبت نے یہانتک طول کھینچا اور نبی کریم کی محبت کا جوش اسقدر اُبلا کہ حضرت اویس نے اپنے سامنے کے دو دانت اس لحاظ سے توڑ ڈالے کہ رسول خدا کے بھی یہی دو دانت احد کی مشہور جنگ مین شہید ہو گئے تھے واجب الاحترام اور بزرگ اویس نے اگرچہ اپنے مریدون کی تعداد بڑھانے مین بہت کچھ کوشش کی لیکن وہ اپنے زمانہ زندگی مین زیادہ مرید بہم نہ پہنچا سکے اور انجام کار یمن ہی مین انتقال کر گئے۔

سنہ ۱۲۹ھ ہجری مین شیخ الوان نے اول ہی اول فقیری کے مستقل ضوابط کی بنیاد ڈالی اور قواعد کی تدوین کی چنانچہ اسوقت تک آپکے پیرو بکثرت موجود ہین جو الوانیہ کہلاتے ہین گو اسلام نے نفس پر زیادہ تشدد کرنے اور صومعہ نشینی سے منع فرمایا ہے پھر بھی فقرا نے وہ قواعد تشدد نفس اور خوفناک ریاضتون کے ضوابط ایجاد کیے جنپر آج بڑے بڑے عالم اور مولوی چلتے ہین۔

ہر صدی مین فقرا کے رستے سے پیشوا ہوتے اور پھر سب کے گروہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے جو آجتک موجود مین ان مین سے تین گروہ۔ بسطامیہ نقشبندیہ، بکتاشیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں اپنے تئین مشہور کرتے ہین اور باقی جس قدر فرقے ہین سب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکلے ہین۔ ہر گروہ ان دو عظیم الشان بانیون تک اپنا سلسلہ پہنچاتا ہے نقشبندیہ جو خواجہ پیر محمد نقشبند کے معتقد و پیرو ہین اور جسنے سنہ ۷۱۹ ہجری مین نشو و نما پایا مختلف طرق رکھتے ہین یہ لوگ اکثر ذکر خفی کرتے ہین اور بالکل یہی طریقہ انکے ہان رائج ہے ان کی خاص عبادت کو ختم خواجگان کہتے ہین ایک بار استغفار رکھتے ہین سات بار سلامات سات دفعہ فاتحہ نو دفعہ سورہ الم نشرح پڑھتے ہین اور اسکے بعد سورہ اخلاص۔ ان عبادتی تقریبات کا نام ذکر ہے اس خاص ذکر کرنے کیلیے وہ ہفتہ مین ایک بار باہم ملتے ہین معمولی طور پر یہ دن جمعرات کا ہوتا ہے عشا کی نماز کے بعد سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے اور تمام شب رہتا ہے ہر شہر اور شہر کے ہر ضلع مین اسکے ممبر مختلف سوسائٹیون مین منقسم ہین جہان وہ سب ملکے اپنے مرشد کے مکان پر جمع ہوتے ہین اور نہایت توجہ کے ساتھ ذکر کرتے ہین بعض شہرون مین نقشبندیہ کے خاص خاص وسیع مکان مقرر ہین جو صرف ذکر ہی کیلیے مخصوص کیے گئے ہین شیخ اپنے ممتاز عمامے سے اپنے مریدون مین پہچانا جاتا ہے فرقہ بکتاشیہ کا بانی بخارا کا رہنے والا تھا جس نے جان نثاریون مین پرجوش روح پھونک کے بہت بڑی ناموری حاصل کی تھی اس گروہ کے فقیر کی نشانی ایک پٹکا ہے جسمین چند فقرے لکھکر جو انکے ہان رائج ہین اپنی کمر سے باندھ لیتے ہین۔

مولویہ فرقہ سلطنت ٹرکی مین بکثرت موجود ہین اس گروہ کے بانی مولوی جلال الدین رومی ساکن کنعراج تھے جو مشہور مثنوی کے مصنف ہین اور جنھون نے سنہ ۶۷۲ ہجری مین اس طریقہ مین روح پھونکی یہ فقیر لمبی لمبی گول ٹوپیان پہنتے ہین اور ان کا لباس جامہ کے طور پر ہوتا ہے جامہ کی صورت بالکل راجپوتون کے مشابہ ہوتی ہے جو مسلمان عورتین پہنتی ہین یہ لوگ ذکر کرتے کرتے اپنے جامے اتار ڈالتے ہین اور صرف جاکٹ اور نیچے پیچے کوٹ پہنے رہتے ہین کبھی اچھلتے اور کبھی سر کو گردش دیتے ہین اور گاہی غیر معمولی جوش مین چکر کھانے لگتے ہین۔

فرقہ قادریہ کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانی باشندہ بغداد ہین یہ لوگ ذکر جلی اور ذکر خفی دونون کرتے ہین چشتیہ خواجہ معین الدین چشتی سے بانی

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہی	کس فن سے متعلق ہی	مختصر کیفیت
"	"	"	"	کہ جس مقام کو دیکھا جاتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ مضامین کا دریا لہرین لے رہا ہے یہ حضرت مصنف ہی کا کام تھا کہ ایک ایسے طول طویل سلسلہ کو مختصر اوراق میں محصور کیا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے پیرو ہیں جن کا لقب گیسو دراز ہی آپ کا مزار کلبرگہ میں ہے یہ لوگ ذکر جلی کرتے ہیں اور ساتھ ہی راگ رانگنی سے شوق رکھتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے بانی کا مقولہ ہی کہ گانا روح کی خوراک ہے گروہ جلالیہ اسکے بانی سید جلال الدین بخاری ہیں یہ لوگ وسط ایشیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں سہروردیہ یہ لوگ شیخ شہاب الدین باشندہ سہرورد کے پیرو ہیں قرداریہ یعنی مداری فقرا کا بانی زندہ مردار شامی ہوا ہے جسکا مزار مکنپور میں ہے ملنگ فقیر اسی گروہ سے نکلے ہیں جو ہندوستان کے بازارون میں بکثرت دکھائی دیتے ہیں نقشبندیہ گروہ کے فقرا بھی ہندوستان میں بے شمار ہیں یہ لوگ اپنے نفس پر بہت سختیان توڑتے اور شکایت شاقہ جھیلتے ہیں قلندریہ یہ بھی فقرا کا ایک گروہ ہی جس کا بانی قلندر یوسف اندلسی تھا جو اسپین کا باشندہ تھا کچھ زمانہ تک تو یہ نقشبندیہ رہا لیکن جب اس گروہ سے علحدہ کر دیا گیا تو اُسنے بطور خود ایک مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ان کے علاوہ صوفیون کے اور بھی بہت سے فرقے ہیں جنکے ذکر میں بجز تطویل کے اور کوئی فائدہ نہین البتہ صوفیون کے مجمل اصول اس مقام پر قابل ذکر ہین فاضل مذکور اپنی بیش بہا تالیف مین صوفیون کے اصول یون بیان کرتا ہے۔

(۱) خداوند توانا ہے وہ ہر چیز مین ہی اور اُس میں سب چیزین موجود ہین۔

(۲) تمام ظاہری اور چھپی ہوئی مخلوق اُسی سے نکلی ہی اور ان مین اپنے خالق سے کوئی اصلی فرق نہین ہی

(۳) مذاہب اختلافات کے اسباب ہین مگر وہ نفس الامر کی طرف رہنمائی کرتے ہین بعض اس مطلب کیلئے بہت ہی زیادہ مفید ہین مثلاً اسلام جسکا سچا فلسفہ تصوف ہے

(۴) نیک و بد مین کوئی فرق نہین ہے کیونکہ یہ دونون چیزین خدا ہی کی ذات سے نکلی ہین اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

(۵) یہ خدا ہے جو انسان کی مرضی قایم اور مستحکم کرتا ہے اسلیئے انسان اپنے افعال مین آزاد نہین ہی۔

(۶) روح جسم سے پہلے ہی زندہ تھی اور آخرالذکر کے پنجرہ مین سے انسان بند کر دی جاتی ہے اسلیئے موت صوفی کی خواہشات کا خاص مدعا ہوتی ہے یہ اسلیئے ہی کہ وہ الوہیت کے سینہ مین چلا جاتا ہے۔

(۷) اگر کوئی روح ایک جسم مین اپنی پاکی اور تقدس کے مدارج اعلے طے نہین کر لیتی تو اُسے پھر تناسخ کی رو سے دنیا مین آنا پڑتا ہی اور پھر اپنی حالت درست کرکے وہ خدا کی ذات کیساتھ ملجاتی ہی۔

(۸) خدا کی بغیر توفیق کے جسے صوفی فضل اللہ کہتے ہین کوئی روح اُس کی ذات سے نہین مل سکتی لیکن پھر بھی روح خدا کی ذات مین سرگرمانہ طور پر اس سے اجازت لیکے مل سکتی ہی۔

(۹) صوفی کا اپنی دنیاوی زندگی مین وحدانیت مین استغراق رکھنا فرض ہی خدا کا ذکر کرتا رہی اور طریقت مین برابر ترقی کناں رہے یہانتک کہ اُسے سب سے برتر ذات سے وصل نصیب ہو جائے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
۱۳	الدر الثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	عربی مین	متعلق اصول تصوف	اس کتاب مین جناب عارف باللہ مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے خود اپنے عجیب وغریب حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ایک عمدہ اور نئی طرز کے ساتھ لکھے ہین اور ساتھ ہی اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب اور واجب الاحترام عم بزرگوار جناب شیخ ابوالرضا محمد کے وہ واقعات قلمبند کیے ہین جو انہون نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حاصل کئے ہین۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ رسالہ اپنے فن مین اپنی آپ ہی نظیر ہے۔
۱۴	تاویل الاحادیث	"	"	اس کتاب مین جناب شاہ صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک کے اُن تمام انبیا علیہم السلام کے قصص بیان کیے ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اُن حوادثات کے وجوہ بطریق رموز بیان کیے ہین جو انہین پیش آئے بالغ نظرین اس کتاب کو دیکھکر شاہ صاحب کے تبحر کا پورا پورا اندازہ کر سکتے ہین۔
۱۵	انفاس العارفین	فارسی مین	متعلق تاریخ	اس کتاب کے چند حصے ہین پہلے حصہ مین جناب شاہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات باطنی تصرفات وکرامات۔ ملفوظات ومکتوبات۔ غرضکہ ابتدائے زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق اجمال وسرسری ذکر کیے ہین دوسرے حصہ مین اپنے عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمد کے ابتدائی حالات اور اُن کے عام اخلاق وعادات اور تصرفات واشراقات اور ملفوظات معرفت سمات مکتوبات ومسودات اور انتقال وغیرہ کے حالات کسی قدر بسط وشرح کے ساتھ تحریر کیے ہین تیسرے حصہ مین اپنے اجداد عظام

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی جملہ مطبوعہ کتابین اور تراجم افضل المطابع سے نہایت مناسب قیمت پر مل سکتی ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کا ذکر کیا ہے اور کچھ اُن علما رحمہم مخبرین کا بیان کیا ہے جن سے آپ کو سند سلوک حاصل ہوئی تھی خاتمہ کتاب مین خود اپنے حالات نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہین حقیقت مین یہ ایک نہایت ہی عجیب وغریب کتاب ہو جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ایک ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات مین لاثانی اور بے نظیر تھا اور آسمان علم کا ایک نہایت درخشان وتابان آفتاب تھا حیات ولی کی دوران تالیف مین یہ بیش بہا کتاب میری پیش نظر تھی مین نے اکثر واقعات و روایات اسی کتاب سے ماخوذ کر کے حیات ولی مین درج کیے ہین میں اس بنا پر نہایت بے دھڑکے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جس قدر حالات و واقعات مین نے اس کتاب مین قلمبند کیے ہین میری رائے مین غالباً نہایت درست و نفس الامری ہین اور مین معزز ناظرین کو پورا پورا اطمینان دلاتا ہون کہ حیات ولی مین کوئی روایت و واقعہ ایسا نہین ہے جس کی مستند شہادت میرے پاس موجود نہ ہو۔
١٦	شرح رباعیتین	..	متعلق تصوف	یہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے جسمین جناب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو رباعیون کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ کی ہے اور اس طرز روش کیا ہے کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے ہین اثنا شرح مین اُن مصطلح رموز ونکات کو بھی بیان کیا ہے کہ جن پر تصوف کے سمجھنے کا دار مدار ہے اور جن کے مطالعہ کرنے والون کو اس فن کی تحصیل پر ایک گونہ قدرت حاصل ہوتی ہے
١٧	قصیدۃ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم	عربی مین	متعلق فن نظم	یہ ایک بڑا قصیدہ ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جناب شاہ صاحب کو علم ادب اور شاعری مین جو علوم عربیہ کے عنصر ہین

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				کس درجہ لیاقت تھی اور آپ نے ان علوم کو کس عروج پر پہنچایا تھا قطع نظر ادب اور شاعری کے یہ بھی بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اُسی سرخوشانہ حالت میں آپکے قلم و زبان سے وہی الفاظ نکل رہے ہیں جو آپکے دل میں تھے۔
۱۸	ہمعات	فارسی میں	متعلق سلوک و تصوف	اس رسالہ میں طلسم الٰہی اور اصطلاحات صوفیہ کا ذکر ہے اور تصوف کے اُن رموز و اشارات کی توضیح ہے جنہیں دیکھکر مبتدی اور فن تصوف سے ناواقف لوگ بہت جلد اُسپر عبور کر جاتے اور معلومات کو وسیع کر سکتے ہیں حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش کتاب ہے سلوک و تصوف کے جلیل القدر علوم کے اُن عریض و طویل مباحث اور مصطلحات کو اس اختصار سے بیان کرنا آپ ہی کا کام تھا۔
۱۹	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	″	″	اس کتاب کے نام سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں اولیاء اللہ کے حالات و واقعات مذکور ہیں اگرچہ اس مضمون کی اور بھی چند کتابیں دیکھنے میں آئی ہیں اور مختلف لوگوں نے متعدد زبانوں میں لکھی ہیں لیکن اس کتاب کا ڈھنگ سب سے نرالا اور رنگ سب سے انوکھا ہے اس سے بہتر اس فن میں دوسری کتاب نہیں لکھی گئی اور جو مضامین اس کتاب میں ملتے ہیں دوسری میں نہیں ملتے۔
۲۰	چہل حدیث	عربی میں	متعلق حدیث	اس چھوٹی سی کتاب میں شاہ صاحب نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو اسلام کی مدار علیہ ہیں اگرچہ اس نام کی اور نہ صرف نام بلکہ اس مضمون کی چند کتابیں اور علماء نے بھی لکھی ہیں جو آج ہمارے پیش نظر ہیں لیکن جب اُن میں اور اس میں صحیح اندازہ اور پورا موازنہ کیا جاتا

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن سے متعلق ہے	مختصر کیفیت
				تو آسمان وزمین کا فرق معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب نے نہایت مختصر مختصر حدیثین جو ہر شخص کے لحاظ سے مفید اورسود مند ہین درج کی ہین اور تمام مضامین کا احاطہ کرلیا ہے سچ پوچھیے تو اپنے اہل اسلام کی سچی ہمدردی وخیر اندیشی مدنظر رکھکر وہ کام کیا ہے جو ایک اعلے درجہ کا مقتدا قوم اپنی عزیز قوم کے لئے نہایت دلسوزی کے ساتھ کیا کرتا ہے مضامین سے قطع نظر کرکے اسکی حسن نظمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔
۲۱	فیوض الحرمین	"	متعلق تصوف	اس کتاب مین شاہ صاحب نے وہ مسائل درج کئے ہین جو آپنے جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے حل کیے ہین یہ کتاب بہی باوجود قلیل الحجم ہونیکے ان گنت مسائل سے لبریز اور مطالب سے پُر ہے۔
۲۲	ہوامع شرح حزب البحر	فارسی مین	متعلق ادعیہ	یہ شرح بہی عجیب وغریب پیرایہ مین لکھی گئی دعا حزب البحر کی ایسے بسط سے شرح کی ہے کہ آجتک دیکھنے مین تو کیا سننے مین بہی نہین آئی زکوٰۃ کا طریقہ اور ہر قسم کے مطلب کے لیئے جدا جدا پڑہنے کا قاعدہ اور اعتصام واحتشام پڑہنے کی ممانعت اور ان کی وجہ بیان کی غرضکہ یہ کتاب عاملون کی روح اور حاجتمندون کی جان ہے

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن کے متعلق ہے	کیفیت
۲۳	حسن العقیدہ	عربی مین	متعلق عقاید	۔	۲۵	قول الجمیل	عربی مین	متعلق تصوف وسلوک	
۲۴	سرور المحزون	فارسی مین	"		۲۶	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ / اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ	"	متعلق علم اسناد	
	سیر الامین المامون				۲۷	تراجم بخاری	"	متعلق علم الحدیث[1]	

[1] علم الحدیث کو علم الروایت والاخبار بہی کہتے ہین اور علم الآثار بہی بولتے ہین لیکن خبر واثر مین ذرا سا فرق ہی اور وہ یہ (بقیہ صفحہ آئندہ پر دیکھو)

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے
٢٨	عجالہ عجیب حفظ المناظر	عربی مین	متعلق علم الحدیث	٣١	بہجۃ الابرار فی تحفۃ العزیزیہ	فارسی مین	متعلق تاریخ
٢٩	عنوان العین فی مسائل البحر	فارسی مین	متعلق تاریخ	٣٢	عطیۃ الصمدیہ فی	"	"
٣٠	الامداد فی ماثر الاجداد	"	"		الانفاس المحمدیہ	.	

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اکثر خبر کا اطلاق جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوتا ہے اور اثر کا اطلاق صحابہ اور سلف کے قول پر غرض حدیث ہوتی ہے غرض اس علم سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال و افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس علم کا موضوع ظاہر ہے اور غایت تو وہ سعادت دارین پر کامیاب ہونا ہے یہ علم دو قسم پر منقسم ہے ایک علم روایت حدیث اسمین بحث کیجاتی ہے کہ بلحاظ احوال رواۃ ضبطاً و عدالۃً آنحضرت کے ساتھ اتصال و انقطاع کے اعتبار سے سند کی کیفیت کیا ہے اس علم کا نام اصول حدیث ہے اس فن مین رسالہ منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول نہایت جامع رسالہ ہے دوسری علم درایت حدیث ہے اس علم مین الفاظ حدیث کے مفہوم معنی سے بحث ہوتی ہے کہ قواعد عربیت اور قواعد شریعت کے لحاظ سے ان الفاظ سے کیا چیز مراد ہے اور کیا وہ مراد جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کے مطابق ہے یا نہین اس علم کا موضوع احادیث رسول ہین بحیثیت دلالت علے المعنی خواہ وہ معنی مفہوم ہون یا مراد۔ اور اس علم کی غایت آداب نبویہ سے آراستہ ہونا اور شرعی مکروہات و منہیات سے خالی ہونا ہے یہ علم بھی علم تفسیر کی طرح دراز دامن رکھتا ہے ورنہ فضل و شرف مین علم کتاب اللہ کا ہم پہلو ہے قرآن و حدیث مین غور کرنیسے صرف اسیقدر فرق نکلتا ہے کہ قرآن مجید فرشتہ کے ذریعہ سے آنحضرت پر نازل ہوا ہے اور حدیث بواسطہ قلب کی آئی ہے لیکن وحی ہونے مین دونون برابر ہین جیسا کہ قرآنی نص سے ثابت ہوتا ہے کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی دین اسلام کے اصول صرف یہی دو علوم ہین اور اجماع اسکی فرع اور فقہ اسکا نتیجہ ہے جب عالم کو کتاب و سنت کا علم نہوگا نہین ہے اسکا علم و فتوی دین مین لائق اعتماد و قابل بھروسہ نہین ہے فقہ عرفی کا جو حکم کتاب و سنت کے دلائل کے خلاف ہوتا ہے یا بلا دلیل قرآن و حدیث کے ہوتا ہے وہ رائے مجرد ہے اور نہ دین کے لائق ہوتی ہے نہ قابل اخذ و تمکین۔ علم حدیث کی کتابین بیشمار و ان گنت ہین جن مین رطب و یابس سب کچھ ہے لیکن اس فن کی عمدہ کتابین جو مشہور و مقبول اور متداول ہین کل چھ کتابین ہین جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین اور آپ کے فرزند رشید جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے عجالہ نافعہ مین کتب حدیث کے طبقات اور ان طبقات کا احوال نہایت اتقان کیساتھ لکھا ہے جن سے کتب حدیث کے اقسام اور کتب مذکورہ کا قوت و ضعف بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بات بخوبی دریافت ہو سکتی ہے کہ کون کتاب اور حدیث لائق قبول اور قابل احتجاج ہے اور کون نہین ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف صحاح ستہ ہی علم حدیث مین اعلے درجہ کی کتابین ہین یہی وجہ ہے کہ جب سے یہ کتابین متداول اور متلقی بالقبول ٹہری ہین اسوقت سے دیگر حدیث کی کتابون کا رواج کم بلکہ گم ہو گیا ہے اور بہت سی کتابین دائرہ گمنامی سے ابتک نہین نکلی ہین اگر انصاف و دیانت کی نگاہون سے دیکھا جا سے تو حق بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ حدیث کی یہ چھ کتابین علم و عمل کیلئے کافی و وافی ہین بشرطیکہ کمال اتقان اور تمام اذعان سے دیکھی جائین اور شروح و غریب اللغات پر عبور ہو پھر اکثر اہل علم نے امہات ستہ کے مراتب بھی لکھے ہین۔ باستثناء قرآن مجید کے صحیحین کو روئے زمین کی تمام کتابون پر ترجیح و فوقیت دی ہے خصوصاً صحیح بخاری کو یہ کتاب قرآن کریم کے بعد دنیا مین خدا تعالیٰ کی ایک حجت بالغہ ہے اور قبول و شہرت مین بہ نسبت اور کتابون کے نہایت اعلی درجہ رکھتی ہے اسکے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے جو تہذیب ترتیب و جمع طرق و سیاق متون مین بقیہ صفحہ آئندہ

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین ہی	کس فن کے متعلق ہی
۳۳	مکتوبات مع فضائل	فارسی مین	متعلق علم الکتابت	۴۱	شفاء القلوب	فارسی مین	متعلق تصوف
	ابو عبد اللہ اسمعیل البخاری			۴۲	بدور البازغہ	״	״
۳۴	وصیت نامہ	״	متعلق وصیت	۴۳	زہراوین	״	״
۳۵	فیض عام	״	متفرقات	۴۴	سائل تفہیمات	״	״
۳۶	مکتوب المعارف	״	متعلق تصوف	۴۵	انتباہ فی اسانید حدیث	عربی مین	متعلق علم الحدیث
۳۷	رسالہ مکتوب مدنی	״	״		رسول اللہ صلے اللہ		
۳۸	ہمعات	״	״		علیہ وسلم		
۳۹	لمعات	״	״	۴۶	المقدمۃ السنیہ	״	متعلق عقائد
۴۰	خیر کثیر	״	״	۴۷	المقالۃ الوضیہ		متعلق وصیت

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کسی قدر اس سے بہتر ہے بخاری مسلم کے بعد سنن اربعہ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ ابو داؤد کا مرتبہ ہے جن مین سے ہر ایک کتاب اپنے فن اور نفع خاص مین دوسرے سے ممتاز ہی رسالہ حطہ مین صحاح ستہ کی کیفیت نہایت بسط کیساتہ مشرح لکھی ہے جس سے امہات ستہ کے حالات کے حقائق مع تراجم مؤلفین بخوبی معلوم ہو سکتے ہین۔ مذاہب اربعہ اہل سنت کا ماخذ یہی کتابین ہین گو دوسری معاجم و مسانید و سنن بہی انہین داخل ہین لیکن جسقدر جزئیات فقہ ان کتابون سے مستنبط کی گئی ہین اُسقدر دوسری کتابون سے مستنبط نہین ہوئی ہین اسلیئے محدثین نے یہ قاعدہ ٹہیرگیا ہی کہ فقہاء اربعہ مین سے جس کسی کا قول یا فتوے یا اجتہاد ایسا ہی جسکی سند کسی صحیح یا حسن حدیث سے نہین ہے وہ محض ضعیف ہوتا ہے اور چونکہ مقلدین مذاہب اعتقاداً و عملاً اُسکے خلاف نہین کرتے لہذا فقہا و محدثین کے مابین اختلاف واقع ہوا اور یہی وجہ باہمی اختلاف کی قایم ہوئی ائمہ اربعہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کا مراتب علم حدیث مین تفاوت بہی یہین سے ظاہر ہوتا ہی۔ امام مالک صاحب مؤطا قدیم زمانہ کے محدث ہین اُن کی ساری کتاب بخاری مین داخل ہی مؤطا مین تین سو حدیثین علاوہ بلاغیات کے ہین۔ امام احمد صاحب مسند مین ان کا مسند جملہ کتب حدیث کا اصل مستند ہی اصحاب سنت وغیرہم کا سلسلہ تلمذ ان ہی تک پہنچتا ہی امام احمد کا مسند مع زوائد اُنکے بیٹے کے پچاس ہزار حدیثون کو شامل ہی۔ امام شافعی بہی عالم بالحدیث تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت بحسب تصریح ابن خلدون سترہ اٹھارہ حدیثین ہین اہل حجاز روایت حدیث مین ہمیشہ بہ نسبت اہل عراق کے زیادہ تھے بہر حال اہل سنت کے چارون امام اور حدیث کے چہون امام منجملہ ان لوگون کے ہین جو مشہود لہا بالخیر کے قرنون مین ہین ائمہ فقہا و محدثین مین باہمی اختلاف کی ایک یہ بہی وجہ تہی کہ اُنکے وقت مین علم حدیث کی تدوین جیسی چاہیئے ویسی نہین ہوئی تہی اسلیئے اگر بعض حدیث پر اُنسے عمل نہین ہوا تو وہ اُسمین معذور تہے لیکن جب علم حدیث مدون ہو گیا تو اب متاخرین کیلیئے کوئی محل عذر باقی نہین رہا اسوقت اگر کوئی شخص حدیث صحیح مرفوع غیر منسوخ کے خلاف پر کسی کے قول و فعل پر عمل کرے تو موجب شقاق اور مخالفت رسول ہی خصوصاً اُسوقت مین جبکہ فقہ سنت بہی مدون ہو چکی ہو اور قوی مسائل ضعیف فروع سے علیحدہ اور جدا کر دیئے گئے ہون ۱۲

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن سے متعلق ہے	نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان میں ہے	کس فن کے متعلق ہے
۴۸	فتح الودود لمعرفۃ الجنود	عربی میں	متعلق علم الحقائق	۵۰	عوارف	عربی میں	متعلق تصوف و سلوک
۴۹	مسلسلات	//	متعلق علم اسناد	۵۱	مکاتیب عربی	//	متعلق علم اسرار

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے مصنفات کی بابت جو کچھ ہمیں لکھنا تھا لکھ چکے اگرچہ آپکی تالیفات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو قدیم کتبخانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہیں کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہوکر شرق سے غرب تک نہایت وسعت کیساتھ مشہور ہو چکی ہیں اور جو اسوقت ہماری پیش نظر ہیں ان میں سے بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جو بلحاظ جامعیت روایات دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور جو شاہ صاحب کی خداداد قابلیت اور پولیٹکل لیاقت کا نمونہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان ہی بے نظیر تصنیفات کے باعث پہلی تاریخ نویسوں نے آپ کو ائمہ متقدمین پر ترجیح دی ہے چنانچہ میں اس مقام پر علامہ ابو الطیب کا وہ مختصر ریمارک جو انہوں نے شاہ صاحب کے حالات پر کیا ہے درج کرتا ہوں جس سے آپکے علمی تبحر کا ثبوت بہت کچھ ہوتا ہے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشد" یعنی اگر اس فرید عصر اور یگانہ روزگار کا وجود باوجود گذشتہ زمانہ کے صدر اول میں ہوتا تو اپنی ان بیش بہا اور عدیم النظیر تصانیف کی وجہ سے اماموں کا سرتاج اور مجتہدوں کو مقتدا تسلیم کیا جاتا۔

چونکہ جناب عارف باللہ حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ کی تاریخی زندگی میں اب کوئی اور ایسا واقعہ نہیں رہا جو خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو لہذا میں آپکے حالات وفات اور وہ بھی نہایت اختصار کیساتھ لکھکر اس حصہ کو ختم کرتا اور نہایت افسوس کے ساتھ شاہ صاحب سے رخصت ہوتا ہوں۔

شاہ صاحب کی وفات

معزز ناظرین! یہ امر بالکل مسلم ہے کہ جس نے دنیا میں قدم رکھا ہے اُسے ایک ایسا دن ضرور پیش آنے والا ہے جسمیں موت کا تلخ اور زہر آلود ساغر منہ سے لگانے گا۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا اور اسکی تمام چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹجانیوالی ہیں۔ ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ خود میں اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یا آئندہ کروں گا چند ہی روز میں اسکا نام و نشان تک مٹ جائیگا اور پھر صفحہ ہستی پر شمہ برابر بھی باقی نہیں رہنے کا۔ کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور حیرتناک تغیر و تبدل جو ہر وقت اُسکے پیش نظر رہتے ہیں وہ اُن سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا استنباط کرتا ہے اور ساتھ ہی اسباب کا خیال

کرتا ہے کہ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے جنہیں صرف چند روز مسافرانہ زندگی بسر کر کے اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا ہزاروں عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور و نامور تاجدار جنکی سطوت و جبروت کے پرشوکت و شان عالی جھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گڑے نظر آتے تھے دیکھتے دیکھتے اسطرح غائب ہوگئے کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کہاں چلے گئے۔

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل بجھا دینے والا خیال ہر وقت بلکہ تمام جہان پیش نظر رہتا ہے اور جہاندیدہ دشمن زمانہ اپنے انقلابات کے حیرتناک نمونے آناً فاناً مشاہدہ میں لاتے رہتے ہیں آئے دن یہ سبق پڑھاتا ہے کہ دنیا حقیقت میں دو دروازوں کا ایک مکان ہے جسمیں ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جانا پڑتا ہے اور جب یہ ہی ہے تو پھر مرنا ایک معمولی بات ہوئی پھر خوش ہونے اور رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں مگر جب کوئی فخر خاندان و قوم اور ہر دلعزیز شخص دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی بیساختہ دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے۔ قلم کا مسافر باوجودیکہ پتھر کا جگر اور لوہے کا سینہ رکھتا ہے لیکن یہ بھی اس المناک اور جانگداز سین میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور ہر ہر گردش میں خونی آنسو بہاتا ہے حقیقت میں شاہ صاحب کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہیں جو لکھنے والے اور سننے والوں کے دلوں پر اپنا دائمی اثر نہ ڈالے لیکن ہمیں یہ خیال کر کے اپنے دلوں کو تسلی دینا چاہیئے کہ گو شاہ صاحب اسوقت ہماری نظروں سے غائب ہیں لیکن حقیقت میں ہمارے دلوں میں موجود ہیں اور ہر وقت انکی حسین یادگاریں ہمارے پیش نظر رہتی ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے ان کی سچی زندگی میں جان پڑتی جاتی ہے ہمیں افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ آج اپنے قلم سے ایک ایسی قابل و لائق اور فخر روزگار کے دنیا سے غائب ہو جانے کا واقعہ قلمبند کر رہے ہیں جس کی شریف و مقدس ذات سے تمام ہندوستان کو عموماً اور دلی کے باشندوں کو خصوصاً فخر و ناز حاصل تھا یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھا جس کی بدولت دلی کی چوکھٹ کو بوسہ دیا جاتا اور یہاں باشندوں کے نام نہایت قدر و منزلت کیساتھ لئے جاتے تھے یہی اس گلستان علوم کا ایک ثمردار درخت تھا جسکے پھل پھول سے دور دراز کے لوگ گودیاں لبریز کر کے جاتے تھے یہی ان بحار فیوض کا ایک نہایت صاف اور نتھرا ہوا چشمہ تھا جو دنیا کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک بہتی ہوئی کونپلوں کو برابر سیراب کرتا ہوا چلا گیا حیف صد حیف اسے دنیائے دوں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

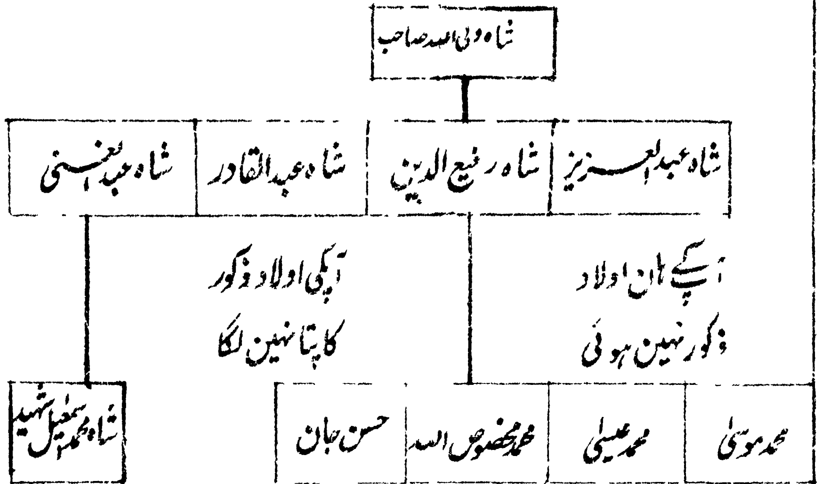
الغرض جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب عمر کے تریسٹھ مرحلے طے کر چکے تو چند روز کی خفیف سی بیماری میں مبتلا ہو کر ۱۱۷۶ھ ہجری میں عازم سفر آخرت ہوئے اور شاہجہان آباد کی جنوبی جانب پرانی دلی میں دفن کئے گئے

آپ کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے۔ ع اوبود امام اعظم دین

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جو آپ کے پیچھے آپ کی محسوس یادگار تھے جیسا کہ ذیل کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد کا شجرہ نسب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور اولاد کا شجرہ نسب



باب دوسرا

جناب شاہ عبد العزیز صاحب رح

عارف باللہ جناب مولنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جیسا کہ آپ کو شجرۂ نسب سے معلوم ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ چارون بزرگوار اپنے زمانے مین علم و عمل فہم و فراست قوت تقریر فصاحت تحریر تقوٰی وطہارت امانت و دیانت اور مراتب ولایت مین فرید و ہیرا و حید عصر شمار کیئے جاتے تھے اور ہر ایک بزرگ آسمان علم کا جہانتاب آفتاب تہا۔ لیکن ان سب مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب بالخصوص زیادہ نامور اور مجتہدین وقت کے زمرہ مین شمار کیئے گئے ہین ہندوستان مین اسوقت جسقدر محدث ہین سب کا سلسلہ شاہ عبد العزیز صاحب ہی کے واسطہ سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب پر منتہی ہوتا ہی۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے تمام بہائیون مین سب سے افضل اور عمر مین سب بڑے ہین۔ اور اگرچہ جناب شاہ عبد القادر صاحب اور جناب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد الغنی صاحب آپکے تینون بہائیون نے بھی گمنامی کے دائرے سے نکلکر عمدہ طور پر تاریخی شہرت پیدا کرلی ہی۔ اور علمی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے لیکن ان سب مین بلحاظ شہرت عام اور باعتبار لیاقت علمی قابل انتخاب شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہین۔ یہی وہ معزز اور دنیا کے نامور مشہور شخص ہین جنہون نے اپنے خاندان کو تمام دنیا مین روشناس کردیا ہے حقیقت مین اگر اس جلیل القدر اور محترم خاندان مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا وجود با جود نہوتا تو یہ خاندان گمنامی کے دایرہ سے کبھی نہین نکلتا۔ اور وہ تاریخی شہرت جو اُسے آج حاصل ہی کبھی حاصل نہین ہوتی۔

جناب شاہ عبد العزیز صاحب ۱۱۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوئے جیسا کہ آپکے تاریخی نام سے واضح ہوتا ہے ایک فاضل مورخ کا بیان ہی کہ جب شاہ عبد العزیز صاحب پیدا ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عبد العزیز نام رکھا۔ لیکن آپکے بعض احباب اور رفقا نے غلام حلیم تاریخی نام نکالا۔

شاہ صاحب ہنوز شیرخوار بچے ہی تھے کہ آپ کی فراخ اور نصیبہ ور پیشانی عالمانہ تزک و احتشام کیساتھ روشن و منور تھی اور اُسمین ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکارا اپنی پوری تابانی رکھتا تہا۔ آپکی پیشانی کسیقدر چوڑی اور اُبھری ہوئی تھی۔ جسے دیکھکر مبصرین خوب سمجھتے تھے کہ کسی زمانہ مین یہی ہلال بدر کامل بنکر ملک مین چمکیگا۔ اور اس ہونہار اور بلند اقبال بچے کو وہ پائدار عزت اور دوامی آبرو نصیب ہوگی جو زمانہ مین کسی

طبیعت پاس کر بٹھا دے گی۔

شاہ صاحب کا بچپن

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ ایسا حیرت ناک اور تعجب خیز زمانہ تھا جسکا فوٹو کاغذی پیکر پر کھینچنا مشکل بلکہ بہت مشکل ہے۔ آپکی بھولی بھولی صورت کا جلال خیز نظارہ پھر اسپر حیرت انگیز سادگی لاکھ لاکھ بناؤ دیتی تھی آپکی وہ پیاری پیاری محبوبانہ حرکتیں جو چھوٹی عمر میں بچوں سے سرزد ہوتی ہیں قابل دید تھیں اور آپ کی طفلانہ اداؤں میں اس غضب کی مقناطیسی کشش اور اس بلا کا جذب تھا جو سارے خاندان کے بڑے چھوٹوں کو بیخودانہ اپنی طرف کھینچے لیتا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب جیسے متین اور سنجیدہ شخص ان ہی پیاری اداؤں کی وجہ سے آپ پر فریفتہ تھے اور نہایت درجہ کی محبت والفت رکھتے تھے۔

اس شریف و نجیب بچے نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت میں بڑی خوش اسلوبی سے پرورش پائی اور بچپن کا زمانہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سایہ عاطفت میں بسر کیا گو اسوقت تک علم کے خوش آیندہ جھونکوں نے آپکے دماغ کو معطر نہ کیا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت میں چونکہ فطری طور پر علمی مذاق کا خمیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے علمی دنیا کی طرف بے روک قدم بڑھاتے گئے جب آپ پانچ سال کے تھے تو

تعلیم

قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تھا اور چونکہ آپ کو قدرتی طور پر علم سے زیادہ دلچسپی تھی اور آپ فطرتاً ایک نہایت ہی تیز ذہن سلیم الطبع۔ خوش فہم۔ طباع تھے اسلیئے بہت ہی نوعمری کے زمانہ میں قرآن شریف پڑھکر فارغ ہو گئے تھے اور اسکے ساتھ ہی اسی کم سنی کے زمانہ میں مقدس اسلام کے تمام اصول اور اکثر فروع کو تدریجاً حاصل کر لیا تھا۔ اور ساتھ ساتھ نشست و برخاست کے طریقے اور گفتگو کرنیکے داب بھی حاصل ہو گئے تھے۔

جب شاہ صاحب قرآن پڑھکر فارغ ہو گئے تو فارسی کے مختصر رسالوں کی تعلیم آپ کو دی جانے لگی جنہیں آپنے بہت تھوڑے عرصہ میں پڑھ لیا۔ اور اسکے بعد دو تین ہی سال میں معمولی صرف و نحو کی کتابیں نکال لیں شاید گیارہ بارہ سال کی عمر ہوگی کہ آپ کو باقاعدہ تعلیم ملنے لگی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے خلفا میں سے ایک نہایت متین و رنگیل شخص کے ہاتھ میں آپ کی خدمت تعلیم سپرد کی جنہوں نے نہایت قابلیت اور دلسوزی سے اس خدمت کو ادا کیا اور بڑی جانفشانی اور محنت سے تعلیم دی۔ تقریباً دو سال کے عرصہ میں آپنے عربی کے مختلف فنون میں وہ بلا کی حیرت انگیز ترقی حاصل کی جو قابل اظہار نہیں اور اسوقت طبیعت میں ایک ایسی جولانی اور تیزی پیدا ہوئی جسکی نظیر سے بڑے بڑے غواص بحر معانی سے حلقے خالی تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب جب تیرہ برس کے تھے تو آپ کی تمام معمولی درسی کتابیں نکل چکی تھیں۔ صرف نحو

فقہ۔ اصول منطق۔ کلام۔ عقاید۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ ریاضی وغیرہ وغیرہ مین کامل مہارت اور لیاقت حاصل ہوگئی تھی۔ اِن علوم کی تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ اپنے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین جانے اور دیگر طلبہ کے زمرہ مین شریک ہوکر سماعت حدیث کرنے لگے۔ جب آپکو متواتر چند روز درسگاہ مین جانے کا اتفاق ہوا اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنے طبلع ذہین قابل فرزند کے مخفی جوہرون کی جانچ ہوگئی تو آپنے اُن پر مشفقانہ نظرین ڈالنا شروع کین اور بڑی خوشی و مہربانی سے علم حدیث کا درس دینے لگے۔

شاہ صاحب کی ذہانت وطباعی

شاہ ولی اللہ صاحب کے حلقۂ درس مین اسوقت وہ جفاکش اور محنتی طلبہ داخل تھے جن کی ذہانت وحافظہ کی دہوم تمام علما مین پھیلی ہوئی تھی اور جو معرکۃ الآرا مسائل کے حل کرنے مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے شاہ عبد العزیز صاحب بھی اِن ہی طلبہ کے زمرہ مین شریک ہوکر تعلیم پاتے تھے۔ لیکن ذہانت وحافظہ کسی شخص کے اختیاری وصف نہین ہین نہ کسی طبع کیساتھ مخصوص ومحدود ہین بلکہ فطرت کی خاص بخششین ہین جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہین شاہ عبد العزیز صاحب کا دل ودماغ پہلے ہی سے اُن جوہرون سے آراستہ تھا جنہین فطرت کی خاص بخششین کہنا چاہیئے۔ جب آپ علم حدیث کی دشوار گزار گھاٹیان جلد جلد طے کرنے لگے تو تمام طلبہ آپکی فطری لیاقت اور خداداد قابلیت پر عش عش کرنے لگے اور آپ کی ذہانت وطباعی کو دیکھکر دنگ رہگئے۔ کوئی ایسا دقیق اور اہم مسئلہ درس کے وقت پیش نہ کیا جاتا تہا جسے آپ پانی نہ کردیتے ہون۔

زور تقریر

ابتدا ہی سے آپ کی تقریر ایسی شستہ اور منجھی ہوئی تہی کہ جب آپ کسی اہم اور مشکل بحث کی تقریر کرتے تو ایک ایسے رنگ مین ڈبوکر بیان کرتے جسے سنکر بڑے بڑے فضلا محو حیرت ہوجاتے۔ اور جناب شاہ ولی اللہ سمیت تمام حاضرین درس کی متعجبانہ نظرین آپ کی پُر مغز اور قیمتی تقریر پر پڑتین۔

شاہ صاحب کی ہمہ دانی

الغرض دو سال کے عرصہ مین جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے تمام حدیث کی کتابین اپنے والد بزرگوار سے پڑھ لین اور اب آپکی عمر مشکل سے پندرہ سال کی ہوگی کہ تمام علوم وفنون کی تکمیل کرلی اور ہر فن کو معراج کمال پر پہنچادیا شاہ صاحب کے سوانح عمری پڑھنے والون کو نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوگی کہ اتنی سی عمر مین شاہ صاحب جملہ علوم کے بحار زخار پر کیونکر عبور کرگئے اور ان سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیون کو اسقدر جلد کسطرح طے کرگئے لیکن صاحبو! یہ ذرا بھی مقام تعجب اور جائے حیرت نہین ہی۔ کیونکہ فطرت جس شخص کو اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے ضمیر کو اول ہی روز سے ربانی قابلیتون اور روحانی جوہرون سے آراستہ کردیتی ہی اور ہمیشہ وہ قوت جو

الہامی نکات کے دریافت کرنے مین یدطولیٰ رکھتی ہے اس روشن ضمیر مین ادنے تحریک سے روشنی ہوجاتی ہو عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جس نونہال پودے کی آبیاری خود قدرت اپنے نازک اور دلفریب ہاتھون سے کیا کرتی ہو اُسکا نشونما وابھار نہایت ہی حیرت خیز ہوا کرتا ہے۔ خودرو سبزہ قدرتی پانی سے جسقدر جلد اُگ کر سرسبز ہوتا اور لہلہانے لگتا اور اپنے اُٹھتے ہوئے جوبن پر ناظرین کے دلون کو مائل کرلیتا ہے اظہر من الشمس ہے جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ضمیر ہی کچھ ایسا قابل بنا تھا جسپر ربانی تجلیات کا پرتو بہت کچھ پڑ سکتا تھا۔ اورجب آپ کی طبیعت مین قدرتی طور پر علمی مناسبت موجود تھی اور فطرت کے فیاضانہ ہاتھون سے آپ مین علمی جوہر کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے تھے تو حقیقت مین آپکے لیئے ہر فن مین ایک اشارہ کافی ووافی تھا اور اتنی سی عمر مین علوم کی اسقدر کڑی اور سخت منزلین طے کرلینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو کچھ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے حاصل کیا وہ چودہ یا پندرہ برس کی عمر تک حاصل کیا اسکے بعد آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی چھوٹی سی عمر مین پیشوائے مذہبی اور مقتدائے علما تسلیم کیئے گئے کچھ مولٰنا شاہ عبد العزیز صاحب ہی پر چودہ پندرہ سال کی عمر مین فارغ التحصیل ہونا منحصر نہ تھا بلکہ یہ خصوصیت اس جلیل القدر خاندان کے ہر عزیز ومحترم ممبر کیساتھ مخصوص تھی۔ آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور جد امجد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب بھی اسی عمر مین علوم نقلیہ وعقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے جناب شیخ ابو الرضا محمد صاحب آپکے جد بزرگوار اور شاہ اہل اللہ صاحب عم محترم۔ غرضکہ اس واجب التنظیم خاندان کے کل حضرات چودہ پندرہ ہی سال کی عمر مین پڑھ پڑھا کر فارغ ہو ہوگئے تھے۔

شاہ صاحب کی علوم سے فراغت

شاہ عبد العزیز صاحب کے خاندان مین علوم نقلیہ کیساتھ ساتھ علوم عقلیہ کا بھی رواج تھا۔ اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ مین جہان حدیث وتفسیر کو بڑے زور شور سے پڑھایا جاتا تھا وہان منطق وریاضی کی بھی تعلیم دیجاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب چھوٹی سی عمر مین ایک لایق ریاضی دان اور قابل منطقی بنگئے تھے۔ اور تواریخ وجغرافیہ مین بھی اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ جیساکہ آپ کی قابل قدر تصانیف سے اس بات کا بہت کچھ ثبوت ملسکتا ہے اور یہ بخوبی تحقیق ہوگیا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ان علوم سے خاص دلچسپی تھی اور تواریخ وجغرافیہ کے جوہرون کی کنجیان آپکے ہاتھ مین تھین جیساکہ آپکے اُس قصیدہ سے ثابت ہوتا ہے جسمین آپنے سوڈان کے حالات وواقعات کا پورا فوٹو کھینچا ہے اور اُس ملک کی مفصل کیفیت درج کی ہے۔

شاہ صاحب کی تواریخ وجغرافیہ دانی

شاہ صاحب کا تبحر

قطع نظر فنون اکتسابی اور علوم ظاہری کے آپ وہبی فیوض اور باطنی علوم سے بھی معزز و ممتاز تھے اگرچہ تمام علوم عقلیہ مثل حکمت منطق ہندسہ ہیئت وغیرہ مین مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن اپنی تمام ہمت علم اوقات حدیث نبوی کے غوامض کی تحقیق اور کلام الٰہی کی تفسیر اور حضرت رسالت پناہی کی مقدس ورنگ شریعت کی اشاعت و توسیع مین صرف فرماتے تھے۔ اور طالبان صادق نہاد کے ارشاد و تلقین کیطرف ہمیشہ متوجہ رہتے تھے۔ ورنہ علوم عقلیہ مین ایسا کونسا علم تھا جسمین آپ کو دعوے یکتائی اور یکہ فنی حاصل نہ تھا۔ اور کون فن تھا جسمین آپکو تبحر و عبور نہ تھا۔

جس طرح سلاطین تیموریہ کے خاندان مین نسلاً بعد نسل سلطنت و حکمرانی چلی آتی ہے اسیطرح آپکے عظیم الشان اور واجب التعظیم خاندان مین علوم و فنون بطناً بعد بطن اور صلباً بعد صلب چلا آتا ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب جب عقلی و نقلی علوم کی تحصیل اور باطنی کمالات کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکے چند روز بعد سفر آخرت قبول کیا اور آپ کی فائض البرکات ذات سے مسند خلافت نے زینت اور سجادہ ارشاد و ہدایت نے بے انتہا رونق حاصل کی کیونکہ مولنا رفیع الدین صاحب اور مولنا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہما آپکے چھوٹے بھائی والد ماجد کے سامنے نہایت کم سن اور نوعمر تھے اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے علوم و فیوض حاصل کرتے تھے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے انتقال کیوقت آپ کی سترہ برس کی عمر تھی اس چھوٹی سی عمر مین لوگ آپکے پاس تعلیم پانیکے لیئے آنے لگے۔ اور سب نے آپ کو مقتدا تسلیم کر لیا۔ آپنے والد کی جگہ بیٹھ کر نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ طلبہ کو پڑھانا شروع کیا اور حدیث و تفسیر کے علاوہ دیگر مروجہ علوم کا درس دینے لگے شوقین طلبہ دور دور سے آتے اور آپکے درسگاہ مین داخل ہونے کو ذریعہ فخر سمجھتے چونکہ آپ طلبہ کے ساتھ نہایت مہربانی اور کریمانہ اخلاق سے پیش آنے کے علاوہ بڑی محنت و جانکاہی سے پڑھاتے تھے۔ اسلیئے اب یہ مدرسہ انتہا درجہ کی شہرت پکڑ گیا تھا۔ ہر وقت آپکے درسگاہ اور مکان کے دروازے پر طلبہ کا ہجوم لگا رہتا اور لوگ جوق جوق حاضر ہوتے۔

ہمین اس فقرے کے لکھنے مین کبھی تردد نہین ہو سکتا کہ ہندوستان مین علم و عمل کی ریاست کا اول آپ پر بعد آپکے لائق بھائیون پر خاتمہ ہوگیا۔ افسوس اس شریف و نجیب خاندان کے معزز ممبر دنیا سے کیا اُٹھے کہ دینی علوم یکلخت معدوم ہوگئے اور علوم و فنون کا صاف اور چکدار چشمہ علما کی بے توجہی سے جہل کی

خس و خاشاک سے بالکل پٹ گیا۔

صاحب اتحاف کا بیان ہے کہ "جناب شاہ عبد العزیز صاحب اپنے وقت کے نہایت زبردست عالم تھے اُس زمانہ کے تمام علما و مشائخ آپ کی طرف رجوع تھے۔ اور بڑے بڑے فضلا آپ کی خدمت تلمذ پر بیحد فخر کیا کرتے تھے۔ آپ کا علوم متداولہ وغیرہ میں جو پایہ تھا جو بیان میں نہیں آسکتا۔ کثرت حفظ علم تعبیر رؤیا سلیقہ وعظ

شستگی تقریر

انشاپردازی تحقیق نفائس علوم میں تمام ہمعصروں میں امتیازی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور مخالفین اسلام کو ایسی سنجیدگی و متانت سے دندان شکن جواب دیتے تھے کہ وہ ہونٹ چاٹتے رہجاتے تھے۔ آپ کی تقریر میں ایک بلا کا جادو تھا جس کا مخالف و موافق پر برابر اور یکساں اثر پڑتا تھا۔ آپ کی شستہ بیانی اور سلجھی ہوئی تقریر کی تمام ہندوستان میں دھوم مچی ہوئی تھی اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے کہ اُن کی مجلس وعظ سے ہر مذہب ملت کا شخص خوش ہو کر اٹھتا ہے متعصب اور ہٹ دھرم لوگ بھی آپ کی بات بلا تردد تسلیم کرتے اور حسن تقریر کے آگے فوراً اطاعت کی گردنیں جُھکا دیتے ہیں۔

شاہ صاحب کی وقعت لوگوں کے دلوں میں کہانتک تھی

موافق تو موافق مخالف کے دلمیں بھی آپ کا بے انتہا وقر و احترام تھا۔ آپ نے اپنی عمر کا سارا حصہ طلبہ کی تدریس مریدوں کی ارشاد و تلقین۔ طالب العلموں کی تکمیل وعظ و نصیحت فصل خصومات میں صرف کیا۔ آپ ظاہری جاہ وعزت۔ صوری احترام و تمکنت باطنی کمالات کیساتھ فراہم رکھتے تھے۔ غرضکہ تقدس مذہبی کے علاوہ دنیاوی اعزاز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپ سے دریغ رکھا ہو۔ آپ کی شاگردی پر بڑے بڑے فضلا کو فخر ہے اور آپ کی ترتیب دی ہوئی کتابوں پر علمائے فحول کو بہت کچھ اعتماد و بھروسہ ہے۔ الحاصل جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا واجب الاحترام خاندان علوم حدیث اور حنفی فقہ کا مخزن اور رسمی فنون کا سرچشمہ ہے۔ اس مقدس شریف علم کی خدمت جسقدر اس اہل بیت سے وجود پذیر ہوئی ہے ہندوستان میں کیا دوسری ولایتوں میں بھی کسی خاندان کی نسبت نہیں سنی گئی۔

درحقیقت عمل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابل زمین میں آپکے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بویا اور آپ نے اُسے پانی دیتے دیتے یہان تک نوبت پہنچائی کہ اُس سے ایک نہایت خوشنما اور نونہال پودا پھوٹا جو چند روز میں سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگا۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور کے لوگ اُس کے پھل و پھول سے گودیاں لبریز کر کے جانے لگے"!

ایک اور فاضل مورخ جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے حالات لکھتے ہوئے یہ مختصر ریمارک کرتا ہے کہ

"ہندوستان مین حدیث وتفسیر اور دیگر دینی علوم کا چراغ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد صرف کے فرزند رشید جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے روشن تہا لیکن نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ آپکے انتقال کے بعد حدیث وتفسیر کے علوم کا چراغ گل ہوگیا۔ اور یہ علوم ہندوستان سے بالکل مفقود ہوگئے ہندوستان مین اسوقت جسقدر علما دیکھے جاتے ہین سب اسی سرگروہ علما کے خرمن کمال کے خوشہ چین ہین۔ امصار و دیار کے تمام علماء اسی زبدۂ ارباب حقیقت کے چاشنی گرفتہ ہین"۔

منصب وعظ گوئی

اس زمانے مین تمام ہندوستان مین عموماً اور دہلی مین خصوصاً جو یہ آفت وبائی ہوا کی طرح عام ہوگئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئین عالم وفاضل سمجھتا ہے اور صرف اس بنا پر کہ چند دینی مسائل کے اردو رسالے اور قرآن مجید کا ترجمہ کسیقدر اُستاد سے اور کسیقدر زور طبیعت سے پڑھ لیا ہے۔ اپنے کو فقیہ و مفسر سمجھکر وعظ گوئی مین جرأت کر بیٹھتا ہے شاہ صاحب کے زمانہ زندگی تک اسکا مطلق اثر نہ تہا بلکہ بڑے بڑے متبحر علما اور نہایت مستعد فضلا باوجودیکہ تمام علوم مین غائر نظر رکھتے تھے اور جزئیات مسائل کے احاطہ پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ لیکن تا وقتیکہ اپنا سمجھا ہُوا شاہ صاحب کیخدمت مین عرض نہ کر لیتے اُس کے اظہار کی کبھی جسارت نہ کرتے۔ اور بیان مین زبان کو جنبش تک نہین دیتے تھے۔

شاہ صاحب کا حافظہ

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا حافظہ لوح تقدیر کا اَن مٹ نسخہ تہا اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپنے غیر مشہور کتابون کی طول طویل عبارتین صرف اپنی یاد کے بھروسہ پر طلبہ کو لکھوا دی ہین۔ لیکن جب کبھی اتفاق سے کتابین دستیاب ہوئین اور انکی لکھوائی ہوئی عبارتین اصل کتابون سے مطابق کی گئین تو سر مو فرق نہ تہا۔ باوجودیکہ آپ کی عمر شریف اسّی سال کے قریب پہنچگئی تھی۔ اور جسمانی امراض کی کثرت خصوصاً قلت غذا کی وجہ سے بدن مبارک مین کچھ بھی طاقت باقی نہین رہی تھی۔ لیکن پھر بھی باطنی فیوض کی برکات اور قوائے روحانی کی حدت سے علمی دقائق ونکات اس گرمی اور مستعدی سے بیان فرماتے کہ سننے والیکو معلوم ہوتا تہا کہ ایک بحر زخار بڑے زور شور سے موج زن ہے اور سمندر مین متلاطم خیز موجین اُٹھ رہی ہین۔ جب آپ گفتگو کرنا شروع کرتے تو تمام حاضرین مجلس پر حالت استغراق ومحویت طاری ہوجاتی اور اُن کے دل ربانی انوار سے منور ہوجاتے۔

ابتدائی زمانے مین فرقہ اثنا عشریہ نے تمام ہندوستان مین ایک خطرناک دُھند مچا رکھی تھی جس سے بعض اہل تسنن کے عوام وجہال کے دلون مین ایک طرح کا تردد وتذبذب پیدا ہوگیا تہا قریب تہا کہ اُنکے عقیدے بگڑ جائین کہ جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اکثر ممتاز ومفخر علما کی التماس سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھی جو اپنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ

محتاج بیان نہین پہر کسقدر حیرت کی بات ہے کہ باوجود اِس کثرت ضخامت کے آپنے چند روز مین اِس کتاب کو مرتب کردیا کتاب کی پوری خوبی تو اُسکے مطالعہ سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ ایک ادنے درجہ کا طالب علم بھی جو کچھ بھی علمی سرمایہ نہ رکھتا ہو ایسے دیکھکر علمائے شیعہ سے نہایت دلیری اور بیباکی سے مباحثہ اور مناظرہ کرسکتا ہے۔ چند معتبر اور ثقہ لوگون سے سنا گیا ہے کہ جب آپ تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف و تالیف مین مصروف تھے تو کتابون کی عبارتین اور صفحے مین اِسطرح زبانی ارشاد فرماتے تھے کہ گویا اِس فن کے متعلق تمام کتابین اور کتابون کی عبارتین آپ کو ازبر ہین۔ اور ساتھ ہی مخالفون کو ملزم کرنے کیلئے کتب شیعہ کے حوالے جنہین شاید شیعی علمانے بجز نام کے سُنا تک نہوگا اپنے حافظہ کے اعتماد پر بیان فرماتے تھے۔ باوجود اِن تمام باتون کے عبارت کی

متانت وظرافت

متانت اور لطائف وظرائف جیسے کچھ ہین ناظرین پر واضح و ہویدا ہین۔

شاہ صاحب کا وعظ اور طرز بیان

ہفتہ مین دو مرتبہ منگل و جمعہ کو دہلی کوچہ چیلان پُرانے مدرسہ مین مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور خواص و عوام مین سے صادق العقیدت شائقین اور صافی نہاد معتقدین موروملخ سے زیادہ جمع ہوتے اور رشد و ہدایت کا طریقہ استفاضہ کرتے آپ کی جادو بھری اور سحر آمیز تقریر مین وہ اثر ہوتا کہ مخالفین گھرون سے ارادہ کرکے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولانا کی مخالفت کرین گے۔ لیکن وہان بجز سکوت وخاموشی کے کسی کو دم مارنیکی مجال نہوتی وعظ کے ختم ہونے تک تمام مجلس پر سکوت حکومت کرتا اور خاموشی کی چادر سب طرف پھیل جاتی آپ کا طرز بیان ایسا اچھا تہا کہ ہر مذہب ملت کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہوکر اٹھتا تہا اور آپ کی کوئی بات کسی پر گران نہین گزرتی تھی۔

شاہ عبد العزیز صاحب کے اِن مختصر حالات پر اجمالی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی عمر شریف کا تمام حصہ درس تدریس ہی مین صرف ہوا اور یہین سے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپکے بیشمار شاگرد اور انگنت تلامذہ ہوگئے۔ جنکی تعداد کی کوئی مفصل اور بسیط فہرست افسوس اسوقت تک باوجود تحقیقات کے ہمین دستیاب نہین ہوئی۔ لیکن پہر بہی جہان تک ہمین تحقیق ہوا ہے آپکے اُن مشہور و نامور شاگردون کی مجمل فہرست قلمبند کرتے ہین جنھون نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر علم کے بیش قیمت جوہر دامن سے گودیان لبریز کین۔

شاہ صاحب کے تلامذہ کی مختصر فہرست

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب۔ جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و بلند اقبال فرزند اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے چھوٹے حقیقی بہائی جنھون نے حنفی فقہ اور علم حدیث کی تحصیل آپ سے کی اور کلام و عقائد کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت مین ہوئی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر۔ جناب شیخ محمد افضل کے

فرزند رشید اور آپ کے حقیقی نواسے ہین۔ انہون نے حدیث وفقہ کے علاوہ اور علوم بھی آپ سے سبقاً سبقاً حاصل کیئے۔ جناب مفتی صدرالدین خانصاحب دہلوی۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب۔ جناب مولوی مخصوص اللہ جو حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے فرزند ارجمند اور آپ کے حقیقی بھتیجے ہین۔ مولوی عبدالحی صاحب آپکے داماد مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی۔ مولوی کریم اللہ صاحب دہلوی۔ مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید جناب شاہ عبدالغنی صاحب کے فرزند رشید اور آپ کے بھتیجے۔ مولانا میر محبوب علی صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب شیخ محمد فضل صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اور آپ کے دوسرے نواسے۔ مولوی عبدالخالق صاحب۔ حضرات مذکورین اسی دہلی کی چاردیواری کے اندر کے باشندے تھے جنمین سے اکثر صاحب اسی زمین مین پاؤن پھیلائے بیٹھی نیند سو رہے ہین انکے علاوہ اور بہت سے بیرونجات کے طلبہ بھی آپ کی درسگاہ مین رہا کرتے تھے مثلاً مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی۔ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی۔ مولانا حسن علی صاحب لکھنوی۔ مولانا حسین احمد صاحب ملیح آبادی وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات مین کا ایک ایک شخص آسمان علم کا ایک ایسا جہانتاب آفتاب تھا جسکی علمی چمکارون سے دنیا جگمگا اٹھی تھی۔ اور علوم کے انوار وبرکات سے تمام اہل دنیا منور ومستفیض تھے آج جہان سے جہان تک علمار فضلا محدث فقیہ دیکھے جاتے ہین سب انہین حضرات کے مائدہ افضال کے زلہ ربا اور خوشہ چین ہین جن کا سلسلۂ اسناد جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے واسطہ سے حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تک منتہی ہوتا ہی۔

الحاصل جناب شاہ عبدالعزیز صاحب جامع علوم وفنون تھے علمی تبحر سے قطع نظر کرکے آپکی قادرالکلامی اور انشا عربی بڑے پایہ کی تھی۔ آپ کی عربی نظم ونثر علم ادب کی جان اور ادیبون کی روح ہی۔ لہذا اس مقام پر چند مسودے نقل کیئے جاتے ہین جنسے آپ کا زور قلم جولانی طبع تیزی ذہن بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے عم بزرگوار جناب شاہ اہل اللہ صاحب کو تحریر فرماتے ہین نظم

سلام علی مولی جسیم الفضائل	کریم الوری حاوی فنون الفواضل
حماہ اللہ العالمین عن الاذی	وعن کل شر فی الخلیقۃ نازل
وبعد فان العبد یحمد ربہ	علی ما حماہ عن صنوف الغوائل
لاغدو وانی اب النعیم ملابسی	واسبغ ایدی الطیبات حمائل
ولکن اری الکفار ارباب ثروۃ	لقد افسدوا ما بین دھلی وکابل

ولقد رفع الاشرار فوق خيارنا — وكل امرا شر يلحي بالثنا طائل
وكل بخيل لا يرام قناؤه — وكل حسود مبغض ذي وغائل
ارى الخلق طرا مشتكين معانهم — وامرهم ما بين فقر وعائل
لكل زمان من تقاسم رحمة — الا له نصيب لا يرد بحائل
وان زمانا ظلت فيه مسوّدا — خلي من الخيرات ملاء الزلازل
فما الشغل فيه غير فسق وبدعة — وما الناس الا كالجهال العباهل
جزى الله عنا قوم سكھ ومرهٹ — عقوبة شرعا جلا غير آجل
فقد قتلوا جمعا كثيرا من الورى — وقد اوجعوا في اهل شاء وجاهل
ولم يدعوا قوما مصونين عنهم — وان وافقوهم بالذرى والكلاكل
هم كل عام نهبة في بلادنا — يخوضون فينا بالضحى والاصائل
لقد فسدت هذه الديار وقد خلت — عن العدل حتى قلت بل كل قائل
فهل بعد هذا من معاذ لعائذ — وهل من مغيث يتقي الله عادل
ايا قلب كم تشكو الزمان وانت — عن مكارم لطف الله لاه وغافل
كفى الله سلوانا لوجع مفاصلي — اليس بكاف عروة للاوائل
وكيف بهم الهم نحو قلبنا — ولدنا الى من ليس عنا بغافل
وان كانت الاقوام لا خير فيهم — فنحن تمسكنا بخير الوسائل
رسول اله العالمين فانه — ثمال اليتامى عصمة للارامل
يلوذ به الالاف من اهل حاجة — فهم عنده في نعمة وفواضل
يضم عفاة الطارقين جنابه — كما ضم ام الراس شعث الفتائل
ويستهزم الجيش العرمرم باسمه — وان كان جرارا كثير الصواهل

شاہ صاحب نے اس خط مین سکھ اور مرہٹون کی غارتگری اور اس ظالم و ستمگار اقوام کی چیرہ دستی کا سچا فوٹو کھینچا ہے اور نہایت خوبصورتی کیساتھ اس مضمون کو نظم کے پیرایہ مین ادا کیا ہے۔

شاہ صاحب موصوف کا ایک اور خط مولوی محمد عثمان کشمیری کی طرف۔

تألق برق مو هنا من حمی هند	وهب نسیم سحرة من الی نجد
فمن شیم ذاک البرق اسبیت فی جوی	ومن شیم هذه الریح اصبحت لی نجد
کتبت لهذا عن نزول صحیفة	مکرمة عن فدوة العن والمجد
کتاب کعقدة الدر جودة نظمه	یکون لسان النطق واسطة العقد
فلما فککت الختم عنه وجدته	خطوط ریاحین علی صفحة الورد

سلام قولا من رب رحیم وتحیة فضلا من بر کریم علی من حاز الفضائل طرادانیها وقاصیها وحوی المجالس اسرا بادیها وخافیها سلالة الاکابر وخلاصة ارباب المفاخر مولوی محمد عثمان بن فاروق الکشمیری لازال قدره بین الاکارم علیا وبدره علی سماء المکارم جلیا. وما برح مجلسه روضة من ریاض الصالحین ومنهجه منهاج العابدین وادام الله مهجته رونقا للعلوم والفضائل وزینة للفنون ومحاسن الشمائل وبعد فنحن بحمد الله تعالی علی ما اولانا من عافیة غیر عافیة ورفاهیة غیر واهیة وعلی ما تواتر الینا من الاحادیث الصحیحة المسندة الی مجلسکم العالی المرسلة بایدی الثقات والتوالی بعد ما کادت سلسلة الوداد ینقطع واثرما اوشکت شنشنة الاتحاد تنقلع وبعد ذلک کل قد وصل الینا فی نفحات ایامنا وفتوحات شهورنا واعوامنا منکم کتاب عن تفسیر آیات الاشواق کشاف رائق ولبیان معانی بدیع الاشتیاق مفتاح فائق فیه تلخیص لاصول الاخبار السادة وتقریب للنجاة عن الهواجس المولمة الضارة مطالعه کافیة فی تنویر الصدر رخضوء المصباح فی ایضاح المسطور مقاطعة شافیة عن التهاب القلوب الی فتوح الغیوب ولعمری انه سرور المحزون وقرة العیون کنز من فصوص الوداد معدن لنصوص الاتحاد مقاصده فی ازالة الخفاجیة بالغة تترشح منها هواتم همعات ربانیة موافقة فی کشف الغین وقرة العینین کانها شمس بازغة تتشعب منها لوامع ولمعات نورانیة مواقعه کمواقع النجوم من اهله الفهوم مراصده کالصحائف الالهیة فی تجرید الصدر عن وساوس الشیاطین فیها خیر کثیر والطاف قدسیة تسلیة لنفوس المحبین فعند ذلک انصرف ضمیری لابراز ما استتر فیه حیث لایحسن اسناد السرور الا بالاضافة الی ذویه ولا تجب معرفة جمیع الاسماء وترکیب الحروف الا لمن هو من ظروف الاسرار ومن له تمیز بین الاحوال المترادفة المتداخلة عند انقلاب الادوار فقلت له اهلا وسهلا ومرحبا بخیر کتاب جاء من خیر اودی لیهنک یا عثمان شلفی شوق

وانی بعد فاروق وبعد محمد اذا کان طبع المرء فی الاصل صالحا تداعت له الاوصاف من کل ممتد
هذا وقد فککنا عنه الختام المسکی واستنشقنا منه العرف الذکی وطرحنا النظر من اوله الی آخره
وقفنا منه علی لطیفة کما یقع المتوحش فی اللیلة الظلماء علی سامرة ووجدنا مدده کخافیة الغراب
وقرطاسه کرقراق السراب وخطه مثل موشی الثیاب والفاظه کایام الشباب ورایناه یدور علی
مطالب هی اصول المآرب منها التحسر علی فوات ما کان لکم من جانب شیخنا قدس سره مشافهة ومکاتبة
فاعلموا انه غم عم تاسیس الاعضاء والم الم بتماسک الاجزاء وقد قلت فی التاثة متناکرا البعض
فیوضه وتجانسه ذاکر البعض مرابعه فانسه نعم ما یهوی الی اخر الابیات ومنها فرط الملال وضیق البال
من فقد الجاه والمال فلا یخفی علیکم ان اقبال الدنیا کالما بمضیف او سحابة صیف او زیارة طیف
والاجانب منها اغنی ودب واحلام منها جاب ذاو ما تری الانسا فیها مبتهجة لکثرة الدراهم والدنانیر
فلا یمضی علیه زمان اقصر من ظهار الحمار الا وتراه قد انقلبت به الاطوار وهتکت علیه الاستار ولنعم
ما قیل منافسة الفتی فیما یزول علی نقصان همته دلیل ومختار القلیل اقل منه وکل فوائد الدنیا
قلیل وکان علی رضی اللہ عنه یتمثل ومن یصحب الدنیا یکن مثل قابض علی الماء خانته فروج الاصابع
علی ان المرجو من عمیم لطفه وجسیم فضله ان یفتح اللہ علیکم ما یسد به خلتکم ویقضی به حاجتکم
فعلیکم بالصبر فانه مفتاح الفرج وان من تانی ادرک ادرک ما یتمنی واما ابیاتکم اللامیة فاقرت فیها
نابس النغمات فی الاسماع واخفت منها اشد انجاع وکیف لا ومن حوب الدهر الغرور بعثرة الی اخر الابیات
ومنها الاشتغال بالتصنیف والتالیف فهنیئا لکم هذه النعمة العظمی والمنحة الکبری فانها الغایة القصوی
من العلم وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون ولذلک قیل ما خلدت العلوم الا بما دهر من تدوینها والتصنیف
فی افانینها والا لکانت انفاسا تمضی وریاحا تجری واصواتا تضفق واجراسا لا تبصی ولولا باعتنیة ذلک
لماتت رسومها وطمست نجومها ولعفیت عن راتها وذوت فنانها ولقل الغابر منها فی ایدی الناس
والثات علی مر الاخراس ولشط علی طالب المراد وکبت علی مقتبسیه الزناد ولا نری للعالم علما اذل
منه علی کنه فضله والوم بما ادلی من فاثر بریک حیا ناطقا وهو رمیم وما تلک بین یدیک وهو عدیم
والسلام والاکرام۔

شاہ عبد العزیز صاحب کا مولوی محمد عاشق کے نام

ایک اور خط جو جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے شیخ عارف مولوی محمد عاشق صاحب کو فرزند کی تہنیت ومبارکبادی میں

لکھا تھا اور جو حروف معجمہ سے خالی ہے۔

شاہ صاحب کا غیر منقوط خط

مصدر المحامد المکارم مرصد الاعالم والاکارم سالک مسالک الکرم مساعد مصاعد الھمم ماادر رد ھم مصرحا لسموع کمساہ اداماللہ عمرہ واصلح امرہ المحرر حصل اللہ رفالہ واصلح اعمالہ حامد للہ الہ لاالہ الاالاہ لاولالاواء الالاوا ء ہ سمک السماء ولاعمد لہ وامد العطاء ولاامد لہ ومصلی لرسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ ورحمائہ وموصل لکم السلام والاکرام والطمع الوصال لما ھو اھم الآمال وملوح لما مدلولہ وصل مرسولکم للکرم ولما لاح محصولہ وھو ولود مولود سرکوا الحرو سماعہ وادراکہ مسرور لااحد لہ ومرحالاعدلہ عمرھا واصلحہا الکرم مھلھلا والسلام والاکرام۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا خط شاہ اہل اللہ کے نام

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ایک اور خط جو آپ نے نظم و نثر سے آراستہ کر کے اپنے عم بزرگوار جناب شیخ اہل اللہ صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

سلام علی من فاق بالمجد والکرم — واحرز اصناف المدائم والحکم
وشاق قلوب المخلصین بلطفہ — وعز فلم یترک نقیر امن العظم
وبعد فان العبد ما زال یحمد — الالہ علی ما فاض بالفضل والنعم
دعا فاہ عمایوجب الجھد والغنا — وعن کل اطوار الشدائد والسقم
فاسئل رب الناس ان یخذل العدیٰ — ویحفظ احبابی من الشر والنقم
ولاسیما ذاک الجناب فانہ — نہایۃ امامی وغایۃ مغتنم
وبعد فلما فزت منکم بروضۃ — حوت کل ما اشمل من الورد والشیم
ادید بہا خطا کریما منورا — قاطع الدجی عنی وقد کشف الظلم
تیقنت ان المجد والعزا قبلا — الی وان الغم والھم یصطلم
ملتف ورش المسک فیہ مکانۃ — لمدادو ان اللہ فیہ لمنتظم
والھما مما این بان عن فتیٰ — علیل غلیل القلب غائلۃ السدم
لعمرک ان الشوق یحوجنا بکم — لیعجز عن تبیانہ اللوح والقلم
لاخلاص ھذا العبد فیکم شواھد — وآیات ایضاح کنار علی علم
جزی اللہ ایاکم عن العبد خیرا — واھمی علیکم عارض الجود والکرم

وصان جناب العز عن سائر البلا — وعن کل ما یخشی وما یوجب الهذم

وبعد فقد جاءت علینا بعائیل الرضا وامطیت سحائب العز والعلی فاطفئت لهیب قلوبنا وازالت عنا بیلالها جفاف کروبنا وتلحت بورودها صدورنا وزادت بورودها سرورنا اکنی بذلک کله عن صحیفة شریفة نزلت علینا من ذلک الجناب الذی هو تلثم شفاه الاحباب ومعتصم ایدی الاصحاب وما تضمنت من بشارة التوجه السامی الی دعاء الشفاء واستدعاء زوال الداء العارض لقرة العین فلانة صانها الله عن موبقات الزمان فقد وقع بمکان وحل منا احل جنان وکیف لا وبمثل هذا یرتجی انجاح المطالب واسعاف المآرب واما الامر بالتمشیة والمهاداة فقد سبقنا الی الامتثال به صدور الامر المطاع وورود الحکم اللائق بالاتباع هذا وقد اجزت الشیخ محمد میر بما قد عرض لوالدة الکبیر من نشوب الشوکة وورم القدم وشقها وذکرته بما ورد فی الکتاب والسنة من مراعاة القرابة وحقها فاستعد بالرحلة وتاهب للسفرة ثم ان قرة العین فلانة حفظها الله بحمد الله خف مرضها وزال عرضها ووفقنا الله فی اثناء المعالجة لاستعمال الادویة المفیدة ففارقتها الحمی بحمد الله مفارقة سعیدة وذلک بعد حمیة شدیدة وملازمة لعرق عنب الثعلب واعواز السمن فی الطعام وتقلیله ملازمة اکیدة فسوء القنیة ایضا لیس لها بحمد الله تعالی علی کبدها ولا علی المعالیق اثر یحس او یعتد به وانما تعرضها عند رطوبة الهواء تهیج خفیف وعسی ان یرفع الله ذلک ایضا بمنه وکرمه ولطفه آمین۔

شاہ صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

شاہ صاحب کا دوسرا خط شاہ اہل اللہ کی طرف

لاحت بروق الحمی والقلب مبتول — والروح منفصل والدمع مهمول
فشمت منه سرورا لم یکن فرح — اعز عندی منه فهو موصول
وطبت من بین اصحابی وما علموا — بفرحتی ونسیم الروح معلول
وصرت ارفل فی اثوابی عاشق — والهم منهزم والغم مخذول
جزاک ربک فی الدارین خیرهما — وطول عمرک فی الدنیا منسول
وصاننا ولکم عن کل جائحة — یفضی الینا اذاها وهو مشمول
ایا مریدانت فالقلب منجزع — من قوم سکم وان الخوف معقول
افناهم الله عن هذه الدیار فهم — شر الاعادی وهم من جنة غول

فوضت امری فی امر الناس اجمعہم — الی الالہ وان الحفظ مامول

الفقیر الحقیر عبد العزیز یرفع السلام والغرام الی من فاق الکرام ویحمد اللہ علی العافیۃ والرفاھیۃ ویشکرہ علی ما وصل الیہ من الصحائف اللطائف تترا وحصل الیہ من مطالعۃ الاخبار السارۃ مرۃ بعد اخری ھذا واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ثم طلب العافیۃ والمعافاۃ فی ھذہ الایام التی ھی ایام الفتن ومواسم المحن عافانا اللہ تعالیٰ وایاکم من سائر البلاء ورزقنا اللہ وایاکم ما یتمنی من الخصب والرخاء اٰمین۔ والسلام۔

آپ کا ایک اور خط عم محترم شیخ اہل اللہ صاحب کی طرف

شیخ شاہ عبد العزیز کا خط شیخ اہل اللہ کی طرف

یامن الی وجھہ تصبو صباباتی — ومن ذری عزہ تقضی لبانا تی
لاخیل عندی اھدیھا ولاخول — لذا صعدت تضاعیف التحیات
حیاک ربک فی عیش ورغد — ولا یکدرہ شوب البلیات
وافی البشیرکی فاعطی السمع منبھۃ — رقوض الھم من اتیار والآتی
بندی فقد طلعت شمس العلی وھدی — بدر التشرافۃ فی افق الکرامات
درمن البحر بحر العلم قد ظہرا — نورتفتح من روض السعادات
ابقاہ رب الوری بالصالحات معًا — وانبت اللہ سعد خیر انبات

بعد عرض السلام ورفع الشوق والغرام فالداعی عبد العزیز الراجی الی رحمۃ ربہ المجیز یحییکم بتحیات اصولھا ثابت فی ارض المحبۃ الخالصۃ وفروعھا فی السماء ویرفع الیکم دعوات لایزال نزداد ابد الآباد فی القبول والنماء وبعد فانی احمد اللہ علی ما کسانی من سرابیل الصحۃ وقمص العافیۃ واطعمنی اقوات الامن وارزاق الرفاھیۃ وانھا نعمۃ عظیمۃ ومنحۃ جسیمۃ کما قیل ؎

وما العیش الا فی الخمول مع الغنٰی — وعافیۃ تغدو بھا وتروح

بید ان قرۃ العین عائشۃ سلمہا اللہ تعالیٰ کانت ذات علۃ فتفضل اللہ تعالیٰ بازالۃ اکثرھا وھو المرجو لازالۃ غبرھا وقانا اللہ تعالیٰ ھول المطلع وصرف عنا وعنکم سوء المضطجع واحسن الیناو الیکم فی المرجع اللھم انا نبات نعمتک فلا تجعلنا حصائد نقمتک اٰمین اٰمین اٰمین وان من لمحات رحمۃ اللہ فی ھذہ الایام ما تباشرنا بہ بتاشر اھل الحرمین بلین الاسعار وتحادثنا بہ تحادث البلد

بنتسابم الامطار وهو الخبر السار الذی کتب فی الالواح وامتزج بالارواح وعد فی جملة انتشار العظام وجری فی العروق وسری فی العظام تغلغل حیث لم تبلغ شراب ولاحزن ولم یبلغ سرور فقلنا متوجهین الی ورودها ما کانت تقول له اوائل العرب عند التهانی بمولودها بارک الله فی الحیا بها حتی نری بنات هذا اجل مور لحده من کی تقلدی مثل ما تقلدی کانه انت اذا تشد الشمائل محمودة وقتا هنا کرمه الله تعالیٰ مولده وقرن بالخیر مورده واطال عمره واسعده وجعله مقرب جناب الاله ورباه فی ظلال اهل الله آمین المزیادة ترحب السامة والسلام والاکرام

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ایک اور خط اپنے عم بزرگوار کی جانب۔

شاہ صاحب کا ایک اور خط شیخ اہل اللہ کی طرف

الی المجلس المحفوف بالمکارم والمعالی اعنی به سیدنا وسندنا ومعتمدنا ومکان الروح فی جسدنا وذخیرنا یومنا وغدنا سیدنا العم سلمه الله تعالیٰ ظلاله عن الافول واحله محل القبول آمین

بعد دفع السلام والاکرام	فیقول الفقیر ذو الآثام
ان هذا الفقیر محفوظ	عن شر وبا الزمان الاسقام
یسئل الله بعد کل صلاة	ان یعافیه فائض الانعام
ویعافی جمیع رفقة الارحام	من ذکور ونسوة وغلام
ثم ان البلاد فاسدة	عن ایادی الغشوم والظلام
غیر خاف علیک ما صنعت	قوم سکھ کایت التی تشام
خفضوا کل قریة ومضوا	یهدمون الحصون والاطام
ضیعوا الامة من الارواح	فتلوا الامة من الاجسام
نهبوا اعدة من الاموال	اونفقوا اعدة من الایتام
وسقوا کل من تعرضهم	من فنام الانام کاس الحمام
ذهلت کل مرضع عما	ارضعته وکل ذات فطام
ان هذی الامور من جرة	فیه فلتعتبر اولی الاحلام
کیف ما سلط الشرار علی الا	رض من خائن ومن خمام
والی الله نشتکی منهم	انه ذو الجلال والاکرام

هذه حالهم من الرفعة ‏ ‏ كل يوم تزيد فی الاقدام

وخشی المسلمین غیر خفی ‏ ‏ قد سری فیهم مخول عظام

معهذا فلیس عندهم ‏ ‏ همة یرتقی ذری الاغرام

فاذا جاء عندهم فن ع ‏ ‏ امروا ان تجهزوا بخیام

ثم لما تما لئوا اجمعا ‏ ‏ یستشیرون رائ کل حرام

لم یقیموا علی مقررة ‏ ‏ ثم یستقسمون بالازلام

لم یرتبوا تدارکا لعدو ‏ ‏ بل یریدون سد باب ملام

دابهم ذاک لم یروا عرفا ‏ ‏ قط فی دهرهم لطیف منام

ان شکاهم الیهم احد ‏ ‏ دفعوا الومة بزور کلام

والنصاری من الفرنج اتوا ‏ ‏ عرفوا بالوفاء دعی ذمام

یاخذون الخراج منتصفا ‏ ‏ بسم من دسموا باسم امام

ویریدون اقتطاع الملک ‏ ‏ من ذوی الارض صاحبی قوام

ویبدون افتلاذ المال ‏ ‏ من ذوی المال اولی الانعام

خرجت حزبهم من الافکار ‏ ‏ حفیت صنعهم عن الادهام

قد عدی الامر عن حد داب ‏ ‏ وتعدی عن المقام کلام

لیس عند الادیب معتبرا ‏ ‏ من سهی عن محافظات مقام

لم یصل من جنابکم خط ‏ ‏ ومضت مدة من الایام

واشتیاقی بقرب حضرتکم ‏ ‏ شرحها لا یتم بالاقلام

ساعة الهجر عند ذی الاشواق ‏ ‏ قد تفوق السنین والاعوام

لکن المسئول من جنابکم ‏ ‏ ان تواسوا بمن الیکم هام

وصلوا ربعة الوداد بما ‏ ‏ فیه طیب وفیه برد اوام

سلم الله ذاتکم ابدا ‏ ‏ ما افاد الضیاء بدور تمام

لقد اوجزت خیفة الابرام ‏ ‏ وضممت السلام بالاکرام

جناب شاہ عبد العزیز صاحب کا ریویو کتاب مناقب حیدریہ مصنفہ شیخ احمد[۱] بن محمد انصاری الیمنی الشروانی

روایت و دیقات تدل نبشرها	علی فضل تحویر المبه یسند
و ممدوحه فی ذلک الطرحیه	سمی امین المؤمنین المؤید
ولا غروان فاه الکرام بمدحه	اذا الفضل محسود ومنشیه احمد
له قدم فی المنتر عالی وان ابوا	علیه براهین الراعة تشهد
وفی نظمه لطف وحسن سلاقة	یدل لدیه کل نظم ویسجد
قد ام علی من الدهور علاوة	یزید علی الاکیاس طرا ویزید

دہلی کے وصف میں آپکے چند ابیات

یامن یسائل علی دهلی ورفعتها	علی البلاد وما حازته من شرف
ان البلاد ناد وهی سیدة	وانها درة والکل کالصدف
فاقت بلادا الی ذی عزو منقبة	غیر الحجاز وغیر القدس والنجف
سکانها جبال الارض قاطبة	خَلقا وخُلقا بلا عجب ولا صلف
بها مدارس لو طاف البصیر بها	لم تنفتح عینه الا علی المصحف
کم مسجد زخرفت فیها منارته	لو قابلته شموس الضحیٰ تنکسف
ولا غروان تزینت الدنیا بزینتها	کم من اب قد علا بابن ذری شرف
وما رجون جری من تحتها فکی	انهار خلد جرت فی اسفل الغرف

معزز ناظرین! جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے خطوط و رقعات میں سے جس قدر رقعات مجھ کو نقل کرنے تھے لکھ چکا اگرچہ اسوقت آپکے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیر نظر ہیں۔ لیکن ہمنے حیات ولی کے طول پکڑ جانیکے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کر کے آپکے سامنے پیش کیا ہے۔ جنسے شاہ صاحب کی جودت طبع اور علمی تبحر اور استعداد کا حال آپ پر بہت کچھ واضح ہو سکتا ہے اور صرف اسی سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا تبحر او

[۱] شیخ احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم انصاری یمنی شروانی بہت بڑا عالم و سیاح تھا اکثر عمر سفر میں بسر کی۔ حجاز و مصر کا دورہ کرتا ہوا ہندوستان میں آیا اور اس ملک کے بہت سے شہروں میں پھرا چند تالیفات و رسائل چھپ کر شائع و مشہور ہوئے جو ہندوستان کے مدارس میں داخل درس ہیں منجملہ ایک کتاب نفحۃ الیمن ہے اور ایک حدیقۃ الافراح اور ایک عجب العجاب اور ایک مناقب حیدریہ جو سلطان حیدر بادشاہ لکھنو کی مدح میں لکھی ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے قصائد و خطوط نثر و نظم ہیں منجملہ انکے چند شعر یہ ہیں جو انشاء اللہ خان کو لکھے تھے ۵ هیج الاشواق للصب اللبیب + ذکر هندیة الحسن الغریب + من تعارت فی سحاب البعد عن + متها مشفق الوجه المذیب + فاذکری یا هند صبا دمعه + مذ حضرت العهد یا عینی صبیب + بجوك السفاك ابکی مقلتی + والحف اشحك من یبلو الحبیب + کیف ارضاك الذی ارضی لعدی + ان هذا منك دار وحی عجیب +

ادب اور فضل وکمال کس پایہ کا تھا۔ اور آپ کی علمی استعداد کس عروج پر پہنچ گئی تھی۔

شاہ صاحب کی اولاد

جناب شاہ صاحب کے ہان بجز تین عصمت مآب اور باعفت صاحبزادیون کے اولاد ذکور نہین ہوئی اور وہ بھی بڑی اور صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی مین رحلت کر گئین۔ سب سے بڑی صاحبزادی۔ جناب مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے فرزند مولوی عیسے صاحب کے عقد نکاح مین تہین جو ایک فاضل اور نہایت بالیاقت آدمی تھے۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد افضل صاحب سے بیاہی گئی تہین جنسے جناب مولانا اسحاق صاحب[۱] اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب[۲] پیدا ہوئے۔ مولانا اسحاق صاحب کی تاریخ ولادت ۶۔ ذیحجہ سنہ ۱۱۹۷ھ ہجری اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی ۲۸۔ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری ثابت ہوئی ہے۔ شاہ صاحب کی تیسری صاحبزادی مولوی عبد الحی صاحب کے عقد نکاح مین تہین جو ایک فاضل اجل اور نہایت شریف خلیق شخص تھے اور جو جناب سید احمد صاحب کی معیت مین چند سال تک کوہستان اور اُسکے اطراف مین رہے اور پھر مرض بواسیر کی شدت سے سفر ناگزیر اختیار کیا۔

تصانیف

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تصنیفات جو خاص خاص موقعون پر نہایت ضرورت کے وقت لکھی گئی ہین آپکی بے نظیر یادگارین ہین۔ آج جن کتابون کی عام شہرت دریائے جمنا سے فرات تک اور سندوستان سے کوہ ہمالیہ تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلی ہوئی ہو اور جو بے انتہا توقیر وعظمت کی نگاہون سے دیکھی جاتی ہین وہ آپ ہی کی مصنفات ہین۔ شاہ صاحب کی تصانیف کا مفصل ذکر مشرح طور پر مینے حیات عزیزی مین کیا ہے جو میری پہلی تصنیف ہے اور جسکی قدر پبلک نے میری امید سے بہت زیادہ کی ہے مین اُس تمام بیان کو یہان ذکر کرکے حیات ولی کو طول دینا نہین چاہتا۔ ناظرین وہان اچھی طرح دیکھ سکتے ہین۔ لیکن چونکہ مین اس تذکرہ کو شاہ صاحب

---

[۱] مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر شیخ محمد افضل کے فرزند اور جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے نواسہ ہین آپنے علم حدیث شاہ صاحب سے حاصل کیا اور کامل بیس برس تک یہ شریف فن آپکے حضور مین مشکر جدید المشکر طلبہ کو پڑھایا۔ آپ سنت نبوی کے پورے نمونہ تھے اور کوئی کام خلاف سنت ظہور مین نہ آتا تھا چونکہ خدا تعالی نے صورت وسیرت دونون عطا کی تہین لہذا آپ کی صورت سے آثار نجابت عیان ہوتے تھے اور دیکھنے والون کو یقین ہوتا تھا کہ جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض جنہون نے پایا ہوگا اُن کی یہی صورت وسیرت ہوگی جب جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے سفر آخرت قبول کیا تو لوگون نے آپ کا فرق مبارک دستار خلافت سے مزین کیا اور تمام معتقدین کی رجوع آپ کی طرف ہوئی وہ خداجوئی نہایت لحاظ رکھنے کے قابل ہے جو شاہ صاحب مین موجود تھی آپنے باوجود اس شوکت وحشمت اور جاہ وجلال کے سب کچھ چھوڑ کر صرف خداجوئی مین حجاز کا مبارک سفر کیا اور مع قبائل وعشائر وہان پہنچکر فرض منصبی ادا کیا حج سے فارغ ہوکر ہندوستان کیطرف مراجعت کی اور ایک مدت تک مواعظ ونصائح سے خلق کو راہ ہدایت دکھاتے رہے اس کے بعد چونکہ شعائر اسلام مین دن بدن ضعف اور کفر وبدعات کی رسوم مین ترقی ہوتی جاتی تھی اس لیے آپ نے ہجرت کی نیت مصمم کرکے مع تمام قبائل کو ہمراہ لیکر روانہ مکہ معظمہ ہوئے۔ اگرچہ تمام شہر کے باشندے اور نیز سلطان وقت مساجت تمام مانع آئے مگر چونکہ آپ پر شوق حرم محترم غالب تھا لہذا آپ ممتنع نہین ہوئے اور مکہ معظمہ مین جاکر توطن اختیار کیا اور چھ سال کے بعد سنہ ۱۲۶۲ ہجری مین انتقال فرمایا ۱۲

[۲] مولوی محمد یعقوب صاحب شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر کے چھوٹے بہائی ہین علم وفضل مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور خلق جمیل صفات جلیل قناعت واستغنا مین آپکی مثال ہزار تلاش کے بعد بھی نہین ملتی تھی اکثر لوگ آپ کے پاس ہدایا اور تحفے لیکر حاضر ہوتے تھے لیکن آپ کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے تھے اسی مین قوت بسری کرتے تھے آپ نے بھی اپنے برادر عزیز کے ساتھ بعد ازان ہجرت کی اور مکہ مین توطن اختیار کیا اور انجام کار وہین رحلت فرمائی ۱۲

کی تصنیفات سے خالی چھوڑنا مناسب نہین سمجھتا۔ اسلیئے آپ کی تمام مصنفات کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرتا ہون جس سے ناظرین کو آپ کی تصانیف کا سرسری نمونہ معلوم ہو سکتا ہے۔

شاہ صاحب کی تصانیف کا نقشہ

نمبرشمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
۱	تفسیر فتح العزیز	فارسی مین	متعلق قرآن مجید	اس قابل قدر اور بے مثال تفسیر کی دو جلدین ہین پہلی جلد مین سورۂ فاتحہ سے لیکر پارۂ سیقول کے ربع تک سوا پارے کی تفسیر اور دوسری مین اخیر کے دو پارون کی۔ یہ تفسیر ایک ایسے نرالے ڈھنگ مین لکھی گئی ہے جسکی نظیر سے تمام متقدمین و متاخرین کے سلسلے خالی ہین اسمین تمام علوم و فنون کوٹ کوٹ کر بھرے ہین اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے جس سے مؤلف کی شان علم اور علمی تبحر بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔
۲	تحفۂ اثنا عشریہ	فارسی مین	متعلق مناظرہ	یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقاید مین ایسی متانت و تہذیب اور شایستگی کیساتھ مدلل لکھی گئی ہے جسکا جواب آج تک علمائے شیعہ سے بن نہین پڑا۔ انصاف پسند طبیعتین خوب جانتی ہین کہ یہ لاجواب کتاب کس پایہ کی ہے اور مصنف نے کن کن آبدار جواہرات سے آراستہ کیا ہے یہ کتاب شاہ صاحب نے اسوقت تصنیف کی جبکہ دہلی مین شیعون نے ایک بہت بڑا اودھم مچا رکھا تھا اور یہ طبقہ مختلف خیالات و عقاید کا بازیگاہ بنا ہوا تھا متعصب شیعہ حشرات الارض کی طرح چارون طرف پھیلے ہوئے تھے اور ہر طرف طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھکڑ چل رہا تھا ایسے فتنہ زا اور پر آشوب زمانے مین جناب شاہ صاحب نے ایک ایسی معرکے کی کتاب کا تصنیف کرنا ضروری سمجھا جس سے ہزارہا بندگان خدا کے شکوک مٹ گئے اور وہ پکے مسلمان بنگئے۔
۳	بستان المحدثین	فارسی مین	فن تاریخ مین	یہ لاجواب کتاب بھی اپنے فن مین بے نظیر ہے جسمین تمام کتب حدیث اور انکے مصنفین و مؤلفین کے تاریخی حالات نہایت بسط و شرح کیساتھ لکھے ہین اس کتاب کا طرز بیان قابل دید اور مصنف کی علمی تحقیقات در تاریخ دانی لایق تعریف ہے بارھوین صدی کے بعد جو کتابین سلف کی یادگار مین لکھی گئی ہین ان سب

[illegible]

نمبر شمار	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
۴	شرح میزان المنطق	عربی مین	فن منطق مین	یہ ایک نہایت مختصر رسالہ میزان المنطق کی شرح ہی جو ہنوز قالب طبع مین ڈہالا نہین گیا۔ عاجز مولف نے ایک قومی کتبخانہ مین اسکی زیارت کی ہی حقیقت مین نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہے منطق کے ابتدائی مسائل و اصطلاحات کو اسقدر خوبی سے بیان کیا ہی کہ قابل اظہار نہین۔ رسالہ مذکورہ کے دیکھنے سی معلوم ہوتا ہی کہ مصنف کو علم منطق مین بہت ہی کمال حاصل تہا اور اُسنے اس فن کو عروج کمال پر پہنچا دیا تہا۔
۵	حواشی بدیع المیزان	ایضاً	ایضاً	یہ حواشی بھی ابہی تک چہپی نہین بلکہ ایک قلمی نسخے پر لکھے ہوئے ہین ان حواشی مین شاہ صاحب نے بدیع المیزان کے مطالب کو اسدرجہ حل کیا ہے کہ ادنی درجہ کا طالب العلم بغیر استاد کی مدد مسائل منطقیہ سی بخوبی واقف ہو سکتا ہے اور جو اشکال اس راہ مین پیش آتے ہین سب کے سب آگے پانی ہو جاتے ہین۔ مین نے بدیع المیزان کی اور بھی چند شروح کا مطالعہ کیا ہی لیکن جو خوبی اسمین پاتا ہون کسی دوسری شرح مین نہین پاتا۔
۶	حواشی شرح عقاید	ایضاً	متعلق عقاید	شرح عقاید کے اگرچہ بہت سے حواشی اور تراجم میری نظر سے گذرے ہین لیکن یہ حواشی اپنی طرز مین بالکل نرالے اور انوکھے ہین شاہ صاحب نے اِن مین وہ طرز بیان اختیار کیا ہی جس سے شرح عقاید کے مشکل و لاینحل مسائل بالکل پانی ہوگئے ہین یہ حواشی مین نے اپنے ایک دوست کے پاس کہنہ مسودات مین دیکھے ہین۔
۷	ازالة الخفا عن خلافة الخلفا	ایضاً	متعلق تاریخ	یہ ایک نہایت ہی لاجواب کتاب ہے جو خلفائے اربعہ کے فضائل مین بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہی خلفائے اربعہ کی سوانح عمریان اور انکے تاریخی حالات جسقدر اب تک لکھے گئے ہین غالباً اسی کتاب سے اقتباس کئے گئے ہین افسوس کہ مین نے اول سے آخر تک اس کتاب کا بنظر غور مطالعہ نہین کیا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی پوری کیفیت بیان نہین کر سکتا البتہ سرسری اور اجمالی نظر ڈالنے سی اسقدر ضرور ثابت ہوا

نمبر	نام کتاب	کس زبان مین	کس فن کے متعلق	مختصر کیفیت
				کہ اس کتاب مین کتب احادیث کا بہت کچھ تتبع کیا گیا ہی اور خلفائے اربعہ کے تاریخی واقعات حتی الامکان احادیث مشہورہ اور متواترہ سے اخذ کیے گئے ہین۔
۸	عجالۂ نافعہ	فارسی مین	متعلق اصول	یہ بھی ایک نہایت مختصر رسالہ ہے جو اُصول حدیث کے متعلق لکھا گیا ہی اسمین شاہ صاحب نے مصطلحات حدیث اور اسکے اقسام و مراتب نہایت اختصار کیساتھ بیان کیے ہین۔
۹	سر الشہادتین	عربی مین	متعلق تاریخ	شاہ صاحب نے اس رسالہ مین امامین ہمامین حضرات حسنین کی شہادت کے دردانگیز اور پرملال واقعات کی ہوبہو تصویر کھینچی ہے اگرچہ کربلا کے پُردرد حالات اور لوگون نے بھی جمع کیے ہین لیکن اُن مین سے اکثر پر تو رنگ آمیزی اور مبالغہ کا پوڈر پھیر گیا ہے جس نے اصلی واقعات کی چمک کو بھی مٹا دیا اور بعض پر اُن مصنوعی روایات کا روغن چڑھایا گیا ہی جو مصنفین کے نزدیک فضول قصون سے زیادہ وقعت نہین رکھتے شاہ صاحب نے اس کتاب مین وہ صحیح اور معتبر واقعات لکھکر جو بالکل مسلم الثبوت اور مستند حدیثون سے ثابت ہوتے ہین دونون فریقون کے دھوکے کو کھولدیا اور صاف طور پر بتا دیا کہ امامین ہمامین کے اصلی واقعات یہ ہین۔

اِن کتابون کے علاوہ اور بہت سے رسالے شاہ صاحب کی تصنیف سے ہین جو مختلف فنون مین زمانہ کی ضرورتین رفع کرنے کی غرض سے لکھے گئے ہین اور جو ہنوز چھپ کر شائع نہین ہوئے بلکہ آپکے قلمی مسودات مین موجود ہین۔ چونکہ کتابون کے عنوان سے اُن کے نامون کا سراغ نہین چلا اسلیے مین اُنہین داخل نقشہ نہین کر سکا۔ نظم مین ایک عربی دیوان بھی آپ کی تالیف سے ہے جو دہلی مین بعض لوگون کے پاس موجود ہی۔ اور جس سے شاہ صاحب کی جودت طبع اور تیزی ذہن اور فصاحت و بلاغت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ اسمین آپنے وہ وہ معرکہ کے مضامین نہایت مختصر اور سادے لفظون مین ادا کیے ہین جنکے دیکھنے سے سخت تعجب آتا ہی۔ الغرض جو کتابین مولانا موصوف نے حسب ضرورت لکھی ہین وہ آپکی زمین مین محسوس یادگار ہین جنکی چمک اسوقت شرق سے غرب تک بڑی تابانی کے ساتھ پڑرہی ہی اور انشاءاللہ قیامت

تک پڑے گی۔

چونکہ شاہ صاحب کے تمام واقعات نہایت بسط و شرح کیساتھ حیات عزیزی مین لکھ چکا ہون اسلیے صرف آپکے انتقال کا حال لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہون۔ ناظرین سوانح۔ آپکے باقی حالات حیات عزیزی مین پڑھ سکتے ہین شاہ صاحب نے ۷۔ شوال روز یکشنبہ بوقت صبح ۱۲۳۹ ہجری مین سفر آخرت قبول کیا۔ بعض موزون طبیعتون نے چند قطعے آپکی تاریخ وفات مین موزون کیے ہین جنمین سے مین تین قطعہ انتخاب کرکے ناظرین کیخدمت مین پیش کرتا ہون

قطعہ اول

شاہ صاحب کی تاریخ وفات

قطعہ تاریخ از جناب مولانا شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی

شاہ عبد العزیز فخر جہان	عالم علم آیت قرآن
صبح یک شنبہ ہفتمین شوال	از بدن گشتہ روح او پران
سن ہجری چو جستم از ہاتف	گفت اے نکتہ سنج قاعدہ دان
سال فوتش ز ہر عدد پیداست	از احد تا الوف زین عنوان
خواہی از ہر عدد کہ تاریخش	اولاً چار چند کن پس ازان
یک بیفزا و ضرب کن در دہ	پس بکن طرح بست بستایجان
در صد و بست چار باقی را	ضرب فرما تو اے فہیم زمان
پس بنقصان در عدد دریاب	فوت آن مفخر زمین و زمان

قطعہ تاریخ از جناب حکیم مومن خان صاحب دہلوی

انتخاب نسخہ دین مولوی عبد العزیز	بیعدیل و بینظیر و بیمثال و بے مثل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیون ہوئے	آگیا تہا کیا کہین مردون کے ایمان مین خلل
ہے ستم اے چرخ تو کسکو یہان سے لے گیا	کیا کیا یہ ظلم تو نے بے کسون پر آئے اجل
جب اُٹھائی نعش ایک عالم تہ و بالا ہوا	لوٹتا تہا خاک پر ہر قدسیئے گردون محل
کیا کس و ناکس پہ تہا صدمہ کیا جسوقت دفن	ڈالتا تھا خاک سر پہ ہر عزیز و مبتذل

مجلس میں روا فضیوں کی تعزیت میں میں بھی تھا	جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ اکر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سروپا ہو گئے	فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

قطعۂ سوم

حجت اللہ نا طق . گویا	شاہ عبدالعزیز بخشیدن
روز شنبہ و ہفتم شوال	دو بیابان بہشت ساخت وطن
مہر تصنیف انتہائے عرفان	اہل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و حلم تاریخش	رحمہ اللہ علیہ گفت بہ سن

شاہ صاحب کا مرض وفات

شاہ صاحب کے مرض موت کی کیفیت مختصراً یہ ہے کہ اول آپ کو خفیف سی تبخیر ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ تپ ہو گئی اور وقتاً فوقتاً اسمیں اشتداد بڑھتا گیا اگرچہ مرض میں آناً فاناً زیادتی ہوتی جاتی اور کرب بے چینی بڑھتی جاتی تھی لیکن پھر بھی آپکے ہوش حواس میں کسیطرح کا فرق نہ آیا تھا کرب و بیچینی کے زمانہ میں معمولی اوظائف و اوراد میں کسی قدر فرق ضرور آگیا تھا مگر فرائض و سنن اسی پابندی سے گرم جوشی سے ادا کیے جاتے تھے جیسا کہ صحت کیوقت آپ کو خلق اللہ کی ہدایت و بہبودی کا خیال ہر وقت پیش نظر تھا چنانچہ اشتداد مرض کے زمانہ میں جب آپکے وعظ کا دن آیا تو آپنے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھادو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑے رہو لیکن سب بیان کرنا شروع کروں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں چنانچہ آپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو آپ بہت سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسا ہی اپنا رنگ جمائے ہوئے تھا۔ وعظ ختم ہونیکے بعد آپنے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور نیز تمام مسلمانوں کیلئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ دعا کے بعد آیۂ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل زبان فیض ترجمان پر جاری ہوئی اور اپنے عزیز و اقارب کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میری ملکیت میں جس قدر نقد و اسباب ہے سب ایک جگہ جمع کر دو۔ اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والوں نے آپ کا سارا اسباب اور نقد و جنس جسقدر تھا ایک جگہ جمع کر دیا آپنے آیۂ مذکورہ کی منشا کے مطابق تمام جائز داروں کے حصے علیحدہ کر دیئے اور جو شخص جسقدر شرعی استحقاق رکھتا تھا آپنے اپنے ہاتھ سے اُسے تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد آپنے عربی فارسی کے چند اشعار جو معرفت الٰہی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے ایک ایسے دردناک لہجہ میں ادا کیے جس سے سننے والوں کے جسم میں سنسنی سی پیدا ہو گئی۔ اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اسکے بعد آپنے حاضرین کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین مین زیادہ اہتمام نہ کیا جائے۔ بلکہ جس قسم کے کپڑے حالت زندگی مین میری تن پوشی کیا کرتے تھے اُن ہی سے مجھے کفنایا جائے۔ البتہ غسل کیوقت اس بات کی مزید احتیاط کرنا چاہیئے۔ کہ ارکان غسل مین سے کوئی رکن ترک نہو۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ تیار ہو تو نہایت آہستگی و وقار کیساتھ لے چلین اور شہر کے باہر صحرا مین نماز جنازہ ادا کرین۔ سلطان وقت کو میرے جنازے کی شمولیت اور شرکت نماز مین مدعو کیا جائے۔ ازان بعد آپ ذکر و اذکار مین مشغول ہوئے۔ اور اسی حالت مین آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ جسوقت روح نے جسم سے مفارقت کی ہے یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے توفنی مسلما والحقنی بالصلحین روح کے بدن سے مفارقت کرتے ہی گھر والون سے کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کا نعرہ بلند ہوا۔ صد آفرین آپ کے متعلقین پر جنھون نے ایسے نازک اور مصیبت کیوقت مین استادرجہ کے ضبط و استقلال سے کام لیا اور ثابت قدمی کے عمدہ نمونے دکھائے۔ اگرچہ پُر نم آنکھون سے آنسوون کی ندیان بہ رہی تہین۔ سینے اندوہ و رنج سے لبریز تھے بدن تھر تھر کانپ رہے تھے لیکن زبانین شکر الٰہی کیساتھ رطب اللسان تہین۔

شاہ صاحب کے انتقال کے بعد گھر والون نے آپ کی وصیت کے مطابق تجہیز و تکفین کی چونکہ آپ حالت زندگی مین ہمیشہ موٹی دہوتر کا کرتہ گاڑھے کا پاجامہ یا تہ بند زیب بدن فرمایا کرتے تھے۔ لہذا آپ کی تکفین اسی قسم کے کپڑون سے کی گئی۔ جب کفنا کر فارغ ہوئے تو شہر سے باہر نکلکر نماز جنازہ ادا کی۔ لوگ جوق جوق آتے اور نماز جنازہ پڑہتے کہتے ہین کہ پچپن مرتبے آپکے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

یہ بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سعادتمند فرزند ہین عمر مین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے چھوٹے اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے بڑے ہین۔ آپنے تمام علوم بالخصوص علم حدیث و تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب سے حاصل کی۔ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ادب و شاعری مین مرجع ارباب استعداد تھے چونکہ آخری عمر مین جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو کبرسنی و ضعف مزاجی نے نہایت کمزور کر دیا تہا۔ اور کثرت امراض کی وجہ سے آپ تعلیم و تدریس طلبہ کا دماغ نہ رکھتے تھے لہذا اسوقت تدریس کا سلسلہ آپ ہی کی مقدس ذات کیساتھ وابستہ تہا۔ نامی گرامی اور مشہور شہرون سے جو نامور فضلا اور زبردست علما یہان آکر آپ کی قدمبوسی حاصل کرتے باوجودیکہ وہ دنیا کے نامور و مشہور اہل کمال سے منشور

یکتائی اور فضل و کمال کی سند حاصل کر چکے تھے لیکن پھر بھی آپکے فضل و کمال کی شان اور علمی تبحر دیکھکر دنگ رہجاتے اور آپ کی خدمت مین اپنے تئین طفل ابجد خوان او مبتدی محض سمجھکر ابتدا سے انتہا تک سبقاً سبقاً تمام علوم کی تحصیل پر از سر نو کمر بستہ ہوتے اور سرگرم طبیعتون مین آپسے تحصیل علوم کا جوش پیدا ہوجاتا تھا یہی ہے کہ دیار ہندوستان کے تمام نامی اور مشہور فضلا آپ ہی کے مستفیضون اور خوشہ چینون مین شمار کیے جاتے ہین۔

شاہ صاحب کی ہمہ دانی

آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدا نے وہ حافظہ و ذہن عطا کیا تھا کہ وقت واحد مین متعدد علوم اور مختلف فنون کا درس فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک فن کی درس سے دوسرے فن کی طرف متوجہ ہوتے تو حضار مجلس کو معلوم ہوتا کہ اسی فن مین جامع یکتائی آپکے قامت استعداد پر قطع ہوا ہے غرضکہ آپ کا علم و فضل او تبحر ہر طرح قابل تعریف ہے۔ اور متانت سنجیدگی راستبازی انصاف شعاری حلیمی عاجزی و انکساری حلم و بردباری اور بھی زیادہ لائق توصیف ہے۔

شاہ صاحب کا باطنی فیض

باوجود ان کمالات ظاہرہ کے آپکے فیض باطن کے افاضہ کا یہ حال تھا کہ اگر جنید بغدادی اور حسن بصری بھی آپکے مبارک زمانہ مین ہوتے تو آپکے پاک اور پر جوش دلولے دیکھکر عش عش کرجاتے۔ پھر ان تمام باتون کے علاوہ سخاوکرم آپ کی ذات اقدس مین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رحم بھی حد سے زیادہ تھا تواضع بھی پرلے درجہ کی تھی غرضکہ جو باتین ایک معزز و باکرامت ولی مین ہونی چاہیین وہ سب آپ مین جمع تھین۔ جب ہم آپکے تفصیلی واقعات پر اجمالی نظر ڈالتے ہین تو آپکے اصاف لکھنے سے زبان و قلم دونون کو عاجز پاتے ہین۔ آپکے زمانۂ طالب العلمی کے واقعات ہماری پیش نظر ہین جنسے آپکی بے لوث توکل اور پاک استقلال پر ایک بہت بڑی نظیر قایم ہوسکتی ہے اگر اختصار ہمین قدم بقدم مانع نہوتا تو ہم مولانا موصوف کی پوری لائف لکھکر بتا دیتے کہ آپ کس پایہ اور مرتبہ کے آدمی تھے گو آپ بظاہر بشریت کے جامہ سے آراستہ تھے لیکن حقیقت مین فرشتہ خصلت تھے۔

شاہ صاحب کے ضبط اوقات

اس مشہور فاضل نے اپنے تمام اوقات دنیاوی کاروبار اور عبادات اور طلبہ کی درس و تدریس مین تقسیم کر رکھے تھے۔ طلبہ کی تدریس نے اگرچہ آپ کی تصنیف و تالیف کیلئے بہت ہی کم وقت باقی چھوڑا تھا۔ مگر پھر بھی آپنے اکثر مفید کتابین تصنیف کین جو اسوقت تک مولنا کی بے نظیر یادگار ہین۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ آپ ہی نے کیا ہے جو دریائے جمنا سے لیکر فرات تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلا ہوا ہے اور جس سے عامہ خلائق مستفیض ہو رہی ہے۔ آپنے عربی زبان مین بہت سے پر معنی اور دلچسپ مضامین نظم و نثر کے پیرایے مین عجیب شان و شوکت کیساتھ

لکھے ہین مین اُنہین سے یہان صرف ایک قصیدہ اور ایک خمسہ منتخب کرکے نمونۃً ہدیۂ ناظرین کرتا ہون جس سے آپ کی عربیت اور ادب کی شان اور علم و فضل کا پایہ بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شیخ بوعلی سینا جو چوتھی صدی مین ایک مشہور فاضل و رفن طبابت کا موجب گزرا ہے اُس نے ایک نہایت پرزور قصیدہ اِس بارے مین لکھا تھا کہ نفس کیا چیز ہے اور اُسکی حقیقت کیا ہے۔ فاضل اجل جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب نے اُسکا ایک متین اور سنجیدہ جواب نظم کے پیرائے مین دیا تھا جسے مولٰنا شاہ رفیع الدین صاحب نے مخمس کیا۔ چنانچہ مین اُس خمسہ کو بعینہ درج کرتا ہون اور وہ یہ ہے۔

نفس کی حقیقت پر شاہ ولی اللہ صاحب کا قصیدہ اور اُس پر شاہ رفیع الدین صاحب کی تخمیس

سأل الحكيم عن النفوس الرضع	وقعت فطارت لم تفن بالمطمع
فاجبت اكشف سرها عن منبع	هبط الوجود من المحل الارفع
مستدرجا بتجنس وتنوع	
قد جل في اطلاق غيب هوية	عن وصمة التقييد في انية
حتى اكتسى من نسبة علمية	لزمت حقائق اولا الحقيقة
قصوى كمال الزوج عند الاربع	
فهناك كل كان اسما ساميا	عن كسوة التخليط خلوا عاريا
اصنو في اثار التمثل حاويا	ثم اكتست تلك الحقائق ثانيا
بحقائق الاعراض كالمتقنع	
في اللوح قد خلقت تظل بجملة	مما استكن بروزها في وحدة
من كل معنى تقتضيه وصورة	ثم استقرت كلها بهوية
فيها تشخصت الشئون بمجمع	
اوفت بها الناسوت حتى حاضرا	وبحر الآثار هلا حاضرا
ما قد حوته وافرا او قاصرا	متكثرا تلك الحقائق ظاهرا
متوحدا عند اللبيب الاورع	
فيه ورا امرا واحدا في دورة	بشهادة او برزخ او غيبة
وقيام عين او تلاحق هيئة	والنفس عقد جامع لمشتتة

والنفس باطن جثة المتجسم

وكانها الشخص يرى في بيته … دينا وقيل محمرا الوجنة

وترى له نوعا وصنفا وسعة … ايقظنها رايت الاقامة برهة

ثم استقرت بالديار البلقع

اوقاتها امر تصص الشه … انى لشكيم البر سوء نوسه

كلا فان الوهم نكس راسه … الظن ان الشئ يكره نفسه

هيهات ذالك من المحال الاشنع

شاہ صاحب کا قصیدہ معراج کے بیان میں

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بیان میں

يا احمد المختار يا زين الورى … يا خاتم الرسل ما اعلاكا

يا كاشف الدعاء من مستنجد … يا منجي في الحشر ما والاكا

هل كان غيرك في الانام من استوى … فوق البراق وجاوز الافلاكا

واستمسك الروح الامين ركابه … في سيره واستخدم الاملاكا

عرضت لك الدنيا وداعي ملة … نبهت بنعتك طامعين رداكا

فرقتهم في خيبة عن قصدهم … الله صانك عنهم ووقاكا

واخترت من لبن وخمر فطرة … الاسلام بالهدى اليه هداكا

قدمت لك الرسل العظام ترقيا … فغدوت مغبوطا لهم مسراكا

وامتهم في القدس بعد تجاوز … منهم بامر الله او دلاكا

وبكى الكليم لما رأى علوية … وتنافسوا بحق فيهم ذاكا

وتزينت حور الجنان بشاشة … بك سيك شوقا الى لقياكا

خلفت روح القدس عند السدرة … القصوى يخاف من الجلال هلاكا

اذ ماك ربك في منازل قربة … جلى لك الاكوان ثم حباكا

واتم نعمته عليك فلو تسل … ان توفى الاتفاق والاماكا

القی الیک کنوز اسرار سمت | عن حیطة الافہام اذ ناجاکا
وسالت فینا العفو منہ شفاعة | فاجاب بلک قد وہبت مناکا
حتی اذا تم الدنو تنزلت | منک الہویة فی سنا مولاکا
فرایتہ جہرا بعیسی نورہ | ماکان الا اللہ فی مجلاکا
فکساک نورا من اشعة ذاتہ | افناک عنک اذا بہ ابقاکا
فلک المناصب فی السیادة للوری | وخلافة الرحمن یا ابشراکا
جعلت لک الاقدار والانوار | الجنات والنیران فی مراکا
اعطاک تخفیفا وتیسیرا الی | دین قویم محکم لقراکا
وسواہ من نعم جام والہا | عدو حد ینتہی اولاکا
فرجعت مسرورا بہا فی الحبة | وجمیع خلق اللہ قد ہناکا
اجریت دین اللہ بعد لغوبہ | ومحوت راس الجہل والاشراکا
فلقد اتیتک سیدی مستجدیا | من سیبک المدرار حسن والاکا
یا لیتنی قد فزت منک بنظرة | فی بدر وجہ نور الاملاکا

شاہ رفیع الدین صاحب کی اولاد

جناب مولنا شاہ رفیع الدین صاحب کے ہان چار ہونہار اور بلند اقبال فرزند پیدا ہوئے۔ مولوی موسیٰ صاحب مولوی مخصوص اللہ صاحب۔ مولوی عیسیٰ صاحب۔ مولوی حسن جان صاحب۔ اگرچہ یہ حضرات علم و فضل مین بےنظیر رکھتے تھے اور ہر ایک آسمان علم کا نہایت تابان آفتاب تھا لیکن مولوی مخصوص اللہ صاحب ان میں سے خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔

مولوی مخصوص اللہ صاحب

مولوی مخصوص اللہ صاحب نے تمام علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگوار جناب مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کی خدمت مین کی اور چند روز مین اپنے ہمعصرون سے گوے سبقت لیگئے۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد ایک زمانہ دراز تک تدریس طلبہ مین مصروف رہے اور علوم دینی و فنون یقینی کے مشاغل مین اوقات گرامی شب و روز خرچ کرتے رہے چونکہ بیش پچیس سال تک برابر مولنا صاحب کی خدمت مین قرأت کلام الٰہی اور حدیث رسالت پناہی کرتے رہے اور آپ کی تقاریر گوش ہوش کا ذخیرہ فرماتے رہے اس لیئے آپنے حدیث و تفسیر مین وہ کمال بہم پہنچایا تہا کہ ان دونون فنون کے جو بیش قیمت اور انمول جواہر آپکے خزانہ سینے مین تھے وہ اور کہین نہ پائے جاتے تھے۔

علاوہ حدیث و تفسیر کے فقہ عقائد کلام اصول وغیرہ مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ان علوم کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا تھا اسلیئے آخر عمر مین سررشتہ تدریس ہاتھ سے دیکر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ہمیشہ عبادت الٰہی مین مصروف رہتے تھے۔ آپکے اوقات اسطرح مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ مین اولیائے کرام کے اوقات ایسے ہون گے۔ اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقوائے شعاری مین مصروف تھی۔ لہذا نظم عربی اور انشاپردازی کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود تحقیقات کے مجھے دستیاب نہین ہوا۔

شاہ عبد القادر صاحب

جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ

آپ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فرزند رشید اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کے چھوٹے بھائی ہین۔ اس جید العصر فرید الدہر کے علمی تبحر اور فطری جوہر کی خوبی کا اظہار کرنا بلا مبالغہ ایسا ہے جیسا آفتاب کی تابانی و درخشانی کی تعریف اُسکی چمکیلی شعاعون اور تیز کرنون کے ساتھ کرنا اور آپکے فضل و کمال کی توصیف کا ذکر کرنا بالکل ایسا ہے جیسے آسمان کی مدح سرائی اُسکی رفعت و بلندی کے ساتھ۔

شاہ عبد القادر صاحب نے بچپن کا مسرت انگیز زمانہ اپنے ناز بردار اور مہربان والد کے سایۂ عاطفت مین بسر کیا اور تمام دینیات کی آپ ہی سے تحصیل کی لیکن باطنی فیض کے حاصل کرنے کیلئے والد بزرگوار کے علاوہ دیگر اکابرین اور اہل کمال کی خدمت مین بھی رہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے زمانہ کے اہل کمال کے زمرہ مین نہایت وقعت و عزت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے اور فضلا کے حلقہ مین ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے تارون کی صف مین بدر کامل یا صبح کے ٹمٹماتے ہوئے چراغون مین برقی قوت کا لیمپ۔ آپکی پولیٹکل قابلیت اور خداداد لیاقت کے آگے علمائے وقت کے علوم بالکل بے رونق اور کم رواج تھے اور یہی وجہ تھی کہ علمائے زمانہ اور سلاطین وقت کی گردنین ہمیشہ آپکے سامنے جھکی رہتی تھین۔ مذہبی تقدس کے علاوہ دنیاوی اعزاز بھی آپ کو بہت کچھ حاصل تھا۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد جبقدر گورنمنٹ قلعہ نے آپ کی عزت افزائی کی بیان سے باہر ہے قلعہ کے تمام شہزادے اور اُمرا ہمیشہ آپکے سامنے گردنین جھکائے کھڑے رہتے تھے۔ اور آپکے ارشاد کی تعمیل کو بہت بڑا ذریعۂ فخر سمجھتے تھے۔ غرضکہ مذہبی تقدس اور دنیاوی اعزاز مین کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض ازل نے آپسے دریغ رکھا ہو۔

شاہ صاحب کا مکاشفہ اور تفرس ایسا صحیح اور درست تھا کہ اُس زمانہ مین کسی اہل کمال کو میسر نہین ہوا اکثر معتبر اور ثقات اشخاص سے سنا گیا ہے کہ آپنے جس امر کی بابت ذہن دوڑایا یا اسکے بارہ مین ارشاد فرمایا خدا کی شان کہ بے کم و کاست ویسا ہی ظہور مین آیا۔ آپکے زہد و اتقا اور متواضعانہ اخلاق اور فیاضانہ ہمت کی بےنظیر شہرت ہندوستان کی حدود سے نکلکر بخارا مین تک پھیل گئی تھی۔ اور کرامات و روحانی جذبات کا چرچا ہر ادنی و اعلی کی زبان پر نہایت وقعت کیساتھ جاری تھا اگرچہ آپ عام اخلاق اور فطری عجز و انکساری کیوجہ سے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کسی مرتبے کا آدمی ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور خوش آیندہ مسکراہٹ کیساتھ گفتگو کرتے اور ہر شخص سے بقدر مراتب دلدہی اور تسلی آمیز لہجہ مین منکسرانہ تبسم کی باتین کرتے۔ لیکن قدرتی طور پہ لوگون کے دلون پر آپکا وہ رعب چھایا ہوا تھا جو کسی بڑے مقتدر و قہار بادشاہ کا اُسکی رعیت پر چھا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شہر کے معزز و اولوالعزم روسا کو آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کا اتفاق پڑتا تو مجلس مبارک مین نہایت سکوت و خاموشی کیساتھ گردنین جھکائے بیٹھے رہتے۔ ہر چند کہ اُنکے ذاتی اغراض و مقاصد دلون مین ایک نئی طرح کی گدگدی پیدا کرکے آپ سے ہمکلام ہونے اور اظہار مطلب کرنیکی جسارت و جرأت دلاتے۔ مگر آپ کا زبردست اور پر سطوت رعب اُنکے مونھون پر خاموشی کی مہر لگا دیتا جس سے وہ لوگ بغیر آپ کی تحریک اجازت کے دم مارنے کی قدرت نپاتے اور اجازت دینے کے بعد بھی بجز ایک دو باتین عرض کرنے کے زیادہ گفتگو کی مجال نہوتی۔

شاہ صاحب کا رعب و ہیبت

مولانا موصوف کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب کرامات کی روایات اس کثرت سے ہین کہ اگر فیصدی پانچ کا بھی انتخاب کیا جائے تو حیات ہذا اسکی گنجایش نہین رکھتی۔ لہذا تطویل کے خوف سے انہین نظر انداز کیا جاتا اور صرف اس ایک شعر پر اکتفا جاتا ہے

بیت

مردان خدا خدا نباشند — لیکن ز خدا جدا نباشند

استغنا

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدرتی طور پر مستغنی المزاج تھے۔ اور آپکی طبیعت مین استغنا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا جس کا بدیہی نتیجہ یہ تھا کہ آپ ابتدا سے دم وفات تک دنیا کے فانی اور جلد مٹجانے والے ساز و سامان سے متنفر رہے اور دنیاوی تجملات آپکے آگے سر سے زیادہ وقعت قدر نہین رکھتے تھے آپ اہل دنیا اور اُنکے تمام جھگڑون سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ اور فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے اپنی عمر کا پورا حصہ اکبرآبادی مسجد کے ایک حجرے مین بسر کر دیا۔ دنیا کی ملمع کار زینت اور اُسکے بیہودہ ساز و سامانون کو کبھی آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھا اور شب و روز خداوندی طاعت مین مصروف رہے غالبًا ایک یہی وجہ ایسی تھی جس سے آپ کو تصنیفات کیطرف توجہ

مبذول فرمانے کی فرصت بہت کم ملی۔ قرآن مجید کے اردو ترجمے اور تفسیر موضح القرآن کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کی یہی دونوں قابل قدر نبی تصنیفیں ایسی مبارک اور نیک نتیجہ ہیں جن پر سے ہزارہا تصنیفات قربان کیجا سکتی ہیں۔

قرآن کا اردو ترجمہ

قرآن مجید کا سلیس اور ٹھیٹھ اردو ترجمہ جس خوش اسلوبی اور خود کھے پیرائے میں آپنے کیا ہے اظہر من الشمس ہے دیکھنے میں نہایت سہل و مختصر لیکن حقیقت میں دقیق و باریک مطالب سے لبریز۔ تلفظ میں نہایت آسان مگر عمیق مضامین سے پر۔ چھوٹے چھوٹے مگر فصاحت و بلاغت میں ڈوبے ہوئے جملوں سے وہ حیرت انگیز مضامین کا سمندر اُبل رہا ہے جو انسانی طاقت سے بالکل باہر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کے ادق اور غامض مسئلوں کو ایسے سہل اور آسان طریقے سے بیان کرنا جس سے عالم و جاہل دونوں یکسان متمتع ہو سکیں غیبی تائید نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم اس موقع پر اسقدر کہنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتے کہ روز ازل سے جس شخص کی قسمت میں کلام آلہی کے مترجم ہونے کا معزز لقب لکھا تھا وہ جناب شیخ عبدالرحیم کے پوتے اور مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور و بلند اقبال صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب ہیں۔ اسمین ذرا شک نہیں کہ خیاط ازل نے اس موزونیت طبع اور ذہانت و فراست کا جامہ اپنے نازک ہاتھوں سے قطع کرکے جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب ہی کے جسم مبارک پر آراستہ کیا تھا جو اسوقت آپکے قد و قامت پر نہایت موزونیت کیساتھ سج گیا۔

اسوقت اردو کے بہت سے مختلف اور متعدد ترجمے ہمارے پیش نظر ہیں جو خاص خاص مصلحتوں کیوجہ سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور ابھی لکھے جارہے ہیں اور جنکی نسبت بظاہر کوئی نہ کوئی خاص بات ایسی ضرور بیان کی جاتی ہے جو دیکھنے والوں کے رجھانے اور اُنکی طبیعتیں اپنی طرف مائل کرنے کا کافی سامان کہتی ہو لیکن جب عمیق و بالغ نظر سے دیکھا جاتا ہے تو جو دلفریب خوبیان شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے میں موجود ہیں وہ ہرگز کسیکو اب تک نصیب ہوئیں نہ آئندہ ہو سکتی ہیں آپکے ترجمے میں ایک ایسا مقناطیسی جذب ہے جسکی طرف خود بخود دل کھنچا جاتا اور ایک بے اختیارانہ جوش کیساتھ دوڑا جاتا ہے۔ بعض ترجمے تفہیم عوام کے لیئے بسط و شرح کیساتھ لکھے گئے ہیں اور جس اردو نے اس زمانہ میں نیا جنم لیا ہے ہر ہر فقرہ اُس پیرایہ کے قالب میں ڈھالا گیا ہے اور اسمین ذرا شک نہیں ایک مختصر بات کو صاف اور سلجھے ہوئے لفظوں کی مدد سے توضیح و تفصیل کے رنگ میں ڈبو کر بیان کرنا تفہیم عوام کا بہت بڑا ذریعہ ہے لیکن مبصرین خوب جانتے ہیں کہ حقیقت میں قابل قدر وہی ترجمہ ہو سکتا ہے جس کے واقعی مطالب نہایت مختصر اور عام فہم لفظوں میں ادا کیئے جائیں کیونکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ تطویل اخلال مطالب کا

باعث ہوا کرتی ہے۔

مین ڈونکے کی چوٹ کہون گا۔ اور ضرور کہون گا کہ ٹھیٹھ اردو اور عام محاورات مین اس حسن خوبی کیساتھ قرآن مقدس کا ترجمہ کرنا صرف مولانا موصوف ہی کا حصہ تہا جس طرح خدا کا مقدس و پاک کلام جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بڑا زبردست اور بھاری معجزہ ہے جسنے نہ صرف عرب کے فصحا و بلغا کو بلکہ تمام جن و انس کے بڑے بڑے گروہون کو اپنی مثل ایک آیت بنالانے سے تھکا کر بٹھا دیا۔ اسیطرح یہ تسیجہ خیز اور پر مغز ترجمہ جناب شاہ عبد القادر صاحب کی ایک حیرت انگیز کرامت ہی جسکے سامنے تمام ہندوستانی علمانے سر تسلیم خم کردیے ہین۔ اور اس جیسا ترجمہ لکھنے سے عاجز و قاصر ہین۔ ایک فاضل کا یہ قابل قدر قول بیشک آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ اگر اردو زبان مین قرآن مجید نازل ہوتا تو ان ہی محاورات کے لباس سے آراستہ ہوتا جنکی رعایت جناب مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے اس ترجمے مین پیش نظر رکھی ہے۔

جناب مولٰنا شاہ عبد الغنی صاحب رح

شاہ عبد الغنی صاحب

یہ بزرگوار جناب مولٰنا شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے فرزند ہین جو علم و فضل اور باطنی فیض مین شہرت عام رکھتے تھے آپنے تمام علوم خاصکر فقہ و حدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے کی اتباع شریعت مین آپکا قدم پیشروان مسلک دین سے آگے بڑھا ہوا تھا وضع و لباس مین اپنے والد بزرگوار کے اسقدر مشابہ تھے کہ جسنے اُنھین نہ دیکھا تہا وہ آپ کو دیکھکر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا علمی کمال کے علاوہ وہ اخلاق عامہ آپ مین ایسے تھے جو دوسرون مین بہت کم پائے جاتے تھے۔ توکل و قناعت مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور باوجود عیالداری اور تاہل کے دنیا اور اہل دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے۔ آپکے اکثر اوقات تدریس طلبہ مین مصروف اور عنان ہمت افادۂ طالبین کی طرف معطوف تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے حالات زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہین ہوئے جنھین مین بے کم و کاست یقین کرسکتا اور یہی وجہ ہے کہ مین اُن واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہون جو لوگون کی زبانی سُنے گئے ہین اور کسی تذکرہ یا تاریخ مین نہین دیکھے گئے۔

جناب مولٰنا محمد اسمعیل صاحب شہید رح

مولنا محمد اسمعیل صاحب

روز ازل مین جس شخص کی قسمت مین قاطع بدعت ہونا لکھا تھا وہ شاہ عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید ہین جو بیڑہ خدمت ذو الجلال کی توحید پھیلانے اور شرک و بدعت کو ہندوستان سے مٹانیکا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اٹھایا تھا خدا تعالے نے آپکے بزرگ ہاتھون سے اُسی اسدرجہ تقویت عطا کی کہ علم توحید کا عظیم الشان پھریرا دہلی کی سرزمین سے بلند ہوکر دور دور کی سرسبز سلطنتون تک بڑے زور شور سے پھرانے لگا۔

مولانا شہید کی تاریخ ولادت و تربیت و تعلیم

مولانا شہید کی تاریخ ولادت مین علما کا باہم اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپکے پیدا ہونیکے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے جن کا نام بی بی فاطمہ تھا باوجودیکہ نہایت ضعیف وکمزور تھین خود حد شرع تک دودھ پلایا۔ اور نہایت عمدہ طور پر پرورش کی جب آپنے چھٹے سال مین قدم رکھا تو آپکے والد بزرگوار جناب شاہ عبد الغنی صاحب نے آپ کو قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھایا اور بہ خدمت ایک بزرگ معلم کے سپرد کی۔ آٹھ سال کی عمر مین آپنے قرآن مجید حفظ کرلیا اور اسکے بعد صرف نحو کے مختصر رسالے پڑھنے شروع کیے۔ دو تین برس کے عرصہ مین صرف نحو کی معمولی درسی کتابین اپنے والد بزرگوار سے نکال لین اور اب آپ باقاعدہ تعلیم پانے لگے۔

صرف نحو اور معقول کی تمام کتابین اور فقہ آپنے اپنے والد بزرگوار ہی سے پڑھین اور جب آپکے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا تو جناب شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ہونہار اور بلند اقبال بھتیجے کو اپنے سایۂ عاطفت مین لیلیا اور بجائے فرزندون کے پرورش کی روز و شب آپ کی تکمیل مین ساعی رہے اور تسلی و دلدہی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جوہر قابل محتاج تربیت اور نیازمند تعلیم نہین ہوتا اور جسے فطرت ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اُسکے دل کو پہلے ہی ربانی قابلیتون سے آراستہ و پیراستہ کردیتی ہے یہی حال بعینہٖ مولانا شہید کا تھا کہ آپکے ضمیری جوہرون نے تائید الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی جس کی وجہ سے ازلی اسرار بے حجاب آپ پر منکشف ہوگئے تھے اور فطری ضمیری جوہر خود بخود اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا رہے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ مین کتابون کے مطالعہ کیطرف چندان ملتفت نہ تھے اور جب آپ حضرت مبرور کیخدمت مین کتاب کھولکر بیٹھتے تو استغنا کی وجہ سے آپ کو یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق کہان سے شروع ہوگا۔ اور جب آپکو سبق کا پتا نہ لگتا تھا تو کبھی اُسکی بعد کی عبارت سے شروع کردیتے۔ جب

شاہ صاحب ہان سے امتناع فرماتے تو آپ کہتے مین نے اس مطلب کو آسان سمجھکر نہین پڑھا - اگرچہ وہ مقام نہایت مشکل وصالانحل ہوتا۔ لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تنبیہ پر آپ اُس مقام کو اس عمدگی اور صفائی سے چٹکیون مین سلجھادیتے اور اس بلا کی سحر آمیز تقریر کرتے کہ حاضرین جلسہ حیرت کا پتلا بنجاتے اور بڑے بڑے ذہین و طباع طلبہ عش عش کرنے لگتے۔ علیٰ ہذا القیاس کبھی ایسا ہوتا کہ کل کے پڑھے ہوئے مقام سے آغاز کرتے۔ اور جب حضرتِ مغفور اُس پر متنبہ فرماتے تو آپ اُسمین فوراً کوئی شبہہ پیدا کردیتے اور حقیقت مین وہ شبہہ ایسا قوی ہوتا کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب جیسے علامہ دہر کو اُس کے دفعیہ مین توجہ کی بہت کچھ حاجت پڑتی۔

مولٰنا شہید کا علم حدیث مین کمال

مولانا شہید جب تمام علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ سے فارغ ہوگئے تو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑہنا شروع کی۔ علم حدیث ایک نہایت ہی اہم اور دشوار گزار علم ہے۔ اسکی اہمیت کو وہی شخص خوب جانتا ہے۔ جو اسکی سنگلاخ گھاٹیون کو طے کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مولٰنا شہید کے زور طبیعت کے آگے یہ علم بھی نہایت آسان تہا۔ آپنے چندروز کی ادنے توجہ سے یہ علم بھی حاصل کرلیا اور دوسرے علوم کیطرح اسمین بھی آپنے وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے مشاق و تجربہ کار آپکے سامنے زانوے شاگردی طے کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

مولٰنا شہید کی ذہانت و طباعی

الغرض اس خداداد استعداد اور پولیٹکل قابلیت کی رعایت سے پندرہ سولہ برس کی عمر مین جناب مولٰنا شہید کو کتب معقول و منقول سے فراغت حاصل ہوگئی اور اسی نوعمری کے زمانہ مین آپ پیشوائے مذہبی اور مقتدائے عالم تسلیم کیے گئے چونکہ آپ کی ذہانت و طباعی کی دہوم تمام شہر مین مچی ہوئی تھی اور علمی تبحر کا چرچا زبان زد خاص و عام ہورہا تہا اکثر شہر کے فضلا اور اہل کتاب جو کتاب دانی اور دقیقہ شناسی کے دعویدار تھے اور علوم کے نکات و دقائق کے سمجھنے مین اپنی نظیر سے تمام علمائے کے حلقے خالی خیال کرتے تھے وہ چند اس قسم کے باریک و نازک مقامات جنکے حل کرنے مین زمانہ دراز تک فکر کرنے کی ضرورت ہوتی آپسے سرراہ ملاقی ہوکر بطریق مناظرہ دریافت کرتے اِس لحاظ سے کہ اگر آپکے درسگاہ مین جاکر دریافت کرینگے تو ممکن ہے کہ آپ مطالعہ کتب یا شروح و حواشی کی اعانت کی وجہ سے اُسے بیان کردین۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ مولٰنا شہید اُن غامض اور دقیق مسائل کو اسطرح چٹکیون مین سلجھاتے اور ایسی شستہ اور منجھی ہوئی تقریر کرتے کہ سائلین کو اس جرات و دلیری سے کمال ندامت و پشیمانی حاصل ہوتی اور وہ آپ کی

شیوا بیانی اور تبحر علمی پر عش عش کرنے لگتے۔

مولانا شہید کی فقہ دانی

مولانا شہید کی فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے اور وہ جزئیات فقیہہ بیان کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامور اور مشہور فقیہہ سنکر دنگ ہوجاتے تھے آپ نے معقول کی اکثر کتابوں پر نہایت وزنی حواشی چڑھائے ہیں جنہیں دیکھکر آپ کی علمیت وقابلیت کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے اندنباً آپ کی طبیعت اس علم کی طرف زیادہ مائل تھی لہذا آپ نے ایک پرزور رسالہ منطق میں لکھا اور اُسمیں شکل اول کے بعید الطبائع اور شکل رابعہ کے بدیہی الانتاج ہونے کا دعوی کیا اور اُسکے دلائل اس قوت و استحکام کے ساتھ بیان فرمائے کہ بلامبالغہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنے دلائل وبراہین تارعنکبوت سے زیادہ سست و کمزور سمجھتا اور میر باقر داماد ورانوسے شاگردی طے کرتا۔

مولانا شہید کی بعض تصنیفات

آپنے اثبات رفع یدین میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین ہے اور جس کی شہرت دریائے جمنا سے فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے یہ رسالہ ایک عجیب دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے اور حقیقت میں اس بیہودہ شور و شر کے مٹانے کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے جو دہلی کے مولویوں میں رفع یدین کی بابت مدت سے پڑا ہوا تھا متعصب اور بت دہرم مولویوں کے ایک بڑے گروہ نے صرف اس فروعی اختلافی مسئلہ میں یہانتک تشدد کیا کہ ایک دوسرے کو بلادریغ کافر کہنے لگا جو شخص رفع یدین کرتا تہا وہ اپنے اس مسلمان بہائی کو بے درک اسلام سے خارج کرتا تہا جو رفع یدین کیا کرتا تہا علےٰ ہذالقیاس رفع یدین کرنے والا شخص نہ کرنے والے کو کافر بناتا تھا۔ مولانا شہید نے اس فضول شور و شر اور بیہودہ وہولناک غلط فہمی کو اُڑادیا اور اثبات رفع یدین میں نہایت قوی اور مشہور حدیثوں سے استدلال کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فقہا کے دلائل جو اُسکے مقابل تھے اسپنے سوالات سے اسطرح اُٹھایا کہ غیر متعصب منصف کو بجز تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا۔ اسکے علاوہ اور چند رسائل مختلف فنون میں آپ کی تالیف سے ہیں جو مولنا شہید کی محسوس یادگارین ہیں۔

چونکہ مولنا شہید کو ابتدائی زمانہ سے کسب فیض باطن کا بہت خیال تہا لہذا جناب غفران مآب زبدۂ اولاد حضرت خیر الانام جناب سید احمد قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اعتقاد بہم پہنچایا اور اُن سے فیض باطن کسب کیا ازان بعد پیر کی رفاقت میں سفر حجاز اختیار کیا۔ اور مناسک حج ادا کرکے ہندوستان کی طرف مراجعت کی اور حضرت پیر مرشد کی خدمت میں اطراف وجوانب میں زندگی بسر کی اور مخلوق خدا

کی گودیاں ارشاد وہدایت سے لبریز کردیں۔ مولٰنا شہید کے اِس زمانہ کے واقعات اِس کثرت سے میری پیش نظر ہیں جن سے میں فیصدی پانچ کے انتخاب میں بھی گنجائش نہیں دیکھتا اور جنکے تصور سے قلم کی زبان شق ہوئی جاتی ہے لہذا میں انہیں یہیں چھوڑ کر آپکے آخری حالات نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کرتا ہوں۔

مولٰنا شہید حجاز کے متبرک سفر اور ہندوستان کے اطراف جوانب کے باشندوں کو اپنے رشد وہدایت سے فیضیاب کرکے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق دہلی شاہجہان آباد کیطرف متوجہ ہوئے اور ملکی ہمدردی کے اصول پیش نظر کرکے یہاں کے لوگوں کیلئے رشد وہدایت کا دروازہ کھولا اور وعظ ونصائح سے اہل غفلت کے کان کھولدیئے جو مسائل کہ ضروریات دین میں شمار کیئے جاتے تھے اور جن پر مداومت ومواظبت کرنا اہل اسلام پر فرض تہا۔ اور علماء وقت کی سستی وکاہلی کی وجہ سے عوام تو الگ رہے خواص کے بھی گوش وہم تک نہ پہنچے تھے مولٰنا کی انتہا درجہ کی کوششوں سے سب پر کھل گئے اور اب شرک وبدعت کی بنیادیں متزلزل ہوکر ڈھے پڑیں اور اعلام سنت کا آوازہ ہر وضیع وشریف کے کان تک پہنچ گیا جن ارباب مشیخت اور صاحبان تشخیص کے ساتھ خاص وعام کی ارادت کا سررشتہ اور سلسلۂ اعتقاد مضبوط ومستحکم تہا۔ اور کسیکو اُن کی مداہنت کا گمان نہ ہوتا تھا۔ اُنہیں سخت تلملاہٹ پیدا ہوا اور دنیا طلب مولویوں کے گروہ میں ایک بہت بڑا تہلکہ پڑگیا۔ اُنہیں خیال ہوا کہ اگر مسائل حقہ عوام کے کان تک پہنچ گئے تو ہمارے حق میں ضعف اعتقاد کا موجب ہوگا اور رفتہ رفتہ ہماری روزی کی عمارتیں ڈھادیجائینگی جہلا قبضہ میں نہ آئینگے اور وہ بات بات میں بحث کرنے کو طیار ہوجائینگے اس بیہودہ خیال نے ان کے دلوں میں ایک آگ مشتعل کردی اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے مولٰنا موصوف کے جانی دشمن ہوگئے اور منازعت ومخالفت کے جھنڈے اونچے کرکے درپے اذیت واہانت ہوئے۔

لیکن چونکہ تائید ایزدی مولٰنا کے شامل حال تہی اور روز ازل سے قاطع بدعت ہونا آپ کی قسمت میں لکھا گیا تہا۔ آپ اس ہدایت وارشاد سے باز نہ آئے اور کٹ ملاؤں کا کسی قسم کا فریب نہیں چل سکا آپکے وعظ ونصائح میں اس درجہ اثر تھا کہ خلق کو یہانتک اختیار سنت نبوی کی توفیق اور ترک بدعات کا ولولہ پیدا ہوا کہ چند روز میں ایک اور ہی طرح کا نور ہر شخص کی پیشانی احوال سے چمکنے لگا اور

مفسدون کا بازار بالکل کاسد و بے رونق ہوگیا تمام لوگون پر یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ جنہین ہم آجتک مذہبی پیشوا سمجھتے تھے اور جنکے آگے ہر وقت گردنین جھکائے کھڑے رہتے تھے وہ حقیقت مین دین کے راہزن تھے جو مال و دولت کے طمع مین امور حق کو چھپاتے اور ہمیشہ سبز باغ دکھاتے رہے۔

مولانا شہید کا وعظ

حقیقت مین جو باتین اسوقت مسلمانون تک پہنچی تھین اور جن سے اسلام شرک و بدعت مین کی کھچڑی ہو رہا تھا مولنا شہید نے انہین اسطرح علیحدہ کرکے دکھا دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی ایسی تردید کی کہ ہوا کا رخ ادھر سے ادھر ہوگیا اور بجائے شرک و بدعت کے ہر شخص کے دل مین سچے اسلام کی روشنی چمکنے لگی دہلی کے تمام بے نمازی لوگ پابندی کے ساتھ نمازین پڑھنے لگے اور ہزار دنیا والے کو ایسی نماز کی توفیق ہوئی کہ جامع مسجد مین نماز جمعہ کے لیئے وہ کثرت ہونے لگی جو عیدگاہ مین نماز عیدین کیلیئے ہوا کرتی ہے اور جس کی مثال آجتک قائم ہے۔ یہ تائید الٰہی اور مولنا کی صدق نیت و خلوص کا بدیہی اثر ہے۔ جو اس وقت تک ایک حال پر دیکھا جاتا ہے۔ بیشک اس احیاء سنت کا ثواب آپکے اعمال کے رجسٹر مین آجتک لکھا گیا اور انشاء اللہ آئندہ قیامت تک لکھا جائیگا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مولنا شہید کی عادت تھی کہ جمعہ اور سہ شنبہ کو جامع مسجد مین مجلس وعظ مرتب کرتے اور ہزارہا لوگ غول کے غول آکے جمع ہوتے تھے اس چار روز کے عرصہ مین عوام الناس کو تو چنداں خیال نہ ہوتا لیکن لکھے پڑھون کے گروہ مین ایک عام تحریک پھیلجاتی اور ہر شخص کہتا کہ دیکھیئے مولنا آئندہ وعظ مین کیا فرمائینگے۔ عام طلبہ ضلالت نہاد مفسدون کے اغوا سے طرح طرح کے شبہے پیدا ہوتے اور ہر طالب علم اپنے خیال مین فلاطون اور ارسطو بنا رہتا اور یہ سمجھتا کہ اب کے وعظ مین مولوی اسمٰعیل کو ایک بات مین بند کردونگا۔ لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مولنا کی سموئی ہوئی مذہبی پولیسی دہلی کے تمام علما پر عجیب و غریب اثر ڈال رہی تھی۔ اور آپ کی تقریر مین وہ جادو بھرا ہوا تھا کہ لوگ گھرون سے ارادہ کرکے جاتے تھے کہ عین وعظ مین مولنا شہید کی مخالفت کرینگے۔ لیکن وہان بجز خاموشی کے اور کچھ بن نہ آتا تھا۔ آپ ابتدائے وعظ مین چند جملہ تمہید کے طور پر فرماتے اور انکی جامعیت سے وہ چیزین مذکور ہوتین کہ ہر شخص اپنے شبہہ کا جواب پالیتا اور کسیطرح کا خدشہ باقی نہ رہتا۔ حتی کہ اختتام وعظ کے بعد کسی کو یہ خلجان نہ رہتا کہ ان شبہات کو پھر اپنی زبان سے بیان کرکے طالب دلیل ہو۔ ہر وعظ مین عمدہ مقاصد اور اعلیٰ مطالب شرک و بدعت کی تردید اور احیائے سنت کی نسبت ہوتے تھے۔ آپ کی تقریر نہایت صاف اور منجھی ہوئی تھی

اور اسمین وہ کمال حاصل تہا کہ جو دقیق و غامض مسائل رد و قدح کے بعد طالب علمون کے ذہن نشین ہوتے عالی جہلا کے دلون مین سنتے ہی بیٹھ جاتے اور اسطرح منقوش خاطر ہوتے کہ مخالفین مین سے بعض عالم چاہتے کہ علمی دلائل سے انہین رد کر کے ذہن سے نکال ڈالین ممکن نہ تہا۔ جب یہ مطالب اچھی طرح جم گئے اور شرک و بدعت کی گھٹا جو دہلی اور اسکی اطراف مین چہائی ہوئی تھی مولٹنا شہید کے انفاس متبرکہ کی وجہ سے کائی کیطرح پہٹ گئی تو اب آپنے سید اصفیا یعنے پیر طریقت کے ارشاد کے مطابق تقریر وعظ کی اسطرح بنیاد ڈالی کہ اثنائے وعظ مین بیشتر مسائل جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق بیان ہوتے۔ یہان تک کہ بہت تہوڑے عرصہ مین آپکے صیقل تقریر سے مسلمانون کا باطنی آئینہ نہایت مصفا و مجلا ہو گیا اور سرگرم طبیعتون مین جہاد کا وہ ولولہ و شوق پیدا ہوا کہ ہر شخص بے اختیار چاہتا تہا کہ میرا سر راہ خدا مین قربان ہو اور لوائے دین محمدی کے نیچے میری جان صرف کیجائے۔

جہاد

جب یہ شوق دہلی کے باشندون مین اچھی طرح پک گیا تو جناب سید احمد صاحب نے مولٹنا شہید کو طلب کیا اور آپ معتقدین کو تشنہ چھوڑ کر انکی خدمت مین روانہ ہوئے اور بالاتفاق حضرت ممدوح نے نہایت مستعدی کیساتھ جہاد فی سبیل اللہ پر کمر باندھی۔ کوہستان مین تشریف لیجاکر اطراف ہندوستان مین خطوط طلب روانہ کیے اور شائقین جہاد جوق جوق آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ کوہستانیون کے علاوہ ہندوستان کے باشندون کی ایک بہت بڑی جمعیت آپ کے پاس جمع ہو گئی۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ ہندوستانی اپنی جانین قربان کرنیکے لیئے مستعد ہو گئے اور نہایت بانتیجہ اور نمایان کام راہ خدا مین ظہور پذیر ہوئے۔

تائید الٰہی سے مولٹنا شہید کا رعب کفار کے دلون مین اسدرجہ بیٹھ گیا کہ جس جگہ غزاۃ مسلمین کا قلیل گروہ اور مٹھی بھر آدمی بھی متوجہ ہوتے اور انکے جنرل مولٹنا شہید مقرر کیے جاتے تو کافرون کا لشکر اگرچہ مور و ملخ سے زیادہ ہوتا بے سرو پا فراری ہوتا۔ اور یہ سنکر کہ مولٹنا اسمٰعیل آتے ہین بڑے بڑے تجربہ کار اور خونخوار لشکرون کے دل کانپ اٹھتے تھے۔ قوم افاغنہ باوجودیکہ وحشی جانورون سے کسی طرح کم نہ تھے۔ مولٹنا شہید کے اسدرجہ معتقد ہوئے کہ آپکے پیر کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور مستحکم عہد کیا کہ آپ جہاد کرینگے تو ہم لوگ سرفروشی کو حاضر ہین۔

مولانا سید احمد صاحب نے سکھون کی اقوام پر جہاد قایم کیا اور قوم افاغنہ کے علاوہ ایک لاکھ سے زیادہ

ہندوستانی جمع ہوگئے۔ آپکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سب نے اپنا امام و معتقدا تسلیم کیا۔ اب آپنے فوج کی آراستگی کیطرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور مولنا شہید لشکر اسلام کے جنرل مقرر ہوئے۔ اس لشکر نے اپنے بہادر جنرل کے حکم سے حرکت کی اور پنجتار سے نکلکر آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا چندروز تک عشر جو طریقہ اسلام مین خراج کی ایک قسم ہو آپکے پاس آنے لگا۔ اور پشاور اور بعض مقام دیگر سکھون کی عملداری سے نکلکر غازیان اسلام کے تصرف مین آگئے۔

مولانا شہید کا رعب سکھون پر اسقدر چھایا ہوا تھا کہ وہ کچھ ملک دینے پر بخوشی راضی ہوگئے لیکن چونکہ آپ کو ترویج اسلام پیش نظر تھی اس لیئے آپنے اس بات کو قبول نہین کیا اور کئی سال تک جنگ کا سلسلہ یون ہی چلا گیا۔ قوم افاغنہ چونکہ نہایت لالچی اور بندۂ زر تھے۔ سکھون کے اغوا سے منحرف ہوگئے۔ اور عین معرکہ جنگ مین آپسے دغا کی۔ روز ازل سے آپکی قسمت مین دولت شہادت لکھی تھی اور یہ عظیم الشان درجہ آپکو ملنا تھا اسلیئے آپ بالکل مطمئن اور بیخوف تھے۔ افاغنہ کے یون منحرف ہوجانے اور ایک ایسے نازک موقع پر ساتھ چھوڑ دینے سے کچھ تشویش دل مبارک مین نہین ہوئی۔ اور جس طرح جان توڑ توڑ کر آپ سکھون سے لڑے ہین حد سے زیادہ داد دینے کے قابل ہے۔

الغرض بعد سخت خونریزی کے مولنا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولنا سید احمد صاحب مع اکثر صاف اعتقاد مسلمانون کے بالاکوٹ کے قریب شہید ہوئے۔ اور یہ جانکاہ واقعہ بقول ایک مورخ کے ماہ مئی ۱۸۳۱ع کو وقوع مین آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمام شد

خاتمہ کتاب

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت — کز عین التفات برین عرض بنگری

معزز ناظرین! تاریخانہ واقعات لکھنے اور گزشتہ حالات کی ہو بہو اور دلچسپ تصویر کھینچنی کوئی مشکل امر نہین لیکن اُن واقعات کی تلاش و جستجو کرنا جنہین مورخون نے عام جزئیات اور معمولی حالات سمجھکر نظر انداز کر دیئے ہون اور پھر ہر واقعہ کی نسبت غیر معمولی چھان بین کر کے اُنہین زمانہ کی طرز رفتار کے مطابق تاریخی جامہ پہنانا نہایت اہم اور مشکل بات ہے۔ اس اہمیت اور اشکال کا وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے جس نے کبھی یہ کام کیا ہو۔ ایک ایسے صاف باطن تذکرہ نویس سے جس نے مذکورہ امور کا التزام اپنا منصبی فرض قرار دیا ہے پوچھنا چاہیئے کہ اس قسم کے واقعات قلمبند کرتے وقت اُسے کن کن مشکلات اور دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے

درحقیقت یہ ایسا پیچ درپیچ اور خطرناک میدان ہے جس میں قدم کا مسافر باوجودیکہ لوہے کا سینہ اور پتھر کا جگر رکھتا ہے ان سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیوں کے طے کرنے کا تصور کر کے جو اس کے بیچ میں پڑتی ہیں قدم رکھتے ہوئے تھرّاتا ہے۔

حیات ولی کے لکھنے کا خیال ایک مدت سے میرے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ لیکن میں اپنی بے سروسامانی اور بے سروسامانی سے قطع نظر کرتے ہوئے ناقابلیت اور ہیچمدانی کی وجہ سے اس پرخار وادی میں قدم رکھتے ہچکچاتا تھا اور طبیعت خود بخود کسی تیاری کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ جسطرح بن پڑے اس خیال کی تکمیل کرنی چاہیے۔ ادھر اپنی بے بضاعتی کا خیال دامنگیر تھا۔ غرض اسی کشمکش میں ایک عرصہ گزر گیا اور کوئی شق اختیار کرتے نہ بن پڑی۔ آخر خدا کا نام لیکر اور بھروسہ کر کے میں نے اس میدان میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ میں خدا کے شکر سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کہ اس نے میرے قدیم ارادہ کو جو ایک ضعیف سا خیال رہ گیا تھا۔ تمام تحریک اور تحریص کی بات کہ تکمیل کی روح پھونک دی اور یہ اہم اور عظیم الشان کام مجھ ناچیز کے ہاتھ سے انجام کو پہنچا دیا اور نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اسکا انجام ہوا۔

حیات ولی کے دوران تالیف میں علاوہ تاریخی سرمایہ کے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے محترم خاندان کے تمام تراجم و تصانیف کا سلسلہ میری پیش نظر تھا۔ چونکہ تواریخ سے مجھے بہت کم دلچسپی ہے میں نے اکثر واقعات و روایات اسی سلسلے سے منتخب کر کے حیات ولی میں درج کیے۔ اس بنا پر میں نہایت بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جسقدر حالات و واقعات آپ اسمیں پائینگے غالباً نہایت درست و نفس الامری ہونگے۔ اور میں آپکو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ اسمیں آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا دستیاب نہوگا جسکی مستند شہادت اور تاریخی ثبوت میرے پاس موجود نہو۔

یہ سب کچھ ہے لیکن مجھے پھر بھی اپنی ناقابلیت اور بے بضاعتی کا بدل اعتراف ہے اسلیے میں آخر میں اپنے معزز ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ اگر آپ میری غلطی پر متنبہ ہوں تو از راہ کرم خطا پوشی کو عمل میں لائیں اور کمترین کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں ؎ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را۔

آپکا خادم قدیم
محمد رحیم بخش۔ دہلوی

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب

تذکرہ صابریہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سوانح بندہ نواز

[illegible] … مصنفہ [illegible]

تحفۃ الموحدین

تحفۃ الموحدین ـ مصنفہ [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جس میں شرک و بدعت کا رد اور توحید کا عقلی [illegible] نقل و دلائل سے ثبوت ہے قیمت … ۳ر

دیوان [illegible]

[illegible]

[illegible] الانبیا

[illegible] … پڑھے ـ

المشتہر میرزا عبدالغفار بیگ
مالک افضل المطابع دہلی واقع
حویلی اعظم خان

[illegible]

اعلان

ناظرین

کو اطلاع دیجاتی ہے کہ

اس کتاب مسمی حیات ولی کے جملہ حقوق

تصنیف تالیف ہمیشہ کیلئے مشتہر کے نام محفوظ ہیں اور

مشتہر نے بموجب قانون نمبر ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ع درج فہرست جسٹری گورنمنٹ

انڈیا بھی کرا دیا ہے لہذا بخدمت جملہ تاجران کتب و اہل مطابع [illegible]

کی جاتی ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کے جز یا کل کے چھاپنے کے مجاز

نہیں جب تک کہ میری تحریری اجازت حاصل نہ کر لیں ہاں جس قدر

جلدیں مطلوب ہوں وہ مشتہر سے طلب فرمائیں۔ بامید نفع

نقصان نہ اٹھائیں فقط بر رسولان بلاغ باشد و بس

المشتہر مرزا عبد الغفار بیگ مالک

و مہتمم افضل المطابع و افضل الاخبار

دہلی حویلی

اعظم خان بماہ شوال

۱۳۱۹ھ